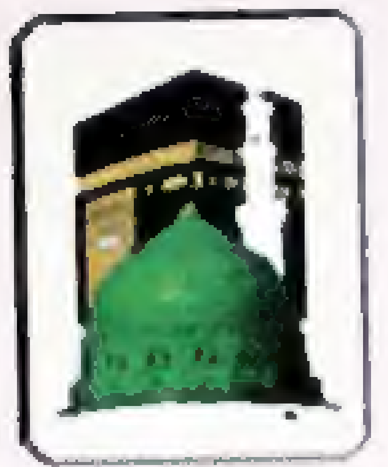


خلیفۂ راشد کے حالاتِ زندگی کا مَدَنی گلدستہ

عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز

حضرتِ سیِّدُنا عُمر بن عبدُالعزیز

کی 425 حِکایات



خواب میں والدِ گرامی کی زِیارت 29
موت یاد آنے پر رو دیئے 41
پہلا مَدَنی مشورہ 65
زمانۂ خدمت کی یادگاریں 77
عِطر والے کپڑے دھو ڈالے 121
اپنی دولت راہِ خُدا میں خرچ کردی 166
بچوں کی امّی پر انفرادی کوشش 181

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)
SC 1286

مدنی چینل دیکھتے رہئے

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبہ اصلاحی کُتُب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

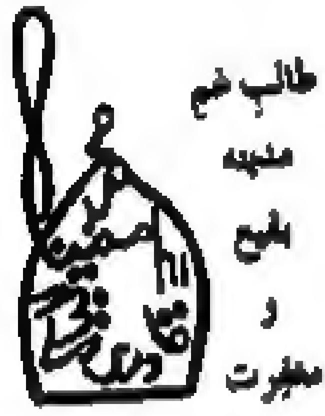
کتاب پڑھنے کی دُعا

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دُعا پڑھ لیجئے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَکَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَکَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر عِلْم و حکمت کے دروازے کھول دے اور ہم پر اپنی رَحمت نازِل فرما! اے عَظمت اور بزرگی والے!

(مُستَطرَف ج ۱ ص ۴۰ دار الفکر بیروت)



طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت

۱۳ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

(اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف پڑھ لیجئے)

قِیامت کے روز حسرت

فرمانِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم: سب سے زیادہ حسرت قِیامت کے دن اُس کو ہوگی جسے دُنیا میں عِلْم حاصل کرنے کا موقع ملا مگر اُس نے حاصِل نہ کیا اور اس شَخص کو ہوگی جس نے عِلْم حاصِل کیا اور دوسروں نے تو اس سے سُن کر نَفْع اُٹھایا لیکن اس نے نہ اُٹھایا (یعنی اس عِلْم پر عمل نہ کیا)۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۱ ص ۱۳۸ دار الفکر بیروت)

کتاب کے خریدار متوجّہ ہوں

کتاب کی طباعت میں نُمایاں خرابی ہو یا صَفْحات کم ہوں یا بائنڈنگ میں آگے پیچھے ہوگئے ہوں تو مکتبۃُ المدینہ سے رُجوع فرمائیے۔

"خلیفۂ راشد کے حالاتِ زندگی کا مَدَنی گلدستہ"

عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز

کی 425 حکایات

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نام کتاب: حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز کی 425 حکایات

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)

طباعتِ اوّل: صفر المظفر ۱۴۳۳ھ بمطابق دسمبر 2011ء

تعداد: 6000

ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ (کراچی)

تصدیق نامہ

تاریخ: ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

حوالہ: 172

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین وعلی الٰہ واصحابہ اجمعین

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

"حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز کی 425 حکایات"

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

22-08-2011

E.mail:ilmia@dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

"عمر بن عبد العزیز" کے چودہ حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی "14 نیّتیں"

فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم: نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵)

دو مَدَنی پھول: ﴿۱﴾ بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿۲﴾ جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

{1} ہر بار حمد و {2} صلوٰۃ اور {3} تعوّذ و {4} تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا)۔ {5} حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضو اور {6} قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا {7} قرآنی آیات اور {8} اَحادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا {9} جہاں جہاں "اللہ" کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور {10} جہاں جہاں "سرکار" کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم پڑھوں گا۔ {11} شَرعی مسائل سیکھوں گا۔ {12} اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علماء سے پوچھ لوں گا {13} دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ {14} کتابت وغیرہ میں شَرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا (مصنّف یا ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

المدینۃ العلمیۃ

از: بانیٔ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرتِ علاّمہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ علی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن و خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدِّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''المدینۃ العلمیۃ'' بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالیٰ پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اِشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تراجمِ کتب
(۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدینۃ العلمیۃ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و

مِلّت حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت باعثِ خَیر و بَرَکت حضرتِ علاّمہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃ الرّحمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

فِہرس

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
پہلے دُرودِ پاک پڑھئے	27	بزرگانِ دین کی بارگاہوں میں حاضریاں	46
اِبتدائی حالاتِ زندگی	27	رات بھر مَدَنی مذاکرہ جاری رہا	47
والدِ گرامی	28	ہاتھوں ہاتھ جواب	47
اے دنیا! ہم دھوکے میں رہے	29	علمی مشاغل جاری نہ رکھ سکے	48
خواب میں والدِ گرامی کی زیارت	29	آپ نے یاد رکھا اور میں بھول گیا	49
دِلوں کے زنگ کی صفائی	29	آپ تابعی بھی ہیں	49
والدہ محترمہ	30	مروی احادیث مبارکہ	49
بہو کیسے بنیں؟	30	نیکی کی دعوت چھوڑنے کا انجام	50
خلافِ شریعت کاموں میں ماں باپ		پسندیدہ نوجوان	50
کی اطاعت	33	محبتِ رمضان	51
دودھ میں پانی ملانا	34	حالتِ جنب میں سونا	51
رشتہ طے کرتے وقت کیا دیکھنا چاہئے؟	36	ذکرُ اللہ نہ کرنے پر حسرت	52
تلاشِ رشتہ	37	اسلام کا خُلق حیا ہے	52
میں اِن جیسا بننا چاہتا ہوں	39	شادی خانہ آبادی	53
اپنے ننھیال میں رہے	39	تاریخی اعزاز	53
موت یاد آنے پر رو دیئے	41	اخراجات کی کیفیت	54
یادِ موت کا فائدہ	41	ازواج واولاد	54
سیّدنا فاروقِ اعظم کی بشارت	42	اولاد کی تربیت	55
خوابِ فاروقی کی تعبیر	43	فکرِ تربیت اولاد پر مشتمل ایک مکتوب	55
خود مدینے شریف جانے کی درخواست کی	43	بیٹے کے نام نصیحت آموز خط	56
بال منڈوا دیئے	44	مسلمان کے بارے میں حُسنِ ظن رکھو	58
عظمتِ الٰہی سے معمور سینہ	45	حُسنِ ظن عمدہ عبادت ہے	59
حلیہ شریف	46	اچھائی پر حمل کرنا واجب ہے	59

عنوان	صفحہ نمبر
بُرا مطلب لینا بھی بدگمانی ہے	59
غفلت سے بچ کر رہنا	60
خواب میں مخصوص دعا سکھائی	61
گورنر بن گئے	61
گورنری قبول کرنے کے لئے شرط رکھی	62
ظلم کا انجام ہلاکت ہے	62
ظلم کسے کہتے ہیں؟	63
مُفلِس کون؟	63
لرز اٹھو!	64
پہلا مدنی مشورہ	65
مشورہ سنّت ہے	66
نیک بخت کون؟	67
مشورہ برکت کی کنجی ہے	67
مشورے کی اہمیت وافادیت کے بارے میں 5 روایات	68
علم کے قدر دان	69
علم حاصل کرنے کا نُسخہ	70
عالِم باعمل بنو	70
علم غنی کی زینت ہے	70
علم کی فضیلت	70
علم مال سے افضل ہے	71
علم کی حفاظت کا طریقہ	72
آپ واپس اپنی جگہ تشریف لے جائیے	72
باادب بانصیب	73
عالم کی تعظیم کا صِلہ	74
علماء کے احترام میں کوتاہی نہ کیجئے	74
حجاج بن یوسف کو ناپسند کرتے تھے	75
حجاج بن یوسف کے مدینہ میں داخلے کی ممانعت	76
دوسرے کونے میں چلے گئے	76
زمانۂ خدمت کی یادگاریں	77
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز	78
اطمینان سے نماز پڑھنے کی فضیلت	79
مٹی پر سجدہ کیا کرتے	80
آگے نہ پڑھ سکے	81
محبتِ مدینہ	82
واہ کیا بات ہے مدینے کی	82
اہلِ بیت سے محبت	83
محبتِ اہلِ بیت کا فائدہ	83
کھڑے ہو کر استقبال کیا	84
بشارتِ نبوی	85
جنات کی تین قسمیں	86
جنات کی مختلف شکلیں	86
گورنری سے استعفیٰ	87
استعفیٰ یا معزولی؟	88
صرف ایک غلام ساتھ تھا	89
بے چین ہو گئے	89
بدشگونی کی تردید	90

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
بدشگونی کیا ہے؟	90	جھوٹ سے نفرت	107
بدشگونی کوئی چیز نہیں	91	جھوٹ کی مذمت میں تین فرامین مصطفٰے	109
خلیفہ کے مُشیر بن گئے	91	حضرت خضر علیہ السلام سے شرف ملاقات	110
ناحق قتل سے روکا	92	حضرت خضر علیہ السلام کون ہیں؟	110
حجاج کی سازش	93	ایمان افروز خواب	111
کلمہ حق کہنے سے نہ ڈرے	95	خلیفہ کیسے بنے؟	115
نیکی کی دعوت کا ثواب	96	دونوں میں کتنا فرق ہے؟	117
سمجھانا کب واجب ہے؟	96	میرا نام نہ لیجئے گا	118
فائدہ ہی فائدہ	97	خلافت کا اعلان	118
بدنامِ زمانہ شخص کی توبہ	98	اِحساسِ ذمہ داری کی وجہ سے رونے لگے	119
دھوکہ دہی سے روکا	99	عطر والے کپڑے دھوڈالے	121
انسان کو وہی کچھ ملے گا جو آگے بھیجا ہوگا	100	تمہارے پاس عدل اور نرمی آرہی ہے	122
بارش سے عبرت	101	خلافت کی بشارت	122
یہ صدقے سے بہتر ہے	102	ہدایت یافتہ خلیفہ	122
دُنیا کو دُنیا کھا رہی ہے	102	نصیحتِ نبوی	123
یہ تمہارے فریق ہیں	103	ان دونوں کی طرح خلافت کرنا	123
حکمِ شرعی کو فوقیت ہے	103	حجاج کی زبان پر ذکرِ خلافت	124
عورتوں کو بھی میراث میں سے حصہ دیجئے	104	سلیمان کے لئے خوشخبری	124
جذامیوں کی جان بچائی	104	خلافت سے دستبردار ہونے کی پیشکش	125
مُثلہ کرنے سے روکا	105	خلیفہ بننے کے بعد اصلاحی بیان	125
مثلہ سے منع فرماتے	105	عہدِ صدیقی وفاروقی کی یاد تازہ کردی	127
فیاضی کی حقیقت	106	خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں؟	128
خلیفہ کی توہین پر قتل کا حکم	107	خراسانی کا خواب	129
سلیمان بن عبدالملک کا اعتراف	107	خلیفہ بنانے والے کے بارے میں حسن ظن	130

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے	130	کامل مسلمان کون؟	148
بیعت کے الفاظ	130	نیک اور پرہیزگاروں کی صحبت	148
مجھے اس منصب کی چاہ نہیں تھی	130	مجھے خبردار کر دینا	149
آپ رنجیدہ کیوں ہیں؟	131	خود پر محاسِب مقرر کیا	149
شاہی سواری سے انکار	131	زیادہ معاونین نہ تھے	149
مجھے اپنے جیسا ہی سمجھو	132	معین ومددگار	150
شاہی خیمے میں نہیں گئے	132	اہلِ حق کی قدردانی	150
تین فوری احکام	133	نصیحت کرنے والے کا شکریہ	151
پہلے سائل کی مدد	135	معافی مانگی	152
قصرِ خلافت میں قیام نہیں فرمایا	136	آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اِنتہا عاجزی	154
مخصوص اشیاء بیت المال میں جمع کروا دیں	136	مُعافی مانگ لیجئے	155
خوبرو کنیزوں کی پیش کش	137	منصب رسالت وِخلافت میں فرق	156
اب تم سے دل چسپی نہیں رہی	137	آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹا دیا	157
اِقتدار کے بارے اشکبار	138	بہترین آدمی کی خُصوصِیات	158
ماتحتوں کے بارے میں سُوال ہوگا	139	سیکورٹی کے مسائل	158
نگرانوں اور ذمہ داران کے لئے		آرام کا وقت نہ ملتا	159
فکرانگیز فرامین	139	اپنے غصے پر قابو پایئے	160
صحبت میں رہنے والوں کے لئے شرائط	143	حق داروں کو ان کا حق دلایا	161
حارسین سے بے نیازی	143	اموال جائیداد واپس کرنے کا اعلانِ عام	162
حارس بنانے کے لئے نمازی کو چنا	144	اولاد کو اللہ عزّوجلّ کے حوالے کرتا ہوں	162
شعراء کی دال نہ گلی	144	بھروسے کا انعام	163
یہ شخص شعراء کو نہیں گداگروں کو دیتا ہے	145	انگوٹھی کا نگینہ بھی واپس کر دیا	164
تین فقہا سے مَدَنی مشورہ	146	خیبر کی جاگیر	165
عدل کس طرح کروں؟	147	اپنی دولت راہِ خدا میں خرچ کر دی	166

عنوان	صفحہ نمبر
خلیفہ کا یومیہ وظیفہ	166
اپنے کھانے کی رقم مطبخ میں جمع کرواتے	166
بیت المال سے کبھی ناحق مال نہیں لیا	167
گورنروں کی بیش قیمت تنخواہ اور حضرت عمر کی تنگ دستی	167
ذاتی منافع بھی بیت المال میں جمع کروادیا	168
آمدنی کم ہوگئی	168
پیچھے کیا چھوڑا؟	170
مال قبول نہ فرماتے	170
نفع راہِ خدا میں خرچ کردیا	171
کیا بات ہے ایثار کی!	173
ایثار کی مدنی بہار	173
30 ہزار درہم بیت المال میں جمع کروادیئے	175
خلیفہ کی اہلیہ کے زیورات	175
سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کردو	176
عورت پر شوہر کا حق	177
گھر والوں کے خرچ میں کمی	177
اہلیہ کا وظیفہ	178
اپنی آخرت تباہ نہیں کروں گا	178
احمق کون؟	179
بُرا سودا	179
قیامت کے دن اہل وعیال کا دعویٰ	180
بچوں کی امی پر انفرادی کوشش	181
سونے کے انداز کی اصلاح	182

عنوان	صفحہ نمبر
سونے، جاگنے کے 15 مَدَنی پھول	182
پہننے کے لئے کپڑے نہ تھے	185
موٹے کپڑے	185
ہزار بھوکوں کا پیٹ بھردو	186
بیت المال سونے جمع کرنے کے لئے نہیں	186
شہزادیوں کی عید	187
مسور کی دال اور پیاز سے پیٹ بھرا	189
اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا بدنصیب	190
ذمی کو اس کی زمین واپس دلوائی	191
سات زمینوں کا ہار	192
دعا قبول نہ ہوئی	193
احساسِ ذمہ داری نے رُلادیا	193
مظلوم کی مدد	193
غلام آزاد کردیا	194
اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ	195
بدوؤں کو زمین واپس دلائی	195
حکومتی کارندوں کو بھی اسی کی تاکید کی	196
ٹال مٹول کرنے والے حکام سے ناراضی	197
ادائے حقوق میں احتیاط	197
تمہارا کوئی حق نہیں مارا گیا	198
سائل سے ہمدردی	198
حکومتی ذمہ دار پر انفرادی کوشش	200
پروٹوکول ختم کردیا	200
سب کے لئے کی جانے والی دعا کی قبولیت	201

عنوان	صفحہ نمبر
سب کے برابر بیٹھئے	201
علماء کو اپنے قریب کرلیا	202
کم رفتار سواری پر بیٹھنا	202
خاندان والوں سے میل جول کم کردیا	203
بیس ہزار دینار دینے سے انکار	203
پھوپھی صاحبہ کا وظیفہ	206
حکم الٰہی کا پاس	208
آئندہ ایک درہم بھی نہیں دوں گا	208
دُکانیں واپس دلوائیں	209
جواب نہ بن پڑا	210
''سمجھانے'' کی ایک اور کوشش	211
میں قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں	213
پھوپھی صاحبہ کی سفارش	214
خلافت سے بے نیازی	215
عمر بن ولید کا خط اور اس کا جواب	215
خاندان کی عزت کا پاس	217
بیت المال پر کس کا حق ہے؟	218
مالِ حرام کے شرعی احکام	219
قسطنطنیہ کے مسلمان قیدیوں کو رقم بھیجی	220
بخل کا خوف	220
کنیز واپس کردی	221
خارجیوں نے آپ سے جنگ نہیں کی	223
بزرگانِ دین کی بارگاہوں سے رجوع	224
موت کو اپنے سرہانے رکھئے	224
کسی سے امداد کی توقع نہ رکھئے	225
یہ نصیحت کافی ہے	225
بُری خلافت کے گواہ ہوں	226
شرفا کو ذمہ داریاں دیجئے	226
مختصر ترین نصیحت	226
مطلبی کی صحبت سے بچئے	227
کاش میں نے یہ بات نہ کہی ہوتی	227
بے ہوش ہوکر گر گئے	228
آنسوؤں سے چولہا بجھ گیا	229
نصیحتوں بھرا مکتوب	229
تقدیر پر صبر کیجئے	235
خالد بن صفوان کی ناصحانہ تقریر	236
دھوکے باز دُلہن	239
دنیا کی مذمت پر چار احادیثِ مبارکہ	243
دنیا کے لئے مال جمع کرنے والے بے عقل ہیں	243
دنیا کی محبت باعثِ نقصانِ آخرت ہے	244
آخرت کے مقابلے میں دُنیا کی حیثیت	244
بھیڑ کا مرا ہوا بچہ	245
امیر المؤمنین کی عاجزی زمین پر بیٹھ گئے	246
میرے مقام میں کوئی کمی تو نہیں آئی	247
بلندی عطا فرمائے گا	247
عاجزی کس حد تک کی جائے؟	248

عنوان	صفحہ نمبر
مزاج پرسی کرنے والے کو جواب	248
خادمہ کی خدمت	249
چادر اوڑھا دی	249
تحریر پھاڑ ڈالتے	249
پہچان نہ پاتے	250
مجھے ''عمر'' ہی سمجھو	250
تعریف کرنے والے کو جواب	251
''خلیفۃ اللہ'' کا مصداق	251
اسلام نے مجھے فائدہ دیا ہے	252
شان و شوکت کے اظہار کی ممانعت	252
مجلس برخاست کرنے کا معمول	252
جب سلام کرنا بھول گئے	253
روزانہ کا جدول	255
خلیفہ کا کھانا	256
زیتون کا سالن	256
پسلیاں گنی جاسکتی تھیں	256
مسور اور پیاز	256
کیا بات ہے ''مسور'' کی؟	257
سمجھانے والے کو سمجھا دیا	258
کھانا نہ کھا سکے	258
زیادہ کھانا سامنے آنے پر اٹھ کھڑے ہوئے	259
پیٹ بھر کر کیسے کھا پی سکتا ہوں؟	259
کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا	260
تمہارے آقا کی یہی غذا ہے	260

عنوان	صفحہ نمبر
کھانا کتنا کھانا چاہیے؟	260
انگور کھانے کی خواہش	261
دال اور کٹی ہوئی پیاز سے مہمان نوازی	261
کھانے میں اسراف چھوڑ دیا	262
دورانِ بیان رونے لگے	263
تقویٰ و پرہیزگاری	264
شاہی گھوڑے بیچ دیئے	265
بیت المال کا گرم پانی	265
سخت سردی کی ایک رات	266
بیت المال کے مال سے بنے مکانوں میں ٹھہرنا گوارا نہیں کیا	266
ذاتی چراغ جلالیا	266
بیت المال کے کوئلے	269
لکڑیوں کا تحفہ	270
بیت المال میں دو دینار جمع کروائے	271
خوشبو سونگھنے میں احتیاط	271
خوشبو دھو ڈالی	272
سیب کے لئے اپنے آپ کو برباد کرلوں!	273
آگ کی چنگاریاں	273
چہرہ دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا	274
کھجوروں کی قیمت جمع کروائی	274
دودھ کے چند گھونٹ	275
شہد بیچ ڈالا	276
یہ گوشت تم ہی کھالو	277

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
پہلے کی آسائشیں اور بعد کی آزمائشیں	277	بیٹے سے تلاوت سُنی	290
اخلاقی برائیوں سے کوسوں دور تھے	278	غلطی نکالنے کا ہوش تھا!	291
عُمری چال	278	تلاوت ہو تو ایسی ہو!	292
لوہے کی زنجیریں	279	امیرالمؤمنین کا خوفِ خدا	294
امیرالمؤمنین کا لباس	280	خوفِ خدا کی ضرورت	295
ایک ہی کُرتا	280	میرے لئے دعا کرنا	295
آٹھ سو کی چادر اور آٹھ درہم کا کمبل	281	خوفِ خدا کے اثرات	296
12 درہم کا لباس	281	اہلیہ محترمہ کی گواہی	296
لباس کی سادگی	282	امیرالمؤمنین کی یادِ موت	297
سادہ لباس کی فضیلت	282	قبر والے کے بارے میں سوچتے رہے	297
نمازِ پنجگانہ کا اہتمام	283	موت کو یاد کیا کرو	298
نماز کی حفاظت کی تاکید	283	آباواجداد کی قبروں سے عبرت پکڑتے	299
شب بیداری	284	آخرت کی فکر دلانے والا ایک مکتوب	299
عبادت گزاروں کی رات	284	موت سے ڈرو	300
رحمت کی چار راتیں	285	ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	300
زکوۃ کی ادائیگی اور نفلی روزوں کا اہتمام	285	قبر کی دِل ہلا دینے والی کہانی	301
شکر کی بوریاں صدقہ کیا کرتے	285	زادِ آخرت تیار کرلو	303
شوقِ تلاوت	286	بوسیدہ نہ ہونے والا کفن	303
ایک طرف کو جھک گئے	287	موت کو یاد کرنے کا فائدہ	304
آیت مکمل نہ پڑھ سکے	287	دنیاوی رنج وغم کا علاج	304
رونے والے کو جنت ملے گی	287	کانٹے دار ٹہنی	305
رونے کا طریقہ	288	دنیا میں آنا آسان، جانا مشکل ہے	305
آنسوؤں کی جھڑی	289	بے ہوش ہو گئے	306
دھاڑیں مار مار کر رونے لگے	290	کراماً کاتبین کا سامنا	306

عنوان	صفحہ نمبر
مُرغِ بسمل کی طرح تڑپتے	307
نرم حدیث بیان کرتا	307
رونگٹے کھڑے ہوجاتے	308
کتنا سفر باقی ہے؟	308
میزبان کے پاس کب تک رہیں گے؟	308
اٹھنے والے جنازوں سے عبرت پکڑو	309
موت کو یاد کیا کرو	309
لذتوں کو مٹانے والی	311
خوفِ قیامت	311
امیر المؤمنین کا جنتیوں اور دوزخیوں کے بارے میں غور وفکر	312
کہیں میں دوزخیوں میں سے نہ ہوں	312
جنت ودوزخ کے ذکر پر رو دیئے	313
حوضِ کوثر کے چھلکتے جام پینے کی تڑپ	313
قیامت کے امتحان کی فکر	315
قیامت کے 5 سُوالات	315
امتحان سر پر ہے	316
صرف ایک نیکی چاہئے	316
پُلِ صراط سے گزرو	318
عذابِ الٰہی کا خوف	320
بادلوں میں کہیں عذاب نہ ہو	320
کوئی جنت میں جائے گا اور کوئی دوزخ میں	321
پھر مرتے دم تک نہیں ہنسے	321
امیر المؤمنین کا عشقِ رسول	324

عنوان	صفحہ نمبر
بارگاہِ رسالت میں سلام بھیجا کرتے	324
مقدس تحریر چوم لی	325
چوم کر آنکھوں پر رکھا	325
حج کی خواہش	326
لوٹ کے مال سے حج کرنے والے کا انجام	327
امیر المؤمنین کی تبرکات سے محبت	328
قبر میں میت کے ساتھ تبرکات رکھئے	329
حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہ تعالٰی عنہ کی وصیت	329
تبرکات رکھنے کا طریقہ	329
میں بھی غلامِ علی ہوں	330
امیر المؤمنین کا رضائے الٰہی پر راضی رہنا	331
اس پر میری رحمت ہے	331
نرمی کا فائدہ	332
نرمی کی فضیلت پر 4 فرامینِ مصطفٰے	333
والدین کے نافرمان کے ساتھ تعلق نہ جوڑنا	334
جنت یا جہنم کا دروازہ	335
غفلت بھی ایک طرح سے نعمت ہے	335
اعترافِ ذہانت	336
جلد اطاعت کا انعام	336
امیر المؤمنین کا زبان کا قفلِ مدینہ	337
طنز ومزاح کرنے والوں کو تنبیہ	337
شوروغل کو ناپسند فرماتے	338
شرم وحیا کا پیکر	338

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
خاموش طبع کی صحبت میں رہو	339	ناپسند کام پر ردِ عمل	350
زبان خزانے کی چابی ہے	339	صبر نعمت سے افضل ہے	351
بولنے والا فائدے میں رہا	339	سب سے بہتر بھلائی	351
بھلائی کا سکھانا خاموشی سے بہتر ہے	340	صبر کی تین قسمیں	351
کلام کو اپنے عمل میں شمار کرنے کا فائدہ	340	دل کے لئے مفید شے	352
زبان کی حفاظت	340	سانپ اور بچھو سے بچنے کا وظیفہ	352
دعا دینے کو بھی سلیقہ چاہئے	340	احسان قبول نہ کرو	353
طویل نہیں پاکیزہ زندگی کی دعا دو	341	کامیاب کون؟	353
یکسوئی سے دعا مانگو	341	حرص کسے کہتے ہیں؟	353
بولنے میں رکاوٹ	342	انسان کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے	354
تین نقصان دہ عادتیں	342	قناعت فقرِ اکبر ہے	354
جاہل کون؟	342	کامیابی کا راز	355
بیان روک دیا	343	امام غزالی علیہ رحمۃ اللہِ الوالی کی نصیحت	355
کم گوئی کی عادت	343	گھر میں خاص ساز وسامان نہ تھا	356
خاموشی باعثِ نجات ہے	344	دابق کی راتیں	356
آپ خاموش کیوں ہیں؟	345	زاہد تو عمر بن عبدالعزیز ہیں	357
کلام کی اقسام	345	زہد کسے کہتے ہیں؟	358
خاموش رہنے کی عادت کیسے بنائیں؟	346	دُنیا سے بے رغبتی کا انعام	358
حاسد ظالم بھی مظلوم بھی	347	کوئی ذاتی عمارت تعمیر نہیں کی	359
حسد کسے کہتے ہیں؟	347	ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہیں رکھوں گا	359
حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے	347	غیر ضروری تعمیرات کی حوصلہ شکنی	360
حسد کے چار درجے	348	ہر سفر کے لئے توشہ لازمی ہے	361
حسد کا علاج	349	امیر المؤمنین کا عفو ودرگزر	362
صبر مؤمن کا مددگار ہے	350	دو بہترین عادتیں	362

عنوان	صفحہ نمبر
سر جھکا لیا	363
سزا دینے میں احتیاط	363
میں تم سے قصاص لیتا	363
تقویٰ نے منہ میں لگام ڈال دی ہے	364
گالی دینے والے کو کچھ نہ کہا	364
بُرا بھلا کہنے والے سے حسنِ سلوک	365
میں پاگل نہیں ہوں	366
گالوں سے خون نکل آیا	366
سزا کے بجائے وظیفہ مقرر کر دیا	367
غصے کی حالت میں سزا نہ دو	367
بلا وجہ داغنا نہیں چاہیے	368
بُرا بھلا نہ کہو	368
سزا معاف کر دی	368
امیر المؤمنین کی رحم دلی	370
جانور کو تین دن آرام کرنے دو	370
چوپاؤں کے بارے میں ہدایات	371
صلح کروائی	371
صلح کروانا سنت ہے	373
صلح کروانے کا ثواب	373
عیادت و تعزیت	374
مُردہ مُردے کی تعزیت کرتا ہے	374
تعزیت کا انداز	375
صبر اور رضا میں فرق	375
امیر المؤمنین کی اشک باریاں	376

عنوان	صفحہ نمبر
پرنالے سے آنسو بہہ نکلے	376
داڑھی آنسوؤں سے تر تھی	377
آنسوؤں کو غنیمت سمجھو	377
سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر تھی	377
آنسوؤں میں خون	378
دُنیا کو تین طلاقیں دے چکا ہوں	378
سب رونے لگے	378
خلیفہ کا اثر رعایا پر	380
مناجاتِ عمر بن عبد العزیز	381
ذمہ داران پر انفرادی کوششیں	385
ایک اہم مکتوب	385
سپہ سالار کے نام خط	388
تقویٰ بہترین توشہ ہے	389
ہماری حیثیت زر خرید غلام کی سی ہے	390
حجاج کی روش سے بچنا	391
یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو 20 کوڑے مارے	391
برائی کو نہ روکنے کا انجام	392
غیر مسلموں کی مناصب سے معزولی	395
نو مسلم پر جزیہ نہیں	396
نظامِ سلطنت کی بنیاد خوفِ خدا پر تھی	397
گورنر نہیں بنوں گا	399
ذمہ داران کو مختلف نصیحتیں	399
امین کیسے ہوں	400

عنوان	صفحہ نمبر
یہ ہمارے لئے رشوت ہے	400
سیبوں کے طباق	401
قلم باریک کرلو	404
شمع کی جگہ چراغ جلاؤ	404
عدل کا قلعہ بنادو	405
گواہیوں پر فیصلہ کرو	405
قاضی کیسا ہونا چاہئے؟	406
خوفِ خدا رکھنے والے کو قاضی مقرر کردیا	406
گورنر بنانے سے پہلے ٹھوک بجا کر دیکھا	407
کسی کام کا فیصلہ کیسے کرے؟	408
اُسی وقت اصلاح کرتے	409
نصیحت کرنے کا حق	409
میرے غیر شرعی حکم کو دیوار پر دے مارنا	410
معاف کرنے میں خطا سزا دینے میں خطا سے بہتر ہے	410
عادل عدالت کا عادل فیصلہ	410
ذمی کو انصاف دلایا	411
حجاج کے ساتھ کام کرنے والے کو گورنر نہ بنایا	412
کیا یہ نافرمانی تھی؟	412
کھلی آزمائش	413
چالیس کوڑے لگوائے	414
ملزم اور مجرم کا فرق	414
کسی کی طرف گناہ کی نسبت کرنا	415

عنوان	صفحہ نمبر
دِکھاوے کا انجام	416
جَو شریف کا دَلیا	417
ایک حبشن کنیز کا خط خلیفہ کے نام اور مسئلے کا فوری حل	420
تھکا دینے والی مصروفیات	422
سیر و تفریح کا مشورہ دینے والے کو جواب	423
وقت کی قدر	423
وقت برف کی مانند ہے	425
بیت المال کی اصلاح	425
آپ قسم کھائیے	427
محاصل کی اصلاح	427
جو مسلمان ہوجائے اس سے جزیہ نہ لو	429
نومسلموں سے جزیہ لینے والے گورنر کو معزول کردیا	429
ٹیکس ختم کردیئے	430
مال میں برکت	431
سرکاری عہدوں پر تقرری کا طریقہ کار	431
ذمہ داران کی تقرری کے مَدَنی پھول	433
حجاج کی روش اپنانے سے روکا	435
کارکردگی کی تحقیقات بھی کرتے تھے	436
ذمیوں کے حقوق کی حفاظت	436
گرجا گھر کا مقدمہ	437
جزیہ کی وصولی میں تخفیف	437
نرمی کرو	438

عنوان	صفحہ نمبر
ظلم کی نشانیاں مٹادیں	438
زائد رقم واپس لوٹادی	439
قیدیوں کو سہولتیں دیں	439
مسلمان قیدیوں کا فدیہ	440
سزا کی حد مقرر کردی	441
لوگوں کو مشقت کا عادی بنارہا ہوں	441
دلوں سے حرص ولالچ نکالنا چاہتا ہوں	442
مسلمان کو تکلیف پہنچنا گوارا نہیں	442
اپنے ہاتھ، پیٹ اور زبان کی حفاظت کرو	443
نیک بندے چیونٹیوں کو بھی ایذا نہیں دیتے	443
تلوار کے استعمال سے روکا	443
خونریزی کی اجازت نہیں دی	444
کھیتی کے مالک کی شکایت	445
فلاحِ عامہ کے کام	447
مسافروں کی خیرخواہی کرو	447
عوامی لنگرخانہ	448
چراگاہوں کو کھول دیا	448
ضرورت مندوں کی تلاش	448
نابیناؤں، فالج زدوں اور یتیموں کی خیرخواہی	449
اندھوں اور اپاہجوں کی دیکھ بھال کے لئے غلام عطا فرماتے	449
اپاہجوں کے وظائف مقرر کئے	450
قحط زدگان کی مدد	450
حیا آتی ہے	451

عنوان	صفحہ نمبر
بچوں کے وظیفے	452
ہر ایک کو برابر وظیفہ ملتا تھا	452
وظائف میں اضافہ ہوتا رہتا	452
غریبوں کی امداد کے دیگر ذرائع	453
غلام کو آزادی کیسے ملی؟	453
ہر دل عزیز خلیفہ	455
ملاحوں کی خیرخواہی	456
سفرخرچ عطا کیا	457
مقروضوں کے قرضے ادا کرنے کا حکم	457
فوت شدگان کے قرض کی ادائی	458
عوام کی خوشحالی	458
خوشحالی کی چند جھلکیاں	459
صدقہ لینے والے صدقہ دینے والے بن گئے	459
صدقہ دینے کے لئے فقیر نہیں ملا	459
اب ہم چارہ نہیں بیچتے	460
مال میں برکت	460
رعایا کی خوشحالی پر مسرت	461
نعمتوں کا شکر ادا کریں	462
نعمت کی حفاظت کا طریقہ	462
نعمت کا ذکر بھی شکر ہے	462
شکر کی توفیق ملنا بھی سعادت ہے	463
شکر کیسے کریں؟	463
نیکی کرنے پر اللہ کا شکر ادا کرو	463
شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے	463

عنوان	صفحہ نمبر
بہن کے جنازے میں شرکت کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا	464
حضرت عمر بن عبدالعزیز بطورِ مجدد	464
تدوینِ احادیث کا اہتمام	466
تمام گورنروں کو احادیث جمع کرنے کا کام سونپا	467
اتباعِ سنّت کی تاکید	467
سنّت کی اہمیت	468
سو شہیدوں کا ثواب	468
شرابی، مبلغ کیسے بنا؟	469
علمِ دین کی اشاعت	472
خلیفہ کا پیغام علماء کے نام	472
علم کے بغیر عمل کرنا خطرناک ہے	472
علم سیکھنے کے لئے سوال کرنے سے نہ شرماؤ	473
محدثین کی خدمت	473
30 درہم پیش کئے	473
ہر ایک کو سو دینار پیش کیجئے	474
علمی مراکز قائم کئے	474
علما کا اثر و رسوخ	476
فنِ مغازی اور مناقب صحابہ کی تعلیم و اشاعت	476
یونانی تصنیفات کی اشاعت	477
نماز کی تاکید	477
قرآن میں 90 سے زیادہ بار نماز کا تذکرہ ہے	478

عنوان	صفحہ نمبر
نماز سینکڑوں بیماریوں کا علاج ہے	479
نمازِ جمعہ پڑھ کر جانا	480
مؤذنین کی تنخواہیں مقرر کیں	481
زکوٰۃ و صدقہ	481
لہو و لعب اور نوحہ کی ممانعت	482
انسدادِ شراب نوشی	482
عورتوں کو حمام میں جانے سے روک دیا	484
امیر المؤمنین اور دعوتِ اسلام	485
دیگر بادشاہوں کو دعوتِ اسلام	485
سندھی حکمرانوں کو اسلام کی دعوت پیش کی	486
چار ہزار ذمیوں نے اسلام قبول کرلیا	486
مغرب والوں کو دعوتِ اسلام	487
ہماری حیثیت کاشتکار کی سی رہ جائے	487
حسنِ ظن رکھو	488
شریعت پر عمل کی ترغیب	488
اصلاح کا انداز	489
دوسروں کی اصلاح کے لئے اپنی آخرت برباد نہ کرو	489
اصلاح میں رکاوٹیں	490
چغل خور کی اصلاح	490
محبتوں کے چور	491
دیوار پر قرآن لکھنا	492
اپنے اہل و عیال کو رزقِ حلال ہی کھلاؤ	493
کیوں روتے ہو؟	494

عنوان	صفحہ نمبر
عمل نے کام آنا ہے	496
آقا نے اپنے مشتاق کو سینے سے لگالیا	497
بہتان تراشنے والوں کا انجام	498
دوزخیوں کی پیپ میں رہنا پڑے گا	499
جہنم کا ہلکا ترین عذاب	501
ہمارا نازک وجود	501
قطع رحمی کرنے والے سے دور رہو	501
افضل عمل کونسا ہے؟	502
داڑھی کے بال اکھیڑنے والے کی گواہی مسترد کردی	502
داڑھیاں بڑھاؤ	503
مرنے کے بعد کی ہوشربا منظر کشی	503
داڑھی منڈواتے ہی موت	506
سردار کون ہوتا ہے؟	507
رزق پہنچ کر رہے گا	508
توکل کیسا ہونا چاہئے؟	509
بدمذہبوں کی صحبت سے بچو	509
اچھے اور بُرے مصاحب کی مثال	510
ہمیں کیا کرنا چاہئے؟	511
زلزلہ، صدقہ اور دعائیں	512
زلزلہ کیسے آتا ہے	513
زلزلہ گناہوں کے سبب آتا ہے	515
فرائض کی ادائیگی کی اہمیت	515
تقویٰ سے عقل بڑھتی ہے	516
افضل عبادت	516
گناہ کی تین جڑیں	516
دنیا فائدہ کم نقصان زیادہ دیتی ہے	518
دس طرح کے افراد دھوکے میں ہیں	518
نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے بچو	519
تیسرا شیطان ہوتا ہے	519
جہالت سے بڑھ کر کوئی درد اور گناہوں سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں	521
گناہوں پر اصرار ہلاکت ہے	521
توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا	522
نعمتوں میں غور عُمدہ عبادت ہے	523
غُربت کا رونا رونے والے کو عُمدہ نصیحت	523
کون کس کو دیکھے؟	524
اپنے بزرگوں کا دامن تھامے رکھو	526
تین نصیحتیں	526
دِل کی اِصلاح کی ضرورت	527
معذرت کرنے والے کاموں سے بچو	528
نصیحت کا شکریہ	528
دل ہلا دینے والی نصیحت	530
امیر المؤمنین کی بیٹے کو نصیحت	532
صاحبزادے کی وفات سے عبرت	532
ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں	534
دھوکے میں نہ رہئے	535

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
صبر کا مثالی مظاہرہ	536	آپ کو زہر کیوں دیا گیا؟	553
بیٹے کے دفن کے بعد بیان	537	لوگوں کی ہمدردی	554
تعزیت پر ردِعمل	537	بغیر قمیص کے رہنا ہوگا	554
فوتگی میں بکے جانے والے کفریات		اولاد کو وصیت	555
کے بارے میں سُوال جواب	539	امیر المؤمنین کی مَدَنی سوچ	556
"اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے" کہنا کیسا؟	539	برکت کے نظارے	557
نیک لوگوں کی اللہ کو بھی ضرورت پڑتی		وہیں لوٹا دو	557
ہے" کہنا کیسا؟	540	بعد کے خلیفہ کو وصیت	558
"یہ اللہ کو چاہئے ہوگا" کہنا کیسا ہے؟	540	ایک دن تمہیں بھی اسی طرح ہونا ہے	559
یا اللہ! تجھے بچّوں پر بھی ترس نہیں آیا!		میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا	560
کہنا کیسا؟	541	قبر میں تبرکات رکھنے کی وصیت	560
"یا اللہ تجھے بھری جوانی پر بھی رحم نہ		قبر کی جگہ خریدی	561
آیا" کہنا	541	سادہ کفن	561
"یا اللہ! ہم نے تیرا کیا بگاڑا ہے" کہنے		دُنیا سے کیا لے کر جا رہا ہوں؟	562
کا حکمِ شرعی	541	موت کی سختیوں کا فائدہ	562
محبت کا معیار	542	وقتِ وفات رونے لگے	526
مَدَنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پیغام	542	کلمۂ پاک پڑھا	563
امیر المؤمنین کی فکرِ موت	547	مرتے وقت کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت	564
موت کی دُعا کروائی	548	دمِ رخصت تلاوتِ قراٰن کی	564
موت کی رغبت	549	وفات کے وقت عمرِ مبارک	565
مزاحم بہترین وزیر	550	خیرُ النّاس کا انتقال ہوگیا	565
عافیت کی موت کی دعا	551	خوبیاں بیان کرنے والے کے لئے	
موت کی دعا کرنا کیسا؟	551	امام احمد بن حنبل کی بشارت	566
کیا آپ پر جادو کیا گیا تھا؟	552	اخلاقی خُوبیاں	566

عنوان	صفحہ نمبر
نجیبِ قوم	566
بعدِ وصال چہرہ جگمگا اٹھا	567
آسمانی رقعہ	567
عذاب سے چھٹکارے کا بشارت نامہ	568
بوڑھے راہب کی عقیدت	568
صِدیق کی قبر	569
سرزمین سمعان کی خوش نصیبی	569
خلافت سے وفات تک کا سفر	569
خلافت سے پہلے اور خلافت کے بعد	570
پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگتے	573
غریب اسلامی بہن کی خیر خواہی	574
ایک مسلمان قیدی کا واقعہ	576
جب خلیفہ کا قاصد موت کی خبر لے کر پہنچا	578
شاہِ روم کا رنج وغم	578
مبطلی کے آنسو	579
وفات پر جنّات کا اظہارِ غم	579
ایک جن کے اشعار	580
شہدا کی جنازے میں شرکت	581
آزادی کا پروانہ	581
جنت کے دروازے پر پروانۂ نجات	582
میں جنت عدن میں ہوں	582
حضرت مکحول کے تأثرات	582
تقویٰ وپرہیزگاری کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے	583
اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام	583
مرنے کے بعد بھی احترام	583
بارگاہِ مصطفےٰ میں حاضری	584
نظامِ حکومت کی تبدیلی	585
ماخذ ومراجع	586
شعبہ اصلاحی کتب کی کتابیں	590

111891

وہ جن کو لوگ یاد رکھتے ہیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس دنیا میں روزانہ شاید ہزاروں لوگ آتے ہیں، اپنے حصے کی زندگی گزارتے اور یہاں سے چلے جاتے ہیں، کچھ عرصے بعد لوگ بھی انہیں بُھول بھال جاتے ہیں لیکن بعض حضرات ایسے عظیم الشان اَنداز سے زندگی گزارتے ہیں کہ صدیوں بعد آنے والے لوگ بھی اُن کو یاد کرتے اور اُن سے محبت رکھتے ہیں حالانکہ انہیں دیکھا بھی نہیں ہوتا۔ حضرتِ سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز تاریخِ اسلام کی ایسی ہی تابناک شخصیت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۶۱ ھ یا ۶۳ ھ میں خاندانِ بنواُمیّہ میں مدینۂ منوّرہ زادھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیمًا وَّ تَکرِیمًا میں آنکھ کھولی اور مدینے شریف ہی میں عِلم وعمل کی منزلیں طے کرنے کے بعد صِرف 25 سال کی عمر میں مکۃ المکرّمہ، مدینۃ المنورہ اور طائف کے گورنر بنے اور 6 سال یہ خدمت شاندار طریقے سے اَنجام دینے کے بعد مُستعفی ہوکر خلیفہ کے مُشیرِ خاص بن گئے اور سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد 10 صفر المظفر 99 ھ کو تقریباً 36 سال کی عمر میں جمعۃُ المُبارک کے دن خلیفہ مقرّر ہوئے اور اِس شان سے خِلافت کی ذمہ داریوں کو نبھایا کہ تاریخ میں اُن کا نام سُنہرے حُروف سے لکھا گیا، کم وبیش اڑھائی سال خلیفہ رہنے کے بعد حضرتِ سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے 25 رجب 101 ھ بدھ کے دن تقریباً 39 سال کی عمر میں اپنا سفرِ حیات مکمل کرلیا اور اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حلب کے قریب دَیرِ سِمعان میں سپُردِ خاک کیا گیا جو مُلکِ شام میں ہے۔

حنبلیوں کے عظیم پیشوا حضرتِ سیّدُنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: اِذَا رَاَیْتَ الرَّجُلَ یُحِبُّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَیَذْکُرُ مَحَاسِنَہٗ وَیَنْشُرُھَا فَاعْلَمْ اَنَّ مِنْ وَّرَاءِ ذٰلِکَ خَیْرًا اِنْ شَاءَ اللہُ یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز سے محبت رکھتا ہے اور اُن کی خوبیوں کو بیان کرنے اور اُنہیں عام کرنے کا اِہتمام کرتا ہے تو اِس کا نتیجہ خیر ہی خیر ہے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۷) حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کی عِبادت گزاری پر نظر دوڑائیں تو عابِدوں کے سردار، زُہد وتقویٰ کو دیکھیں تو سُبْحٰنَ اللہ! اُن کا خوفِ خدا دیکھ کر رَشک آئے، ذوقِ تلاوت کے بارے میں پڑھ کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں، عِلمی وُسعتوں کو ناپنا چاہیں تو بڑے بڑے علماء ان کے سامنے زانوئے تلمُّذ بچھاتے دکھائی دیں، تجدیدی کارناموں کا شُمار کرنے جائیں تو اسلام کا پہلا مُجدِّد وسب سے مُنفرِد دکھائی دے، طرزِ حکومت کا مشاہدہ کریں تو کامیاب ترین حکمران اور ایسے کامیاب کہ خلفائے راشدین میں اُن کا شُمار ہوتا ہے، بطورِ خلیفہ انہوں نے وہ کچھ کردکھایا جس کا سوچنا بھی مشکل تھا۔ 590 صفحات پر مشتمل زیرِ نظر کتاب ''حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز کی **425 حکایات**'' انہی کی سیرتِ مُبارکہ کی جھلکیوں پر مشتمل ہے۔ بلاشُبہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ اُن عظیم شخصیات میں سے ہیں جن کی عظمتوں کا بیان کرنے والا تردُّد کا شکار ہو جاتا ہے کہ کہاں سے شُروع کرے اور کہاں خَتم؟ کونسی حکایت پہلے بیان کرے اور کونسی بعد میں؟ پھر بھی حضرتِ سیّدُنا عمر بن

عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی زندگی کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کرکے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے: (۱) خلافت سے پہلے کی زندگی اور (۲) خلافت کے بعد والی زندگی۔ یوں تقریباً 456 حکایات (جس میں کم از کم 425 حکایات حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی ہیں) کا مَدَنی گلدستہ آپ کے سامنے پیش کردیا ہے ممکن ہے کہ کوئی واقعہ پہلے رُونما ہوا لیکن اس کتاب میں اس کا ذِکر بعد میں کیا گیا ہو یوں حکایات کی ترتیب آگے پیچھے ہوگئی ہو لیکن اِس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا کیونکہ گلدستے کی خوشبو اِس بات کی محتاج نہیں کہ کونسا پھول کہاں رکھا گیا ہے! اِس خوشبو کو سونگھئے اور اپنے مَشامِ جاں مُعطَّر و مُعنبَر کیجئے۔ اِس کتاب میں شامل اکثر روایات وحکایات حضرتِ علامہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی کی کتاب ''سیرتِ عمر بن عبدالعزیز'' اور حضرتِ علامہ عبداللہ ابنِ عبدالحکم علیہ رَحمۃُ اللہ الاکرم کی کتاب ''سیرتِ عمر بن عبدالعزیز'' سے لی گئی ہیں یہ دونوں کتابیں حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی سیرت کے حوالے سے ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے علاوہ تاریخِ دِمشق، حِلیۃُ الاولیاء، طبقات ابنِ سعد، تاریخِ طَبری اور اِحیاءُ العلوم وغیرہ سے بھی مواد لیا گیا ہے مگر قارئین کی دلچسپی کے پیشِ نظر لَفظ بَلَفظ ترجمے کے بجائے مقصود کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

شاید یہ کتاب پڑھنے کے بعد آپ کے دل میں دو ہی حسرتیں پیدا ہوں: ایک یہ کہ کاش! میں بھی حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز جیسا بن جاؤں، اور دوسری: کاش! میں اُن کے دَور میں پیدا ہوا ہوتا۔ اُن کے دَور میں پیدا ہونا تو ممکن

نہیں لیکن اُن جیسا بننے کی کوشش ضرور کی جاسکتی ہے۔ چُونکہ سیرتِ اَسلاف کا مطالعہ محض ذوق اَفزائی کے لئے نہیں بلکہ اپنی اِصلاح کے لئے بھی ہونا چاہئے اس لئے حتی المقدور اِس کتاب میں دَرج رِوایات وحِکایات سے ملنے والے مَدَنی پھولوں اوردَرْسوں کوتحریری شکل دے دی گئی ہے اگرچہ ان کی وجہ سے کتاب کچھ طویل ہوگئی ہے مگر یہ طَوالت بے جانہیں کیونکہ ہر ایک اِن دَرْسوں کو نکالنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بعض مقامات پر شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادِری مدظلہ العالی کی کُتُب ورسائل سے ضَرورتاً لَفْظ بلَفْظ موادنقل کیا گیا ہے جس کا حتی المقدور حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اِس کتاب میں شامِل اکثر اَشعار بھی آپ دامت برکاتہم العالیہ کے نعتیہ دِیوان ''وسائلِ بخشش'' سے لئے گئے ہیں۔

''حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز کی 425 حکایات'' کوخود بھی مکمّل پڑھیے اور دِیگر اسلامی بھائیوں کوبھی پڑھنے کی تَرغیب دے کر نیکی کی دعوت کوعام کرنے کا ثواب کمائیے۔ **اللہ** تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ''اپنی اورساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش'' کرنے کے لئے **مَدَنی انعامات** پرعمل اور **مَدَنی قافلوں** کا مسافر بنتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اوردعوتِ اسلامی کی تمام مَجالِس بشُمُول **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کودن گیارھویں رات بارھویں ترقی عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النَّبیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

شعبہ اِصلاحی کتب مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

٢١ رمضان المبارک ١٤٣٢ھ، بمطابق 22 اگست 2011ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

حدیث بیان کرنے سے پہلے درودِ پاک پڑھتے

جلیلُ القدر مُحَدِّث حضرتِ سیِّدُنا ابوعَمرو بہ حَرّانی رحمة اللّٰه تعالٰی علیه جب کسی کے سامنے حدیث پاک بیان کرتے تو پہلے دُرُود پاک پڑھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کی بَرَکت سے دُنیا میں سَرْوَرِ کائنات، شَہَنْشاہِ موجودات صلّی اللّٰه تعالٰی علیه واٰلہٖ وسلّم کی ذاتِ اَقدس پر کثرت سے دُرُودِ پاک پڑھنے کی سعادت ملتی ہے اور اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ آخرت میں جنت کی نعمتیں نصیب ہوں گی۔

(مسالک الحنفاء للقسطلانی ص ۳۰۵)

پڑوسی خُلد میں یا رَبّ بنادے اپنے پیارے کا
یہی ہے آرزو میری یہی دِل سے دعا نکلے (وسائل بخشش ص ۲۶۲)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب ! صَلَّى اللّٰهُ تعالٰی علٰی محمّد

اِبتدائی حالاتِ زندگی

خلیفۂ عادِل امیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا ابوحَفْص عمر بن عبدالعزیز عَلَیْهِ رحمةُ اللّٰهِ العَزِیز نے ۶۱ یا ۶۳ھ میں مدینۂ منوّرہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا وَّ تَكْرِيْمًا میں آنکھ کھولی۔ (سیرتِ ابن جوزی، ص ۹)

والدِ گرامی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے والدِ ماجد حضرتِ سیِّدُنا عبدالعزیز رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ سرزمینِ عرب کے معزز ترین خاندان ''قُریش'' کی شاخ ''بنواُمیہ'' کی ممتاز شخصیت تھے، 20 برس سے زائد عرصہ مِصر کے گورنر رہے[۱] اور بہت سے یادگار کام کیے مثلاً ''حُلْوَان'' میں بہت سی نئی مسجدیں تعمیر کروائیں، مِصر کی جامع مسجد کو اَزْسَرِنو (یعنی نئے سرے سے) بنوایا[۲]، لوگوں کی آسانی کے لئے خلیجِ مِصر پر دو پل بنوائے[۳]، علماءِ کرام کے حُقُوق واِحترام کو بڑی اہمیت دی، اُن کے بیش بہا وظیفے مقرر کیے۔ جب شادی کرنا چاہی تو اپنے خزانچی کو فرمایا: مجھے میرے مال سے خالص حلال کے 400 دینار لادو، میں نیک گھرانے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں[۴]۔ جُمادَی الاُولیٰ ۸۵ھ میں ان کا وِصال ہوگیا[۵]، وقتِ اِنتقال یہ الفاظ زبان پر تھے: ''یَالَیْتَنِیْ لَمْ اَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا اَلَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ کَھٰذَا الْمَاءِ الْجَارِیْ اَوْ کَنَبَاتَۃِ الْاَرْضِ کاش! میں کوئی قابلِ ذِکر چیز نہ ہوتا، کاش! میں کوئی شے نہ ہوتا، کاش میں جاری پانی کی طرح ہوتا یا ایک تنکا ہوتا''[۶]

کاش! کہ میں دنیا میں پیدا نہ ہوا ہوتا — قبر و حشر کا ہر غم ختم ہو گیا ہوتا
آہ! سلبِ ایماں کا خوف کھائے جاتا ہے — کاش! میری ماں نے ہی مجھ کو نہ جنا ہوتا

(وسائلِ بخشش ص ۲۵۶)

---

[۱] تاریخ دمشق ج ۳۶ ص ۳۵۱ [۲] حسن المحاظرۃ، ج ۱ ص ۱۰۷ [۳] حسن المحاظرۃ، ج ۲، ص ۳۲۷
[۴] سیرت ابن جوزی ص ۲۸۷ [۵] البدایۃ والنھایۃ، ج ۶ ص ۱۷۹ [۶] تاریخ دمشق ج ۳۶ ص ۳۵۹

اے دنیا! ہم دھوکے میں رہے

جب حضرت عبدالعزیز بن مَرْوان علیہ رحمۃُ الحنّان کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا: "مجھے وہ کفن دکھاؤ جس میں تم مجھے کفناؤ گے۔" جب کفن سامنے آیا تو اُسے دیکھ کر فرمانے لگے: میرے اتنے سارے مال میں صِرْف یہ میرے ساتھ جائے گا! اور منہ پھیر کر رونے لگے پھر فرمایا: اے دُنیا! تجھ پر افسوس ہے کہ تیرا مال اگر بہت زیادہ ہو تو کم پڑتا ہے اور اگر تھوڑا ہو تو کافی ہو جاتا ہے، آہ! ہم تیری طرف سے دھوکے میں رہے۔ (درمنثور ج ۴ ص ۱۹۳)

مِرے دل سے دنیا کی چاہت مٹا کر
کر اُلفت میں اپنی فنا یاالٰہی (وسائل بخشش ص ۷۸)

خواب میں والدِ گرامی کی زِیارت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علَیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ محترم کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک باغ میں چہل قدمی کر رہے ہیں، میں نے پوچھا: اَیُّ الْاَعْمَالِ وَجَدْتَّ اَفْضَلَ؟ یعنی آپ نے کس عمل کو افضل پایا؟ فرمایا: "اِسْتِغْفار کو۔" (سیرت ابن جوزی ص ۲۸۷)

دِلوں کے زنگ کی صفائی

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے مَدَنی آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے کئی مرتبہ اِسْتِغْفار کی فضیلت بیان فرمائی ہے چنانچہ **حضرتِ سیِّدُنا** اَنَس رضی اللہ

تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ خاتَمُ النَّبِیّین، صاحِبِ قرانِ مُبین، جنابِ صادِق وامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: اِنَّ لِلْقُلُوْبِ صَدَأً کَصَدَاِ الْحَدِیْدِ وَجَلَاؤُھَا الْاِسْتِغْفَارُ بیشک لوہے کی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور اس کی صفائی اِسْتِغْفار کرنا ہے۔ (مَجْمَعُ الزَّوَائِد ج ۱۰ ص ۳۴۶ حدیث ۱۷۵۷۵)

ہر خطا تُو دَرگزر کر بیکس و مجبور کی
یاالٰہی! مغفرت کر بیکس و مجبور کی (وسائلِ بخشش ص ۷۶)

والدہ محترمہ

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی والدہ حضرت سیّدَتُنا اُمِّ عاصم رحمۃاللہ تعالٰی علیہا حضرت سیّدُنا عاصم بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی اور امیرُ الْمُؤمنین حضرتِ سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پوتی تھیں، اس لحاظ سے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی رَگوں میں فاروقی خون تھا، شاید اِسی وجہ سے آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے کردار واَطوار پر حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا گہرا اثر دکھائی دیتا ہے۔

خوش نصیب مُبلِّغہ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہو کیسے بنیں؟

حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی نانی جان کا امیرُ الْمُؤمِنِین، اِمامُ الْعادِلین، حضرت سیّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہو بننے کا

واقعہ بھی بہت دِلچسپ ہے۔ چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی رِعایا کی خبر گیری وحاجت رَوائی کے لئے اکثر رات کے وَقت مدینہ منوّرہ زادھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تعظِیماً وَّ تکرِیماً کا دَورہ فرمایا کرتے تھے کہ کہیں کوئی مصیبت زَدہ یا مظلوم مدد کا مُنتظِر تو نہیں۔ حضرت سیِّدُنا اسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں بھی مَدَنی دورے میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگالی۔ اچانک ایک آواز سنّاٹے کو چِیرتی ہوئی آپ کے کانوں سے ٹکرائی، بظاہر وہ کُھسَر پُھسَر ہی تھی مگر ماحول کی خاموشی کی وجہ سے صاف سُنائی دے رہی تھی۔ اسی گھر میں ایک عورت اپنی بیٹی کو بیدار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: ''بیٹی! اُٹھو اور دودھ میں تھوڑا سا پانی ملادو۔'' کچھ وقفے کے بعد لڑکی کی آواز سنائی دی: ''امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیرُ الْمُؤمِنِین نے یہ اِعلان کروایا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔'' ماں نے کہا: اس وَقت امیرُ الْمُؤمِنِین اور اِعلان کرنے والے تمہیں کہاں دیکھ رہے ہیں! جاؤ اور دودھ میں پانی ملادو۔ مگر بیٹی صاف اِنکار کرتے ہوئے کہنے لگی: ''امی جان! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو امیرُ الْمُؤمِنِین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اِطاعت گزاری کروں اور تنہائی میں نافرمانی!''

حضرت سیِّدُنا اسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ امیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ماں بیٹی کی گفتگو سُن کر مجھ سے فرمایا: ''اسلم!

اِس مکان کو اچھی طرح پہچان لو۔" پھر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ ساری رات اسی طرح گلیوں میں دورہ فرماتے رہے، جب صبح ہوئی تو مجھے اُس مکان کے مکینوں (رہنے والوں) کی معلومات کیلئے بھیجا۔ میں نے معلومات کیں تو پتا چلا کہ اس گھر میں ایک بیوہ عورت اپنی کنواری بیٹی کے ساتھ رہتی ہے، میں نے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوکر اپنی کارکردگی پیش کردی۔ حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کرکے دریافت فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے؟ حضرت سیّدُنا عبدُاللہ اور سیّدُنا عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عَرض کی: "ہم تو شادی شُدہ ہیں۔" لیکن تیسرے بیٹے حضرتِ سیّدُنا عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ شادی کے لئے راضی ہوگئے۔ چُنانچہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس لڑکی کے گھر اپنے شہزادے سے شادی کے لئے پیغام بھیجا جو قبول کرلیا گیا، شادی خانہ آبادی ہوگئی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم سے ان کے یہاں ایک خوش قسمت بیٹی پیدا ہوئی، پھر جب اُس کی شادی ہوئی تو اس کے بَطن سے "عمرِ ثانی" یعنی حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی وِلادت ہوئی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۰)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ دودھ میں پانی ملانے سے اِنکار کرنے والی خوش نصیب مُبلِّغہ کو اس نیکی کا کیسا عُمدہ صِلہ ملا کہ ایک طرف امیرُ المُؤمِنین حضرتِ سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہو اور دوسری جانب عمرِ ثانی امیرُ المُؤمِنین حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی

نانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

بنادے مجھے نیک نیکوں کا صدقہ گناہوں سے ہردم بچا یاالٰہی

عبادت میں گزرے مری زندگانی کرم ہو کرم یاخدا یاالٰہی

(وسائلِ بخشش ص ۷۸)

خلافِ شریعت کاموں میں ماں باپ کی اِطاعت جائز نہیں

اِس سبق آموز حکایت سے ایک مدنی پھول یہ بھی ملا کہ اگر والِدین خلافِ شریعت حُکم دیں مَثَلاً جھوٹ بولنے، حرام روزی کما کر لانے یا داڑھی منڈانے کا کہیں تو یہ باتیں نہ مانی جائیں، چاہے وہ کتنے ہی ناراض ہوں، آپ نافرمان نہیں ٹھہریں گے، بلکہ اگر ان کی خلافِ شریعت باتیں مان لیں گے تو خدائے حنّان ومنّان عزَّوَجَلَّ کے نافرمان قرار پائیں گے، سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: "**لَاطَاعَۃَ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللہِ اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں اِطاعت تو صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔ (مُسلِم ص ۱۰۲۳ حدیث ۱۸۴۰) اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: جائز باتوں میں والدین کی اِطاعت فرض ہے اور اگر وہ کسی ناجائز بات کا حُکم دیں تو اِس میں اُن کی اِطاعت جائز نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۷)

گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی بُری عادتیں بھی چُھڑا یاالٰہی
مُطیع اپنے ماں باپ کا کر میں اُنکا ہر اِک حُکم لاؤں بجا یاالٰہی

(وسائلِ بخشش،ص۷۹،۸۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ محمَّد

دودھ میں پانی ملانا

مذکورہ حکایت میں دودھ میں پانی ملانے کا بھی تذکرہ ہے، اگر دودھ بیچنے والا گاہک کو خود صاف صاف بتادے کہ ہم اس میں اِتنی مقدار (مثلاً 10%) پانی ملاتے ہیں تو ایسا دودھ بیچنا جائز ہے، یا اُس علاقے کا عُرف ہو کہ دودھ میں دس فیصد پانی ملایا جاتا ہے اور خریدار بھی اس بات کو جانتا ہے تو بھی جائز ہے، لیکن اگر عُرف دس فیصد کا ہے یا گاہک کو دس فیصد بتایا مگر پانی زیادہ ملادیا تو اب بیچنا ناجائز ہوگا کیونکہ فریب ودھوکہ پایا گیا، سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان عبرت نشان ہے: ''مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا وَالْمَکْرُ وَالْخِدَاعُ فِی النَّارِ یعنی جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں اور مکر اور دھوکہ بازی جہنَّم سے ہے۔''

(المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۳۴ ج ۱۰ ص ۱۳۸)

دودھ میں پانی کی مِلاوٹ کے مسئلے کو اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن کے ایک فتوٰی سے سمجھنے کی کوشش کیجئے: چنانچہ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے مِلاوٹ والے گھی کی خرید وفروخت کے بارے میں

سوال ہوا تو فتاوٰی رضویہ جلد 17 صفحہ 150 پر فرمایا: اگر یہ مَصنُوع جعلی (یعنی نقلی) گھی وہاں عام طور پر بکتا ہے کہ ہر شخص اس کے جَعْل (یعنی نقلی) ہونے پر مُطَّلع ہے اور باوُجُودِ اِطلاع خریدتا ہے تو بشرطیکہ خریدار اسی بَلَد (یعنی بستی) کا ہو، نہ غریبُ الوطن تازہ وارِد ناواقف (یعنی مسافر، نیا آنے والا اور اَنجان نہ ہو) اور گھی میں اس قدر مَیل (یعنی ملاوٹ) سے جتنا وہاں عام طور پر لوگوں کے ذِہن میں ہے اپنی طرف سے اور زائد نہ کیا جائے نہ کسی طرح اس کا جعلی (یعنی نقلی) ہونا چھپایا جائے۔ خُلاصہ یہ کہ جب خریداروں پر اس کی حالت مَکشُوف (یعنی ظاہر) ہو اور فریب ومُغالَطہ راہ نہ پائے (یعنی دھوکہ دینے کی کوئی صورت نہ پائی جائے) تو اس (یعنی ملاوٹ والے گھی) کی تجارت جائز ہے، گھی بیچنا بھی جائز اور جو چیز اس میں ملائی گئی اُس کا بیچنا بھی، جیسے **بازاری دودھ** کہ سب جانتے ہیں کہ اس میں پانی ہے اور باوَصفِ عِلْم (یعنی جاننے کے باوُجُود) خریدتے ہیں، یہ (یعنی ناجائز ہونا تو) اس صورت میں ہے جبکہ بائِع (یعنی بیچنے والا) وَقتِ بَیع (یعنی بیچتے وَقت) اصلی حالت خریدار پر ظاہر نہ کردے اور اگر خود بتادے تو ظاھرُ الرِّوایہ[1] ومذہبِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں مُطلَقًا جائز ہے خواہ (گھی میں) کتنا ہی مَیل (یعنی ملاوٹ) ہو، اگرچہ خریدار غریبُ الوطن (یعنی پردیسی) ہو کہ بعدِ بیان فریب (یعنی دھوکہ)

مدینہ

[1]: فقہ حنفی میں ظاہرُ الرِّوایہ ان مسائل کو کہا جاتا ہے جو حضرتِ سیدنا امام مُحمّد بن حَسَن شَیبانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی کی چھ کتابوں (1) جامعِ صَغیر (2) جامعِ کَبیر (3) سِیَر کَبیر (4) سِیَر صَغیر (5) زِیادات (6) مَبسُوط میں مذکور ہوں

نہ رہا۔ بالجملہ مدارِ کار ظہورِ اَمر (یعنی ہر چیز کا دارومدار معاملے کے ظاہر ہونے) پر ہے خواہ خود ظاہر ہو جیسے گیہوں میں جَو (نمایاں ہو جاتے ہیں)، یا بجہتِ عُرف و اِشتہار (یعنی عرف وشہرت کے اعتبار سے) مُشتری (یعنی خریدار) پر واضح ہو جیسے (کہ) دودھ کا معمولی پانی، خواہ یہ (یعنی بیچنے والا) خود حالتِ واقعی (یعنی حقیقتِ حال) تمام وکمال (یعنی اچھی طرح) بیان کرے۔" (فتاوی رضویہ، ج۱۷، ص۱۵۰)

مدنی مشورہ: وہ اسلامی بھائی جو دودھ بیچنے کا یا کوئی اور ایسا کاروبار کرتے ہیں جس میں مِلاوٹ کے اِحتمالات ومعاملات ہوتے ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ اپنے کاروبار کے حوالے سے تفصیلات بتا کر دارُالافتاء سے شَرْعی حُکم معلوم کرلیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ پاکستان میں دعوتِ اسلامی کے زیرِ انتظام "دارالافتاء اہلسنّت" کی کئی شاخیں قائم ہو چکی ہیں جہاں رابطہ کر کے فتویٰ لیا جا سکتا ہے۔

رشتہ طے کرتے وقت کیا دیکھنا چاہیے؟

ایک مَدَنی پھول یہ بھی ملا کہ جب بھی رشتہ کیا جائے تو تقویٰ و پرہیز گاری کو ترجیح دی جائے جیسا کہ امیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا۔ مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلَّم نے بھی ہمیں یہی مَدَنی پھول عطا فرمایا ہے کہ "کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے چار چیزوں کو مدِّ نظر رکھا جاتا ہے: (۱) اُس کا مال (۲) حَسَب ونَسَب (۳) حُسن و جمال اور (۴) دین۔" پھر فرمایا: "فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ یعنی تم دیندار عورت کے حُصُول کی کوشش کرو۔" (صحیح بخاری، کتاب النکاح، الحدیث ۵۰۹۰، ج۳، ص۴۲۹)

مگر افسوس کہ ہمارے معاشرے میں عام طور پر لڑکے والوں کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ مالدار کی بیٹی گھر میں آئے تاکہ ہمارے بیٹے کے سارے اَرْمان نکلیں، اِس قدر جہیز ملے کہ گھر بھر جائے بلکہ اب تو ہاتھ جھاڑ کر منہ پھاڑ کر مطالبہ کیا جاتا ہے کہ جہیز میں فُلاں فُلاں چیز دو گے تو شادی ہوگی، اُدھر لڑکی والوں کے سامنے اگر کسی نیک و پرہیزگار اسلامی بھائی کا رشتہ پیش کیا جائے تو بسا اوقات صرف اِس وجہ سے اِنکار کر دیتے ہیں کہ وہ بارِیش (یعنی داڑھی والا) اور سنتوں کا عامِل ہے جبکہ اس کے بَرعکس ایسے نوجوان کے رشتے کو ترجیح دینے میں خوشی محسوس کرتے ہیں جو مالدار ہو چاہے وہ اپنے بُرے اعمال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کرکے جہنم میں جانے کا سامان کر رہا ہو، اُس کی صحبت اُن کی بیٹی کو بھی خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ سے بے نیاز اور اُس کی عبادت سے غافل کر سکتی ہو۔ ہمارے اَسلاف اِس حوالے سے کیسی مَدَنی سوچ رکھتے تھے، اِس حکایت سے اندازہ کیجئے، چُنانچہ

تلاشِ رشتہ

حضرت سیِّدُنا شیخ کرمانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ دُنیاوی مَشاغل سے بہت دُور ہو چکے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ایک صاحبزادی تھی جو حُسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حُسنِ سیرت سے بھی آراستہ تھی۔ ایک دن اُسی صاحبزادی کے لئے شاہِ کرمان نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت سیِّدُنا شیخ کرمانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نہیں چاہتے تھے کہ ملکہ بن کر میری بیٹی دنیا کی طرف مائل ہو۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بادشاہ کو ٹال دیا اور

مسجد مسجد گھوم کر کسی متقی نوجوان کو تلاش کرنے لگے۔ دورانِ تلاش ایک نوجوان پر آپ کی نگاہ پڑی جس کے چہرے پر عبادت وپرہیزگاری کا نُور چمک رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: ''تمہاری شادی ہوچکی ہے؟'' اُس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا: ''کیا ایسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہو جو قرآن مجید پڑھتی ہے، نماز روزے کی پابند ہے، خوبصورت، پاکباز اور نیک ہے۔'' اُس نے کہا: ''میں تو ایک غریب شخص ہوں بھلا مجھ سے اِن پاکیزہ صِفات کی حامل لڑکی کا رشتہ کون کرے گا؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ''میں کرتا ہوں، یہ دَراہم لو اور ایک دِرْہم کی روٹی، ایک دِرْہم کا سالن اور ایک دِرْہم کی خوشبو خرید لاؤ۔'' نوجوان وہ چیزیں لے آیا۔ حضرت سیِّدُنا شیخ کرمانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے اپنی صاحبزادی کا نکاح اُس نیک وپارسا نوجوان کے ساتھ کردیا۔ صاحبزادی جب رُخصت ہوکر اس نوجوان کے گھر آئی تو اس نے دیکھا کہ گھر میں پانی کی ایک صُراحی کے سِوا کچھ نہیں ہے۔ اُس صُراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی دیکھی تو پوچھا: ''یہ روٹی کیسی ہے؟'' نوجوان نے جواب دیا: ''یہ کل کی باسی روٹی ہے، میں نے اِفطار کے لئے رکھ لی تھی۔'' یہ سن کر کہنے لگی: مجھے میرے گھر چھوڑ آیئے۔ نوجوان نے کہا: ''مجھے تو پہلے ہی اندیشہ تھا کہ شیخ کرمانی کی بیٹی مجھ جیسے غریب انسان کے گھر نہیں رک سکتی۔'' صاحبزادی نے پلٹ کر کہا: ''میں آپ کی مُفلِسی کے باعِث نہیں لوٹ رہی ہوں بلکہ اس لئے کہ مجھے آپ کا توکُّل کمزور نظر آرہا ہے، مجھے اپنے والد پر حیرت ہے کہ انہوں نے آپ کو پاکیزہ خَصلت،

عَفِیف اور صالح کیسے کہا جب کہ آپ کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسے کا یہ حال ہے کہ روٹی بچا کر رکھتے ہیں۔'' یہ باتیں سن کر نوجوان بہت متاثر ہوا اور ندامت کا اِظہار کیا۔ لڑکی نے پھر کہا: ''میں ایسے گھر میں نہیں رُک سکتی جہاں ایک وَقت کی خوراک جمع کر کے رکھی ہو، اب یہاں میں رہوں گی یا روٹی!'' یہ سن کر نوجوان فوراً باہر نکلا اور روٹی خیرات کر دی۔

(روض الریاحین، الحکایۃ الثانیۃ والتسعون بعد المائۃ، ص ۱۹۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

میں اِن جیسا بننا چاہتا ہوں

امیرُالْمُؤمِنِین حضرت سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز چھوٹی سی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ کے چچا جان حضرت سیِّدُنا عبدُاللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوا کرتے تھے اور اپنی والدہ سے اکثر اِس خواہش کا اِظہار کیا کرتے کہ میں ان (یعنی سیِّدُنا عبدُاللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما) جیسا بننا چاہتا ہوں۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۰)

بنا دے مجھے نیک نیکوں کا صَدقہ
گناہوں سے ہر دَم بچا یاالٰہی (وسائل بخشش ص ۷۸)

اپنے ننھیال میں رہے

حضرت سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کچھ بڑے ہوئے تو والدِ محترم حضرتِ سیِّدُنا عبدالعزیز رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ مَصر کے گورنر بن گئے۔ وہاں جا کر

اپنی زوجہ ''اُمِّ عاصم'' کے نام پیغام بھیجا کہ بچے کو لے کر مصر آجائیں۔ حضرتِ سیّدَتُنا اُمِّ عاصم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا اپنے چچاجان حضرت سیّدُنا عبدُاللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے شوہر کے پیغام سے آگاہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''بھتیجی! تمہارے شوہر نے بلایا ہے تو تمہیں جانا ہی چاہئے۔'' جب وہ روانہ ہونے لگیں تو حضرت سیّدُنا عبدُاللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ہدایت کی: اس مَدَنی مُنّے (یعنی عمر بن عبدالعزیز) کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ، یہ تم سب کی بہ نسبت ہمارے گھرانے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اپنے چچا کی بات ٹالنا انہیں اچھا نہ لگا، چنانچہ وہ حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو وہیں چھوڑ گئیں۔ جب مِصر پہنچیں تو حضرتِ سیّدُنا عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خوشی خوشی اپنے بیٹے کے اِستقبال کے لئے نکلے جب انہیں اپنا لختِ جگر دکھائی نہ دیا تو دریافت کیا: میرا بیٹا عمر کہاں ہے؟ حضرتِ سیّدَتُنا ام عاصم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا نے حضرت سیّدُنا عبدُاللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اِصرار پر انہیں مدینہ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیماً وَّ تَکْرِیماً چھوڑ آنے کا سارا ماجرا بیان کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنے بھائی خلیفہ عبدالملک بن مَروان کو سارا واقعہ لکھ کر بھیجا جنہوں نے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے اَخراجات کے لئے ایک ہزار دینار ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ٢١)

موت یاد آنے پر رو دیئے

سہولیات و آسائشات کے ماحول میں سانس لینے کے باوجود حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کا دل اللہ عزّوجلّ کی عظمت اور خوف سے لبریز رہا چنانچہ طبیعت بچپن ہی سے پاکیزگی اور زُہد و تقویٰ کی طرف راغب تھی ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جس دن حِفظِ قرآن مکمل کیا تو اچانک رونے لگے، والدہ ماجدہ حضرتِ سیّدتُنا اُمّ عاصم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا کو پتا چلا اور انہوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو عرض کی: ''ذَکَرْتُ الْمَوْتَ یعنی مجھے موت یاد آگئی تھی۔'' اپنے چھوٹے سے مَدَنی مُنّے کی یادِ آخرت دیکھ کر اُن کا دل بھر آیا اور آنکھوں سے اَشکوں کی برسات ہونے لگی۔ (تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۱۳۵)

اے کاش! اِن نُفُوسِ قُدسِیّہ کے صدقے میں ہماری آنکھوں سے بھی غفلت کے پردے ہٹ جائیں اور ہم بھی اپنی موت کو یاد کرنے والے بن جائیں، اگرچہ یہ طے ہے کہ ''اِک دن مرنا ہے آخر موت ہے'' مگر موت کو یاد کرنا فائدے سے خالی نہیں، چنانچہ

یادِ موت کا فائدہ

حضرتِ سیّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''فَمَنْ اَثْقَلَهٗ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَجَدَ قَبْرَهٗ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ یعنی جسے موت کی یاد خوفزدہ کرتی ہے

قبر اُس کے لئے جنت کا باغ بن جائے گی۔'' (جمع الجوامع، الحدیث ۳۵۷۶، ج ۲، ص ۱۴)

آہ! ہر لمحہ گُنہ کی کثرت و بھرمار ہے غلبۂ شیطان ہے اور نفسِ بداَطوار ہے
زندگی کی شام ڈھلتی جارہی ہے ہائے نفس! گرم روز و شب گناہوں کا ہی بس بازار ہے

(وسائلِ بخشش، ص ۱۲۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بشارت

امیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک دن کوئی خواب دیکھا اور بیدار ہونے کے بعد فرمایا: ''میری اولاد میں سے ایک شخص جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا، زمین کو عدل و اِنصاف سے بھر دے گا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے حضرت سیِّدنا عبدُ اللّٰہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اکثر کہا کرتے: ''لَیْتَ شِعْرِیْ مَنْ هٰذَا الَّذِیْ مِنْ وَلَدِ عُمَرَ فِیْ وَجْهِهٖ عَلَامَةٌ یَمْلَؤُ الْاَرْضَ عَدْلًا یعنی کاش! مجھے معلوم ہوجائے کہ میرے ابو جان (یعنی حضرت سیِّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی اولاد میں سے کون ہوگا جس کے چہرے پر نشان ہوگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا؟'' وقت گزرتا رہا، دن مہینوں میں اور مہینے سال میں تبدیل ہوتے رہے اور ''فاروقی خاندان'' حضرت سیِّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خواب کی تعبیر دیکھنے کا منتظر رہا یہاں تک کہ حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نواسے حضرت سیِّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی وِلادت ہوئی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰، ۱۱)

خوابِ فاروقی کی تعبیر

حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز اپنے والد محترم سے ملنے مصر آئے تو کچھ عرصہ وہاں رہے۔ ایک دن دراز گوش (یعنی گدھے) پر سوار تھے کہ زمین پر گر گئے، اُن کی پیشانی پر زخم آیا، ان کے کم سِن سوتیلے بھائی اَصْبَغ بن عبد العزیز نے جب ان کی پیشانی سے خون بہتا دیکھا تو خوشی سے اُچھلنے لگے، جب ان کے والد حضرت سیّدنا عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کو معلوم ہوا تو ناراضی کا اظہار کیا کہ تم اپنے بھائی کے زخمی ہونے پر ہنستے ہو! اَصْبَغ نے وضاحت پیش کی: میں ان کی مصیبت پر ہرگز خوش نہیں ہوا اور نہ ان کے گرنے پر ہنسا ہوں بلکہ میری خوشی کا سبب یہ تھا کہ میں دیکھتا تھا کہ ان میں ''اَشَجُّ بَنِی اُمَیَّــــہ'' کی ساری علامتیں موجود ہیں مگر پیشانی پر زخم کا نشان نہیں، جب یہ سواری سے گرے اور پیشانی پر زخم آیا تو میں بے اِختیار خوشی کے مارے جھومنے لگا۔ یہ سن کر والد صاحب خاموش ہوگئے اور کہا: جس سے اِس قسم کی اُمیدیں وابستہ ہوں اس کی تعلیم وتربیت مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیماً وَّ تَکرِیماً ہی میں ہونی چاہئے۔ چُنانچہ انہیں مدینے شریف بھیج دیا۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۲۱) اور وہاں کے مشہور عالم اور مُحَدِّث حضرتِ سیّدُنا صالح بن کَیسان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو آپ کا اَتالیق (یعنی نگران استاذ) مقرر کیا۔

خود مدینے شریف جانے کی درخواست کی

بعض رِوایات کے مطابق حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے اپنے والدِ محترم سے درخواست کی تھی کہ مجھے پڑھنے کے لئے مدینۂ منوّرہ

زادھَااللّٰہُ شرفًاوَّ تعظِیماً وَّ تکرِیماً بھیج دیا جائے، چُنانچہ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو اپنے ساتھ مِصر سے شام لے جانا چاہا تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے عَرض کی: ابا جان! میں آپ کو ایسا مشورہ نہ دوں جس میں ہم دونوں کا فائدہ ہو! فرمایا: وہ کیا؟ عَرض کی: آپ مجھے مدینے شریف کی پُر بہار عِلمی فضا میں بھیج دیجئے تا کہ میں وہاں کے فقہائے کرام و مشائخِ عظام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السّلام سے عِلم وعَمل کے مَدَنی پھول حاصل کرسکوں۔ والد صاحب کو یہ تجویز پسند آئی اور انہوں نے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو ایک خادِم کے ہمراہ مدینۂ منوّرہ زادھَااللّٰہُ شرفًاوَّ تعظِیماً وَّ تکرِیماً بھیج دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۶، ص ۳۳۲)

بال مُنڈوا دیئے

حضرتِ سیّدنا صالح بن کیسان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جس دِیانت ومحنت کے ساتھ اپنے شاگردِ رشید حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے کِردار و گفتار کی نگرانی کی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نماز کی جماعت میں شریک نہ ہوسکے۔ اُستاذِ محترم نے وجہ پوچھی تو بتایا: ”میں اُس وَقت بالوں میں کنگھی کررہا تھا۔“ تڑپ کر بولے: ”بال سنوارنے کو نماز پر ترجیح دیتے ہو!“ اور اس بات کی خبر مِصر میں آپ کے والدِ محترم کو کردی، انہوں نے اُسی وَقت اپنا خاص آدمی بیٹے کو سزا دینے کے لئے

بھیجا جس نے مدینے شریف پہنچتے ہی سب سے پہلے اُن کے بال مُنڈوائے پھر کوئی دوسری بات کی۔(سیرت ابن جوزی ص ۱۴)اِسی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی شخصیت اُن تمام اخلاقی برائیوں سے پاک تھی جن میں بنواُمَیَّہ کے کئی نوجوان مُبتلا تھے۔

اِس حکایت میں اُن والدین کے لئے دَرس پوشیدہ ہے جو اپنی اولاد کی مَدَنی تربیت پر خاطر خواہ توجُّہ نہیں دیتے، اُن سے دُنیاوی تعلیم کے بارے میں تو پوچھ گچھ کرتے ہیں مگر نَمازوں کی اَدائی کی ترغیب نہیں دیتے،یادرکھئے کہ تربیتِ اولاد صرف اِس چیز کا نام نہیں کہ انہیں کھانے پینے اورلباس جیسی ضروریات اور دیگر آسائشات مہیا کردی جائیں بلکہ انہیں **اللہ ورسول** عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم کا مُطیع و فرمانبردار بنانے کی کوشش کرنا بھی والدین کی ذِمّہ داریوں میں شامل ہے۔[1]

یاربّ بچالے تُو مجھے نارِ جَحِیم سے
اولاد پہ بھی بلکہ جہنَّم حرام ہو (وسائل بخشش ص۱۸۹)

عظمتِ الٰہی سے معمور سینہ

جب حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کے والدحج کے لئے آئے اوراپنے بیٹے کے استاذِ محترم حضرت سیِّدُنا صالح بن کَیسان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کی تو انہوں نے مَدَنی مُنّے کے بارے میں تاثرات دیتے ہوئے اِرشاد

---

[1] : اولاد کی بہترین تربیت کیونکر کی جائے، یہ جاننے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 188 صفحات پر مشتمل کتاب ''تربیتِ اولاد'' کا ضرور مطالعہ فرمائیے۔

فرمایا: میں نے آج تک کوئی ایسا بچہ نہیں دیکھا جس کے دل میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی اتنی عظمت ہو جتنی اِس بچے کے سینے میں ہے۔ (تاریخِ دِمشق، ج ۴۵، ص ۱۳۵)

حلیہ شریف

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العَزِیز کا رنگ سفید، چہرہ پتلا، آنکھیں گہری اور چہرے پر خوبصورت داڑھی مُبارک تھی، بچپن میں دراز گوش (یعنی گدھے) نے پیشانی پر لات ماری تھی جس کا نشان باقی تھا اِس لئے وہ "اَشَجُّ بَنِی اُمَیَّہ" کہلاتے تھے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۷۳ ملخصا)

بزرگانِ دین کی بارگاہوں میں حاضریاں

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العَزِیز بچپن ہی میں قرآن پاک حِفظ کرنے کی سعادت پا چکے تھے، اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حضرتِ سیّدنا اَنس بن مالک، سائب بن یزید اور یوسف بن عبدُاللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کے حلقۂ دَرس میں بھی شریک ہوئے۔ یوں ان بزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ المُبِین کی صحبتِ بابرکت میں قرآن وحدیث اور فِقہ کی تعلیم مکمل کر کے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العَزِیز نے وہ مقام حاصل کیا کہ آپ کے ہم عَصر بڑے بڑے مُحَدِّثین کو بھی آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے فَضل وکمال کا اِعتراف رہا، چُنانچِہ حضرت سیّدنا علامہ ذَہبی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا تذکرہ اِن الفاظ میں لکھا ہے: "وہ بہت بڑے اِمام، فقیہ، مجتہد، حدیث کے بہت ماہر اور

معتبر حافظ تھے۔'' (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۰) حضرت سیدنا میمون بن مہران علیہ رحمۃ اللہِ المنان نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مُعَلِّمُ الْعُلَمَاء قرار دیا اور فرمایا: ''ہم اِن کے پاس اِس خیال سے آئے تھے کہ وہ ہمارے محتاج ہوں گے، لیکن معلوم ہوا کہ ہم خود اِن کی شاگردی کے لائق ہیں۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۳۵) ایک صاحب جو حضرت سیدنا ابنِ عمر اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جیسی قدآور علمی شخصیات کی صحبت میں رہ چکے تھے، ان کا بیان ہے کہ ہمیں جب بھی کوئی مسئلہ جاننے کی ضرورت پڑی تو اُس کا جواب حضرت عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز سے ملا، وہ یقیناً سب سے زیادہ عِلم رکھنے والے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۳۳۳)

رات بھر مدنی مذاکرہ جاری رہا

حضرت سیدنا عبداللہ بن طاؤس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے والدِ گرامی حضرت سیدنا طاؤس رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نمازِ عشاء کے بعد ایک شخص سے مصروفِ گفتگو ہوئے تو رات بھر مدنی مذاکرہ جاری رہا حتی کہ فجر کی اذانیں ہونا شروع ہوگئیں۔ میں نے اپنی حیرت دور کرنے کے لئے والدِ محترم سے اُن کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: یہ خاندانِ بنواُمیہ کے سب سے نیک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز (عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز) تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۳۳۳)

ہاتھوں ہاتھ جواب

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز ایسے زبردست فقیہ و عالم

تھے کہ بڑے بڑے علماء کرام مشکل ترین سوالات کیا کرتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہاتھوں ہاتھ اُن کے جوابات دے دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حجاز اور شام کے متعدّد علما جمع تھے، انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق سے کہا کہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے پارہ 22 سورۂ سبا کی آیت 52 کی تفسیر پوچھے:

اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اب وہ اسے کیونکر پائیں اتنی دور جگہ سے!

(پ ۲۲، سبا: ۵۲)

انہوں نے جا کر پوچھا تو فرمایا: ''اَلتَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ'' سے وہ توبہ مراد ہے جس کی ایسی حالت میں خواہش کی جائے جس میں انسان اُس پر قادِر نہ ہو۔

(سیرت ابن جوزی ص ۳۷)

عِلمی مَشاغِل جاری نہ رکھ سکے

اُمورِ سلطنت میں مصروفیت کی وجہ سے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز عِلمی مشاغِل جاری نہ رکھ سکے، خود آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بیان ہے:

خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَمَا مِنْ رَجُلٍ اَعْلَمُ مِنِّيْ، فَلَمَّا قَدِمْتُ الشَّامَ نَسِيْتُ یعنی میں مدینۂ طَیِّبَہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْماً سے زبردست عالم بن کر نکلا مگر شام آکر (مصروفیت کی وجہ سے) بھول گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذھبی ج ۱، ص ۹۰)

آپ نے یاد رکھا اور میں بھول گیا

عظیم مُحدِّث حضرت سیّدُنا امام زُہری علیہ رحمۃُ اللہِ القوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز سے ملاقات کی اور دورانِ گفتگو کچھ اَحادیث سنائیں تو فرمایا: کُلَّ مَا حَدَّثْتَ بِہٖ فَقَدْ سَمِعْتُہٗ، وَلٰکِنَّکَ حَفِظْتَ وَنَسِیْتُ جو حدیثیں آپ نے بیان کیں وہ سب میں نے بھی سُنی تھیں مگر آپ نے انہیں یاد رکھا اور میں بھول گیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۴۷)

آپ تابعی بھی ہیں

''تابعی'' اس خوش نصیب کو کہتے ہیں جس نے کسی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملاقات کی ہو۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، ص ۳۹۲) اپنے والدِ گرامی کی طرح حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العَزِیز بھی تابعی ہیں کیونکہ آپ نے متعدِّد صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم سے ملاقات کا شَرَف پایا ہے۔

حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز سے مَرْوی اَحادیث مبارکہ

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے کئی صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان اور اپنے ہم عَصر تابعینِ عظام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلام سے اَحادیث روایت کی ہیں مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ حکومتی مصروفیات کے باعث روایتِ حدیث پر زیادہ توجُّہ نہیں دے سکے، یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ سے بہت کم احادیث مَرْوِی ہیں، حافظ باغندی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی نے ''مُسْنَدِ عمر بن عبدالعزیز'' کے نام سے ایک مجموعہ

بھی ترتیب دیا ہے۔ بہرحال حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز سے مَرْوِی احادیث میں سے 6 روایتیں بطورِ برکت یہاں درج کی جارہی ہیں:

(۱) نیکی کی دعوت چھوڑنے کا انجام

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، شہنشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ عَدُوٌّ مِنْ غَيْرِكُمْ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ یعنی تم ضرور بھلائی کی دعوت دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ تم پر باہر سے ایسا دشمن مُسَلَّط کر دیا جائے گا کہ تم اس کے خلاف دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۱۸)

نہ ''نیکی کی دعوت'' میں سستی ہو مجھ سے
بنا شائقِ قافلہ یا الٰہی (وسائل بخشش ص ۷۵)

(۲) پسندیدہ نوجوان

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبیِّ اکرم، رسولِ مُحتَشَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشَّابَّ الَّذِيْ يُفْنِيْ شَبَابَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو پسند فرماتا ہے جس نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی

فرمانبرداری میں بسر کی ہو۔''(سیرت ابن جوزی ص۱۹)

؎ ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کرنا ہے اب کرلو ابھی نُوری جواں تم ہو

(۳) محبتِ رمضان

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے حضرتِ سیدنا عُبادہ بن صامِت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ بیشک جب رمضان آتا تو رسولِ ہاشمی، مکی مدنی، محمدِ عَرَبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم دعا کرتے: ''اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ لِرَمَضَانَ وَسَلِّمْ لِیْ رَمَضَانَ وَتَسَلَّمْهُ مِنِّیْ مُتَقَبَّلًا یعنی اے اللہ مجھے رمضان کے لئے سلامت رکھ اور رمضان کو میرے لئے سلامتی بنا اور میری طرف سے اسے بطورِ رضا مَن قبول فرما۔''

(سیرت ابن جوزی ص۲۱)

تجھ پہ صدقے جاؤں رَمَضاں! تُو عظیم الشان ہے ۔۔۔ کہ خدا نے تجھ میں ہی نازِل کیا قرآن ہے
ہر گھڑی رحمت بھری ہے ہر طرف ہیں برکتیں ۔۔۔ ماہِ رَمَضاں رحمتوں اور برکتوں کی کان ہے

(وسائلِ بخشش ص ۵۵۳)

(۴) حالتِ جُنُب میں سونا

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے حضرتِ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انہوں نے اُمُّ المؤمنین حضرتِ سیدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی: ''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ وَھُوَ جُنُبٌ

تَوَضَّأُ وُضُوءَہٗ لِلصَّلَاۃِ یعنی جب رسول اللّٰہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم حالتِ جنب میں سونے کا اِرادہ فرماتے تو نماز کا سا وُضو کرتے۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۲۷)

(۵) ذِکْرُ اللّٰہ نہ کرنے پر حسرت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے حضرتِ سیِّدُنا عُروہ بن زُبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انہوں نے اُمُّ الْمؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے اللّٰہ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''مَا مِنْ سَاعَۃٍ تَمُرُّ بِابْنِ اٰدَمَ لَمْ یَکُنْ ذَاکِرًا لِلّٰہِ فِیْھَا بِخَیْرٍ اِلَّا حَسِرَ عَلَیْھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یعنی ابن آدم پر کوئی ایسی گھڑی نہیں گزرتی جس میں وہ بھلائی کے ساتھ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر نہ کرے مگر قیامت کے دن اس پر اُسے نَدامت ہوگی۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۲۷)

رہے ذِکر آٹھوں پَہَر میرے لب پر
ترا یاالٰہی ترا یاالٰہی (وسائلِ بخشش ص ۷۷)

(۶) اسلام کا خُلق حیا ہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے حضرتِ سیِّدُنا امام زُہری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انہوں نے حضرتِ سیِّدُنا ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رحمتِ عالم، نُورِ مجسّم صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا: ''اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَاِنَّ خُلُقَ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ یعنی بے شک ہر دین کا

ایک خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا خُلق حیا ہے۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۳۱)

اُٹھے نہ آنکھ کبھی بھی گناہ کی جانب
عطا کرم سے ہو ایسی مجھے حیا یاربّ (وسائلِ بخشش ص ۹۹)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

شادی خانہ آبادی

امیرُ المُؤمِنِین حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز طَبْعاً صالح اور نیک تھے، شاید یہی وجہ تھی کہ آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے چچا خلیفہ عبدالملک نے ہمیشہ ان کو دیگر اُموی شہزادوں کی نسبت زیادہ پیار ومحبت اور قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا اور آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کے والد حضرتِ سیّدنا عبدالعزیز رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کی وفات کے بعد اپنی لاڈلی بیٹی حضرتِ سیّدتنا فاطمہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا کی شادی آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ سے کردی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۶)

تاریخی اِعزاز

حضرتِ سیّدتنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا کو ایک مُنفرِد تاریخی اِعزاز حاصل ہے جسے کسی شاعر نے ایک شعر میں بیان کیا ہے:

بِنْتُ الْخَلِیْفَۃِ وَالْخَلِیْفَۃُ جَدُّھَا اُخْتُ الْخَلَائِفِ وَالْخَلِیْفَۃُ زَوْجُھَا

یعنی: وہ ایک خلیفہ (یعنی عبدالملک) کی بیٹی تھی، اس کا دادا (یعنی مروان) بھی خلیفہ تھا، وہ خلفاء (یعنی ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، اور یزید بن عبدالملک) کی بہن تھی اور اس کے شوہر (یعنی عمر بن عبدالعزیز) بھی خلیفہ تھے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۶)

اَخراجات کی کیفیت

صدرُ الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الھادی تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: خلیفہ عبدالملک بن مَروان نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سے اپنی بیٹی بیاہتے وَقت خرچ کا حال دریافت کیا تو جواب دیا: ”نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے۔“ (سیرت ابن جوزی ص ٣٦) اِس سے مراد یہ تھی کہ خرچ میں اِعتدال نیکی ہے اور وہ اِسراف و اِقتار (یعنی فضول خرچی اور تنگی) کے درمیان ہے جو دونوں بدیاں ہیں۔ اس سے عبدالملک نے پہچان لیا کہ وہ سورۂ فرقان کی آیت 67 کے اِس مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ (پ ١٩، الفرقان: ٦٧)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

(خزائن العرفان، تحت الآیۃ ٦٧)

اَزواج و اولاد

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے کل تین شادیاں کیں بقیہ دو بیویوں کے نام لمیس بنت علی بن حارث اور اُمِّ عثمان بنتِ شعیب بن زِیان ہیں اور آپ کی ایک کنیز اُمُّ الوَلَد[1] تھی۔ اِن چاروں میں ہر ایک سے اولاد پیدا ہوئی،

[1]: اُمُّ الوَلَد اس کنیز کو کہتے ہیں جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ (یعنی اس کے مالک) نے اقرار کیا کہ یہ میرا ہی بچہ ہے۔ (بہارِ شریعت، ج ٢، حصہ ٩، ص ٢٩٢)

کنیز سے 7 بیٹے یعنی عبدالملک، وَلید، عاصم، یزید، عبد اللّٰہ، عبدالعزیز، زِیّان اور 2 بیٹیاں اَمینہ اور اُم عبداللّٰہ پیدا ہوئیں۔ ''اُمِ عثمان'' سے صرف ایک بیٹا ابراہیم پیدا ہوا، دو بیٹے عبداللّٰہ اور بکر اور بیٹی ام عمار ''لَمیس بنت علی'' کے بطن سے تھے اور بقیہ اولاد یعنی اسحٰق، یعقوب اور موسیٰ'' فاطمہ بنت عبدالملک'' کے بطن سے تھی۔ یوں آپ رحمۃاللّٰہ تعالٰی علیہ کی مجموعی اولاد 16 تھی جن میں 13 لڑکے اور 3 لڑکیاں تھیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۵ ۳ ملتقطاً)

اولاد کی تربیت

حضرتِ سیّدُ ناعمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا نہایت عمدہ انتظام کیا، چنانچہ جلیل القدر محدِّث حضرتِ سیّدُ نا صالح بن کیسان علیہ رحمۃُ الحنّان جو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے بھی استاذِ محترم تھے، ان کو اپنی اولاد کا اَتالیق (یعنی نگران استاذ) مقرر کیا۔ (التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، حرف الصاد، ج ا ص ۴۰۳) علاوہ ازیں آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے آزاد کردہ غلام سہل بھی اولاد کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔ حضرتِ سیّدُ ناعمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ان کو بہترین تعلیم و تربیت دینے پر خود بھی متوجہ کرتے رہتے تھے، چنانچہ ایک بار انہیں خط میں لکھا:

فکرِ تربیت اولاد پر مشتمل ایک مکتوب

میں نے بہت سوچ سمجھ کر تمہیں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے منتخب کیا ہے، ان کو تَرکِ صحبت کی طرف توجُّہ دلاؤ کہ وہ غفلت پیدا کرتی ہے، انہیں کم ہنسنے دو

کہ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کر دیتا ہے، تمہاری کوششوں کے نتیجے میں ایک اہم بات جو وہ سیکھیں وہ یہ ہے کہ انہیں گانے باجے کی طرف سے نفرت ہو کیونکہ گانا سننا دل میں اسی طرح نِفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے گھاس اُگتا ہے، میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کے جَدْوَل میں یہ بھی ہو کہ وہ قرآن مجید کھولے اور نہایت اِحتیاط کے ساتھ اس کی قِراءَت کرے، جب اس سے فارِغ ہو جائے تو ہاتھ میں تیر وکمان لے کر برہنہ پا (یعنی ننگے پاؤں) نکل جائے اور سات تیر چلا کر نشانہ بازی کی مَشق کرے، پھر قَیلُولہ (یعنی دوپہر کا آرام) کرنے کے لیے واپس آئے کیونکہ حضرتِ سیِّدُنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''قَیلُولہ کرو اس لئے کہ شیطان قَیلُولہ نہیں کرتا۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۲۹۷)

بیٹے کے نام نصیحت آموز خط

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز براہِ راست اپنی اولاد کو بھی تربیت ونصیحت کے مَدَنی پھولوں سے نوازتے رہتے تھے، چنانچہ اپنے بیٹے کے نام ایک خط میں لکھا: تم اپنے آپ اور اپنے والد پر اللہ تعالٰی کے اِحسانات کو یاد کرو، پھر اپنے باپ کی ان کاموں میں مدد کرو جن پر اسے قدرت حاصل ہے اور اس معاملہ میں بھی مدد کرو جس کے بارے میں تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا باپ ان کو انجام دینے سے عاجز ہے۔ تم اپنی جان، صحت اور جوانی کی پوری رعایت رکھو، اگر تم سے ہو سکے تو اپنی زبان تَحمید وتسبیح کی صورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے تَر رکھو، اس لئے کہ تمہاری اچھی باتوں میں سے سب سے اچھی بات اللہ تعالٰی کی حمد اور اس کا ذِکر ہے۔ جو شخص جنت

کی رَغبت رکھتا ہو اور جہنم سے بھاگتا ہو تو ایسی حالت والے آدمی کی توبہ قبول ہوتی ہے اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ مدّتِ مقررہ (یعنی موت) کے آنے سے پہلے اور عمل کے خَتم ہونے سے پہلے اور جن و انس کو ان کے اعمال کا بدلہ دینے سے پہلے، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کا بدلہ دے گا ایسی جگہ جہاں فِدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور جہاں معذرت نَفع مند نہیں ہوگی اور جہاں پوشیدہ اُمور ظاہر ہو جائیں گے، لوگ اپنے اعمال کا بدلہ لے کر لَوٹیں گے اور متفرق ہو کر اپنے اپنے مقامات کی طرف جائیں گے، پس اس آدمی کے لئے خوش خبری ہے جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت کی اور اس آدمی کے لئے ہلاکت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں مالداری عطا کر کے آزمائے تو اپنی مالداری میں مِیانہ رَوِی اِختیار کرنا، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو جھکا لو، اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کے حُقوق کو ادا کرو، اور مالداری کے وَقت وہ بات کہو جو حضرت سلیمان علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے کہی تھی، یعنی

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ﱡ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ (پ ۱۹، النمل: ۴۰)

اور تم فخر و خود پسندی سے اِجتناب کرنا اور اپنے رب کے دیئے ہوئے مال کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ یہ تمہاری کسی شرافت کی بنا پر تمہیں ملا ہے

یا کسی ایسی فضیلت کی بنیاد پر ملا ہے جو اُن لوگوں میں نہیں ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مال نہیں دیا ہے، پھر اگر تم نے اللہ عزوجل کے شکر میں کوتاہی کی تو فقر وفاقہ کا مزہ چکھو گے اور ان لوگوں میں سے ہو گے جنہوں نے مالداری کی بنیاد پر سرکشی کی اور ان کو اعمال کا بدلہ دنیا میں دے دیا گیا، بیشک میں تمہیں یہ نصیحت کر رہا ہوں حالانکہ میں اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا ہوں، بہت سے اُمور میں غلطی کرنے والا ہوں اور اگر آدمی اپنے اُمور کے ٹھیک ہونے تک اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کامل ہونے تک اپنے بھائی کو نصیحت نہ کرتا تو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیتے اور حرام کاموں کو حلال سمجھنے لگتے، اور نصیحت کرنے والے اور زمین میں اللہ کے لئے خیر خواہی کرنے والے کم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں جو زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے، اور اسی کے لئے زمین و آسمان میں کبریائی ثابت ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۱۰)

مسلمان کے بارے میں حُسنِ ظن رکھو

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے اپنی اولاد کی ظاہری تربیت کے ساتھ ساتھ باطنی تربیت میں بھی بھرپور کوشش فرمائی، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے شہزادے کو نصیحت کی: اِذَا سَمِعْتَ كَلِمَةً مِنْ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ فَلَا تَحْمِلْهَا عَلٰى شَیْءٍ مِنَ الشَّرِ مَا وَجَدْتَّ لَهَا مَحْمَلًا عَلَى الْخَيْرِ یعنی جب تم اپنے مسلمان بھائی کی زبان سے کوئی بات سنو تو اس وقت تک بُرائی پر محمول نہ کرو جب تک اس میں بھلائی کا ادنیٰ سے

ادنیٰ احتمال باقی رہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۱۲)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر ہم اس مَدَنی پھول پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوجائیں تو ہمیں ایسا رُوحانی سکون محسوس ہوگا جس کی لَذَّت بیان سے باہَر ہے، یاد رکھئے کہ مسلمان سے حُسنِ ظن رکھنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور یہ عبادت بھی ہے چنانچہ

حُسنِ ظن عُمدہ عبادت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَۃِ یعنی حُسن ظن عمدہ عبادت ہے۔'' (سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، ج ۴، ص ۳۸۷، الحدیث ۴۹۹۳)

مسلمان کا حال حتی الامکان اچھائی پر مَحمول کرنا واجب ہے

اِمامِ اَہلسنّت مجدِدِ دین وملت شاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاویٰ رضویہ شریف میں لکھتے ہیں: ''مسلمان کا حال حَتَّی الْاِمْکَان صَلاح (یعنی اچھائی) پر حمل کرنا (یعنی گمان کرنا) واجب ہے۔''** (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۹، ص ۶۹۱)

مسلمان کی بات کا بُرا مطلب لینا بھی بدگمانی ہے

صدرُالْاَفاضِل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللّٰہِ الھادی تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: ''مومنِ صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے اس طرح (کہ) اُس کا کوئی کلام سن کر فاسِد معنیٰ مراد لینا باوُجود یکہ اس کے دوسرے صحیح معنیٰ موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے مُوافق ہو یہ بھی گمانِ بد میں

داخل ہے۔[1]" (خزائن العرفان، پ ٢٦، الحجرات: ١٢)

مجھے غیبت و چغلی و بدگمانی
کی آفات سے تُو بچا یاالٰہی (وسائلِ بخشش ص ٨٠)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

غفلت سے بچ کر رہنا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے بیٹے کے نام ایک خط میں نصیحت فرمائی: اِحْذَرِ الصُّرعَۃَ عَلَی الْغَفْلَۃِ وَ لاتَغْتَرَنَّ بِطُوْلِ الْعَافِیَۃِ یعنی غفلت سے بچ کر رہنا اور لمبے عرصے کے لئے ملنے والی عافیت سے ہرگز غلط فہمی میں مُبتلا نہ ہونا۔ (سیرت ابن جوزی ص ٢٩٢)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس مَدَنی پھول کی خوشبو کو عمر بھر کے لئے اپنے دل میں بَسا لیجئے، یقیناً آفات وبَلیّات سے عافیت **اللّٰہ** تعالٰی کی بہت بڑی نعمت ہے مگر اُس کی وجہ سے گناہوں پر دلیر ہوجانا سَراسَر غفلت ہے کیونکہ رب عَزَّوَجَلَّ کی گرِفت بہت شدید ہے جیسا کہ پارہ 30 سورۂ بروج کی آیت 12 میں اِرشاد ہوتا ہے:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔

---

[1]: بدگمانی کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 57 صفحات پر مشتمل رسالے "بدگمانی" کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

خواب میں مخصوص دعا سکھائی

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے شہزادے حضرتِ سیّدُنا عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالی علیہ جو یزید بن ولید کے دور میں حرمین طیبین کے گورنر بھی رہے، ان کا بیان ہے کہ مجھے عِلمِ حدیث کے زبردست اِمام حضرت سیّدُنا زُہری علیہ رحمۃ اللہِ القوی کی زیارت کا بہت شوق تھا، بالآخر مجھے خواب میں ان کی زیارت نصیب ہو ہی گئی۔ میں نے عَرض کی: حضرت! کوئی مخصوص دُعا بتائیے۔ فرمانے لگے: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَايَمُوْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ وَاَسْأَلُكَ اَنْ تُعِيْذَنِيْ وَذُرِّيَّتِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، میرا بھروسا اسی پر ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا کبھی مرے گا نہیں، یا اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے عافیت کا سوالی ہوں اور تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور میری اولاد کو شیطان مَردُود سے محفوظ فرمادے۔ (سیرت ابن جوزی ص ٣١٢)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

گورنر بن گئے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے عِلمی فَضل وکمال کے اِظہار کا سب سے موزوں ذریعہ دَرس وتدریس تھا مگر خاندانِ خلافت سے تعلق آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو مَسنَدِ خلافت تک لے گیا، مگر اس سے پہلے ''خُناصِرہ'' پھر مدینہ

منورہ زادھَا اللّٰہُ شرفًاوّ تعظِیمًا وّ تکرِیمًا میں صرف 25 سال کی عمر میں گورنر کے عہدہ پر بھی فائز ہوئے، مگر یہ خدمت بھی آپ نے آسانی سے قبول نہیں کی، چنانچہ

گورنری قبول کرنے کے لئے شرط رکھی

خلیفۂ وقت ولید بن عبد الملک نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ العزیز کو مدینۂ منورہ زادھَا اللّٰہُ شرفًاوّ تعظِیمًا وّ تکرِیمًا، مکّۂ مکرمہ زادھَا اللّٰہُ شرفًاوّ تعظِیمًا، اور طائف کا گورنر مقرر کیا مگر آپ یہ خدمت قبول کرنے میں پس و پیش کرتے رہے، خلیفہ کے بار بار کہنے پر آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے گورنری اس شرط پر قبول کی کہ مجھے پہلے گورنروں کی طرح لوگوں پر ظلم اور زیادتی پر مجبور نہ کیا جائے۔ ولید نے اس شرط کو منظور کرتے ہوئے کہا: اِعْمَلْ بِالْحَقِّ وَاِنْ لَّمْ تَرْفَعْ اِلَیْنَا اِلَّا دِرْھَمًا وَّاحِدًا یعنی آپ حق پر عمل کیجیے چاہے ہمیں ایک ہی دِرْہم وصول ہو۔ (سیرت ابن جوزی ۴۲)

ظلم کا انجام ہلاکت ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کا مَدَنی ذہن ملاحظہ کیا کہ گورنری کا عہدہ جو اِختیارات کا مرکز تھا، اس کو بھی آپ نے اِس شرط پر قبول کیا کہ مجھے ظلم کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، یقیناً لوگوں پر ظلم کرنے میں دنیا و آخرت کی بربادی ہے، اس میں اللّٰہ و رسول عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی نافرمانی بھی ہے اور بندوں کی حق تلفی بھی۔ لہٰذا اگر ہمیں کوئی مَنصب یا عہدہ حاصل ہو جائے تو اِس بات کا بے حد خیال رکھنا چاہیے کہ

کہیں عزت وطاقت کا غُرُور ہمیں لوگوں پر ظُلم کرنے پر مجبور نہ کر دے جس کے نتیجے میں ہم میدانِ محشر میں ذلیل ورُسوا ہو جائیں۔

ظُلم کسے کہتے ہیں؟

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 62 صفحات پر مشتمل رسالے ''ظلم کا انجام'' کے صفحہ 9 پر ہے: حضرتِ جُرجانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورانی اپنی کتاب ''اَلتَّعرِیفات'' میں ظُلم کے معنٰی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا۔ (التعریفات للجرجانی ص ١٠٢) شریعت میں ظُلم سے مراد یہ ہے کہ کسی کا حق مارنا، کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا، کسی کو بِغیر قُصُور کے سزا دینا۔ (مراۃ ج٦ ص ٦٦٩)

مُفلِس کون؟

حضرتِ سیِّدنا مُسلِم بن حَجّاج قُشَیری علیہ رحمۃ اللہِ القوی اپنے مشہور مجموعۂ حدیث ''صَحِیح مُسلِم'' میں نَقل کرتے ہیں: سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، رسولوں کے سالار، نبیوں کے سردار، ہم غریبوں کے غمگسار، ہم بیکسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار جنابِ احمدِ مختار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِستِفسار فرمایا: کیا تم جانتے ہو مُفلِس کون ہے؟ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عَرض کی: یارسولَ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! ہم میں سے جس کے پاس دراہم وسامان نہ ہوں وہ مُفلِس ہے۔ فرمایا: ''میری اُمّت میں مُفلِس وہ ہے جو قِیامت کے دن نَماز، روزے اور

زکوٰۃ لے کر آیا اور یوں آیا کہ اِسے گالی دی، اُس پر تُہمت لگائی، اِس کا مال کھایا، اُس کا خون بہایا، اُسے مارا تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اِس مظلوم کو دے دی جائیں اور کچھ اُس مظلوم کو پھر اگر اِس کے ذمّے جو حُقُوق تھے ان کی ادائیگی سے پہلے اِس کی نیکیاں خَتم ہوجائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لیکر اُس ظالم پر ڈال دی جائیں پھر اُسے آگ میں پھینک دیا جائے۔" (مُسلِم ص ۱۳۹۴ حدیث ۲۵۸۱)

لرز اٹھو!

اے نَمازیو! اے روزہ دارو! اے حاجیو! اے پوری زکوٰۃ ادا کرنے والو! اے خیرات وحَسَنات میں حصّہ لینے والو! اے نیک صورت نظر آنیوالے مالدارو! ڈر جاؤ! لرز اٹھو! حقیقت میں مُفلِس وُہ ہے جو نَماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وصَدَقات، سخاوتوں، فَلاحی کاموں اور بڑی بڑی نیکیوں کے باوُجُود قیامت میں خالی کا خالی رہ جائے! جن کو کبھی گالی دیکر، کبھی بِلا اجازتِ شَرعی ڈانٹ کر، بے عزّتی کرکے، ذلیل کرکے، مار پیٹ کرکے، عارِیتاً چیزیں لے کر قصداً واپس نہ لوٹا کر، قرض دبا کر، دل دکھا کر ناراض کر دیا ہوگا وہ اُس کی ساری نیکیاں لیجائیں گے اور نیکیاں خَتم ہوجانے کی صورت میں ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر واصِلِ جہنَّم کر دیا جائے گا۔ (ظلم کا انجام ص ۹)

ہمیشہ ہاتھ بھلائی کے واسطے اٹھیں ۔۔۔ بچانا ظُلم وسِتَم سے مجھے سدا یاربّ
رہیں بھلائی کی راہوں میں گامزن ہردم ۔۔۔ کریں نہ رُخ مرے پاؤں گناہ کا یاربّ

(وسائلِ بخشش ص ۹۶، ۹۷)

پہلا مَدَنی مشورہ

جب حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز مدینہ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْماً وَّ تکرِیماً پہنچے تو وہاں کے اَکابر فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السّلام کو مَدَنی مشورے کے لئے جمع کیا اور اُن کی خدمت میں عَرْض کی : میں نے آپ حضرات کو ایک ایسے کام کے لئے اکٹھا کیا ہے جس پر آپ کو ثواب ملے گا اور آپ حق کے حمایتی قرار پائیں گے۔ آپ لوگ کسی کو ظُلم کرتے ہوئے دیکھیں یا آپ میں سے کسی کو میرے عامل (یعنی حکومتی اہلکار) کے ظُلم کا حال معلوم ہو تو میں آپ کو خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھ تک اس معاملہ کو ضرور پہنچائیں۔ فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السّلام آپ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے جذبے سے بہت متأثر ہوئے اور دعائے خیر سے نوازا۔ (سیرت ابن جوزی، ص ۴۱) غالباً اِسی مَدَنی مشورے کا اثر تھا کہ جب بھی حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو کوئی مشکل معاملہ درپیش ہوتا، آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ فقہائے مدینہ پر مشتمل مجلسِ شوریٰ سے اس پر مشورہ کیا کرتے اور اسی کی برکت سے آپ کے فیصلے غلطی سے پاک ہوتے تھے چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا ربیع رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے پاس حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے کسی فیصلے کا ذِکر ہوا تو فرمایا: واللہ! انہوں نے کبھی غلط فیصلہ نہیں کیا۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج ٦، ص ۳۳۲، ۳۳۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ نے دیکھا کہ عِلْم وحکمت سے مالامال اور حکومتی اُمور کا تجربہ ہونے کے باوجود حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ

الْعَزِیز نے مدینۂ منوّرہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْمًا میں گورنری کی خدمات کا آغاز فقہائے مدینہ کے مَدَنی مشورے سے کیا اور ایک ہم ہیں کہ ہمیں کوئی مَنْصَب یا ذِمّہ داری مل جاتی ہے تو کسی ماتحت سے مشورہ کرنا تو دُور کی بات ہے اگر وہ اَزخود ہمیں مشورہ دینے کی جَسارت کر بیٹھے تو اُس کو بدتہذیب، بےادب، گستاخ اور زبان دَراز جانتے بلکہ بعض اوقات تو اپنے عہدے کے غُرور میں اُسے کھری کھری سُنا کر اور حوصلہ شِکن رویّے کے فُتُور سے اُس کے دل کا شیشہ چکنا چُور کر ڈالتے ہیں۔ یقیناً دِینی و دُنیاوی اُمور میں مشورے کی بڑی اہمیت وضرورت اور بَرَکت ہے۔ کاش ہم عاجزی اپنا کر اپنے آقائے خوش خصال، صاحبِ شیریں مقال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی مشورہ کرنے والی سنت پر بھی عمل پیرا ہوں اور وُسْعَتِ قلبی سے اپنے ماتحت اسلامی بھائیوں کی رائے لینے کا خُلْق اپنائیں اور اُن کی مناسب رائے قبول بھی کریں۔

مشورہ سنّت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوبِ کریم رءوفٌ رَّحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم سے اِرشاد فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ترجمۂ کنزالایمان: اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو۔ (پ ۴، اٰلِ عمران: ۱۵۹)

اِس آیت کی تفسیر میں خزائن العرفان میں ہے کہ اس میں اِن کی دِلداری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے گا اور آئندہ اُمت اِس

سے نفع اٹھاتی رہے گی۔ (خزائن العرفان)

حضرت سیدنا حسن بصری اور ضحاک رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہما سے مَرْوِی ہے کہ اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کو اپنے اَصحاب سے مشورہ کرنے کا حُکم اِس وجہ سے نہیں دیا کہ اللہ عزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کو اُن کے مشورہ کی حاجت ہے بلکہ اس لئے کہ انہیں مشورے کی فضیلت کا عِلْم دے اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے بعد اُمّت مشورہ کرنے میں آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی اِقْتِدا اور اِتباع کرے۔ (تفسیرِ قرطبی، الجزء الرابع، ص ۱۹۲)

نیک بخت کون؟

حضرتِ سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آقائے کائنات صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم سے رِوایت کی ہے: مَا شَقِيَ قَطُّ عَبْدٌ بِمَشْوَرَةٍ وَمَا سَعَدَ بِاسْتِغْنَاءِ رَأْيٍ یعنی جو بندہ مشورہ لے وہ کبھی بد بخت نہیں ہوتا اور جو بندہ خود رائے اور دوسروں کے مشوروں سے مُستغنی (یعنی بے پرواہ) ہو وہ کبھی نیک بخت نہیں ہوتا۔

(الجامع لاحکام القرآن، الجزء الرابع، ص ۱۹۳)

مشورہ برکت کی کنجی ہے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: اِنَّ الْمَشُوْرَةَ وَالْمُنَاظَرَةَ بَابَا رَحْمَةٍ وَمِفْتَاحَا بَرَكَةٍ لَا يَضِلُّ مَعَهُمَا رَأْيٌ وَلَا يُفْقَدُ مَعَهُمَا حَزْمٌ یعنی مشورہ اور حق کے لئے باہمی بحث رحمت کا دروازہ اور برکت کی کنجی ہے جن

کی وجہ سے کوئی رائے گمراہ نہیں ہوتی اور دُور اندیشی قائم رہتی ہے۔

(بدائع السلک فی طبائع الملک، مشورۃ ذوی رأی، ج ا ص ٦٣)

''مشورہ'' کے پانچ حروف کی نسبت سے مشورے کی اہمیت وافادیت کے بارے میں 5 روایات

(۱) حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بیان کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا: مَنْ اَرَادَ اَمْرًا، فَشَاوَرَ فِیْہِ وَقَضٰی اِھْتَدٰی لِاَرْشَدِ الْاُمُوْرِ یعنی جو شخص کسی کام کا اِرادہ کرے اور اس میں کسی مسلمان شخص سے مشورہ کرے اللہ تعالٰی اسے دُرُست کام کی ہدایت دے دیتا ہے۔ (تفسیر در منثور ج ۷ ص ۳۵۷)

(۲) حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا فرمان ہے: ''کوئی قوم جب بھی آپس میں مشورہ کرتی ہے اللہ تعالٰی اُسے افضل رائے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔ (قرطبی ج ۴ ص ۱۹۳)

(۳) حضرتِ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے مدینہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا: مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَلَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ یعنی جس نے اِستِخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادِم نہیں ہوگا اور جس نے مِیانہ رَوِی کی وہ کنگال نہیں ہوگا۔ (طبرانی اوسط ج ۵ ص ۷۷ الحدیث: ۶۶۲۷)

(۴) کسی دانا سے پوچھا گیا کونسی چیز عقل کی زیادہ مؤیِّد (یعنی مددگار) اور کونسی زیادہ مُضِر (یعنی نقصان دہ) ہے۔ کہا: عقل کے لئے زیادہ مُفید تین چیزیں ہیں۔ (1) علماء کرام سے مشورہ کرنا۔ (2) اُمور کا تجربہ ہونا۔

(3) کام میں ٹھہراؤ سلجھاؤ ہونا اور زیادہ مُضِر (یعنی نقصان دہ) بھی تین چیزیں ہیں۔ (1) خود رائی (2) نا تجربہ کاری (3) جلد بازی۔ (العقد الفرید ج ۱ ص ۲۶) **(۵)** حضرت سیّدُنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰی بِرَاْیِہٖ یعنی جس نے اپنی رائے کو کافی جانا وہ خطرے میں پڑ گیا۔'' [1] (المستطرف ج ۳ ص ۲۴۵)

عِلم کے قدر دان

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ القدیر نہ صرف خود زبردست عالم تھے بلکہ عِلم اور علماء کے قدر دان بھی تھے، چُنانچہ فرماتے ہیں: ''اِنِ اسْتَطَعْتَ فَکُنْ عَالِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَکُنْ مُتَعَلِّمًا فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَاَحِبَّهُمْ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَلَا تُبْغِضْهُمْ یعنی اگر تم سے ہو سکے تو عالم بنو، یہ نہ ہو سکے تو مُتَعَلِّم بنو، یہ بھی نہ ہو سکے تو علمائے کرام سے محبت ہی رکھو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ان سے بُغض تو نہ رکھو۔ پھر فرمایا: جس نے اس نصیحت کو قبول کر لیا، اُس کے لئے نَجات کا کوئی راستہ نکل ہی آئے گا، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۳)

مجھ کو اے عطّارؔ سُنّی عالموں سے پیار ہے
اِنْ شَآءَ اللّٰہ دو جہاں میں میرا بیڑا پار ہے (وسائل بخشش ص ۶۴۶)

مدینہ

[1] : مشورے کے بارے میں مزید مدنی پھول حاصل کرنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب ''رسائل دعوتِ اسلامی'' میں شامل رسالے ''مدنی کاموں کی تقسیم'' کے صفحہ 30 تا 48 کا ضرور مطالعہ کیجئے

عِلْم حاصل کرنے کا نسخہ

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: تم عِلْم کو اُس وَقت تک حاصل نہیں کرسکتے جب تک اِس کو جہالت پر ترجیح نہ دو اور حق کو نہیں پاسکتے جب تک باطل کو نہ چھوڑ دو۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۰۲)

عالِمِ باعمل بنو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے حضرت عبدالرحمٰن بن نُعَیم رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کو ایک مکتوب میں لکھا: بے شک عِلْم اور عمل قریب قریب ہیں لہٰذا تم عالِمِ باعمل بنو کیونکہ جو لوگ عِلْم رکھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے تو اُن کا عِلْم ان کے لئے وَبال بن جاتا ہے۔ (تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۵۰)

عِلْم غنی کی زِینت ہے

ایک اور مقام پر فرمایا: تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ فَاِنَّہٗ زَیْنٌ لِلْغَنِیِّ وَعَوْنٌ لِلْفَقِیْرِ لَااَقُوْلُ اِنَّہٗ یَطْلُبُ بِہٖ وَلٰکِنَّہٗ یَدْعُوْ اِلَی الْقَنَاعَۃِ یعنی عِلْم سیکھو! یہ غنی کی زینت اور فقیر کے لئے معاوِن (یعنی مددگار) ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ فقیر عِلْم کے ذریعے مانگتا پھرے گا بلکہ عِلْم اُسے قناعت پر آمادہ کرے گا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۶)

عِلْم کی فضیلت

رسولِ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ یعنی عالم

کی بُزُرگی عابِد (یعنی عبادت گزار) پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تاروں پر۔ (ابن ماجہ ج۱ ص۱۴۶، الحدیث ۲۲۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً عِلمِ دین کی بڑی فضیلت واہمیت ہے مگر فی زمانہ اِس حوالے سے ہماری حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے، حبِّ جاہ ومال نے ہمارے دلوں پر ایسا قبضہ کر رکھا ہے کہ ہم عزت، شہرت اور دولت پانے کے لئے دُنیا کا ہر کام سیکھنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں لیکن اپنی آخرت سنوارنے کے لئے عِلمِ دین حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس وَقت نہیں ہوتا، یاد رکھئے عِلم مال سے افضل ہے، چنانچِہ

علم مال سے افضل ہے

حضرتِ مولائے کائنات عَلِیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تعالٰی وَجہَہُ الکرِیم فرماتے ہیں کہ عِلمِ دین مال پر سات وجہ سے افضل ہے: (۱) **علم** پیغمبروں کی میراث اور مال فرعون، ہامان اور نَمرود کی (۲) مال خَرچ کرنے سے گھٹتا ہے مگر **علم** بڑھتا ہے (۳) مال کی انسان حفاظت کرتا ہے مگر **علم** انسان کی حِفاظت کرتا ہے (۴) مرنے کے بعد مال تو دنیا میں رہ جاتا ہے اور **علم** قَبر میں ساتھ جاتا ہے (۵) مال مومن و کافِر سب کو مل جاتا ہے مگر **علمِ دین** کا نفع ایماندار ہی کو حاصل ہوتا ہے (۶) کوئی بھی عالم سے بے پرواہ نہیں لیکن بہت سے لوگوں کو مالداروں کی ضَرورت نہیں (۷) **علم** سے پُل صراط پر گزرنے کی قُوّت حاصل ہوگی اور مال سے کمزوری۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص ۴۰۲)

علم کی حفاظت کا طریقہ

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اَیُّھَا النَّاسُ قَیِّدُوْا الْعِلْمَ بِالْکِتَابِ یعنی اے لوگو! علم کی حفاظت لکھنے کے ذریعے کرو۔

(سیرت ابن جوزی ص۲۷٦)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی دینی علم کی یا حکمت بھری کوئی بات سنیں اُسے لکھنے کی عادت بنائیے، علمِ دین کی بات لکھ لینے سے جلدی یاد بھی ہو جاتی اور اس کی بقاء کی صورت بھی پیدا ہوتی ہے۔ تابعی بُزرگ حضرت سیّدُنا ابو قِلابہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے: بھول جانے سے لکھ لینا کہیں بہتر ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۱۰۳) علمِ نحو کے مشہور امام حضرت خلیل بن احمد تابعی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا قول ہے: ''جو کچھ میں نے سنا ہے، لکھ لیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے، یاد کرلیا ہے اور جو کچھ یاد کیا ہے، اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔'' (ایضاً، ص ۱۰۵) حضرت سیّدُنا عصام بن یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مُفید باتیں لکھنے کیلئے ایک دِینار میں قلم خرید فرمایا تھا۔ (تعلیم المتعلم، ص ۱۰۸)

(تذکرۂ امیرِ اہلسنت حصہ ۵ ملخصاً)

آپ واپس اپنی جگہ تشریف لے جائیے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو اگرچہ حکومتی اِعتبار سے ہر قسم کے لوگوں سے میل جول رکھنا پڑتا تھا تاہم ان کا زیادہ مَیلان اہلِ علم کی طرف تھا اس لئے مختلف طریقوں سے ان کی قدردانی کیا کرتے تھے، چنانچہ جب آپ مدینہ

منورہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیماً وَّ تکرِیماً میں تھے، ایک قاصِد حضرتِ سیّدُ نا سعید بن مُسَیَّب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے ایک مسئلہ پوچھ آئے۔ قاصد نے غَلَطی سے کہہ دیا کہ آپ کو ''امیر'' بلاتے ہیں، حضرت سعید رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کسی حاکم یا خلیفہ کے پاس جانے کے عادی نہیں تھے لیکن بُلاوا حضرتِ سیّد نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز جیسی عِلْم دوست شخصیت کی جانب سے تھا، اس لئے حضرتِ سعید رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو ان کے بلانے پر نہ جانا گوارانہ ہوا، فوراً جوتے پہنے اور قاصِد کے ساتھ ہو لئے، جب حضرتِ سیّد نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے دیکھا کہ حضرتِ سیّدُ نا سعید بن مُسَیَّب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ بنفسِ نفیس تشریف لا رہے ہیں تو وضاحت کی: حضور! ہم نے قاصِد آپ کو بُلانے کے لیے نہیں بلکہ اس لئے بھیجا تھا کہ وہ آپ سے مسئلہ دریافت کر آئے۔ یہ اس کی غلطی ہے کہ اس نے آپ کو یہاں آنے کی زحمت دی، خُدارا! آپ واپس اپنی جگہ تشریف لے جائیں، ہمارا قاصد وہیں آ کر آپ سے مسئلہ دریافت کرے گا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۹۱)

با ادب بانصیب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرتِ سیّد نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے عالِم دین کی کیسی تعظیم کی اور قاصِد کی غلطی کا کیسا اِزالہ کیا! ہمیں بھی چاہیے کہ علمائے کرام کے اَدَب واِحترام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، عالِم کی فضیلت کا بیان کرتے ہوئے سرکارِ مدینہ سُرورِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ

وسلّم نے فرمایا: ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر، اور علماء انبیائے کرام کے وارث و جانشین ہیں، انبیائے کرام کا ترکہ دینار و دِرْہم نہیں ہیں، انہوں نے وِراثت میں صِرْف عِلْم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا۔"

(ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ، الحدیث ۲۶۹۱، ج ۴، ص ۳۱۲)

عالم کی تعظیم کا صِلہ

ایک شخص کو اِنتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا، مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ یعنی اللہ عزّوجلّ نے آپ کے ساتھ کیا سُلوک فرمایا؟ جواب دیا، اللہ عزّوجلّ نے میری مغفِرت فرمادی۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا: کون سا عمل کام آگیا؟ جواب دیا: ایک بار حضرتِ سیِّدُنا امام احمد بن حَنبل رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ دریا کے کَنارے وُضو فرمارہے تھے اور وہیں میں بُلندی کی طرف وُضو کرنے بیٹھ گیا، جب میری نظر امام صاحِب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر پڑی تو تعظیماً نیچے کی جانب آگیا۔ بس یہی عمل کام آگیا اور میں بخشا گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۹۶)

علماءِ کرام کے احترام میں کوتاہی نہ کیجئے

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ علماء کرام کی اہمیت کا اِحساس دلاتے ہوئے لکھتے ہیں: دعوتِ اسلامی کے

تمام وابستگان بلکہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ عُلَماء اہلسنّت سے ہرگز نہ ٹکرائیں، اُن کے اَدَب واِحترام میں کوتاہی نہ کریں، علماء اہلسنّت کی تحقیر سے قطعًا گُریز کریں۔ حضرتِ سیِّدُنا ابوذرّ غِفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، "عالِم زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دلیل و حُجَّت ہیں تو جس نے عالم میں عیب نِکالا وہ ہلاک ہوگیا۔" (کنز العمال ج۱۰ ص۷۷) میرے آقا اعلیٰ حضرت مولٰینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں، "اُس کی (یعنی عالم کی) خطا گیری (یعنی بھول نکالنا) اور اُس پر اعتِراض حرام ہے اور اِس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور اِستِفادۂ مسائل چھوڑ دینا اِس کے حق میں زَہر ہے۔" (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۱۱) اُن نادان لوگوں کو ڈر جانا چاہیے جو بات بات پر عُلَمائے کرام کے بارے میں توہین آمیز کلِمات بک دیا کرتے ہیں مَثَلاً بھئی ذرا بچ کر رہنا کہ "علّامہ صاحِب" ہیں، عُلَما لالچی ہوتے ہیں، ہم سے جلتے ہیں، ہماری وجہ سے اب ان کا کوئی بھاؤ نہیں پوچھتا، چھوڑو چھوڑو یہ تو مولوی ہے، (معاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ عالموں کو بعض لوگ حقارت سے کہہ دیتے ہیں) "یہ مُلّا لوگ!"، وغیرہ وغیرہ۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب ص ۳۴۴)

سارے سُنّی عالموں سے تُو بنا کر رکھ سدا
کر ادب ہر ایک کا، ہونا نہ تُو اُن سے جدا (وسائلِ بخشش ص ۶۴۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حجاج بن یوسف کو ناپسند کرتے تھے

گورنروں میں سے "حجاج بن یوسف" ولید کے زمانے میں زیادہ مقبول

تھا لیکن حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز اُسے اُس کے ظُلم وسِتَم کی وجہ سے بدترین سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: اگر قیامت کے دن دنیا کی تمام قومیں خبیث لوگوں کا مقابلہ کریں اور ہر قوم اپنے اپنے خبیث کو مقابلہ میں لائے تو ہم حجاج کو پیش کر کے تمام دنیا پر غالِب ہو جائیں گے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۸)

حجاج بن یوسف کے مدینہ میں داخلے کی مُمانعت

جن دِنوں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز مدینۂ پاک کے گورنر تھے، حجاج بن یوسف کو امیرُ الحج بنایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خلیفہ کو خط لکھا کہ مجھے حجاج کے مدینہ آنے سے معاف رکھا جائے۔ خلیفہ نے حجاج کو کہا کہ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) نے اِس مضمون کا خط لکھا ہے، جو شخص تمہارے آنے کو پسند نہیں کرتا تم اگر اس کے پاس نہ جاؤ تو کیا حَرَج ہے؟ چنانچہ حجاج مدینہ نہیں گیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۵)

دوسرے کونے میں چلے گئے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز اپنے زمانۂ گورنری میں ایک رات مسجدِ نبوی شریف میں حاضر ہوئے، اور جہری (یعنی اونچی) قراءت[1] کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، آواز بڑی اچھی تھی، اتفاقاً قریب ہی کہیں حضرتِ سعید بن

مدینہ

[1]: دن کے نوافل میں قرآن آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اختیار ہے اگر تنہا پڑھے اور جماعت سے رات کے نفل پڑھے، تو جہر واجب ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۲، ص ۳۰۶)

مسیّب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ موجود تھے، مگر انہیں آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی موجودگی کا عِلْم نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے غلام ''بُرْد'' سے فرمایا: ''اِس قاری کو یہاں سے ہٹاؤ، اس کی آواز ہمیں پریشان کررہی ہے۔'' غلام اِس کام کی ہمت نہ کرسکا اور حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز بدستور اپنے دھیان میں نماز پڑھتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سعید رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے غلام سے پھر فرمایا: ''بُرْد! بڑے افسوس کی بات ہے، میں نے کہا تھا کہ اِس قاری کو یہاں سے ہٹاؤ، مگر تم نے ابھی تک نہیں ہٹایا۔'' بُرْد نے عَرْض کی: ''حضور! مسجد کوئی ہماری جاگیر تو نہیں۔'' جب یہ بات حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے کان میں پڑی تو اپنے جوتے اُٹھائے اور مسجد کے دوسرے کونے میں چلے گئے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۳)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

زمانۂ خدمت کی یادگاریں

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً وَّ تَکْرِیْمًا میں اپنے زمانۂ خدمت کے دوران مسجدِ نبوی شریف کی اَز سَرِ نَو تعمیر کی، مسجد نبوی میں اگرچہ **اَمیرُ الْمُؤْمنین** حضرت سیِّدنا عمر فاروق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کے زمانہ سے ہی تھوڑی بہت توسیع کا کام شروع ہوگیا تھا بالخصوص **امیرُ**

المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بہت شاندار بنادیا تھا، پھر امیرُ المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سے لے کر عبدالملک تک مسجد نبوی میں کوئی تصرُّف نہیں کیا گیا، ولید بن عبدالملک مسندِ خلافت پر بیٹھا تو مسجد نبوی کو نئی آب وتاب کے ساتھ بنانا چاہا، چنانچہ اس نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو لکھا کہ مسجد نبوی کی تعمیرِ نو کی جائے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد کے پاس موجود مکانات خرید کر مسجد میں شامل کئے اور فقہائے مدینہ نے مسجدِ نبوی کی تعمیرِ نو کا سنگ بنیاد رکھا اور مسجد بننا شروع ہوگئی۔ پہلے مسجد میں امام کیلئے طاق نُما محراب نہیں ہوتی تھی سب سے پہلے حضرت سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعزیز نے مَسجدُ النَّبَوِیِّ الشَّرِیف علیٰ صاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ والسَّلام میں محراب بنانے کی سعادت حاصل کی اِس نئی ایجاد (بدعتِ حَسَنہ) کو اس قدر مقبولیّت حاصل ہے کہ اب دنیا بھر میں مسجد کی پہچان اِسی سے ہے، روضۂ اطہر کے چاروں طرف دوہری دیوار بنوائی، اطرافِ مدینہ میں جن جن مساجد میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے نَماز ادا فرمائی تھی، ان کو مُنَقَّش پتھروں سے تعمیر کروایا، مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْمًاوَّ تَکْرِیمًا میں پانی کے کنوئیں کھدوائے اور راستے ہموار کروائے۔ (البدایۃ والنھایۃ ج۶ص ۱۹۷ ملخصًا)

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جیسی نَماز

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سنّتِ خیرُ الْاَنام علی

صاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر عمل کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ گورنرِ مدینہ تھے تو نبیِّ کریم، رءُوف رَّحیم صَلَّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلّم کے خادمِ خاص اور جلیل القدر صحابی حضرتِ انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالی عنہ عراق سے مدینۂ منوّرہ زادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيمًا وَّ تَكرِيمًا آئے تو حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْهِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہیں حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْهِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی نماز بہت پسند آئی چنانچہ نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: ''مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ مِنْ هٰذَا الْغُلَامِ یعنی میں نے اس نوجوان سے بڑھ کر رسول اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلّم سے مشابہ نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

(سیرت ابن جوزی ص ۳۴)

اطمینان سے نماز پڑھنے کی فضیلت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں بھی نماز اطمینان اور سکون سے پڑھنی چاہیے تاکہ ہماری نماز قبولیت کی معراج تک پہنچ سکے، چُنانچہ حضرتِ سیدنا عُبادہ بن صامِت رضی اللّٰہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ رحمت، شفیعِ اُمّت، شہنشاہِ نُبُوَّت، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْهِ وَالِہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے، ''جو شخص اچھی طرح وُضو کرے، پھر نماز کے لیے کھڑا ہو، اِس کے رُکوع، سُجُود اور قراءَت (قرا-ءَ-ت) کو مکمّل کرے تو نماز کہتی ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ تیری حفاظت کرے جس طرح تُو نے میری حِفاظت کی۔ پھر اس نماز کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اس کے لیے

چمک اور نور ہوتا ہے۔ پس اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں حتّٰی کہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ نماز اُس نمازی کی شفاعت کرتی ہے۔ اور اگر وہ اس کا رُکوع، سُجُود اور قراءت مکمّل نہ کرے تو نماز کہتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے ضائع کردے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر اس نماز کو اس طرح آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے کہ اس پر تاریکی چھائی ہوتی ہے اور اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر اس کو پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر مارا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، ج ۳، ص ۱۴۲، الحدیث ۳۱۴۰)

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ۔ ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
میں پڑھتا رہوں سنّتیں وقت ہی پر ۔ ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی

(وسائلِ بخشش ص ۸۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

مٹی پر سجدہ کیا کرتے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز (کپڑے وغیرہ کے بجائے) ہمیشہ مٹی پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ (احیاء العلوم، ج ۱ ص ۲۰۴)

مدنی پھول: سجدہ زمین پر بلا حائل ہونا مُسْتَحَب ہے۔ اگر کوئی کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو حرج نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۵۲۹، ۵۳۸)

آگے نہ پڑھ سکے

حضرتِ سیّدُ نا مقاتل بن حیّان رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ تلاوت کرتے ہوئے پارہ 23 سورہ صافات کی آیت 24 "وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔)" پر پہنچے تو رونے لگے، اسی آیت کو بار بار پڑھا مگر آگے نہ بڑھ سکے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۱۷)

صدرُ الافاضل حضرتِ علامہ مولٰینا سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الھادی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: (یعنی) صِراط کے پاس (ٹھہراؤ)، حدیث شریف میں ہے کہ روزِ قیامت بندہ جگہ سے ہل نہ سکے گا جب تک چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں: (۱) ایک اس کی عمر کہ کس کام میں گزری؟ (۲) دوسرے اس کا عِلم کہ اس پر کیا عمل کیا؟ (۳) تیسرے اس کا مال کہ کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا؟ (۴) چوتھے اس کا جسم کہ اس کو کس کام میں لایا؟ (ترمذی، ج ۴، ص ۱۸۸، الحدیث ۲۴۲۵)

تُلیں میرے اعمال میزاں پہ جس دم
پڑے اِک بھی نیکی نہ کم یاالٰہی (وسائلِ بخشش، ص ۸۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مَحَبّتِ مدینہ

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز مدینۂ طیِّبہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعظِیماً کے ادب واِحترام کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے، مثلاً مدینہ کا جو حَرَم رسولُ اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مقرر کردیا تھا، اس کے اندر کے درخت یا گھاس کو کاٹا نہیں جاسکتا تھا، جیسا کہ حضرتِ سیّدُنا جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مَرْوِی ہے کہ سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب وسینہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے گوشوں کے درمیان کو کہ اس میں خون بہایا جائے نہ شکار کیا جائے اور نہ ہی بجُز چارے کے یہاں کا درخت کاٹا جائے۔ (مسلم، کتاب الحج، الحدیث ۱۳۶۲ ص ۷۰۹)

غالباً اِسی فرمانِ مصطفٰی کا پاس رکھنے کے لئے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز فرمایا کرتے تھے: ایک شخص کو میرے سامنے اس حالت میں لایا جائے کہ وہ شراب لئے جاتا ہو مگر یہ گوارا نہیں کہ ایک شخص کو اس حالت میں لایا جائے کہ وہ حرمِ مدینہ سے کوئی چیز کاٹ کر لے جاتا ہو۔

(معجم البلدان، باب المیم والدال ج ۴ ص ۲۳۲ ملخصاً)

واہ! کیا بات ہے مدینے کی

حضرتِ سیّدُنا انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِّ اکرم نورِ مجسّم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم جب سفر سے آتے اور مدینہ پاک کی دیواروں کو دیکھتے تو اس کی

محبت کی وجہ سے اپنی سواری کو تیز فرمادیتے اور اگر گھوڑے پر ہوتے تو اسے ایڑی لگاتے۔ (بخاری، کتاب الحج، الحدیث ۱۸۰۲، ج۱، ص ۵۹۴)

؎ تُو عطّار کو چشمِ نَم دے کے ہر دم
مدینے کے غم میں رُلا یاالٰہی (وسائلِ بخشش ص ۸۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

اہلِ بیت سے محبت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز اہلِ بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بہت محبت رکھتے تھے، چنانچہ جب کسی چیز کو راہِ خدا میں پیش کرنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: اِبْتَغُوْا اَھْلَ بَیْتٍ بِھِمْ حَاجَۃٌ یعنی اُن اہل بیت کو تلاش کرو جو حاجت مند ہوں۔ (سیرت ابن جوزی ۴۲)

محبتِ اہلِ بیت کا فائدہ

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْ کُمْ مِنْ نِعَمِہٖ وَاَحِبُّوْنِی بِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوا اَھْلَ بَیْتِی لِحُبِّی یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے روزی دیتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کے لیے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے لیے میرے اہلِ بیت سے محبت کرو۔ (ترمذی، الحدیث ۳۸۱۴، ج۵، ص ۴۳۴)

مُفَسِّرِ شَہِیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃُ الحنّان اِس

حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت حاصل کرنے کے لئے مجھ سے محبت کرو کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں، محبوب کا محبوب خود اپنا محبوب ہوتا ہے، میری محبت حاصل کرنے کے لئے میرے گھر والوں، اولادِ پاک، اَزواجِ مطہرات (رضی اللہ تعالٰی عنھم) سے محبت کرو کیونکہ وہ میرے محبوب ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ان محبتوں میں ترتیب یہ ہے کہ اہلِ بیت کی محبت زِینہ ہے حضور (صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم) کی محبت کا اور حضور (صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم) کی محبت ذریعہ ہے رب تعالیٰ کی محبت کا۔

(مراۃ المناجیح ج ۸، ص ۴۹۳)

صحابہ کا گدا ہوں اور اہلبیت کا خادِم
یہ سب ہے آپ ہی کی تو عنایت یارسولَ اللہ (وسائل بخشش ص ۱۸۴)

کھڑے ہو کر استقبال کیا

جو لوگ خاندانِ نبوت سے تھوڑا سا تعلق بھی رکھتے تھے، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز اُن کے ساتھ اسی قسم کے فیاضانہ سُلوک کرتے تھے۔ چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ جو رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے مولیٰ زاد (یعنی آزاد کردہ غلام) تھے، اُن کی بیٹی ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کے پاس آئیں تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا، اپنی جگہ بٹھایا اور ان کی تمام ضرورتیں پوری کیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳۹) اسی طرح حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ

الْعَزِیز کے خلیفہ بننے کے بعد ایک بار خاندانِ بنو اُمیہ کے بہت سے لوگ دروازہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے، لیکن آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام کو سب سے پہلے باریابی کا موقع دیا تو ہشام نے جل کر کہا: کیا عمر بن عبدالعزیز کو سب کچھ کر کے اب بھی تسکین نہیں ہوئی کہ ایک غلام کو موقع دیتے ہیں کہ ہماری گردن پھاند کے چلا جائے۔ (سیرتِ ابن جوزی، ص ۹۲)

بشارتِ نبوی

امیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز مکہ مکرمہ کی طرف جارہے تھے کہ ایک چٹیل میدان میں ایک مُردہ سانپ دیکھا۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور ایک کپڑے میں اس سانپ کو لپیٹ کر دفن کر دیا۔ اچانک غیب سے ایک آواز سنائی دی: ”اے سُرَّق! تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے: اے سرّق! تم ایک چٹیل میدان میں مروگے اور تمہیں میری اُمت کا بہترین آدمی دفن کریگا۔“ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اس آواز دینے والے سے پوچھا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے، تم کون ہو؟“ اس نے کہا: ”میں ایک جن ہوں اور یہ سُرَّق ہے، ہم اُن جنات میں سے ہیں جنہوں نے مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم سے بَیعت کی ہے، ہم دونوں کے سوا اُن میں کوئی بھی زندہ نہیں رہا، میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا

تھا: ''اے سرّق! تم چٹیل میدان میں دم توڑو گے اور تمہیں میرا بہترین اُمّتی دفن کرے گا۔'' (دلائل النبوۃ، ج٦،ص ٤٩٤)

جنات کی تین قسمیں

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: ''جنات کی تین قسمیں ہیں: اَوّل: جن کے پَر ہیں اور وہ ہوا میں اُڑتے ہیں، دُوَم: سانپ اور کتے اور سِوُم: جو سفر اور قیام کرتے ہیں۔''

(اَلْمُسْتَدْرَکُ لِلْحَاکِم، الجن ثلاثۃ اصناف، الحدیث ٣٧٥٤، ج٣، ص ٢٥٤)

جنات کی مختلف شکلیں

علامہ بدرالدین شِبلی حنفی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی اپنی کتاب ''اٰکَامُ الْمَرْجَانِ فِیْ اَحْکَامِ الْجَانِ'' میں لکھتے ہیں: ''بلاشبہ جنات انسانوں اور جانوروں کی شکل اِختیار کر لیتے ہیں چنانچہ وہ سانپوں، بچھوؤں، اونٹوں، بیلوں، گھوڑوں، بکریوں، خچروں، گدھوں اور پرندوں کی شکلوں میں بدلتے رہتے ہیں۔'' [1]

(آکام المرجان فی احکام الجان، الباب السادس فی تطور الجن و تشکلھم، ص ٢١)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مدینہ

[1] : جنات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے ''جنات کی حکایات'' اور 262 صفحات پر مشتمل کتاب ''قوم جنات اور امیر اہلسنّت'' کا مطالعہ کیجئے۔

گورنری سے اِستعفٰی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز ۸۷ھ سے ۹۳ھ تک تقریباً 6 سال تک مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْماً وَّ تکْرِیماً میں گورنری کی خدمات اَنجام دیتے رہے، اس دوران طائف اور مکّۂ مکرَّمہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْماً بھی آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے زیرِ انتظام رہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے عَدْل واِنصاف نے مکے مدینے والوں کے دل جیت لئے مگر ایک افسوس ناک واقعہ کی وجہ سے آپ گورنری سے مُستَعفِی ہوگئے، ہوا یوں کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کو پیغام بھیجا کہ خُبَیب بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کو گرفتار کرلیں اور 100 کوڑوں کی سزا دیں۔ چنانچہ حضرتِ خُبَیب بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کو پابندِ سَلاسِل کردیا گیا اور جب انہیں سو کوڑے مارے گئے تو ایک گھڑے میں ٹھنڈا پانی لاکر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کو دیا گیا جسے آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے خُبَیب بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) پر پھینک دیا، سردیوں کے دن تھے، اُن پر کپکپی طاری ہوگئی۔ جب ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو آپ نے انہیں قید سے رہا کردیا اور اپنے فعل کی معافی مانگی۔ ان کے رشتہ دار انہیں گھر لے گئے۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز بہت پریشان تھے چنانچہ آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے اپنے مُعاوِن ''ماجِشُون'' کو معلومات کے لئے ان کے گھر بھیجا۔ جب ماجشون وہاں پہنچے تو حضرت خُبَیب بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی

کفن میں لپٹی ہوئی لاش ان کے سامنے تھی۔ ماجشون کا بیان ہے کہ جب میں واپس حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے پاس پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بے قراری کے عالَم میں اٹھ بیٹھ رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی بے چینی سے پوچھا: کیا ہوا؟ جب میں نے خُبَیب بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی موت کی خبر دی تو وہ غش کھا کر زمین پر گر گئے کچھ دیر بعد ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن'' پڑھتے ہوئے اٹھے اور گورنری سے مُستَعفی ہو گئے۔ اس واقعے کا آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو عمر بھر افسوس رہا، حتیٰ کہ جب کبھی کوئی کسی کام پر آپ کی تعریف کرتا کہ آپ نے بڑا شاندار کام کیا ہے تو فرمایا کرتے: ''مگر میں نے خُبَیب کے ساتھ کیا کِیا؟'' (سیرتِ ابن جوزی، ص ۴۴)

اِستعفیٰ یا معزولی؟

بعض روایات کے مطابق محلاتی سازشوں کے نتیجے میں ولید نے خود ہی انہیں مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْمًا کی گورنری سے معزول کر دیا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے اُس وَقت کے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو ایک خط روانہ کیا جس میں حجاج بن یوسف کے بڑھتے ہوئے مَظالِم کی شکایت کی گئی تھی۔ جب حجاج بن یوسف کو اِس بارے میں پتا چلا تو اس نے آگ بگولہ ہو کر ولید کو ایک خط میں لکھا کہ عراق سے بہت سے فسادی لوگ جلا وطن ہو کر مکّہ اور مدینہ میں آباد ہو گئے ہیں جو ایک قسم کی سیاسی کمزوری ہے (اور اس کا ذمہ دار وہاں کا گورنر ہے)۔ ولید نے جواب میں لکھا: مجھے گورنری کے لئے دو نام بتاؤ جنہیں

وہاں گورنری کی خدمت سونپی جاسکے۔ حجاج بن یوسف نے خالد بن عبداللہ اور عُثمان بن حیّان کے نام لکھ کر بھیجے، چُنانچہ ولید نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو معزول کرکے خالد بن عبداللہ کو مکّۂ مکرّمہ زادھَا اللّٰہُ شرفًا وّ تعظیمًا اور عثمان بن حیان کو مدینۂ منوّرہ زادھَا اللّٰہُ شرفًا وّ تعظیمًا میں گورنر مقرر کردیا۔

(تاریخ طبری ج ۴، ص ۱۹۹ تا ۲۱۴ ملخصاً)

صرف ایک غلام ساتھ تھا

جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز مدینۂ طیّبہ زادھَا اللّٰہُ شرفًا وّ تعظیمًا آئے تھے تو آپ کا ذاتی سامان اونٹوں پر لد کر آیا تھا مگر جب معزول ہونے کے بعد رات کی تاریکی میں دِمشق جانے کے لئے نکلے تو صِرف ایک غلام ''مُزاحم'' ساتھ تھا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۷ ملتقطاً)

بے چین ہوگئے

مدینۂ منوّرہ زادھَا اللّٰہُ شرفًا وّ تعظیمًا وّ تکریمًا سے رُخصتی کے وَقت حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو یہ حدیث یاد آئی: ''اَلْمَدِیْنَۃُ کَالْکِیْرِ تَنْفِی خَبَثَھَا'' یعنی مدینہ بھٹی کی طرح ہے کہ وہ میل کچیل اور گندگی کو نکال باہَر کرتا ہے، (الاحسان بترتیب ابن حبان، الحدیث ۳۷۲۴، ج ۶، ص ۱۸) اس پر بے چین ہوگئے اور اپنے غلام مُزاحم سے فرمایا: نَخْشٰی اَنْ نَّکُوْنَ مِمَّنْ نَّفَتِ الْمَدِیْنَۃُ یعنی ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم بھی اُن میں سے نہ ہوں جن کو مدینۂ منوّرہ زادھَا اللّٰہُ شرفًا وّ تعظیمًا وّ تکریمًا باہَر نکال

دیتا ہے۔(سیرت ابن جوزی ص ۲۲۴)

افسوس وقتِ رخصت نزدیک آرہا ہے اِک ہُوک اٹھ رہی ہے دل بیٹھا جارہا ہے
آہ! الفِراق آقا! آہ! الوداع مولیٰ اب چھوڑ کر مدینہ عطّار جا رہا ہے

(وسائلِ بخشش ص ۲۱۳)

بدشگونی کی تردید

امیرُ المُؤمِنین حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے غلام مُزاحم کا بیان ہے کہ: جب ہم مدینۂ طیبہ زادھَااللّٰہُ شرفاًوَّ تعظِیماً وَّ تکرِیماً سے نکلے تو میں نے دیکھا کہ چاند ''دَبَران'' میں ہے، میں نے ان سے یہ کہنا تو مناسب نہ سمجھا بلکہ یہ کہا: ''ذرا چاند کی طرف نظر فرمایئے، کتنا خوبصورت لگتا ہے۔'' آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے دیکھا تو چاند دَبَران[1] میں تھا، فرمایا شاید تم مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ چاند دَبَران میں ہے، مُزاحم! ہم چاند سورج کے ساتھ نہیں، بلکہ اللّٰہ واحد و قہّار عَزَّوَجَلَّ کے حُکم و مَشِیَّت کے ساتھ نکلتے ہیں۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۷)

بدشگونی کیا ہے؟

کسی چیز یا عمل کو دیکھ کر یا کسی آواز کو سن کر اسے اپنے حق میں اچھا یا برا سمجھنا شگون کہلاتا ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) اچھا شگون (نیک فال) (۲) بدشگونی۔

مدینہ

[1]: دَبَران چاند کی ایک منزل کا نام ہے، اس وقت چاند ثریا اور جوزا کے درمیان ہوتا ہے، عرب میں نجومیوں کا یہ وہم رائج تھا کہ یہ ساعت منحوس ہوتی ہے، مزاحم کا اشارہ اسی طرف تھا۔

مثلاً کوئی شخص گھر سے کہیں جانے کے لئے نکلا اور کالی بلی نے اس کا راستہ کاٹ لیا ، جسے اس نے اپنے حق میں منحوس جانا اور واپس پلٹ گیا یا یہ ذہن بنا لیا کہ اب مجھے کوئی نہ کوئی نقصان پہنچ کر ہی رہے گا تو یہ بدشگونی ہے جس کی اسلام میں مُمانعت ہے۔ اور اگر گھر سے نکلتے ہی کسی نیک شخص سے ملاقات ہوگئی جسے اُس نے اپنے لئے باعث خیر سمجھا تو یہ نیک فالی کہلاتا ہے اور یہ جائز ہے۔

بدشگونی کوئی چیز نہیں

حضرتِ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا: لَا طِیَرَۃَ وَخَیْرُھَا الفَالُ یعنی بدفالی کوئی چیز نہیں اور فال اچھی چیز ہے۔ لوگوں نے عَرْض کی: مَا الفَالُ ؟ فال کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''اَلْکَلِمَۃُ الصَّالِحَۃُ یَسْمَعُھَا یعنی اچھا کلمہ جو کسی سے سنے۔'' (بخاری، الحدیث ۵۷۵۴، ج ۴، ص ۳۶) یعنی کہیں جاتے وَقت یا کسی کام کا اِرادہ کرتے وَقت کسی کی زَبان سے اگر اچھا کلمہ نکل گیا، یہ فال حَسَن ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ص ۵۰۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خلیفہ کے مُشیر بن گئے

گورنری سے معزولی کے بعد حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ''سُوَیدا'' پہنچے۔ کچھ عرصہ وہیں رہے پھر آپ نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے دِمشق منتقل ہونے کا اِرادہ کیا اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پڑوس میں رہائش پذیر

ہوئے تاکہ اُسے بھلائی کے مشورے دے سکیں اور حتی المقدور اُسے ظُلم سے روک سکیں، یوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دارُ الخلافہ دِمشق میں ولید کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رُکن مقرر ہو گئے۔

ناحق قتل سے روکا

جب جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو موقع ملتا بڑی جراءت کے ساتھ حاکمِ وَقت کی اِصلاح فرمایا کرتے۔ ایک روز ولید سے فرمایا: ''میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جب آپ کو مکمل فرصت ہو مجھے یاد کر لیجئے گا۔'' ولید کہنے لگا: ''ابھی فرمائیے!'' جواب دیا: ''ابھی آپ اِطمینان اور دل جمعی کے ساتھ سن نہیں پائیں گے۔'' کچھ ہی عرصہ بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شامیوں کی ایک جماعت کے ساتھ دربارِ خلافت میں موجود تھے تو ولید کہنے لگا: ابوحَفص! کہیے آپ کیا کہنا چاہتے تھے؟ فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے، آپ کے گورنر اور اُمَراء لوگوں کو ناحق قتل کر ڈالتے ہیں پھر آپ کو اس کا جھوٹا سچا جُرم لکھ کر بھیج دیتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں آپ کی بھی پکڑ ہوگی کیونکہ ان کو آپ نے گورنر مقرر کیا ہے، لہٰذا آپ انہیں لکھ بھیجئے کہ کوئی گورنر کسی کو قتل نہ کرے جب تک اُس کے جُرم کی شَرعی شہادت آپ تک نہ پہنچا دے اور آپ اُس کے واجبُ القتل ہونے کا فیصلہ نہ کر دیں۔'' مِزاجِ شاھاں تابِ سُخن نَدارَد یعنی شاہوں کا مزاج سننے کی تاب نہیں رکھتا'' کے مِصداق ولید کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ اپنا غصہ پی گیا اور کہنے

لگا: اللہ عزَّوَجَلَّ آپ پر برکتیں نازل فرمائے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۴ ملخصاً)

حجاج کی سازش

آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے مشورے کے مطابق ولید نے تمام گورنروں کو یہ حُکم لکھ کر بھیج دیا۔ سوائے حجاج کے کسی نے اِس سے تنگی محسوس نہیں کی، اُس کو یہ حُکم بڑا شاق گزرا اور وہ اِس پر بڑا تلملایا، پہلے پہل اُس کا خیال تھا کہ یہ حُکم میرے سوا کسی اور کو نہیں بھیجا گیا لیکن جب اُس نے تفتیش کرائی تو معلوم ہوا کہ اُس کا یہ خیال صحیح نہیں۔ چُنانچہ اس نے کہا: یہ آفت ہم پر کہاں سے آپڑی؟ امیر المؤمنین کو یہ مشورہ کس نے دیا؟ اُسے بتایا گیا کہ یہ کارنامہ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ) نے انجام دیا ہے، یہ سن کر بولا: آہ! اگر مشورہ دینے والا عمر ہے تو اِس حُکم کو رَد کرنا ممکن نہیں۔ پھر حجاج نے ایک چال چلی وہ یوں کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک دیہاتی کو بلوایا جو بڑا اکھڑ، بد مزاج اور عقیدے کے اِعتبار سے خارِجی تھا، حجاج نے اس سے پوچھا: معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے اُن کی عیب جوئی کی۔ پھر پوچھا: یزید کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے یزید کو گالیاں سنا دیں، پھر پوچھا: عبدالملک کیسا تھا؟ اس نے کہا: ظالم تھا۔ پھر پوچھا: موجودہ خلیفہ ولید کیسا ہے؟ اس نے کہا: یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہے کیونکہ اُس نے تمہارے جَور وسِتَم کو جانتے ہوئے بھی تجھے ہم پر مُسلَّط کر دیا۔ اِس جواب کو سن کر حجاج خاموش ہوگیا کیونکہ اُسے لوگوں کو قتل کرنے پر دلیل چاہیے تھی جو اُسے مل چکی تھی، لہٰذا اُس نے

خارِجی کو ولید کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا: ''میں اپنے دین کے معاملے میں بے حد محتاط ہوں، جس رعایا پر آپ نے مجھے حاکم بنایا ہے اُن کی سب سے زیادہ حفاظت کرتا ہوں اور میں اِس بات سے نہایت اِحتراز کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص کو قتل کر دوں جو اس کا سزاوار نہ ہو، لیجئے! میں آپ کے پاس ایک شخص کو بھیج رہا ہوں، آپ اس کی باتیں سنئے اور یقین کیجئے کہ میں اِسی قسم کے لوگوں کو ان کے خیالاتِ فاسدہ کی بنا پر قتل کیا کرتا تھا، اب آپ جانیں اور یہ جانے!'' وہ خارِجی ولید کے دربار میں پیش ہوا۔ اُس وَقت مجلس میں اہلِ شام کی ممتاز شخصیات کے علاوہ خود حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز بھی موجود تھے، ولید نے خارِجی سے کہا: میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: ظالم اور جابر۔ ولید نے کہا: اور عبدالملک؟ خارجی بولا: جبّار اور سرکش۔ ولید نے کہا: اور معاویہ (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ)؟ خارجی نے کہا: ظالم (مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ)۔ ولید نے اپنے جلّاد ''ابنِ ریان'' کو حُکم دیا: اُڑا دو اِس کی گردن۔'' اگلے ہی لمحے خارجی کا سرتَن سے جُدا تھا۔ پھر ولید وہاں سے اُٹھ کر گھر چلا گیا اور خادِم سے کہا: ذرا عمر بن عبد العزیز (عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز) کو بُلا لاؤ۔ جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز اس کے پاس تشریف لے گئے تو کہنے لگا: ''ابو حَفْص! کیا خیال ہے؟ ہم نے ٹھیک کیا یا غَلَط؟ فرمایا: ''آپ نے اُسے قتل کر کے ٹھیک نہیں کیا، بہتر تھا کہ آپ اُسے جیل بھجواتے، پھر یا تو وہ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں توبہ کر لیتا یا اس کو موت آ لیتی۔'' ولید غصّے سے بولا: اُس نے

مجھے اور (میرے باپ) عبدالملک کو گالیاں دیں اور وہ خارجی تھا مگر پھر بھی آپ کے خیال میں میں نے اُسے قَتْل کر کے ٹھیک نہیں کیا؟ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: ''جی نہیں! واللہ! میں اِسے جائز نہیں سمجھتا، آپ اسے قید بھی تو کر سکتے تھے اور اگر معاف ہی کر دیتے تو اور بھی اچھا ہوتا۔'' یہ سن کر ولید غصّے سے اٹھ کر چلا گیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۴ ملخصًا)

کلمہ حق کہنے سے نہ ڈرے

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز فرماتے ہیں: ایک دن خلافِ معمول دوپہر کے وَقْت خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مجھے بلوایا، میں گیا تو وہ اپنے کمرۂ خاص میں تھا اور غصے میں دکھائی دیتا تھا۔ اُس نے مجھے اپنے سامنے اِس طرح بٹھا لیا جیسے مجرموں کو بٹھایا جاتا ہے، اس وَقْت وہاں ہم دونوں کے علاوہ اس کا جلّاد خالد بن ریان تھا جو تلوار سونتے کھڑا تھا۔ ولید نے گرج دار آواز میں پوچھا: اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو خلفاء کو بُرا بھلا کہتا ہے، اسے قَتْل کر دیا جائے یا نہیں؟ میں خاموش رہا، وہ پھر گرجا: جواب کیوں نہیں دیتے؟ میں پھر چپ رہا کیونکہ وہ مجھ سے ''ہاں'' کہلوانا چاہتا تھا، اس نے سہ بار پوچھا تو میں نے کہا: ''کیا مجھے قَتْل کرنا چاہتے ہو؟'' وہ کہنے لگا: ''نہیں، مگر سوال خلفاء کی عزت کا ہے۔'' اب کی بار میں نے ہمت کر کے کہا: تو میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو خلفاء کی توہین کرنے کے جُرم میں سزا دی جا سکتی ہے۔ ولید نے سر اٹھا کر جلّاد کی طرف دیکھا، مجھے

ایسا لگا جیسے اس نے مجھے قتل کرنے کا اشارہ کیا ہے، تاہم ایسا نہیں ہوا اور خلیفہ طیش کے عالَم میں یہ کہہ کر گھر کے اندر چلا گیا کہ یہ "مُتکبّر" ہے۔ اُس کے جانے کے بعد جلّاد نے مجھے بھی واپس ہونے کا اشارہ کیا اور میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ ہمارے بزرگانِ دین عَلَیْہِم رحمۃُ اللّٰہِ المُبِین نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے میں رُعبِ شاہی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اے کاش! ہمیں بھی اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے) جیسی عظیم ذِمّہ داری کا اِحساس ہوجائے اور ہم بھی اس کے بدلے میں ملنے والے ثواب کے لئے کوشاں ہوجائیں۔

نیکی کی دعوت کا ثواب

حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں عَرض کی: اے ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ! جو اپنے بھائی کو بلائے اور اُسے نیکی کا حُکم کرے اور برائی سے روکے اُس شخص کا بدلہ کیا ہوگا؟ فرمایا: "میں اس کے ہر کلمے کے بدلے **ایک سال کی عبادت کا ثواب** لکھتا ہوں اور اسے جہنّم کی سزا دینے میں مجھے حیا آتی ہے۔" (مکاشفۃ القلوب، باب فی الامر والمعروف، ص ۴۸)

سمجھانا کب واجب ہے؟

عام حالات میں اگرچہ نیکی کی دعوت دینا مُستحَب ہے، مگر بعض صُورتوں میں

یہ واجِب ہو جاتی ہے، واجِب ہونے کی صُورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کر رہا ہو اور ہمارا ظنِّ غالِب ہو کہ اس کو منْع کریں گے تو یہ مان جائیگا تو اب اس کو **بتانا، سمجھانا، منْع کرنا واجِب ہے**۔ اب ہم کو غور کرنا چاہئے کہ یہ واجِب کون ادا کر رہا ہے؟ مَثَلاً آپ دیکھ رہے ہیں کہ فُلاں بِلا عُذرِ شَرعی نَماز کی جماعت تَرْک کرنے کا گناہ کر رہا ہے اور وہ آپ سے چھوٹا بھی ہے بلکہ آپ کا ماتَحت، ملازِم یا بیٹا بھی ہے، اور آپ کا ظنِّ غالِب بھی ہے کہ سمجھاؤں گا تو مان جائیگا مگر آپ اُس کی اِصلاح کی کوشش نہیں فرماتے تو آپ گنہگار ہوں گے۔ (زلزلہ اور اس کے اسباب، ص ۵)

عطا ہو ''نیکی کی دعوت'' کا خوب جذبہ کہ
دُوں دُھوم سنّتِ محبوب کی مچا یاربّ (وسائلِ بخشش ص ۹۷)

فائدہ ہی فائدہ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نیکی کی بات بتانے، گناہ سے نفرت دلانے اور ان کاموں کیلئے کسی پر **اِنفِرادی کوشش** کا ثواب کمانے کیلئے یہ ضَروری نہیں کہ جس کو سمجھایا وہ مان جائے تو ہی **ثواب** ملیگا بلکہ اگر وہ نہ مانے تب بھی اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب ہی ثواب ہے اور اگر آپ کی **اِنفِرادی کوشش** سے کسی نے گناہوں سے توبہ کر کے سنّتوں بھری زندگی گزارنی شروع کر دی پھر تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا بھی بیڑا پار ہو جائیگا۔ آیئے اِس ضِمن میں **اِنفِرادی کوشش** کی ایک **مَدَنی بہار** سنتے چلیں، چُنانچِہ

بدنامِ زمانہ شخص کی توبہ

پنجاب (پاکستان) کے شہر مدینۃ الاولیاء (ملتان) کے نَواحی علاقے جَھوک وَینس میں مُقیم اسلامی بھائی کے بیان کا لبِ لباب ہے کہ **دعوتِ اسلامی** کے مَدَنی ماحول کی بَرَکتیں ملنے سے پہلے میں اپنے علاقے کا **بدنام ترین شخص تھا**۔ ہر دوسرے دن تھانے میں میرے خلاف کوئی نہ کوئی **شکایت** پہنچ جاتی۔ لوگ مجھ سے دور بھاگتے اور گھر والے میری حرکتوں کی وجہ سے سخت **نالاں** تھے۔ پھر وہ وَقت بھی آیا کہ مجھے اپنے علاقے میں **نیک نامی** نصیب ہوگئی اور میں اپنے گھر والوں کی آنکھوں کا **تارا** بن گیا۔ یہ اس طرح ممکن ہوا کہ جس جگہ میں نوکری کرتا تھا وہاں دعوتِ اسلامی کے ایک مبلغ کسی کام سے آئے، انہوں نے مجھ سے بھی ملاقات کی اور اِنفرادی کوشش کے دوران **دعوتِ اسلامی** کی مَدَنی بہاریں سُنانے کے بعد تحفے میں شیخِ طریقت **امیرِ اہلسنّت** دَامَت بَرَکَاتُہُمُ العَالِیَہ کے بیان کی کیسٹ **"قبر کی پہلی رات"** دی۔ جب میں نے یہ بیان سنا تو مارے **خوف** کے میرے رُونگٹے کھڑے ہوگئے۔ گزشتہ زندگی کے ناگُفتہ بہ حالات میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔ میں نے خُود کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا **نافرمان** پایا۔ اپنے اَنجام کا تصوُّر کر کے میں **بے قرار** ہوگیا۔ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر اُسی وَقت اپنے خالق ومالک عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگی اور سچی **توبہ** کرلی۔ پھر مجھ پر **دعوتِ اسلامی** کا ایسا مَدَنی رنگ چڑھا کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے اور اُن کی نفرت محبت میں تبدیل ہونا شروع ہوگئی۔ ایک خواہش **مسلسل** مجھے تڑپاتی

رہتی کہ کاش میں اس ولیِ کامل یعنی امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کی **زیارت** کا شربت پی سکوں جن کی بنائی ہوئی تحریک "دعوتِ اسلامی" کی بدولت میری زندگی میں مَدَنی انقلاب برپا ہوا۔ آخرکار میری سعادتیں اپنی مِعراج کو پہنچیں اور **امیرِ اہلسنّت** دامت بَرَکاتُہُم العالیہ غالباً کسی مَدَنی مشورے کے لئے عیدگاہ مدینۃُ الاولیاء ملتان تشریف لائے۔ وہاں میں آپ دامت بَرَکاتُہُم العالیہ کے دَستِ مُبارَک پر بیعت کر کے **عطاری** ہو گیا اور رات بھر دِیدارِ مُرشِد کے مزے بھی لُوٹتا رہا۔ تادمِ تحریر میں علاقائی مشاورت کے خادِم (نگران) کی حیثیت سے **مَدَنی کاموں** کی دُھومیں مچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مقبول جہاں بھر میں ہو دعوتِ اسلامی
صدقہ تجھے اے ربِّ غفار مدینے کا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دھوکہ دہی سے روکا

ولید کا بھائی سلیمان بن عبدالملک اس کا ولی عہد تھا مگر وہ اُسے ولی عہدی سے ہٹا کر اپنی اولاد کو خلافت منتقل کرنا چاہتا تھا اور یہ کام حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے تعاوُن کے بغیر ممکن نہ تھا۔ جب ولید نے اِس بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بات کی تو حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: "یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّا بَایَعْنَا لَکُمَا فِیْ عُقْدَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَکَیْفَ نَخْلَعُہٗ وَنَتْرُکُکَ یعنی امیر المؤمنین! ہم نے آپ دونوں کی ایک ہی وَقت میں بَیعَت کی تھی اب اکیلے

سلیمان کو اس بیعت سے کیسے الگ کر سکتے ہیں؟'' (سیرت ابن جوزی ۵۲) اِس پر ولید نے ناراض ہو کر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو قید میں ڈال دیا۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو کافی عرصہ قید میں رکھا گیا مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ اپنے اِرادے پر ثابت قدم رہے، بالآخر کسی کی سفارش پر رہائی ملی۔ سلیمان بن عبدالملک نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی وفاداری اور اِحسان کو یاد رکھا چنانچہ اپنے بعد آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ ہی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳۵) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

انسان کو وہی کچھ ملے گا جو آگے بھیجا ہو گا

ایک بار حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز، خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ کسی سفر کے لیے نکلے، آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنا سامان اور خیمہ وغیرہ پہلے سے آگے نہیں بھجوایا تھا۔ منزل پر پہنچے تو ہر شخص اپنے خیمے میں چلا گیا جو اُس نے پہلے سے بھجوا رکھا تھا۔ سلیمان بھی اپنے خیمے میں چلا گیا، جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کہیں نظر نہ آئے تو سلیمان نے کہا اِنہیں تلاش کرو، غالباً انہوں نے کوئی خیمہ نہیں بھیجا تھا۔ تلاش کیا گیا تو وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے رو رہے تھے۔ سلیمان کو اِطلاع دی گئی، اس نے آپ کو بلایا اور دریافت کیا: ''ابو حَفص!

کیوں رو رہے تھے؟'' فرمایا: امیر المومنین! مجھے قیامت کا دن یاد آ گیا، دیکھئے میں نے گھر سے کوئی چیز نہیں بھیجی تھی، اِس لئے مجھے یہاں کچھ نہیں ملا، اِسی طرح قیامت میں بھی جس نے جو چیز آگے بھیجی ہوگی وہی اُسے ملے گی۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۳ ملخصاً)

ہائے! حُسنِ عمل نہیں پلّے حشر میں میرا ہوگا کیا یاربّ
خوف آتا ہے نارِ دوزخ سے ہو کرم بہرِ مصطفٰے یاربّ

(وسائل بخشش ص ۸۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بارش سے عبرت

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ایک بار سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ حج کے لیے گئے۔ حج کے بعد طائف گئے تو راستہ میں گرج چمک کے ساتھ شدید بارش ہوئی، سلیمان نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''ابوحفص! کبھی ایسی بارش دیکھی؟'' فرمایا: ''ھٰذَا عِنْدَ نُزُوْلِ رَحْمَتِہٖ فَکَیْفَ لَوْ کَانَ عِنْدَ نُزُوْلِ نِقْمَتِہٖ یعنی ابھی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی بارش ہے، اگر اس کے غضب کی بارش ہو تو کیا حالت ہوگی؟'' (سیرت ابن جوزی ۵۲)

گر تُو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی
ہائے! میں نارِ جہنّم میں جلوں گا یاربّ! (وسائل بخشش ص ۹۱)

یہ صدقے سے بہتر ہے

ایک صحرا میں اِسی قسم کا اور بھی واقعہ پیش آیا تو سلیمان نے گھبرا کر ایک لاکھ دِرْہم حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کو صدقہ کرنے کے لئے دیئے کہ اُس کی بَرَکت سے بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کی یہ آفت ٹل جائے تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اِنْفرادی کوشش کرتے ہوئے اُسے مشورہ دیا: اِس سے بھی بہتر ایک کام ہے۔ سلیمان نے پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا: آپ نے بعض لوگوں کی جائیداد غَصَب کر رکھی ہے، وہ واپس دے دیجئے۔ یہ اِنْفرادی کوشش رنگ لائی اور سلیمان نے اُن کے تمام مال، جائیداد واپس کر دیئے۔ (سیرت ابن جوزی ۵۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حکایت سے ہمیں یہ دَرْس ملا کہ جب کوئی مصیبت آن پڑے تو اُس سے نجات پانے کے لئے دعا کرنے اور صدقہ دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ کہیں ہم نے کسی کی زمین، مال یا کسی کی جائیداد پر ظالمانہ قبضہ تو نہیں کر رکھا اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو سَلْب کردہ حُقُوق فوراً ادا کر دینے چاہئیں، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ مصیبت ٹلنے کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیاں بھی نصیب ہوں گی۔

دُنیا کو دُنیا کھا رہی ہے

ایک مرتبہ دورانِ سفر مقام عُسْفان کے قریب پہنچ کر سلیمان نے اپنے لاؤ لشکر اور قطار دَر قطار خیموں کو دیکھا تو سَرْشاری میں حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ

رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے پوچھا: کَیْفَ تَرٰی مَاھَاھُنَا یَاعُمَرُ؟ یعنی آپ کو یہ سب دیکھ کر کیا محسوس ہو رہا ہے؟ جواب دیا: اَرٰی دُنْیَا یَأْکُلُ بَعْضُھَا بَعْضًا اَنْتَ الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا وَالْمَاخُوْذُ بِمَافِیْھَا یعنی مجھے تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ دنیا کو دنیا کھا رہی ہے، آپ سے اِس کا سوال اور مواخذہ کیا جائے گا۔ (سیرت ابن جوزی ۵۲)

یہ تمہارے فریق ہیں

عَرفات میں قیام کے دوران سلیمان نے اجتماع گاہ کی طرف دیکھ کر کہا: کتنے زیادہ لوگ جمع ہیں! حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اسے فِکرِ آخرت دلاتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کے فریق ہیں (یعنی قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں آپ کے خلاف دعویٰ کریں گے)۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۹)

حکمِ شرعی کو فوقیت ہے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے سلیمان بن عبدالملک سے کہا کہ میرے والد صاحب (یعنی عبدالعزیز رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کی بعض صاحبزادیوں کا عبدالملک کی وِراثت میں حصہ بنتا ہے وہ دِلوایا جائے۔ سلیمان نے جواب دیا کہ عبدالملک نے ایک تحریر چھوڑی ہے کہ اُن کو حصہ نہ دیا جائے۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کچھ دیر خاموش رہے، دوبارہ اِسی موضوع پر گفتگو کی تو سلیمان سمجھا کہ شاید ان کو میری بات کا یقین نہیں آیا چنانچہ خادِم کو کہا: ذرا عبدالملک کی کتاب لانا۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے کہا:

کیا تم نے کتابُ اللہ منگوائی ہے (یعنی جب شریعت نے میراث میں ان کا حصہ مقرر کیا ہے تو کوئی اپنی تحریر سے اسے کیسے ختم کرسکتا ہے؟) یہ سن کر سلیمان خاموش ہو کر رہ گیا اور اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۷)

عورتوں کو بھی میراث میں سے حصہ دیجئے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس شریعت نے وِراثت میں مَردوں کا حصہ مقرر فرمایا ہے اُسی شریعت نے عورتوں کا بھی حصہ مقرر کیا ہے لہٰذا ورثے کی تقسیم کے وَقت مَردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی حصہ دینا لازم ہے مگر افسوس کہ ہمارے معاشرے میں ایک تعداد عورتوں کو وِراثت میں حصہ دینے میں رُکاوٹ بنتی ہے بلکہ اگر کوئی اسلامی بہن اپنا حصہ شَرعی لینے پر اِصرار کرے تو اوّل تو اُسے حصہ دینے سے ہی اِنکار کردیا جاتا ہے یا پھر یہ دھمکی دی جاتی ہے کہ اگر حصہ لینا ہے تو ہم سے تعلق ختم کرنا ہوگا نیز حصہ طَلَب کرنے کو مَعْیُوب سمجھا جاتا ہے جو کہ دُرست نہیں ہے۔

جُذامیوں کی جان بچائی

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک ایک رات مکہ مکرمہ کے قریب سواری پر جا رہا تھا کہ اُونگھ آ گئی، اتنے میں جُذامیوں کے شور مچانے اور گھنٹیاں بجانے کی آواز آئی گھبراہٹ اور بے چینی سے سلیمان کی آنکھ کھل گئی، انکی اِس حرکت پر بڑی کوفت ہوئی اور اس نے جَلال کے مارے حُکم دے دیا انہیں آگ سے جلا دیا جائے، جس شخص کو یہ حُکم دیا گیا تھا وہ بے حد پریشان ہوا کہ کیا کیا جائے؟ اتنے میں اُس کی ملاقات

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز سے ہوئی اور اُس نے سارا ماجرا سنا کر مدد کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: ''ذرا ٹھہرو! میں امیر المومنین سے ملتا ہوں۔'' چُنانچہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز سلیمان کے پاس گئے، کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں پھر آپ نے فرمایا: امیر المومنین! آپ نے کبھی ان مُبتلائے مصیبت (جذامی) لوگوں جیسا بھی کوئی دیکھا؟ اللہ عزوجل اپنی عافیت میں رکھے، کاش آپ ان کو یہاں سے نکال دینے کا حُکم فرما دیتے۔'' سلیمان نے اِعتراف کرتے ہوئے کہا: ''آپ نے ٹھیک فرمایا، ان کو یہاں سے نکال دیا جائے۔'' حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز واپس آئے اور اُس شخص سے فرمایا: امیر المومنین نے ان کو (جلانے کے بجائے) یہاں سے نکال دینے کا حُکم فرما دیا ہے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۶)

مُثلہ کرنے سے روکا

ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک کے چند لشکری رات بھر گانے بجانے میں مصروف رہے، صبح سلیمان نے انہیں بلوا کر ڈانٹا اور بطورِ سزا انہیں خَصی کرنے (یعنی نامرد بنانے) کا حُکم دے دیا مگر حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے فرمایا: ھٰذَا مُثْلَۃٌ وَّلَاتَحِلُّ یعنی یہ مُثلہ ہے اور جائز نہیں ہے۔ تو سلیمان نے انہیں چھوڑ دیا۔

(سیرت ابن جوزی ۴۹)

مُثلہ سے منع فرماتے

حضرتِ سیّدنا عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ہم کو مُثلہ سے منع فرماتے تھے۔

(ابوداوٗد، الحدیث ۲۶۶۷، ج ۳، ص ۷۲)

مُفَسِّرِشہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃُ الحنّان فرماتے ہیں: مُثلہ کے لُغوی معنیٰ ہیں سخت سزا، اِصطلاح میں میّت یا مقتول کے ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک، ذَکَر (یعنی آلہ تناسُل) وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۵، ص ۲۶۷)

فیاضی کی حقیقت

ایک بار سلیمان بن عبدالملک مدینۂ منوّرہ زادھَا اللّٰہُ شرفًا وَّ تعظِیمًا آیا تو وہاں بہت سا مال تقسیم کیا پھر داد طلب نگاہوں سے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو دیکھتے ہوئے پوچھا: ابوحَفْص! آپ نے دیکھا ہم نے کیسی فَیّاضی کی! فرمایا: میرے خیال میں تو آپ نے مالداروں کے مال میں اِضافہ کر دیا اور فقیروں کو اُسی طرح تنگدستی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۲)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حکایت سے ہمیں یہ مَدَنی پھول ملا کہ صدقہ وخیرات پر پہلا حق تنگدست کا ہے نہ کہ مال دار کا، جس کا پیٹ پہلے ہی سے بھرا ہوا ہو اُس کے منہ میں نوالے ٹھونسنے کے بجائے بھوکے کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عَقْلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم۔

خلیفہ کی توہین پر قتل کا حکم

ایک شخص نے بَرِسَرِ عام خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو بُرا بھلا کہا اور اُس کی سخت توہین کی۔ سلیمان نے اُس کے بارے میں مشورہ کیا کہ اسے کیا سزا دی جائے؟ حاضرین نے کہا: فوراً اِس کی گردن اُڑا دی جائے مگر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز خاموش رہے۔ سلیمان نے کہا: عمر! آپ نے کچھ نہیں فرمایا! جواب دیا: اگر آپ مجھ سے پوچھنا ہی چاہتے ہیں تو سنئے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے علاوہ کسی کو سَب وشتم کرنے والے کی خون ریزی جائز نہیں۔ یہ جواب سن کر سب لوگ اُٹھ گئے اور سلیمان بھی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا: اے عمر! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں خوش رکھے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۲)

سلیمان بن عبدالملک کا اِعتراف

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے شریعت کے عین مطابق دیئے گئے مشوروں کا ہی نتیجہ تھا کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو آپ کی عظمتوں کا اِعتراف تھا چنانچہ اس کا بیان ہے: "حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز جب کبھی میرے پاس موجود نہ ہوں تو مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو اُن سے زیادہ معاملہ فہم اور صحیح مشورہ دینے والا ہو۔" (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۰۲)

جھوٹ سے نفرت

ایک بار حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز، خلیفہ سلیمان بن

عبدالملک کی رَفاقت میں آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے کسی پُر فضا مقام میں گئے، اتفاقاً وہاں اِن کے اور خلیفہ سلیمان کے غلاموں کے درمیان کسی بات پر تکرار ہوگئی، حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے غلاموں نے خلیفہ سلیمان کے غلاموں کی پٹائی کردی، انہوں نے اِسکی شکایت خلیفہ سلیمان سے کی، سلیمان نے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو بلایا اور شکایت کے لہجے میں کہا: ''آپ کے غلاموں نے میرے غلاموں کو مارا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس بات کا عِلم نہیں۔'' سلیمان بگڑ کر بولا: ''آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔'' فرمایا: ''جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اور مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ آدمی کو نقصان دیتا ہے، آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو جھوٹ سے کس قدر نفرت تھی! اور جھوٹ سے نفرت ہونی بھی چاہئے مگر صد افسوس! آج کثرت سے جھوٹ بولنے کو کمال اور ترقی کی علامت جبکہ سچ کو بے وقوفی اور ترقی میں رُکاوٹ تصور کیا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو مَذْمُوم مقاصد کے لئے جھوٹی قسم اُٹھانے سے بھی دَریغ نہیں کیا جاتا۔ یاد رکھئے! جھوٹ بولنے والا دنیا میں چاہے کتنی ہی کامیابیاں اور کامرانیاں سمیٹ لے، آخرت میں ناکامیاں اور رُسوائیاں اُس کا استقبال کریں گی، لہٰذا! ہمیں چاہئے کہ اپنی زبان کو جھوٹ بولنے سے محفوظ رکھیں۔

جھوٹ کی مذمت میں تین فرامین مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم

(۱) اَلَا اِنَّ الْکِذْبَ یُسَوِّدُ الْوَجْہَ وَالنَّمِیْمَۃَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ یعنی ''جھوٹ، انسان کو رُسوا کر دیتا ہے اور چغلی عذابِ قبر کا سبب بنتی ہے۔'' (الترغیب والترہیب کتاب الادب، الحدیث ۴۵۲۰، ج ۳، ص ۴۵۶) (۲) اِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْہُ الْمَلَکُ مِیْلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِہٖ یعنی جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرِشتہ اُس کی بدبو سے ایک مِیل دور ہو جاتا ہے۔ (سنن الترمذی، ج ۳، ص ۳۹۲، الحدیث ۱۹۷۹) (۳) اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِی اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِی اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یُکْتَبَ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِی اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِی اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ کَذَّابًا یعنی سچ بولنا نیکی کی طرف اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور بے شک بندہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے صِدِّیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولنا فِسق و فُجور کی طرف جبکہ فِسق و فُجور دوزخ میں لے جاتا ہے، اور بے شک بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم، کتاب الادب، باب قبح الکذب، الحدیث ۲۶۰۷، ص ۱۴۰۵)

میں جھوٹ نہ بولوں کبھی گالی نہ نِکالوں
اللہ مَرض سے تُو گناہوں کے شِفا دے (وسائل بخشش ص ۱۰۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حضرت خضر علیہ السلام سے شرفِ ملاقات

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز ایک رات تن تنہا سوار ہو کر کہیں جانے کے لئے نکلے، آپ کے خادم مُزاحم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے آگے ذرا فاصلے پر تھے، مُزاحم نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے جس نے اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھا ہوا ہے، حالانکہ گھر سے آپ تنہا نکلے تھے۔ مُزاحم کہتے ہیں: میں نے سوچا یہ کوئی رہبر ہوگا جسے راستہ بتانے کے لیے ساتھ لے لیا ہوگا۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی تا کہ آپ سے جا ملوں۔ میں آپ تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ تنہا چل رہے ہیں اور کوئی آپ کے ساتھ نہیں۔ میں نے عَرض کی: میں نے ابھی آپ کے ساتھ ایک شخص کو دیکھا تھا، وہ اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، میں سمجھا کہ وہ کوئی رہبر ہوگا، لیکن میں آپ تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ تنہا ہیں۔ فرمایا: مُزاحم! کیا واقعی تم نے انہیں دیکھا ہے؟ عَرض کی: جی ہاں، فرمایا: میرا گمان ہے تم نیک آدمی ہو، دراصل وہ حضرتِ سیِّدنا خضر علیہ السلام تھے، وہ مجھے بتا رہے تھے کہ مجھے اس امر (یعنی خلافت) سے پالا پڑے گا اور (حق تعالیٰ کی جانب سے) اس پر میری مدد کی جائے گی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۷)

حضرتِ خضر علیہ السلام کون ہیں؟

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 561 صفحات پر مشتمل کتاب ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' کے صفحہ 483 پر ہے: حضرتِ سیِّدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں، زندہ ہیں۔ (عمدة القاری، کتاب العلم، باب ما ذکر فی ذهاب موسی......الخ،

ج ۲،ص ۸۴،۸۵) فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: مالکِ بحر و بَر اور ہر خشک وتَر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہے اور اُس کی عطا سے حُضُور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حُضُور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) کی نیابت (یعنی نائب ہونے کی حیثیت) سے خِضَر علیہ السلام کے تصرُّفات خشکی ودریا دونوں میں ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علی محمَّد

ایمان افروز خواب

حضرت سیدنا رَجابن حَیْوَۃ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ ''اُردن'' کے رہنے والے تھے، اپنے دور کے بہت بڑے عابد، خوش اخلاق، دانا، حلیم اور باوقار تھے، خلفا انکی قدر کرتے تھے اور انہیں اپنا وزیر ومُشیر اور اپنے حکام اور اولاد کا نگران مقرر کیا کرتے تھے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ انکے مَراسم بہت گہرے تھے، اُسے اِن پر بڑا اِعتماد تھا اور اپنے راز اُن سے کہہ دیتا تھا۔ جبکہ خاندانِ بنی مَروان میں سے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو سلیمان کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل تھا اور اسے آپ سے خصوصی تعلُّق تھا۔ جب سلیمان نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْماً وَّ تکرِیماً کا گورنر بنایا تو حضرت سیّدنا رَجا بن حَیْوَۃ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو ان کے پاس بھیجا تاکہ وہ انکے طور وطریق اور سیرت ورَوِش کی ٹھیک خبر لائیں۔ غالباً سلیمان کے دل میں حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا اِرادہ موجود تھا، وہ یہ معلوم کرنا

چاہتا تھا کہ آپ کہاں تک اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حضرت سیدنا رجا بن حَیْوۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے پاس گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے انکی بہت زیادہ تعظیم وتکریم کی۔ چند دن آپ کے یہاں انکا قیام رہا۔ معمول یہ تھا کہ ہر صبح نماز فجر کے بعد وہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے پاس چلے جاتے، دونوں کی نجی مجلس ہوتی، جب تک حضرت سیدنا رجا بن حَیْوۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ موجود رہتے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ ایک دن جب یہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے پاس گئے تو مخاطب تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے تھے مگران کا ذہن غیر حاضر تھا۔ دراصل انہوں نے رات ایک خواب دیکھا تھا، اُسی کی سوچ میں لگے ہوئے تھے۔ جب حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ان سے دریافت کیا: کیا بات ہے؟ آپ کا ذہن کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: دراصل میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے، بس اُسی کے بارے میں سوچ سوچ کر تعجب کررہا ہوں۔ کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے بیان تو کیجئے کہ آپ نے کیا خواب دیکھا؟'' انہوں نے کہا: میں نے آج رات دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں، میں ابھی اُن کھلے ہوئے دروازوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک دو فِرِشتے اُترے، انکے ساتھ ایک تخت تھا، میں نے ایسا خوب صورت تخت کبھی نہیں دیکھا، یہ تخت انہوں نے مدینہ منورہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْمًا وَّ تَکْرِیْمًا میں لاکر رکھا اور جس

راستے سے آئے تھے اسی سے واپس چلے گئے۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں دوبارہ آئے، اِس بار اُن کے پاس ایسے سفید کپڑے تھے کہ میں نے ایسے بہترین کپڑے کبھی نہیں دیکھے، اُنکی مہک میرے مَشامِ جاں کو معطّر کر رہی تھی، میں ان دونوں کے قریب گیا اور پوچھا کہ یہ کپڑے کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سُندُس واِستبرَق ہیں۔ پھر وہ اوپر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ ایک پیکرِ نُور بزرگ بھی تھے، حلیہ یہ تھا: آنکھیں بڑی بڑی خوبصورت سرخ وسفید اور سُرمگیں، زُلفیں نہایت سیاہ کانوں کی لَو تک، دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ اچھا خاصا، جسم سڈول اور شخصیت سراپا ہیبت ووقار کا مجسمہ دونوں فرشتوں نے نُورانی بُزرگ کو اُس تخت پر جو سُندُس واِستبرَق کے فرش پر بچھا ہوا تھا لا کر بٹھا دیا، میں نے قریب جا کر دریافت کیا: ''یہ کون بزرگ ہیں؟'' فرشتوں نے بتایا: ''رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہٖ والہٖ وسلَّم'' یہ سن کر میں تو کانپ گیا اور ادب کے مارے اُلٹے پاؤں ہٹتے ہٹتے کچھ دُور جا کھڑا ہوا مگر وہاں سے یہ سارا منظر نظر آ رہا تھا اور گفتگو بھی سنائی دے رہی تھی۔ اِسی دوران ایک اور بُزرگ وہاں تشریف لے آئے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہٖ والہٖ وسلَّم ان کی طرف متوجّہ ہوئے، اسلام میں اُن کے کارناموں کی تعریف فرمائی اور فرمایا: تم ابوبکر صدیق ہو، میرے رفیقِ غار ہو، مگر یہاں معاملہ کسی اور کے سپُرد ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ بدستور کھڑے رہے، کچھ دیر بعد آواز آئی: ان کو چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ تخت کے ایک طرف زمین پر بیٹھ گئے۔

پھر ایک اور شخص تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے حاضر ہوئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کی طرف توجُّہ فرمائی، ان کے اسلامی کارناموں کی تعریف فرمائی اور فرمایا: تم فاروق ہو، جس کے ذریعہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے دین کو عزت بخشی مگر یہاں معاملہ کسی اور کے سپُرد ہے۔ یہ بھی کچھ دیر کھڑے رہے، پھر آواز آئی: ان کو چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔ اسی طرح ایک ایک خلیفہ کو لایا جاتا رہا، یہاں تک کہ آپ کا نمبر آیا، حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز یہ سنتے ہی کانپتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور فرمایا: "ہاں! ابوالمِقدم! ذرا جلدی بتایئے کہ میرے ساتھ کیا گزری؟" انہوں نے کہا: آپ کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے بڑی دیر تک آپ کو حُضُورِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے سامنے کھڑا رکھا گیا بالآخر رہائی کا حُکم ہوا اور آپ کو شَیْخَین کَرِیْمَین (یعنی حضرت ابوبکر و عمر) رضی اللہ تعالی عنہما کے قریب بٹھا دیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو اِس خواب سے بڑی حیرت ہوئی اور حضرتِ سیِّدنا رَجا بن حَیْوَہ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ سے فرمایا: اگر مجھے آپ کے وَرَع وتقویٰ، صِدْق ووَفا اور دوستی ورَفاقت پر اِعتماد نہ ہوتا تو میں یہی کہتا کہ آپ کا خواب صحیح نہیں کیونکہ میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں کبھی اِس امرِ خلافت کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا، مگر آپ کا خواب اور آپ کی گفتگو سن کر مجھے خیال ہوتا ہے کہ خواہی نخواہی مجھے اِس اُمت کی خلافت میں مُبتلا ہونا ہی پڑے گا۔ بخدا! اگر میں اس میں مُبتلا ہوا تو

یہ دنیا کا شَرَف تو ہے ہی مگر میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ذریعہ آخرت کا شَرَف حاصل کرلوں گا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۸ ملخصًا) **اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خلیفہ کیسے بنے؟

دابِق کے مقام پر (جو فوج کی اجتماع گاہ تھی) خلیفہ سلیمان بن عبدُ الملک شدید بیمار ہوگیا۔ جب زندگی کی کوئی اُمّید باقی نہ رہی تو اس نے اپنے کم سِن بیٹے ایوب کے نام خلافت کی وَصِیَّت لکھ دی مگر حضرتِ سیِّدُنا رَجاء بن حَیْوَۃ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے مشورہ دیا: **یاامیرَالمُؤمنین**! یہ آپ نے کیا کیا؟ خلیفہ کو اُس کی قبر میں جو چیز محفوظ رکھے گی وہ یہ ہے کہ وہ کسی نیک آدمی کو خلیفہ بنائے۔ یہ سُن کر سلیمان نے کہا: میں اِس بارے میں اِستخارہ کرتا ہوں کیونکہ ابھی میرا ایّوب کو جانشین بنانے کا اِرادہ پُختہ نہیں ہے۔ ایک یا دو دن بعد سلیمان نے وہ تحریر پھاڑ دی اور حضرتِ سیِّدُنا رَجاء بن حَیْوَۃ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے کہا: میرے بیٹے داؤد بن سلیمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ یہاں سے بہت دُور قُسطُنطُنیہ میں ہے اور یہ بھی پتا نہیں کہ زندہ بھی ہے یا نہیں! کافی دیر سوچنے کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے پوچھا: عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرتِ سیِّدُنا رجاء بن حَیْوۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں انہیں عُمدہ اور بہترین مسلمان سمجھتا ہوں۔ سلیمان نے ان کی تائید کی اور کہا: **واللہ**! وہ یقیناً بہترین ہیں لیکن اگر عبدالملک کی اولاد کو چھوڑ کر میں انہیں خلیفہ بنادوں تو فتنہ اُٹھ کھڑا ہوگا اور وہ لوگ انہیں چین سے حکومت نہیں کرنے دیں گے، ہاں! ایک صورت ہے کہ اگر میں عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے بعد عبدالملک کی اولاد میں سے بھی کسی کو خلیفہ نامزد کردوں تو یہ انہیں قبول ہوں گے۔ چنانچہ سلیمان بن عبدالملک نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدُالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز اور یزید بن عبدُالملک کو بالترتیب اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے اپنے ہاتھوں سے یہ خلافت نامہ لکھا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے! یہ خط **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے، **امیرُ الْمُؤْمنین** سلیمان کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے لئے ہے۔ بے شک میں نے اپنے بعد اِن کو خلافت کا مُتَوَلّی بنایا اور اس کے بعد یزید بن عبدالملک کو، پس تم لوگ اِن کی بات سنو اور اِطاعت کرو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور آپس میں اِختلاف مت کرو۔'' یہ وَصِیَّت نامہ لکھا اور مہر بند کرکے ''کَعْب بن جابر'' نامی پولیس افسر کے حوالہ کیا کہ وہ اس وَصِیَّت نامے پر بنواُمیہ سے بَیْعَت لے چنانچہ سلیمان بن عبدالملک کی زندگی ہی میں اِس پر بَیْعَت لے لی گئی۔ چونکہ سلیمان کو بَنُو اُمَیَّہ کی طرف سے خطرہ لاحق تھا اس لئے مرنے سے پہلے حضرتِ سیِّدُنا رجاء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو دوبارہ بَیْعَت کی تاکید کی۔ (سیرت ابن جوزی ٦٠،٦١)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دونوں میں کتنا فرق ہے؟

حضرتِ سیِّدُنا رَجاءبن حَیْوَۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: جب پہلی مرتبہ سلیمان کی زندگی میں ہی نئے خلیفہ کے لئے بَیعَت لے لی گئی اور لوگ چلے گئے تو عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) میرے پاس آکر کہنے لگے: بے شک سلیمان میری بڑی عزت کرتا ہے، مجھ سے بڑی محبت رکھتا ہے اور لُطف وکَرَم سے پیش آتا ہے، اِس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اِس وَصِیَّت نامے میں میرا نام نہ لکھ دیا ہو، اگر ایسی بات ہے تو مجھے بتا دیجئے تا کہ میں ابھی اُس سے معذرت کرلوں۔ مگر میں نے جواب دیا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آپ کو ایک حَرف بھی نہیں بتانے والا۔'' تو وہ ناراض ہوکر چلے گئے۔ جبکہ ہشام بن عبدالملک نے مجھ سے مل کر کہا: بے شک سلیمان کی نظر میں میرے لئے بڑا اِحترام اور محبت ہے، مجھے بتایئے کہ کیا یہ وَصِیَّت میرے لئے ہے کہ اگر ایسا ہے تو فبھا (یعنی ٹھیک)، ورنہ میں اس سے ابھی بات کرتا ہوں کیونکہ میرے ہوتے ہوئے کسی اور کو خلیفہ کیسے بنایا جاسکتا ہے! میں آپ کا نام کسی سے ذِکر نہیں کروں گا، مجھے ضرور بتایئے۔ تو میں نے اِنکار کیا اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تمہیں ایک لفظ بھی نہیں بتاؤں گا۔ ہشام نا اُمید ہوکر وہاں سے چل دیا اور ہاتھ ملتے ہوئے کہہ رہا تھا: ''کیا خلافت مجھ سے پھیر دی جائیگی اور کیا خلافت عبدالملک کی اولاد سے نکل جائے گی!'' (سیرت ابن جوزی ۶۱)

میرا نام نہ لیجئے گا

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے حضرتِ سیّدنا رجا بن حَیْوَۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو وَصِیَّتِ خلافت لکھے جانے سے قبل بھی قسم دے کر کہا تھا کہ اگر سلیمان بن عبدالملک "ولی عہدی" کے لئے میرا نام لے تو آپ منع کر دیجئے گا اور اگر میرا نام نہ لے تو آپ بھی نہ لیجئے گا۔ (سیرت ابن عبدالحکم، ص ۲۸)

خلافت کا اعلان

جب سلیمان بن عبدُ الملک کا انتقال ہوگیا تو حضرتِ سیّدنا رجا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اندیشہ ہوا کہ بنُو اُمیّہ آسانی سے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کی خلافت قبول نہ کریں گے، اس لئے کچھ دیر کے لئے سلیمان کی موت کو چھپائے رکھا یہاں تک کہ دِمَشق کی جامع مسجد میں بنُو اُمیّہ کے اَفراد کو جمع کر کے دوبارہ بیْعَت لے لی۔ اس کے بعد سلیمان کی موت کی خبر دی گئی اور وَصِیَّت نامہ کھول کر پڑھا گیا جس میں حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کی خلافت کی وَصِیَّت درج تھی، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خلیفہ بننے کا اعلان کر دیا گیا مگر آپ کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ جب تلاش کیا گیا تو مسجد کے آخری کونے میں سر جھکا کر بیٹھے ہوئے ملے۔ خلافت کے لئے نام نکلنے کے بعد آپ کی حالت غیر ہو رہی تھی حتّٰی کہ اُٹھنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ لوگ انہیں سہارا دے کر منبر کے قریب لائے اور اس پر بٹھا دیا۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کافی دیر

تک خاموش بیٹھے رہے، بالآخر پہلی بات یہ اِرشاد فرمائی ''اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے پوشیدہ اور ظاہری طور پر کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے خلافت کا سوال نہیں کیا تھا۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۶۴، ۶۹ ملخصا) یوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۰ صفر المظفر 99ھ کو جمعۃ المبارک کے دن خلیفہ مقرر ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۱۹)

اِحساسِ ذمہ داری کی وجہ سے رونے لگے

حضرتِ سیّدُنا حماد عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْجواد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز خلیفہ مقرر ہوئے تو رونے لگے۔ جب میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: ''حماد! مجھے اِس ذمہ داری سے بڑا خوف آتا ہے۔'' میں نے ان سے پوچھا: ''آپ کے دل میں مال و دولت کی کتنی محبت ہے؟'' اِرشاد فرمایا: ''بالکل نہیں۔'' تو میں نے عَرض کی: ''پھر آپ خوف زدہ نہ ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مدد فرمائے گا۔'' (تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۵)

مرا دل پاک ہو سرکار! دنیا کی محبت سے
مجھے ہو جائے نفرت کاش! آقا مال و دولت سے (وسائل بخشش ص ۲۳۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ نے حضرت سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمایا کہ بغیر طلب کے خلافت کا اعلیٰ ترین مَنصب ملنے پر خوش ہونے کے بجائے اِحساسِ ذمہ داری کی وجہ سے کس قدر پریشان ہو گئے اور ایک ہم ہیں جو عہدہ و مَنصب کے حُصول کے لئے دوڑ دُھوپ کرتے ہیں اور اپنی

خواہش پوری ہو جانے پر پھولے نہیں سماتے لیکن اگر ہماری تگ ودو کا مَن پسند نتیجہ نہ نکلے تو ہمارا موڈ آف ہو جاتا ہے۔ صرف اِسی پر بس نہیں بلکہ (معاذ اللہ عزَّوَجَلَّ) حَسد وبُغض، چُغلی وغیبت، تُہمت اور عیب جُوئی کا ایک سنگین سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ نیز حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو تسلی دینے والے کی مَدَنی سوچ بھی مرحبا کہ اگر حرصِ مال دل میں نہیں ہے تو اِنْ شَآءَ اللہ عزَّوَجَلَّ عافیت وسلامتی نصیب ہو گی کیونکہ حرصِ مال بہت سی تباہیوں کا سبب ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا کَعب بن مالِک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مَرْوِی ہے کہ اللہ عزَّوَجَلَّ کے حبیب، حبیبِ لبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ یعنی دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے رَیوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال و دولت کی حرص اور حُبِّ جاہ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔'' (جامع الترمذی، کتاب الزھد، الحدیث: ۲۳۸۳، ج۴، ص۱۶۶) مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: نہایت نفیس تشبیہ ہے مقصد یہ ہے کہ مومن کا دِین گویا بکری ہے اور اس کی حرصِ مال، حرصِ عزت گویا دو بھوکے بھیڑیے ہیں۔ مگر یہ دونوں بھیڑیے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام وحلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا

ہے پھر عزت حاصل کرنے کے لیے ایسے جتن کرتا ہے جو بالکل خلافِ اسلام ہیں۔

(مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۱۹)

کاش! ہمیں ایسا خوفِ خدا نصیب ہو جائے کہ حُبِّ جاہ سے جان چھوٹ جائے اور حرص سے بھی، کسی ''واہ'' کی خواہش ہو نہ کسی ''آہ'' کا غم، صِرف اور صِرف رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ ہمارے پیشِ نظر رہے۔

؎ اپنی رِضا[1] کا دیدے مُژدہ[2]
یاالـلّٰـہ مری جھولی بھر دے (وسائلِ بخشش ص ۱۰۹)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

عِطر والے کپڑے دھوڈالے

حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز بہت خوش پوشاک اور عُمدہ سے عُمدہ عِطر استعمال کیا کرتے تھے مگر جب خلافت آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے سپُرد کی گئی تو گھٹنوں میں سر دے کر رونے لگے، لوگ سمجھے کہ شاید خلافت ملنے کی خوشی میں رو رہے ہیں، کچھ دیر بعد سر اٹھایا، آنکھیں مَلیں اور دعا مانگی: **اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَقْلًا یَّنْفَعُنِیْ وَاجْعَلْ مَا اَصِیْرُ اِلَیْہِ اَھَمَّ مَا یَزُوْلُ عَنِّیْ** یعنی **یاالله** عَزَّوَجَلَّ مجھے عَقلِ نافع عطا فرما اور جو کام میں کرنے جا رہا ہوں اسے میری نظر میں اہم بنادے اس چیز کے مقابلے میں جو مجھ سے دُور ہونے والی ہے۔'' پھر آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ گھر گئے اور عِطر والے کپڑوں کو پانی سے دھوڈالا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۳)

---

[1]: راضی ہونا [2]: خوش خبری

تمہارے پاس عدل اور نرمی آرہی ہے

جس دن حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے مسندِ خلافت کو زینت بخشی، اس سے ایک رات پہلے کسی نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے کہہ رہا ہے: ''لوگو! تمہارے پاس عدل اور نرمی آرہی ہے، اب مسلمانوں میں نیکیوں کا چرچا ہوگا۔'' خواب دیکھنے والے نے دریافت کیا: ''وہ کون ہے؟'' آواز دینے والا آسمان سے زمین پر اُترا اور اپنے ہاتھ سے لکھا ''عمر!!'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۱)

خلافت کی بشارت

حضرتِ سیّدنا وُھَیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مقامِ ابراہیم کے قریب سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں ایک شخص کو بابِ بنی شیبہ سے اندر آتے ہوئے دیکھا جو کہہ رہا تھا: لوگو! تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک والی مقرر کیا ہے۔ میں نے پوچھا: کون؟ اس نے اپنے ناخُن کی طرف اشارہ کیا جس پر ''ع م ر'' لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃ اللہ العزیز کی بَیعَت کا واقعہ رُونما ہوگیا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۷۱)

ہدایت یافتہ خلیفہ

ابوعنبس کا بیان ہے کہ میں خالد بن یزید بن معاویہ کے ساتھ بیت المقدّس کی مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک نوجوان نے آکر خالد کو سلام کیا، خالد نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کیا تو نوجوان نے پوچھا: هَلْ عَلَيْنَا مِنْ عَيْنٍ یعنی کیا ہم پر کوئی

نگہبان ہے؟ خالد کے بجائے میں نے جلدی سے کہا: ''ہاں! تم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک فِراست والا نگہبان ہے۔'' یہ سن کر اس نوجوان پر رِقّت طاری ہوگئی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے خالد سے پوچھا: یہ کون تھا؟ کہا: کیا تم اُسے نہیں جانتے؟ یہ عمر بن عبدالعزیز ہے اور اگر تم زندہ رہے تو اُسے ہدایت یافتہ خلیفہ دیکھو گے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۷۵)

نصیحتِ نبوی

حضرتِ سیّدُنا امام خُزاعی علیہ رحمۃُ اللہِ الھادی فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے نبیِّ مکرم، شفیعِ معظم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خواب میں زِیارت کی تو اِرشاد ہوا: تم عنقریب میری اُمّت کے معاملات کے والی بنو گے تو خون بہانے سے بچنا، خون بہانے سے بچنا، کیونکہ لوگوں میں تمہارا نام عمر بن عبدالعزیز اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ''جابِر'' ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۸۶)

اِن دونوں کی طرح خلافت کرنا

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے رُخِ روشن کی خواب میں زِیارت کی، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھے اپنے قریب بلا کر اِرشاد فرمایا: یَا عُمَرُ! اِذَا وُلِّیْتَ فَاعْمَلْ فِیْ وِلَایَتِكَ نَحْوًا مِّنْ عَمَلِ هٰذَیْنِ یعنی اے عمر! جب تمہیں خلیفہ بنایا جائے تو ویسے ہی کام کرنا جیسے اِن دونوں نے اپنی خلافت کے دوران کئے تھے۔ میں نے عَرض

کی: یہ دونوں حضرات کون ہیں؟ فرمایا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالی عنہما)۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۸۴)

حجاج کی زبان پر ذکرِ خلافت

عنبسہ بن سعید کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف نے غُنودگی کی حالت میں حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کا تذکرہ کیا تو میں نے حجاج کو خوش کرنے کے لئے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ پر نکتہ چینی کی مگر حجاج اُسی کیفیت میں کہنے لگا: ''خاموش! ہم کہتے ہیں کہ وہ اس اَمرِ خلافت کے سربراہ بنیں گے اور عدل و انصاف کریں گے۔'' پھر میں وہاں سے چلا آیا، بیدار ہونے کے بعد حجاج نے مجھے بلا کر کہا کہ جو بات غُنودگی کی حالت میں میرے منہ سے نکلی تھی اگر تم نے کسی سے کہی تو میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۸)

سلیمان کے لئے خوشخبری

سلیمان بن عبدالملک کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی ایک شخص نے اُسے یہ خبر دے دی تھی کہ چند دن تک تمہیں خلافت ملے گی، پھر اسی طرح ہوا۔ جب یہ شخص دوبارہ خلیفہ سلیمان کے پاس آیا تو اس نے پوچھا: میرے بعد کون خلیفہ ہوگا؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔ سلیمان نے کہا! تجھ پر افسوس ہے، کیا تمہیں میرا بیٹا ایوب نظر نہیں آتا! اس نے کہا: میں ایوب کو خلفاء کی فہرست میں نہیں پاتا، البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آپ اپنا خلیفہ ایسے شخص کو بنائیں گے جو آپ کے بہت سے گناہوں کا کفارہ

ہو جائے گا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۱)

خلافت سے دستبردار ہونے کی پیشکش

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز خلافت کی عظیم ذمہ داری کے اٹھانے سے لرزاں ترساں تھے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مسجد میں بَرسرِ منبر پیش کش کی: ''اے لوگو! میرے کندھوں پر خلافت کا بارِ گراں رکھ دیا گیا ہے مگر میں اُسے اَنجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا لہٰذا میری بَیْعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے اسے خود اُتارے دیتا ہوں، تم جسے چاہو اپنا خلیفہ بنالو۔'' جب حاضرین نے یہ سنا تو بے چین ہوگئے اور سب نے بیک زبان کہا: ''ہم نے آپ ہی کو خلیفہ مقرر کیا، ہم آپ (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) سے راضی ہیں، ہم سب آپ ہی کی خلافت پر مُتَّفِق ہیں۔ آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر اُمورِ خلافت سَراَنجام دیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس میں بَرَکت دے گا۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۶۵) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب !　　صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خلیفہ بننے کے بعد اِصلاحی بیان

جب حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز نے لوگوں کی یہ عقیدت دیکھی اور آپ کو اِس بات کا یقین ہوگیا کہ لوگ بخوشی میری خلافت قبول

کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کی اور حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر دُرُود وسلام پڑھنے کے بعد لوگوں سے کچھ اِس طرح مُخاطِب ہوئے: ''اے لوگو! میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کی وَصِیَّت کرتا ہوں، تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنی آخرت کے لئے نیکیاں کرو۔ بے شک جو شخص آخرت کے لئے نیک اعمال کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی دُنیوی حاجات کو خود پورا فرمائے گا۔ اے لوگو! تم اپنے باطِن کی اِصلاح کی کوشش کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے ظاہر کی اِصلاح فرمائے گا۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور موت سے پہلے اپنے لئے نیک اَعمال کا خزانہ اکٹھا کرلو، موت تمام لذّات ختم کردے گی۔ اے لوگو! تم اپنے آباؤ اجداد کے اَحوال میں غوروفکر کیا کرو وہ بھی دنیا میں آئے اور زندگی گزار کر چلے گئے اسی طرح تم بھی چلے جاؤ گے۔ اگر تم ان کے اَنجام کو یاد نہ رکھو گے تو موت تمہارے لئے بہت سختی کا باعث ہوگی لہٰذا موت سے پہلے موت کی تیاری کرلو، اور بے شک یہ اُمّت اپنے رب عَزَّوَجَلَّ، اُس کے نبی صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور اُس کی کتاب قرآن مجید کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں کرے گی بلکہ ان کے درمیان عداوت وفساد تو دِرْہَم ودِینار کی وجہ سے ہوگا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں کسی ایک کو بھی ناحق کوئی چیز نہ دوں گا اور حق دار کو اُس کا حق ضَرور دوں گا۔'' اس کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت کرے، تم پر اُس کی اِطاعت واجِب ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت نہ کرے اس کی اِطاعت ہرگز نہ کرو۔ جب

تک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت کرتا رہوں اس وقت تک تم میری اِطاعت کرنا اگر تم دیکھو کہ (معاذ اللہ عَزَّوَجَلَّ) میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت نہیں کر رہا تو اُس معاملے میں تم میری ہرگز اِطاعت نہ کرنا۔" (عیون الحکایات، ص ۸۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

عہدِ صِدّیقی وفاروقی کی یاد تازہ کردی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو خلیفہ بننے کے بعد مسلمانوں کے حُقُوق کی نگہداشت اور اللہ تعالیٰ کے اَحکامات کی تعمیل اور نفاذ کی فِکر دامَن گیر رہتی جس کی وجہ سے اکثر چہرے پر پریشانی اور مَلال کے آثار دکھائی دیتے۔ اپنی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت عبدالملک رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہا کو حُکم دیا کہ اپنے زیورات بیتُ المال میں جمع کرادو ورنہ مجھ سے الگ ہوجاؤ۔ وفاشِعار اور نیک بیوی نے تعمیل کی۔ گھر کے کام کاج کے لیے کوئی مُلازِمہ نہ تھی تمام کام وہ خود کرتیں۔ اَلْغَرَض آپ کی زندگی دَرویشی اور فقر واِستِغنا کا نمونہ بن گئی۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی تمام تر کوششیں اس اَمر پر لگی ہوئی تھیں کہ ایک بار پھر عہدِ صِدّیقی وفاروقی کی یاد تازہ کر دیں۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اہلِ بیت کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا اِزالہ کیا، اُن کی ضَبط کی ہوئی جائیدادیں انہیں واپس کردی گئیں۔ اِحیائے شریعت کے لیے کام کیا۔ بیتُ المال کو خلیفہ کی بجائے عوام کی مِلکیت قرار دیا۔ اِس کی حفاظت کا نہایت مضبوط اِنتظام کیا، اِس میں سے تحفے تحائف اور بے جا اِنعامات دینے کا

طریقہ موقوف کردیا۔ ذِمّیوں سے حُسنِ سلوک کی روایت اختیار کی۔ اِس کے علاوہ بھی معاشی اور سیاسی نظام میں کئی اِصلاحات کیں۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کا زمانہ خلافت اگرچہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرح بہت ہی مختصر تھا لیکن عالَمِ اسلام کے لیے تاریخی زمانہ تھا۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے پہلے مختلف حکمران اِسلام کے دیئے ہوئے نظامِ مذہب واَخلاق اور سیاست وحکومت میں طرح طرح کی آمیزشیں کررہے تھے۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اُن سب خرابیوں سے حکومت ومعاشرہ کو پاک کرنے کی کوشِشیں کیں، حکمرانوں کی اِمتیازی خصوصیات مٹانے کی پوری کوشِش کی، امیر غریب کے اِمتیازات، جَبر و اِستِبداد کے نشانات اور حکمرانوں کے ظُلْم وسِتَم کو ختم کرکے اِسلام کا نظامِ عدل دوبارہ قائم کیا، حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ خلافتِ اِسلامیہ کو خلافتِ راشِدہ کی طَرز پر قائم کرکے عہدِ صِدِّیقی اور عہدِ فاروقی کو دُنیا میں پھر واپس لے آئے تھے۔ تجدید واِصلاح کے اِسی کارنامہ کی بدولت آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کا زمانہ خلافتِ راشِدہ میں شُمار کیا جاتا ہے۔

خلافتِ راشِدہ کسے کہتے ہیں؟

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 561 صفحات پر مشتمل کتاب ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے کہ امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت مجدِّدِ دین و ملت، مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن کی بارگاہ میں سُوال کیا گیا کہ خلافتِ

راشِدہ کسے کہتے ہیں اور اس کے مِصداق کون کون ہوئے، اور اب کون کون ہوں گے؟ جواب میں **اِرشاد** فرمایا: خلافتِ راشِدہ وہ خلافت کہ **مِنہاجِ نُبُوَّت** (یعنی نبوی طریقے) پر ہو جیسے حضرات **خلفائے اَرْبَعہ** (یعنی چار خلفائے کرام حضرت سیّدُنا صِدِّیقِ اکبر، حضرت سیّدُنا فاروقِ اعظم، حضرت سیّدُنا عثمانِ غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم) وامام حَسَن مجتبیٰ وامیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم نے کی اور اب میرے خیال میں ایسی خلافتِ راشدہ **امام مہدی** رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ہی قائم کریں گے۔ وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہ (یعنی: اور غیب کا علم **اللّٰہ** تعالٰی کو ہے۔ت) (ملفوظات، ص۱۶۰)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خُراسانی کا خواب

خُراسان میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اُس سے کہہ رہا ہے کہ جب بنواُمَیَّہ میں (پیشانی پر) نشان والا خلیفہ ہو تو تم فوراً جا کر اس کی بَیعت کر لینا اس لئے کہ وہ "امامِ عادِل" ہو گا۔ چُنانچہ وہ بنواُمَیَّہ کے ہر خلیفہ کا حُلْیَہ دریافت کرتا رہا۔ جب حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز خلیفہ ہوئے تو اُس نے پے در پے تین دن تک خواب دیکھا کہ اُس سے بَیعت کے لئے کہا جا رہا ہے، اِس پر وہ شخص ہاتھوں ہاتھ خُراسان سے روانہ ہو گیا اور دِمشق پہنچ کر آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی بَیعت کر لی۔ (تاریخ الخلفاء، ص۱۸۱)

خلیفہ بنانے والے کے بارے میں حُسنِ ظن

محمد بن علی بن شافع کہتے ہیں: میرا حُسنِ ظن ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سلیمان بن عبدالملک کو عمر بن عبدالعزیز (رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ) کو خلیفہ بنانے کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔ (سیرت ابن جوزی ۶۳)

لوگ بَیعت کے لئے ٹوٹ پڑے

جب سلیمان بن عبدالملک کو دَفن کیا جاچکا تو لوگ پَروانہ وار حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سے بیعت کے لئے ٹُوٹ پڑے حتّٰی کہ ہُجوم کی وجہ سے آپ کے صاحبزادے کی قمیص کا گِریبان پھٹ گیا۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۴)

بَیعت کے الفاظ

ایک شخص نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے ہاتھ پر بَیعت کرنا چاہی تو آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اس سے اِن الفاظ پر بَیعت لی: تُطِیْعُنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ فَاِنْ عَصَیْتُ اللّٰہَ فَلَاطَاعَۃَ لِیْ عَلَیْكَ یعنی تم میری اُس وَقت تک اِطاعت کروگے جب تک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت کروں اور اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اِطاعت لازِم نہیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۶۷)

مجھے اس مَنصب کی چاہ نہیں تھی

جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے چچازاد بھائی اور

مرحوم خلیفہ کے بیٹے ہشام نے بَیعَت کے لئے اپنا ہاتھ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں دیا تو اُس کے منہ سے نکلا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (یعنی ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: اَجَلْ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (یعنی بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔) پھر فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اِس مَقام ومَنصَب کی خواہش نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ ایسی شے نہیں ہے جس کے ذریعے میں رب تعالیٰ کا قُرب پاسکوں۔ (تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۱۵۹)

آپ رَنجیدہ کیوں ہیں؟

جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سلیمان بن عبد الملک کی تدفین کے بعد واپس ہوئے تو بہت رنجیدہ اور غمگین دکھائی دے رہے تھے، غلام نے سبب پوچھا تو فرمایا: آج اِس دنیا میں کوئی رَنجیدہ اور فکر مند ہوسکتا ہے تو وہ میں ہوں، میں چاہتا ہوں کہ اِس سے پہلے کوئی حقدار مجھ سے اپنا حق طَلَب کرے میں اُس کا حق اس تک پہنچادوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵)

شاہی سُواری سے اِنکار

خِلافت کا بارِ گراں اٹھاتے ہی فرض کی تکمیل کے اِحساس نے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ جب سلیمان بن عبدُ الملک کی تدفین سے فارِغ ہو کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قبرستان سے واپس آنے لگے تو سُواری کے لئے عمدہ نسل کے خچر اور تُرکی گھوڑے پیش کئے گئے، پوچھا: ''یہ کیا

ہے؟'' عرض کی گئی: ''یہ شاہی سُواریاں ہیں جن پر کبھی کوئی سُوار نہیں ہوا، ان کا مَصرَف یہ ہے کہ نیا خلیفہ ہی پہلی بار اِن پر سُوار ہوا کرتا ہے، چونکہ اب آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہی ہمارے خلیفہ ہیں لٰہذا اِن میں سے کسی کو قَبول فرمائیے۔'' مگر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ العزیز اِن میں سے کسی پر سُوار نہ ہوئے اور اپنے خادِمِ خاص مُزاحِم سے فرمایا: ''میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے، انہیں مسلمانوں کے بیتُ المال میں داخل کر دو۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۳)

مجھے اپنے جیسا ہی سمجھو

جب روانہ ہونے لگے تو ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر عَرض کی: ''حضور! چلئے، میں آپ کے خچر کی لگام پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔'' حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ العزیز نے اُسے بھی مَنْع کر دیا اور فرمایا: ''میں بھی تمہاری ہی طرح ایک عام مسلمان ہوں۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۶۵ ملتقطاً)

شاہی خیمے میں نہیں گئے

شاہی دَسْتُور تھا کہ مَسْنَدِ خِلافت سنبھالنے پر خلفاء کے لئے اعلیٰ قسم کے خیمے اور شامیانے نَصْب کئے جاتے تھے، چنانچہ حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے لئے بھی نئے شاہی خیمے اور شامیانے آراستہ کئے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اُنہیں دیکھ کر فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' عَرض کی گئی: ''شاہی خیمے اور شامیانے ہیں جو کبھی استعمال نہیں ہوتے، ان میں نئے خلیفہ کی سب سے پہلی نِشَست ہوتی ہے۔''

اپنے وفادار غلام سے فرمایا: ''مُزاحم! ان کو مسلمانوں کے بیتُ المال میں شامل کر دو۔''
پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے خچر پر سوار ہو کر اُن عالیشان قالینوں تک پہنچے جو نئے خلیفہ کے اِعزاز میں بچھائے گئے تھے اور اُن کو پاؤں سے ہٹاتے ہوئے نیچے کی چٹائی پر بیٹھ گئے۔ پھر ان قالینوں کو بھی مسلمانوں کے بیتُ المال میں جمع کروانے کا حُکم دے دیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۳) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

تین فوری اَحکام

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے قلم کاغذ طَلَب کیا اور فوری طور پر تین اَحکام جاری کئے، گویا اُن کے نزدیک خلیفہ بن جانے کے بعد ان میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں تھی۔ **پہلا حکم** یہ تھا کہ مَسْلَمَہ بن عبدُ الملک کو قُسْطُنْطُنْیَہ سے واپسی کی اجازت ہے۔ اِس کا پس منظر یہ تھا کہ خلیفہ سلیمان بن عبدُ الملک نے اپنی زندگی میں انہیں قسطنطنیہ کے بَرّی و بحری جہاد کے لیے بھیجا تھا، قریب تھا کہ شہر فتح ہو جائے مگر یہ دشمن کے دھوکے میں آ گئے، حریفوں نے اِن کے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کے سامان پر قبضہ کر کے شہر کا دروازہ بند کر لیا۔ سلیمان کو اس کی اطلاع پہنچی تو اسے اس فَریب خُوردَگی (یعنی دھوکے میں آجانے) کا بے حد رَنج ہوا،

اور اُس نے قسم کھالی کہ جب تک میں زندہ ہوں اُنہیں واپس آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ مسلمہ اور اُن کی فوج کے لئے وہاں ٹھہرنا دُوبھر ہوگیا تھا، بھوک اور بدحالی میں جانوروں کو کھانے تک نوبت پہنچی، کوئی شخص اپنی سواری سے اِدھر اُدھر ہوتا تو لوگ اسے ذبح کر کے کھا جاتے، مگر سلیمان بار بار کی اپیل کے باوجود اپنے فیصلے پر قائم تھا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز اُن کی حالت سے پریشان تھے۔ چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور اِس اَمر کی گنجائش نظر نہ آئی کہ مسلمانوں کے معاملات ان کے سپرد ہوں اور وہ ان بے چاروں کے معاملہ میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا رکھیں۔ **دوسرا حکم** جو تحریر فرمایا وہ اُسامہ بن زید تنوخی کی بَرطرفی تھی، یہ مصر کے خِراج کا تحصیلدار اور بڑا جابر و ظالم تھا، خلافِ قانون لوگوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتا، چوپاؤں کے پیٹ چاک کر کے ان کے پیٹ میں گوشت کے ٹکڑے بھر کے بَحری دَرِندوں کے سامنے ڈال دیتا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے حُکم دیا کہ اُسے ہر علاقے کی جیل میں ایک سال رکھا جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں، صرف نَماز کے وقت کھولا جائے اور پھر باندھ دیا جائے۔ **تیسرا حکم** یزید بن ابی مسلم کی افریقہ سے بَرطرفی کا تھا، یہ بڑا بے ڈھب حاکم تھا، بظاہر بڑے زُہد و عبادت کا مظاہرہ کرتا تھا، مگر چھوٹے بڑے تمام شاہی فرامین کو نافِذ کرنا ضروری سمجھتا تھا، خواہ وہ کتنے ہی ظالمانہ اور مخالفِ حق کیوں نہ ہوں۔ عین اس حالت میں جب کہ اس کے سامنے لوگوں کو سزائیں دی جاتیں وہ ذِکر

و تسبیح اور وظیفہ میں مشغول رہتا اور ساتھ کے ساتھ سزا کے بارے میں ہدایات بھی دیتا مثلاً یوں کہتا: ''اللہ اکبر اللہ اکبر! اے لڑکے! اس کو رسی سے ذرا ٹھیک سے باندھ'' وغیرہ۔ اس کی اِسی بدترین حالت کی وجہ سے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے اس کی معزولی کا حُکم تحریر فرمایا۔ بہر حال یہ اَسباب تھے جن کی بنا پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِن تینوں اُمور میں فوری فیصلہ ضروری سمجھا۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۳۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

پہلے سائل کی مدد

پھر ایک شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا آگے بڑھا اور حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے سامنے پہنچ کر کہنے لگا: ''یاامیرَالمُؤمنین! میں شدید حاجت مند اور فاقوں کا مارا ہوا ہوں، اللہ عزَّوَجَلَّ آپ سے میرے یوں آپ کے سامنے کھڑے ہونے کے بارے میں پوچھے گا۔'' اِتنا کہنے کے بعد وہ پُھوٹ پُھوٹ کر رونے لگا۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے دَرْیافت فرمایا: تمہارے گھر میں کتنے اَفراد ہیں؟ اُس نے عَرْض کی: پانچ! میں، میری بیوی اور تین بچے۔ چُنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کے لئے دس دینار وظیفہ مقرر کر دیا اور ہاتھوں ہاتھ تین سو دینار بیتُ المال سے اور 200 دینار اپنی جیبِ خاص سے بھی عطا فرمائے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۷۰ ملخصا)

قصرِ خلافت میں قیام نہیں فرمایا

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز سے پوچھا گیا: کیا آپ قصرِ خلافت میں قیام فرمائیں گے؟ تو فرمایا: نہیں! ابھی اس میں ابوایوب (یعنی سلیمان بن عبدالملک) کے گھر والے ہیں، میرے لئے میرا خیمہ ہی کافی ہے۔ چنانچہ قصرِ خلافت خالی ہونے تک حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز اپنے پہلے گھر میں ہی قیام پذیر رہے۔ (سیرت ابن جوزی ۶۲)

سابق خلیفہ کی مخصوص اشیاء بیت المال میں جمع کروادیں

اُس دور میں یہ عام رواج تھا کہ جب کسی خلیفہ کا اِنتقال ہوجاتا تو اس کے ملبوسات اور عطر وغیرہ میں سے جو چیزیں اُس کی استعمال شدہ ہوتیں وہ اس کے اہل وعیال کا حق سمجھی جاتیں اور نئے عطر اور لباس آنے والے خلیفہ کی نذر کردیا جاتا۔ سلیمان بن عبدُالملک کے اِنتقال کے بعد اس کے اہلِ خانہ نے سلیمان کی تیل اور خوشبو کی شیشیاں اور کپڑے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: یہ چیزیں آپ کی ہیں اور وہ ہماری ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا ''یہ'' اور ''وہ'' کا کیا مطلب؟ تو انہوں نے دستور بتایا مگر حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے فرمایا: یہ ساری چیزیں نہ میری ہیں، نہ سلیمان کی اور نہ تمہاری، پھر آواز دی: مُزاحم! ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں پہنچاؤ۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۴)

خُوبرُو کنیزوں کی پیش کش

یہ صورتِ حال دیکھ کر سابق اُمَراء وَوُزَراء کو اپنی عیش کوشیوں کی بَقا کی فِکر پڑگئی، چُنانچِہ وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: جو کچھ آج تم نے دیکھا ہے اس کے بعد ہمارے لئے عالیشان سُواریوں، خیموں، شامیانوں، زِینت و آرائش اور فَرش فروش کی توقُّع بے سُود ہے، اب صرف ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہیں کنیزیں! یہ ان کی خدمت میں پیش کرکے دیکھو، ممکن ہے اِنہیں سے تمہاری مُراد بَر آئے، ورنہ تمہیں اِن "صاحِب" سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حسین وجمیل کنیزوں کو لاکر حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی خدمت میں پیش کیا گیا مگر آپ ایک ایک سے دریافت کرتے: تم کون ہو؟ کس کی ہو؟ اور کس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟ ہر کنیز بتاتی کہ وہ اصل میں فُلاں کی تھی اور اِس طرح زبردستی پکڑ کر اسے یہاں لایا گیا۔ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے سب کے بارے میں حُکم فرمایا کہ انہیں ان کے مالکوں کو واپس کردیا جائے، چنانچہ سواری دے کر انہیں ان کے اصل شہروں کی طرف واپس کردیا گیا۔ جب ان لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے قَطعی مایوس ہوگئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ لوگوں کو اُن کا حق دلائیں گے اور اِنصاف کا سُلوک فرمائیں گے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۴)

اب تم سے دل چسپی نہیں رہی

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے آزاد کردہ غلام سہل

بن صدقہ کا بیان ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلافت ملی تو گھر کے اندر سے رونے کی گھٹی گھٹی آوازیں سنی گئیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے اپنی کنیزوں سے فرمایا: مجھ پر ایسے کام کا بوجھ آن پڑا ہے جس نے تم سے میری دلچسپی ختم کردی، اب تمہیں اِختیار ہے کہ جسے آزادی کی خواہش ہو میں اُسے آزاد کردیتا ہوں، اور جو میرے یہاں رہنا چاہے، خوب سوچ لے کہ اُسے اب مجھ سے کچھ نہ ملے گا۔'' اس لئے وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نا اُمید ہو کر رو رہی ہیں۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۱ و سیرت ابن جوزی ص ۷۰)

اِقتدار کے بار سے اَشکبار

امیرُ المؤمنین حضرت سیّدنا عُمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی زوجۂ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا بیان ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرتبۂ خِلافت پر فائز ہوئے تو گھر آکر مُصلّے پر بیٹھ کر رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تَر ہوگئی، میں نے عَرض کی: ''یا امیرَ المؤمنین آپ کیوں روتے ہیں؟'' فرمایا: ''میری گردن پر امّتِ سرکار کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے، جب میں بھوکے فقیروں، مریضوں، مظلوم قیدیوں، مسافروں، بوڑھوں، بچوں اور عِیالداروں، اَلْغَرَض تمام دنیا کے مُصیبت زدوں کی خبر گیری کے متعلّق غور کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں ان کے متعلّق اللہ عزّوجلّ باز پُرس فرمائے اور مجھ سے جواب نہ بَن پڑے! بس یہ بھاری ذِمّہ داری اور فِکر رُلا رہی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳۶)

اِقتِدار کے نشّے میں مَست رہنے والے غور فرمائیں کہ فکرِ آخرت رکھنے والے حُکّام دُنیوی اقتِدار کے مُعاملے میں کس قدر فکر مند ہوتے ہیں، مگر یاد رہے کہ صِرْف حاکم سے ہی نہیں بلکہ ہم میں سے ہر ایک سے اپنے ماتَحت کے بارے میں سوال ہوگا، چُنانچِہ

ماتَحتوں کے بارے میں سُوال ہوگا

حُضُورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''تم سب نگران ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحت اَفراد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ بادشاہ نگران ہے، اس سے اس کی رِعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہل وعِیال کا نگران ہے اس سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد کی نگران ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، الحدیث ۸۹۳، ج۱، ص۳۰۹)

نگرانوں اور ذمّہ داران کے لئے فکرانگیز فرامین مصطفٰی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم

(امیرِ اہلسنت مدظلہ العالی کے رسالے ''مُردے کے صدمے'' سے ماخوذ)

{1} مَا مِنْ عَبْدٍ اِسْتَرْعَاہُ اللّٰہُ رَعِیَّۃً فَلَمْ یَحُطْھَا بِنَصِیْحَۃٍ اِلَّا لَمْ یَجِدْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ یعنی جس شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی رِعایا کا نگران بنایا پھر اس نے

ان کی خیر خواہی کا خیال نہ رکھا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔"

(بخاری، ج ۴، ص ۴۵۶، الحدیث ۷۱۵۰)

{2} كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِه یعنی تم سب نگران ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اُس کے ماتحت افراد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۷)

{3} اَيُّمَا رَاعٍ اِسْتَرْعٰى رَعِيَّةً فَغَشَّهَا فَهُوَ فِي النَّارِ یعنی جو نگران اپنے ماتحتوں سے خیانت کرے وہ جہنّم میں جائے گا۔" (مسند امام احمد بن حنبل ج ۷ ص ۲۸۴، الحدیث ۲۰۳۱۱)

{4} "لَيَاْتِيَنَّ عَلَى الْقَاضِي الْعَدْلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَاعَةٌ يَتَمَنّٰى اَنَّهُ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِي تَمْرَةٍ قَطُّ یعنی انصاف کرنے والے قاضی پر قیامت کے دن ایک ساعت ایسی آئے گی کہ وہ تمنا کرے گا کہ کاش! دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کرتا۔" (مسند امام احمد بن حنبل ج ۹ ص ۳۵۱، الحدیث ۲۴۵۱۸)

{5} مَا مِنْ اَمِيْرِ عَشْرَةٍ اِلَّا يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْلُوْلًا حَتّٰى يَفُكَّهُ الْعَدْلُ اَوْ يُوْبِقَهُ الْجَوْرُ یعنی جو شخص دس آدمیوں پر بھی نگران ہو قیامت کے دن اسے اس طرح لایا جائے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن سے بندھا ہوا ہو گا۔ اب یا تو اس کا عدل اسے چھڑائے گا یا اس کا ظلم اسے عذاب میں مبتلا کرے گا۔"

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۴، الحدیث ۲۰۲۱۵)

{6} (دعائے مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) اَللّٰهُمَّ مَنْ

وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ یعنی ''یا اللہ عَزَّوَجَلَّ ! جو شخص میری اُمّت کے کسی مُعامَلے کا نگران ہے پس وہ ان پر سختی کرے تو تُو بھی اس پر سختی فرما اور اگر وہ ان سے نَرمی برتے تو تُو بھی اس سے نرمی فرما۔'' (مسلم، ص۱۰۱٦، الحدیث۱۸۲۸)

{7} مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ اَحْتَجَبَ اللّٰهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ یعنی ''اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کو مسلمانوں کے اُمُور میں سے کسی مُعامَلے کا نگران بنائے پس اگر وہ ان کی حاجتوں، مفلسی اور فَقر کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس کی حاجت، مفلسی اور فَقر کے سامنے رُکاوٹ کھڑی کرے گا۔''

(ابوداؤد، ج ۳ ص ۱۸۹، الحدیث ۲۹٤۸)

{8} لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر رَحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رَحم نہیں کرتا۔'' (بخاری، ج ٤، ص ۵۳۲، الحدیث ۷۳۷٦)

{9} اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْاِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی بے شک تم عنقریب حُکمرانی کی خواہش کرو گے لیکن قِیامت کے دن وہ پَشیمانی کا باعِث ہوگی۔ اِنَّا لَا نُوَلِّي هٰذَا مَنْ سَأَلَهُ وَلَا مَنْ حَرَصَ عَلَيْهِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اس اَمر (یعنی حُکمرانی) پر کسی ایسے شخص کو مقرّر نہیں کرتا جو اس کا سُوال کرے یا اس کی حِرص رکھتا ہو۔ (بخاری، ج ٤، ص ٤۵٦، الحدیث ۷۱٤۸، ۷۱٤۹)

شیخ طریقت امیرِ اہلِ سنت ،بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں: ''نگران'' سے مُراد صِرف کسی مُلک یا شہر یا مذہبی وسماجی وسیاسی تنظیم کا ذمہ دار ہی نہیں۔ بلکہ عُموماً ہر شخص کسی نہ کسی حوالے سے نگران ہوتا ہے، مَثَلاً **مُراقِب** (یعنی سُپر وائزر) اپنے ماتحت مزدوروں کا، **اَفسر** اپنے کلرکوں کا، **امیرِ قافِلہ شُرکائے قافِلہ کا** اور **ذَیلی مُشاوَرت کا نگران** اپنے ماتحت اسلامی بھائیوں کا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسے معاملات ہیں کہ ان نگرانیوں سے فَراغت مشکل ہے۔ بِالفرض اگر کوئی تنظیمی ذمّہ داری سے مُستَعفی ہو بھی جائے تب بھی اگر شادی شُدہ ہے تو اپنے **بال بچّوں کا نگران** ہے۔ اب وہ اگر چاہے کہ اِن کی نگرانی سے گلو خَلاصی ہو تو نہیں ہوسکتی کہ یہ تو اسے شادی سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔ بَہَر حال ہر **نگران** سخت امتحان سے دوچار ہے۔ مگر ہاں جو اِنصاف کرے اُس کے وارے نیارے ہیں چُنانچِہ اِرشادِ رحمت بُنیاد ہے، **اِنصاف کرنے والے نُور کے مِنبروں پر ہوں گے** یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، گھر والوں اور جن کے **نگران** بنتے ہیں ان کے بارے میں عدل سے کام لیتے ہیں۔ (نسائی، ص۸۵۱، الحدیث ۵۳۸۹)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا تحریر سے واضح ہوا کہ ہم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، والدین اپنی اولاد کے، اَساتذہ اپنے شاگردوں کے، شوہر اپنی بیوی کا، علیٰ ھذا القیاس۔ لہٰذا! ہمیں چاہئے کہ اپنے اندر ذمہ داری کا اِحساس پیدا

(کر)یں اور عدل و انصاف سے کام لے کر شریعت کے احکام کے مطابق اپنی ذمہ (د)اریاں ادا کریں۔[1]

ہم نشینوں کے لئے شرائط

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے لوگوں سے فرمایا: جو شخص میری صُحبت میں رہنا چاہتا ہے اُسے پانچ باتوں کی پابندی کرنی ہوگی: (۱) عدل و انصاف کی جو صُورتیں ہم سے اوجھل ہیں اُن کی طرف ہماری رہنمائی کرے (۲) حق و انصاف کے قیام میں ہماری مدد کرے (۳) جن لوگوں کی ضرورتیں ہم تک نہیں پہنچ پاتیں ان کی ضرورتیں ہمیں پہنچائے (۴) ہمارے پاس کسی کی غیبت نہ کرے (۵) ہماری اور تمام لوگوں کی امانت کا حق ادا کرے۔ جو شخص اِن اُمور کا اِلتزام نہیں کرسکتا اُسے ہماری صُحبت و ہم نشینی کی اِجازت نہیں۔ (سیرت ابن جوزی ۷۹)

حارِسین (یعنی سیکورٹی گارڈز) سے بے نیازی

بَنُو اُمَیَّہ کے سابق خلفاء کے پاس 300 دربان اور 300 سپاہی ذاتی حفاظت کے لئے رہا کرتے تھے، جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز خلیفہ بنے تو آپ نے سپاہیوں اور دربانوں سے فرمایا: مجھے تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے پاس قضاوقدر کے نگہبان موجود ہیں، اس کے باوجود

مدینہ

[1]: احساسِ ذمہ داری کو سمجھنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 69 صفحات پر مشتمل کتاب "احساسِ ذمہ داری" کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

اگر تم میں کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو اسے 10 دِینار تنخواہ ملے گی اور اگر کوئی نہ رہنا چاہے یا یہ تنخواہ منظور نہ ہو تو وہ اپنے گھر چلا جائے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۰)

حارِس بنانے کے لئے نمازی کو چُنا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے حارِسین کے نگران (سیکورٹی انچارج) خالد بن ریان کو معزول کردیا کیونکہ وہ سابق خلفاء کے کہنے پر خلافِ شریعت سزائیں دیا کرتا تھا، پھر آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے عَمرو بن مہاجر اَنصاری کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا: تم جانتے ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان سوائے اسلام کے کوئی رشتہ نہیں ہے، میں نے تمہیں کثرت سے تلاوتِ قران کرتے اور لوگوں سے چھپ کر نوافل پڑھتے دیکھا ہے، تم نماز بہت اچھی پڑھتے ہو، یہ تلوار سنبھالو میں تمہیں اپنا حارِس (یعنی سیکورٹی گارڈ) مقرر کرتا ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۱۳ وسیرت ابن جوزی ۵۰)

شُعراء کی دال نہ گلی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز سے پہلے کے خلفاء کی بزم میں سب سے زیادہ ہجوم شُعرا کا ہوتا تھا، اسی بناء پر جب آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ ہوئے تو حسبِ معمول حرمین طیبین اور عراق کے شُعرا نے ان کے دربار کا رُخ کیا اور بڑے بڑے شعراء مثلاً نُصَیب، جَرِیر، فَرَزدق، اَحوص اور اَخطل وغیرہ آئے اور مہینوں قیام کیا لیکن یہاں تو مجلس ہی کا رنگ بدلا ہوا تھا، شُعرا کی کوئی قدر دانی نہیں

کی جاتی تھی مگر قرّاء وفقہاء اَطراف سے بلائے جاتے تھے اور اُن کو خواص میں داخل کیا جاتا تھا، مجبوراً بعض شعرا نے ایک فقیہ سے اِعانت (یعنی مدد) طلب کی اور اپنی ناقدری کا اِظہار اِن اَشعار میں کیا:

یَا اَیُّھَا الْقَارِیُ الْمُرْخِیُ عِمَامَتَهُ	ھٰذَا زَمَانُكَ اِنِّیْ قَدْ مَضٰی زَمَنِیْ
اے وہ قاری جس کا عمامہ لٹک رہا ہے	یہ تیرا زمانہ ہے، میرا زمانہ گزر گیا
اَبْلِغْ خَلِیْفَتَنَا اِنْ كُنْتَ لَاقِیَهُ	اِنِّیْ لَدَی الْبَابِ كَالْمَصْفُوْدِ فِیْ قَرَنِ
اگر ہمارے خلیفہ سے ملو تو اس کو یہ پیغام پہنچادو	کہ میں دروازے پر بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں

(ابن جوزی ص۱۹۶)

یہ شخص شعراء کو نہیں گداگروں کو دیتا ہے

ایک روز اُس وقت کے مشہور شاعر جَرِیر کو کسی طرح بارگاہِ خلافت میں اِذنِ باریابی مل گیا۔اُس نے ایک نظم پڑھی جس میں اہلِ مدینہ کے مصائب وآلام اور مشکلات کا ذکر تھا۔حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْهِ رحمةُ اللّٰهِ الْعَزِیز نے ان کے لیے غلہ اور نقد روپیہ بھیجنے کا حُکم دیا اور جَرِیر سے پوچھا: تم کس جماعت کے ہو، مہاجرین سے یا اَنصار سے یا اُن کے اَعِزّا واَقرِبا سے یا مُجاہدین سے؟ اس نے کہا: میں اُن میں سے کسی سے نہیں ہوں۔فرمایا: پھر مسلمانوں کے مال میں سے تمہارا کیا حق ہے؟ اس نے کہا: ”اگر آپ میرے حق کو نہ روکیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں میرا حق مقرر فرمایا ہے۔میں ”ابنِ سبیل“ (مسافر) ہوں۔دُور دراز سے سفر کر کے آپ کے

دروازے پر آکر ٹھہرا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا! تم میرے پاس آ ہی گئے ہو تو میں اپنی جیب سے تمہیں بیس درہم دیتا ہوں، اِس حقیر رقم پر تم میری تعریف کرو یا مَذَمَّت؟ میری مَدح کرو یا ہَجو (یعنی برائی)؟ جَرِیر نے اِس رقم کو بھی غنیمت سمجھ کر لے لیا اور باہر آ گیا۔ دوسرے شعرا نے اسے بارگاہِ خلافت سے باہر نکلتے دیکھا تو بے تابی سے پوچھا: ''کیسا معاملہ رہا؟'' جَرِیر نے جواب دیا: ''اپنا راستہ ناپو، یہ شخص شعراء کو نہیں گداگروں کو دیتا ہے۔'' (سیرتِ ابن جوزی ص ۱۹۷)

بہر حال حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے خلفاء کی مجالس کا رنگ بالکل بدل دیا اور اپنی صُحبت کے لیے صِرف علماء وفقہاء کو منتخب کیا جس میں حضرتِ سیِّدُنا میمون بن مِہران، حضرتِ سیِّدُنا رَجا بن حَیْوَۃ اور حضرتِ سیِّدُنا ریاح بن عُبَیدہ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہم کا شمار خواص میں تھا، انکے علاوہ بھی کئی علماء آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے مُصاحِبِین میں سے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰۸)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خلیفہ بننے کے بعد تین فقہاءِ کرام سے مَدَنی مشورہ

خود بینی صاحبِ مَنصَب ووَجاہت کو قبولِ نصیحت سے عُموماً باز رکھتی ہے لیکن پَروَردگارِ عالَم عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کو ایک اثر

پذیر دل عطا فرمایا تھا، وہ یہ سمجھتے تھے کہ حقِ خلافت ادا کرنے کے لئے عُلَماء و مشائخ کی صحبت و نصیحت بہت کار آمد ثابت ہوگی، چُنانچہ خلافت کا بارِ گراں اپنے کندھوں پر آنے کے بعد حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے تین فقہائے کرام حضرت سیّدُنا سالم بن عبد اللّٰہ، حضرت سیّدُنا محمد بن کَعْب اور حضرت سیّدُنا رَجا بن حَیْوَۃ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیھم کی خدمت میں عَرض کی: ''مجھ پر یہ آزمائش آن پڑی ہے مجھے اپنے مشوروں سے نوازیئے۔'' حضرت سیّدُنا سالم بن عبد اللّٰہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے آپ کو نصیحت کی: اِنْ اَرَدْتَّ النَّجَاۃَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ فَصُمْ عَنِ الدُّنْیَا وَلْیَکُنْ اِفْطَارُکَ مِنْھَا عَلَی الْمَوْتِ یعنی اگر آپ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو دنیا سے روزہ رکھ لیجئے جسے موت ہی اِفطار کروائے گی۔'' حضرت سیّدُنا محمد بن کعب رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اِنْ اَرَدْتَّ النَّجَاۃَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ فَلْیَکُنْ کَبِیْرُ الْمُسْلِمِیْنَ عِنْدَکَ اَبًا وَاَوْسَطُھُمْ عِنْدَکَ اَخًا وَاَصْغَرُھُمْ عِنْدَکَ وَلَدًا فَوَقِّرْ اَبَاکَ وَاَکْرِمْ اَخَاکَ وَتَحَنَّنْ عَلٰی وَلَدِکَ یعنی اگر آپ عذابِ الٰہی سے نجات چاہتے ہیں تو بڑی عمر کے مسلمانوں کو اپنے باپ کی جگہ، درمیانی عمر والوں کو بھائی کی جگہ اور چھوٹوں کو اولاد کی جگہ تصوُّر کیجئے پھر اپنے والد کی توقیر، بھائیوں کا اِکرام اور اولاد پر شفقت اِختیار کیجئے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

عَدْل کس طرح کروں؟

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے حضرت محمد بن کَعْب

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ "مجھے عدل وانصاف کے بارے میں بتائیے۔" انہوں نے فرمایا: "آپ چھوٹوں کے لئے باپ کی جگہ، بڑوں کے لئے بیٹے کی اور اپنے ہم عمروں کے لئے بھائی کی جگہ ہیں، لوگوں کو اُن کی خطاؤں اور جسمانی طاقت کے مطابق سزا دیجئے، کسی کو اپنی ناراضی کی وجہ سے ایک بھی کوڑا نہ ماریئے کیونکہ اس وقت آپ ظالم ٹھہریں گے۔" (سیرت ابن جوزی، ص ۱۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کیسی پیاری نصیحت ہے! اے کاش ہمیں بھی یہ جذبہ نصیب ہو جائے کہ کسی مسلمان کو ہمارے ہاتھ یا زبان سے تکلیف نہ پہنچے۔

کامل مسلمان کون؟

سرکارِ مدینۂ منوّرہ سردارِ مکّۂ مکرّمہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح بُخاری ج ۱ ص ۱۵ حدیث ۱۰)

نیک اور پرہیزگاروں کی صحبت

جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ القَدِیر خلیفہ مقرر ہوئے تو مختلف لوگوں نے آپ کے قریب ہونے کی کوشش کی مگر آپ صرف نیک اور پرہیزگار لوگوں کو اپنی صحبت میں رکھتے، جب ایک پرانے دوست کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا: تَرَکْنَاہُ کَمَا تَرَکْنَا الْخَزَّ وَالْمُوشّٰی یعنی ہم نے اُسے

اِسی طرح چھوڑ دیا جس طرح ریشم اور نقش و نگار کو چھوڑ دیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۹۱)

مجھے خبردار کردینا

حضرتِ سیِّدُنا ابو حازِم علیہ رَحمَۃُ اللّٰہ الاکرم فرماتے ہیں کہ جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز خلیفہ بنے تو فرمایا کہ میرے لئے دو نیک اور صالح مرد تلاش کرو۔ چنانچہ دو حضرات تشریف لے آئے تو اُن سے اِلتجاء کی: آپ میرے ہر ہر کام پر نگاہ رکھئے، جب مجھے کوئی غَلَط کام کرتے دیکھیں تو مجھے خبردار کردیجئے گا اور رب تعالیٰ کی یاد دِلا دیجئے گا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۳)

خود پر مُحاسِب مقرر کیا

حضرتِ سیِّدُنا عمرو بن مہاجر رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے مجھ سے فرمایا: اے عَمْرو! جب تم مجھے راہِ حق سے اِدھر اُدھر ہوتے دیکھو تو میرا گِریبان پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالنا اور کہنا: مَاذَا تَصْنَعُ یعنی یہ تم کیا کررہے ہو؟ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۳) **اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

زیادہ مُعاوِنین نہ تھے

مختلف بزرگانِ دین رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہم سے مَرْوی ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر

بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی مثال اس ماہر کاریگر کی ہے جس کے پاس کاریگری کے آلات نہ ہوں مگر وہ بغیر اَوزار کے نہایت عمدہ کام کرے۔ (یعنی ان کے پاس کام کو اَنجام دینے کے لئے زیادہ مُعاوِنین نہیں ہیں مگر پھر بھی اُن کی کارکَردگی مِثالی ہے) (حلیۃ الاولیاء، ج۵،ص۳۰۸ وسیرت ابن جوزی ۸۸)

مُعین ومددگار

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کے گھر کے تین افراد، آپ کے بھائی ''سہل''، صاحبزادے ''عبدالملک'' اور غلام ''مُزاحم'' اُمورِ خلافت میں آپ کے خُصوصی مددگار رہتے۔ یہ تینوں حضرات حق کے نَفاذ میں آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے معاوِن تھے اور تائید وقوّت کا سبب تھے۔ ایک موقع پر حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اِس کا اِظہار اِن الفاظ میں کیا: اللّٰہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اُس نے سہل، عبدالملک اور مُزاحم کے ذریعے میری کمر مضبوط کردی۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۵)

اہلِ حق کی قدردانی

آپ کے ایک بہترین مُصاحِب حضرتِ سیّدُنا عبیدُاللّٰہ بن عبدُاللّٰہ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ تھے، جو حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی زندگی ہی میں فوت ہوگئے تھے لیکن اُن کی محبت امیرالمؤمنین کے دل میں جوش مارتی رہتی تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے: اگر حضرتِ سیّدُنا عبیدُاللّٰہ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ حیات ہوتے تو

میں ان سے رائے لئے بغیر کوئی سرکاری حُکم جاری نہ کرتا، ایک مرتبہ فرمایا: ''کاش مجھے فُلاں فُلاں شے کے بدلے حضرتِ سیِّدُنا عبیدُاللہ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی ایک مجلس نصیب ہوجائے۔'' (سیرتِ ابن جوزی، ص ۱۳) **اللہ عزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہُ تعالٰی علیہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نصیحت کرنے والے کا شکریہ ادا کیا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کے مَسْنَدِ خلافت سنبھالنے کے بعد ایک شخص آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے پاس آیا اور کہا: آپ اللہ عزَّوَجَلَّ کے فیصلے پر راضی رہیے اور اُس کے حُکم کے سامنے جھکے رہیے، جو کچھ اس کے پاس ہے اِسی کی امید رکھیے کیونکہ اللہ تعالٰی کے پاس ہمیشہ کی بھلائی اور مصائب کا بہترین عِوَض ہے، آپ کو جس چیز کا اندیشہ اپنے سے پہلے خلیفہ سلیمان کے بارے میں تھا اب اپنے بارے میں کیجئے۔ اس کے بعد وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے فرمایا: اُسے میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ واپس آیا تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے دریافت فرمایا: تم نے مجھے یہ نصیحتیں کس لئے کیں؟ اس نے کہا: جان کی اَمان پاؤں تو کچھ عَرض کروں! فرمایا: تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ وہ شخص بولا: میں نے آپ کو مدینۂ منوَّرہ زادَھَا اللہُ شرفاً و تعظیماً میں دیکھا ہے کہ آپ کی

چادر نیچے ڈھلکی اور زلفیں دراز ہوتی تھیں، آپ سے عطر کی خوشبو مہکا کرتی تھی، میں اُس وقت آپ کے انداز و اطوار دیکھ کر بہت حیران ہوتا اور سوچا کرتا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو زمین پر رہنے کی مُہلت کیسے دے رہا ہے؟ اب جبکہ آپ اِس مَنصب تک پہنچے تو میں نے اپنا فرض سمجھا کہ (سلیمان کی وفات کی) تعزیت بھی کروں اور سمجھانے کی کوشش بھی کروں۔ یہ سن کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: بھائی! اگر تم ہمارے پاس رہنا پسند کرو تو بڑی اچھی بات ہے اور اگر جانا چاہو تو اِجازت ہے۔ (سیرتِ ابن عبدالحکم ص ۲۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

معافی مانگی

خلافت سے پہلے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز ایک مرتبہ مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعظِیماً میں کہیں سے گزر رہے تھے، آپ کی چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی، حضرتِ محمد بن کَعْب رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے دیکھا تو پُکار کر کہا: اے عمر! رسولُ اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان عبرت نشان ہے: ''مَاجَاوَزَ الْکَعْبَیْنِ فَھُوَ فِی النَّارِ یعنی جو چادر ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں جلے گی۔'' حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے غضبناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا: تم اپنی راہ لو۔ پھر جب آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ خلیفہ بنے تو حضرت محمد بن کعب رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ وہ جہاد کے

لئے تشریف لے گئے ہیں، آپ نے دُرُوب کے گورنر کولکھا کہ اگر محمد بن کعب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ محاذ سے واپس آ گئے ہوں تو انہیں زادِ سفر دے کر فوراً میرے پاس بھیج دیا جائے، ہاں! اگر وہ آنا پسند نہ فرمائیں تو زبردستی نہ کی جائے۔ جب حضرتِ سیِّدُنا محمد بن کعب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ محاذ سے واپس آئے تو گورنر نے ان سے امیرالمؤمنین کے پاس جانے کی درخواست کی اور خط بھی دکھایا۔ محمد بن کعب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: زادِراہ تو مجھے نہیں چاہئے، باقی رہا جانے کا مسئلہ! تو اُن کا خط نہ بھی آتا تو مجھے جانا ہی تھا۔ جب محمد بن کعب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کی حالت بہت تبدیل ہو چکی ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے پہلی بات یہ کہی: ابن کعب! جب مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیْمًا میں تم نے مجھے نصیحت کی تھی تو میں نے اُلٹ جواب دیا تھا، مجھے معاف کر دیجئے۔ یہ کہنے کے بعد رونے لگے یہاں تک کہ داڑھی آنسوؤں سے تَر ہو گئی۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت سیِّدُنا محمد بن کعب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ بہت متأثر ہوئے اور دعا دی: غَفَرَاللّٰہُ لَکَ یَااَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَقَالَکَ عَثْرَتَکَ یعنی امیرُ المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی بخشش فرمائے اور آپ کی لغزشیں معاف فرمائے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۰)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ نے دیکھا کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے دُنیا ہی میں معافی مانگنے میں کس قدر کوشش فرمائی،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی حقوق العباد کا خیال رکھنے اور جن جن کے حق ہم سے تلف ہو گئے ہوں اُن سے معافی مانگنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے پیارے اور میٹھے میٹھے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے اپنے اُسوۂ حَسنہ کے ذریعے ہم غلاموں کو حُقُوق العِباد کا خیال رکھنے کی جس حسین انداز میں تعلیم دی ہے اس کی ایک رِقّت انگیز جھلک مُلاحظہ فرمائیے۔ چُنانچہ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 64 صفحات پر مشتمل رسالے ''ظُلم کا اَنجام'' کے صفحہ 22 پر ہے:

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اِنتہا عاجِزی

ہمارے جان سے بھی پیارے آقا مکّی مَدَنی مصطَفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے وفات ظاہری کے وقت اِجتماعِ عام میں اِعلان فرمایا: ''اگر میرے ذِمّے کسی کا قرض آتا ہو، اگر میں نے کسی کی جان ومال اور آبرو کو صَدمہ پہنچایا ہو تو میری جان ومال اور آبرو حاضر ہے، ''اِس دُنیا میں بدلہ لے لے۔'' تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے بدلہ لیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا یہ میری شان نہیں۔ مجھے یہ اَمر بہُت پسند ہے کہ اگر کسی کا حق میرے ذِمّے ہے تو وہ مجھ سے وُصُول کرلے یا مجھے مُعاف کر دے۔ پھر فرمایا: اے لوگو! جس شخص پر کوئی حق ہو اسے چاہئے کہ وہ ادا کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ رُسوائی ہو گی اس لیے کہ دُنیا کی رُسوائی آخِرت کی رُسوائی سے بہُت آسان ہے۔ (تاریخ دِمشق لابن عساکر ج ۴۸ ص ۳۲۳ مُلَخَّصاً)

مُعافی مانگ لیجئے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سب گھبرا کر اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رُجوع کر لیجئے، سچی توبہ کر لیجئے اور ٹھہرئے! بندوں کی حق تلفی کے مُعاملے میں بارگاہِ الٰہی عزوجل میں صرف توبہ کرنا کافی نہیں، بندوں کے جو جو حُقوق پامال کئے ہوں وہ بھی ادا کرنے ہوں گے، مَثَلاً مالی حق ہے تو اُس کا مال لَوٹانا ہوگا، دل دُکھایا ہے تو معاف کروانا ہوگا۔ آج تک جس جس کا مذاق اُڑایا، بُرے اَلقاب سے پکارا، طعنہ زنی اور طنز بازی کی، دل آزار نَقلیں اُتاریں، دل دُکھانے والے انداز میں آنکھیں دِکھائیں، گھورا، ڈرایا، گالی دی، غیبت کی اور اس کو پتا چل گیا۔ جھاڑا، مارا، ذلیل کیا، اَلغَرَض کسی طرح بھی بے اجازتِ شَرعی اِیذاء کا باعِث بنے ان سب سے فرداً فرداً معاف کروا لیجئے، اگر کسی فرد کے بارے میں یہ سوچ کر باز رہے کہ مُعافی مانگنے سے اس کے سامنے میری ''پوزیشن ڈاؤن'' ہو جائے گی تو خُدارا غور فرما لیجئے! قِیامت کے روز اگر یہی فرد آپ کی نیکیاں حاصِل کر کے اپنے گناہ آپ کے سر ڈالدیگا اُس وقت کیا ہوگا! خدا کی قسم! صحیح معنوں میں آپ کی ''پوزیشن'' کی دھجیاں تو اُس وقت اڑیں گی اور آہ! کوئی دوست برادر یا عزیز ہمدردی کرنے والا بھی نہ ملے گا۔ جلدی کیجئے! جلدی کیجئے! اپنے والِدین کے قدموں میں گر کر، اپنے عزیزوں کے آگے ہاتھ جوڑ کر، اپنے ماتحتوں کے پاؤں پکڑ کر اپنے اسلامی بھائیوں اور دوستوں سے گِڑگِڑا کر، ان کے آگے خود کو ذلیل کر کے آج دنیا میں مُعافی مانگ کر آخِرت کی عزّت حاصِل

کرنے کی سعی فرمالیجئے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہ یعنی جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کیلئے عاجزی کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔ (شُعَبُ الایمان ج٦ ص٢٩٧ حدیث ٨٢٢٩)

(ظلم کا انجام، ص٥٠ تا ٥٢)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مَنْصَبِ رِسالت اور مَنْصَبِ خِلافت میں فرق

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک مرتبہ خُطبہ دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: لوگو! رسولِ اکرم نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ ہی کتاب اللہ کے بعد کوئی کتاب ہے، جو چیزیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی محترم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی زَبان سے حلال ٹھہرادیں وہ قیامت تک حلال رہیں گے اور جو حرام ٹھہرادیں وہ قیامت تک حرام رہیں گی۔ خوب سمجھ لو! میں خود سے فیصلہ کرنے والا نہیں بلکہ **اللہ ورسول** عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فیصلوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطر نافِذ کرنے والا ہوں، میں کوئی نیا راستہ نہیں نکالوں گا بلکہ پہلوں کے راستے پر چلوں گا، سُن لو! **اللہ** تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں، میں تم سے بہتر نہیں بلکہ تمہیں میں سے ایک فرد ہوں البتہ میری ذمّہ داریاں تم سے زیادہ ہیں۔ (سیرت ابن جوزی ص٦٩)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹا دیا

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک مرتبہ فرمایا: ''مُزاحِم'' وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے مجھے ایک زبردست نصیحت کی تھی، ہوا یوں کہ میں نے ایک شخص کو قید کیا اور اس کی مقررہ سزا سے زیادہ مدت قید میں رکھنا چاہا تو مُزاحِم نے مجھ سے اُس کی رہائی کی بات کی مگر میں نے کہا: میں اسے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اس کے جُرم سے زیادہ سزا نہ دے لوں، تو مُزاحِم نے کہا: ''میں آپ کو اُس رات سے ڈراتا ہوں جس کی صبح میں قِیامت برپا ہوگی۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس نے یہ بات کہہ کر گویا میری آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹا دیئے۔'' پھر حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے حاضرین سے فرمایا: ذَكِّرُوْا اَنْفُسَكُمْ رَحِمَكُمُ اللّٰه فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اللّٰہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہا کرو کہ سمجھانا مسلمان کو فائدہ دیتا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۶۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے عطا کردہ اس مَدَنی پھول پر عمل پیرا ہونے میں دونوں جہاں کی بھلائیاں پوشیدہ ہیں، سورۂ آل عمران میں اِرشاد ہوتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ (پ ۴ سورۃ آل عمران: ۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

بہترین آدمی کی خُصُوصِیات

صاحِبِ قرآنِ مُبین، جنابِ صادِق وامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم ایک مرتبہ منبرِ اقدس پر جلوہ فرما تھے کہ ایک صَحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عَرض کی: ''یارَسُولَ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم لوگوں میں سے سب سے اچّھا کون ہے؟'' فرمایا: لوگوں میں سے وہ شخص سب سے اچھا ہے جو کثرت سے قرانِ کریم کی تلاوت کرے، زیادہ مُتّقی ہو، سب سے زیادہ نیکی کا حُکم دینے اور برائی سے مَنع کرنے والا ہو اور سب سے زیادہ صِلَہ رَحمی (یعنی رشتے داروں کے ساتھ اچّھا برتاؤ) کرنے والا ہو۔

(مسندِ احمد، ج ۵ ص ۴۲۱ حدیث ۲۷۴۳۴)

عطا ہو ''نیکی کی دعوت'' کا خوب جذبہ کہ
دوں دُھوم سنّتِ محبوب کی مچا یاربّ (وسائلِ بخشش ص ۹۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

سیکورٹی کے مسائل

چونکہ خوارِج کے ناگہانی حملوں نے خلفاء کی زندگی غیر محفوظ ہوگئی تھی یہاں تک کہ خلفاء کی حفاظت کے لئے بہت سے حارِسین رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العَزیز سے بہت سے لوگوں نے کہا: آپ کھانا دیکھ بھال کر کھائیں، نَماز پڑھیں تو ساتھ ساتھ پہرہ دار رکھیں کہ کوئی شخص حملہ نہ کر بیٹھے، طاعون میں جیسا کہ تمام خلفاء کا طریقہ تھا کہ باہر نکل جائیں۔ مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی

علیہ نے جواب دیا: بالآخر وہ بھی دُنیا سے چلے گئے۔ جب لوگوں نے بہت اِصرار کیا تو فرمایا: یاالٰہی عَزَّوَجَلَّ اگر میں روزِ قیامت کے سوا اور کسی دن سے ڈروں تو میرے خوف میں کمی نہ فرما۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۶)

آرام کا وَقت نہ ملتا

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز لوگوں کے مسائل حل کرنے میں اس قدر مصروف رہتے کہ کبھی کبھار تو آرام کے لئے بالکل وَقت نہ ملتا۔ ایک دن ظہر کی نماز سے قَبل بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تو کچھ دیر قَیلُولہ (یعنی آرام) کرنے کے لئے کمرے میں تشریف لے گئے۔ ابھی آپ لیٹے ہی تھے کہ آپ کے شہزادے حضرت سیِّدنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمَۃُاللّٰہِ الْخالِق حاضِر ہوئے اور عَرض کرنے لگے: ''**یاامیرَالمُؤمنین**! آپ یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''مجھے مسلسل بے آرامی کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ ہو رہی تھی، اس لئے کچھ دیر کے لئے آرام کی غَرض سے آیا ہوں۔'' صاحبزادے نے عَرض کی: ''حضور! لوگ آپ کے منتظِر ہیں، مَظلُوم اپنی فریادیں لے کر حاضر ہیں اور آپ یہاں آرام فرما رہے ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''میں ساری رات نہیں سو سکا اب تھوڑی دیر آرام کر کے ظہر کے بعد لوگوں کے مسائل حل کروں گا۔'' شہزادے نے بڑے اَدَب سے عَرض کی: ''یاامیرالمؤمنین! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ظہر تک زندہ رہیں گے؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اپنے لختِ جگر کا فکرِ آخرت سے

بھرپور یہ جملہ سنا تو شہزادے کو قریب بلایا، اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمانے لگے: ''تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی اولاد عطا فرمائی جو دین کے معاملہ میں میری مدد کرتی ہے۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آرام کئے بغیر فوراً باہر تشریف لائے اور اِعلان کروادیا کہ جس کا کسی پر کوئی حق ہے یا جس کو کوئی مسئلہ درپیش ہے وہ آجائے میں اُسے اُس کا حق دلواؤں گا اور اس کے مسائل حل کروں گا۔

(سیرت ابن جوزی ص ۶۷ ملخصا)

اپنے غصے پر قابو پایئے

ایک بار حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کسی بات پر سخت برہم ہوئے، آپ کے شہزادے حضرت سیدنا عبدُ الملک علیہ رحمۃ اللہِ الخالق بھی وہاں موجود تھے۔ جب امیرُ المؤمنین کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو عرض کی: آپ اس قدر غصہ ہوتے ہیں؟ فرمایا: تو کیا تمہیں غصہ نہیں آتا؟ عرض کی: اگر میں غصہ کو نہ پی سکوں تو میری تَوند سے کیا فائدہ!'' (حلیۃ الاولیاء، ج ۵ ص ۳۹۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ ہمارے بزرگانِ دین رحمہم اللہ المبین کا ظرف کتنا وسیع ہوتا تھا کہ اپنے سے چھوٹے کی بھی اِصلاح قبول کرلیا کرتے تھے، اور ایک طرف ہم ہیں کہ اگر کوئی کم عمر یا کم مرتبہ ہمیں کوئی بات سمجھانے کی کوشش کرے تو بُرا مان جاتے ہیں بلکہ اسے ایسا جواب دیتے ہیں کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے مثلاً جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اس شعبے میں آئے ہوئے، مجھے

سمجھاتے ہو؟ یہ منہ اور مسور کی دال، تم مجھے سمجھانے آئے ہو؟ بلکہ آج کل اگر کسی کی اِصلاح کی کوئی بات کی جائے تو بعض اوقات جواب مِلتا ہے "میاں! تم اپنی کرو" ایسا جواب نہایت ہی مَذمُوم ہے، چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک یہ ایک بڑا گناہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو بطورِ نصیحت کہے کہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر، تو بُرائی کرنے والا اِس کا جواب دے "تو اپنے آپ کو سنبھال"۔ (تَنبِیهُ المُغتَرِّین ص ۲۳۷)

ناصِحا! مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے
اُس کو دُشمن جانتا ہوں جو مجھے سمجھائے ہے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حق داروں کو ان کا حق دلایا

خلفائے بنواُمیہ کے دور میں رِعایا کے مال وجائیداد پر بڑے پیمانے پر ظالمانہ قبضے ہوچکے تھے، حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے بارِ خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت سیِّدِینا میمون بن مہران، مکحول اور ابو قلابہ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیھم جیسی برگُزیدہ ہستیوں سے اِس بارے میں مشورہ کیا تو حضرت سیِّدُنا مکحول رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اِشاروں کِنایوں میں اپنی رائے دی جسے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے قبول نہیں کیا اور حضرت میمون بن مہران علیہ رحمۃ الحنّان کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ فرمانے لگے: اپنے صاحبزادے عبدالملک کو بھی

طلب فرمالیجئے، وہ عَقل وفہم میں ہم لوگوں سے کم نہیں ہیں۔ حضرت سیدنا عبد الملک علیہ رحمۃُ الحنّان بلانے پر آئے تو ان سے پوچھا کہ لوگ اَموالِ مَغْصُوبہ (یعنی قبضہ کئے گئے مالوں) کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں، تمہاری کیا رائے ہے؟ عَرض کی: اُن کے مال فوراً واپس کردیجئے ورنہ آپ بھی غاصِبانہ قبضہ کرنے والوں کے مددگار و شریک کار ہوں گے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۲۶)

اَموال وجائیدادیں واپس کرنے کا اِعلانِ عام

حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے اِعلانِ عام کروادیا کہ جن لوگوں کے مال وجائیداد پر کسی نے قبضہ کررکھا ہے وہ اپنی شکایتیں پیش کریں۔ اسی طرح جو بھی اَموال وجائیداد اور زمین وغیرہ شاہی خاندان کے پاس ناحق موجود تھی وہ سب کی سب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حق داروں کو واپس کرادی اور کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس معاملے میں بڑے عَدْل وانصاف کا مظاہرہ کیا اور شاہی خاندان کے پاس کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس پر کسی دوسرے کا حق ثابت ہو رہا ہو۔

اولاد کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کرتا ہوں

یہ کام بہت خطرناک اور نازک تھا، خود آپ کے پاس بڑی مَورُوثی جاگیر تھی جس کا بہت بڑا حصہ آپ نے اس کے حق داروں کو لوٹا دیا اور اپنے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں رکھی جس پر کسی اور کا حق بنتا ہو۔ بعض افراد نے آکر آپ سے کہا کہ اگر

آپ نے اپنی جاگیر واپس کر دی تو اولاد کی کفالت کیسے کریں گے؟ یہ بات سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، فرمایا: اُوَکِّلُھُمْ اِلَی اللّٰہِ یعنی میں ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۳۰)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کیسی مَدَنی سوچ تھی حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کی کہ اولاد کی کِفالت پر آخرت کو ترجیح دی، جبکہ ہم میں سے ہر دوسرے شخص کو یہ فِکر کھا رہی ہوتی ہے کہ میرے دُنیا سے جانے کے بعد اولاد کا کیا بنے گا، کاش! ہم یہ بھی سوچتے کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟ یا یہ سوچتے کہ اولاد کے مرنے کے بعد اُن کا کیا بنے گا؟ اے کاش! ہمارا یہ مَدَنی ذہن بن جائے کہ جو رزّاق عَزَّوَجَلَّ ہمیں رِزق دے رہا ہے وہی ہماری اولاد کو بھی رِزق دینے والا ہے تو ہم مال کمانے وجائیداد بنانے کے ناجائز ذرائع اختیار کر کے جہنم کا اِیندھن کیوں بنیں؟ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ہمارا چھوڑا ہوا مال بچوں کے ہی کام آئے گا؟ اس سلسلے میں ذیل کی حدیثِ پاک پر غور وفکر کیجئے، چُنانچِہ

بھروسے کا اِنعام

حضرتِ سیِّدُنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سَرورِ کونَین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے ان دو بندوں کو دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا جنہیں اس نے دنیا میں کثیر مال اور اولاد سے نوازا تھا، پھر ایک سے اِرشاد فرمائے گا: ''اے فُلاں بن فُلاں!'' وہ عَرض کرے گا: ''لَبَّیْکَ یارب!'' اللہ

عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''کیا میں نے تجھے مال اور کثیر اولاد عطا نہ فرمائی تھی؟'' وہ عَرض کرے گا: ''کیوں نہیں!'' اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''تُو نے میرے عطا کردہ مال کا کیا کِیا؟'' وہ عَرض کرے گا: ''میں نے اُسے محتاجی کے خوف سے اپنے بچوں کے لئے رکھ چھوڑا۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''اگر تُو حقیقت جان لیتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ، کیونکہ جس چیز کا تجھے اپنے بچوں پر خوف تھا میں نے انہیں اُسی میں مبتلا کر دیا۔'' پھر دوسرے بندے سے فرمائے گا: ''اے فلاں بن فلاں!'' وہ عرض کرے گا: ''لَبَّیْکَ یارب عَزَّوَجَلَّ!'' اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''کیا میں نے تجھے کثرت سے مال اور اولاد عطا نہیں فرمائی تھی؟'' وہ عرض کرے گا: ''یارب عَزَّوَجَلَّ! کیوں نہیں۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''تو نے میرے عطا کردہ مال کے ساتھ کیا کیا؟'' وہ عَرض کرے گا: ''یارب عَزَّوَجَلَّ! میں نے اسے تیری طاعت (یعنی عبادت) میں خرچ کیا اور موت کے بعد اپنے بچوں کے لئے تیری عطا پر بھروسہ کیا۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''اگر تو حقیقت جان لیتا تو روتا کم اور ہنستا زیادہ، تو نے جو بھروسہ کیا تھا میں نے تیری اولاد کے ساتھ وہی معاملہ کیا۔'' (المعجم الاوسط، باب العین، رقم ۴۳۸۴، ج ۳، ص ۲۱۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

انگوٹھی کا نگینہ بھی واپس کر دیا

جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے زمینیں اور جائیدادیں اُن کے حقداروں کو واپس کرنا شروع کیں تو فرمایا: مجھے اپنے آپ سے

ابتداء کرنی چاہئے۔ پھر اپنی ساری زمینوں اور مال ودولت پر غور کرنا شروع کیا، جو بھی چیز مُشتَبَہ دکھائی دیتی واپس کرتے چلے جاتے یا بیتُ المال کے حوالے کردیتے، اسی دوران آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی نگاہ اپنے ہاتھ کی انگوٹھی کے نگینے کی طرف گئی تو فرمایا: ''یہ مجھے ولید نے دیا تھا۔'' اور اس کو بھی بیتُ المال میں جمع کروادیا۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۳۲)

خیبر کی جاگیر

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ القَدِیر نے اپنی تمام جاگیروں کی دستاویزات چاک کردی تھیں، البتہ ''خیبر'' اور ''سُوَیْدَاء'' کی دو جاگیریں ابھی باقی تھیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے خیبر کی جاگیر کے بارے میں تحقیقات کی کہ میرے والد کو یہ کیسے ملی؟ انہیں بتایا گیا کہ دراصل فتحِ خیبر کے بعد **رسولُ اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے یہ اَراضی اپنی ضروریات کے لیے مخصوص فرمائی تھی، پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم اس کو مسلمانوں کے لئے ''فَے'' بنا کر چھوڑ گئے، ہوتی ہوتی یہ مَروان کے پاس پہنچی، مَروان نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والدِ ماجد کو عطا کی اور اُن سے آپ کو ملی۔ یہ سن کر حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ القَدِیر نے اس کی دستاویز بھی چاک کرڈالی اور فرمایا: میں اِس کو اُسی حالت میں چھوڑتا ہوں جس حالت میں **رسولُ اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم اسے چھوڑ کر گئے تھے (یعنی مالِ فَے کے طور پر)۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۳۰)

اپنی دولت راہِ خدا میں خرچ کر دی

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے پاس کوئی ایسی زمین نہیں رہنے دی جس پر کسی کا مطالبہ بنتا ہو، اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی ساری زمینیں، غلام، کنیزیں، لباس، عطر اور دیگر سامان بیچ ڈالا، جس کی قیمت 23 ہزار دینار ملی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے وہ ساری رقم راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں خَرچ کر دی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۴)

خلیفہ کا یومیہ وظیفہ

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو گھریلو اَخراجات کے لئے دو دِرْہم روزانہ وظیفہ ملا کرتا تھا چاہے غلہ سستا ہو یا مہنگا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۴)

اپنے کھانے کی رقم سرکاری مَطْبَخ (یعنی باورچی خانے) میں جمع کرواتے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے سامنے کھانا پیش کیا گیا مگر آپ یُونہی بیٹھے رہے، چُنانچہ وہاں پر موجود لوگوں نے بھی نہ کھایا۔ جب آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: تم لوگ کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟ عَرض کی: اس لئے کہ آپ نہیں کھا رہے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے ذاتی رقم سے دو دِرْہم منگوائے اور کھانے کی قیمت سرکاری مَطْبَخ (یعنی باورچی خانے) میں جمع کروائی اور کھانا شروع کیا، اب حاضرین نے بھی کھانا کھالیا۔ اس کے بعد سے آپ روزانہ دو دِرْہم اپنے کھانے کے جمع کرواتے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۹۱)

بیت المال سے کبھی ناحق مال نہیں لیا

حضرت سیدنا عبد اللہ بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے مرتے دَم تک کبھی بیت المال سے ناحق کوئی شے نہیں لی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۶)

گورنروں کی بیش قیمت تنخواہ اور حضرت عمر کی تنگ دستی

حضرت ابن ابی زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یا امیر المؤمنین! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔'' فرمایا: ''کہیے۔'' عرض کی: ''میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے ایک ایک گورنر کو دو یا تین سو دینار بلکہ اِس سے بھی زائد تنخواہ دیتے ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی وضاحت کی: ''میرا مقصد یہ ہے کہ انہیں کتاب وسنت پر عمل کرنے میں آسانی رہے اور وہ فکرِ معاش سے آزاد ہو کر کام کریں۔'' عرض کی: ''امیر المومنین! پھر تو آپ اس کے بدرجہ اَولیٰ مُستحق ہیں کیونکہ آپ اُن سے کہیں زیادہ کام کرتے ہیں، آپ بھی ان کے برابر وظیفہ لیجئے تاکہ آپ کے گھر والے بھی مُعاشی طور پر خوشحال ہوسکیں۔'' یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم نے یہ مشورہ یقیناً میری خیر خواہی میں دیا ہے۔'' پھر پیٹ کی طرف اِشارہ کرکے فرمایا: ''اِس کی پَروَرِش سرکاری مال سے ہوئی ہے، جو کھا چکا وہی کافی ہے، اب میں دوبارہ کبھی سرکاری مال سے اس کی ضِیافت نہیں کروں گا۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۱۹۲)

ذاتی منافع بھی بیت المال میں جمع کروادیا

ایک بار گھر میں ضَروریاتِ مَعاش کے لیے کچھ نہ تھا، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے غلام مُزاحم سخت پریشان ہوئے کہ کیا اِنتظام کیا جائے؟ مجبوراً ایک شخص سے پانچ دینار قرض لئے۔ جب یمن کی جائیداد کا منافع آیا تو وہ نہایت خوش ہوئے کہ اب قرض ادا ہو جائے گا۔ یہ سوچ کر گھر میں گئے مگر تھوڑی ہی دیر بعد حیرانی کی حالت میں سر پر ہاتھ رکھے باہر نکلے اور کہنے لگے: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ امیر المومنین کو اَجر دے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ امیر المومنین کو اَجر دے، جنہوں نے اپنی ذاتی رقم بھی بیت المال میں جمع کروادی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۹۴)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

آمدنی کم ہوگئی

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے صاحبزادے حضرت عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے دریافت کیا گیا: ''آپ کے والد کی آمدنی کتنی تھی؟'' انہوں نے جواب دیا: ''خلافت سے قبل چالیس ہزار دینار تھی لیکن اِنتقال کے وقت ''400 دینار'' رہ گئی تھی اور اگر کچھ دن مزید زندہ رہتے تو شاید اس سے بھی کم ہو جاتی۔'' (تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز خلافت کے اعلیٰ ترین مَنصب پر پہنچے تو ان کی آمدنی پہلے سے کم ہوگئی مگر آج مَنصب وعہدے کو اپنی آمدنی بڑھانے کا آسان ذریعہ تصوّر کیا جاتا ہے اور عذاباتِ آخرت کو بھول کر زیادہ سے زیادہ مال کمانے کے عجیب وغریب طریقے اپنائے جاتے ہیں حالانکہ اِدھر انسان کی آنکھیں بند ہوئیں اُدھر مال کا ساتھ ختم! کتنی پریشان کُن بات ہے کہ انسان دُنیا سے پُھوٹی کوڑی تک بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا مگر حساب اُسے سارے مال کا دینا پڑے گا حالانکہ وہ مال اس کے وارث استعمال کرتے ہیں، کسی بُزرگ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا کہ اس نے بہت مال جمع کرلیا ہے تو انہوں نے دریافت فرمایا: کیا اس کو خرچ کرنے کے لئے ایّام بھی جمع کرلئے ہیں؟" (منہاج القاصدین) یقیناً یہ بے وفا دنیا نہ پہلے کسی کی ہوئی نہ اب ہو گی، اِس دنیا کے مال واَسباب کے پیچھے ہم کتنا ہی دوڑیں یہ پیٹ بھرنے والا نہیں ہے جیسا کہ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: "اگر انسان کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری کی تمنا کرے گا، انسان کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔" (بخاری، کتاب الرقاق، ج ۴، ص ۲۲۹، رقم: ۶۴۳۶) اکثر لوگ اپنا وقت اور صلاحیتیں محض دنیا کمانے میں صَرف کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی حقیقت تو یہ ہے کہ محنت سے جوڑنا، مَشقّت سے سنبھالنا اور حسرت سے چھوڑنا۔

پیچھے کیا چھوڑا؟

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مَرفُوعاً مَروِی ہے: ''جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو فِرِشتے کہتے ہیں: مَا قَدَّمَ یعنی اِس نے آگے کیا بھیجا؟ اور لوگ پوچھتے ہیں: مَا خَلَّفَ یعنی اِس نے پیچھے کیا چھوڑا؟''

(شعب الایمان، الحدیث ۱۰۴۷۵، ج۷، ص ۳۲۸)

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی مرتے وقت اُس کے وارِثین تو چھوڑے ہوئے مال کی فِکر میں ہوتے ہیں کہ کیا چھوڑے جارہا ہے؟ اور جو ملائکہ (یعنی فِرِشتے) اس کی قَبضِ رُوح وغیرہ کے لیے آتے ہیں وہ اُس کے اَعمال وعقائد کا حساب لگاتے ہیں۔'' (مراۃ المناجیح، ج۷، ص ۴۸)

نہ دے جاہ وحَشمت نہ دولت کی کثرت
گدائے مدینہ بنا یاالٰہی (وسائل بخشش ص ۸۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مال قبول نہ فرماتے

عمر بن اسد کہتے ہیں کہ لوگ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے پاس بہت سا مال لے کر آتے مگر آپ لینے سے اِنکار فرمادیتے، آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ عام لوگوں سے بے نیاز تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۸)

زمین سے ملنے والا نفع راہِ خدا میں خرچ کردیا

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْقَدِیر نے ایک مرتبہ فرمایا: ''میں نے ہر چیز مسلمانوں کے بیتُ المال میں داخل کردی ہے، البتہ'' چشمہ سُوَیدا'' میرا اپنا ہے، وہاں میری کچھ چٹیل (یعنی ویران و بے آباد) زمین تھی جس کی ایک بالشت میں بھی کسی مسلمان کا حق نہیں تھا، پھر جو وظیفہ مجھے عام مسلمانوں کے ساتھ ملتا ہے اِس رقم سے میں نے وہ زمین کاشت کرائی ہے۔'' جب اس زمین کا غلہ آیا جس کی مالیت 200 دینار اور ایک بوری ''صیحانی'' اور ''عَجْوہ'' کھجور تھی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: لاؤ! یہ عجوہ کھجور اِن حضرات (یعنی حاضرینِ مجلس) کے سامنے پیش کرو، یہ بڑی فَرْحَت اَفزا اور صحت بَخْش ہے۔'' جب گھر کی عورتوں نے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس مال آیا ہے تو انہوں نے ایک کم سِن صاحبزادے کو بھیجا کہ اُسے اِس مال میں سے کچھ عنایت فرمایا جائے۔ مَدَنی مُنّا آیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''اِسے مٹھی بھر کھجوریں دے دو۔'' کھجوریں لے کر بچہ تو خوشی خوشی چلا گیا، مگر جب عورتوں کے پاس پہنچا اور انہوں نے دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں صرف کھجوریں ہیں تو اس سے کہا: ''جاؤ! یہ کھجوریں اُنہی کے سامنے ڈال دو۔'' مَدَنی مُنّا آیا اور کھجوریں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ڈال دیں اور دیناروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْقَدِیر نے ولید بن ہشام سے فرمایا: ولید! اس کا ہاتھ پکڑلو۔ ولید نے بچے کا ہاتھ پکڑلیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے لیے طویل دُعا

کی، جس میں یہ بھی تھا: ''اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ بَغِّضْ اِلٰی ھٰذَا الْغُلَامِ ھٰذَا الذَّھَبَ کَمَا حَبَّبْتَھَا اِلٰی فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یعنی یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! اے غیب اور ظاہر کو جاننے والے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! یہ مال اس بچے کے لیے اُسی طرح مَبْغُوض (یعنی ناپسند) بنادے جس طرح فلاں شخص کے لئے اِس کو محبوب بنایا ہے۔'' دُعا سے فارغ ہو کر فرمایا: ''ولید! اب اس کا ہاتھ چھوڑ دو۔'' مَدَنی مُنّے کا ہاتھ کانپنے لگا اور اس نے ایک دِینار کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ دیکھ کر ایک شخص نے عَرض کی: ''امیرُ المُؤمنین! لگتا ہے کہ آپ کی دُعا قبول ہوگئی۔''

اِس کے بعد حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ القدیر نے فرمایا: ان دوسو دینار کی زکوٰۃ نکالو۔ جو شخص یہ مال لے کر آیا تھا اس نے عَرض کی: امیرُ المُؤمنین! اِس باغ کا عُشر ادا کیا جاچکا ہے۔ مگر آپ نے زکوٰۃ الگ کرنے پر اِصرار فرمایا تو زکوٰۃ کے پانچ دینار الگ کر دیئے گئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''کوئی ایسا شخص بتاؤ جو آنکھوں سے معذور ہو اور اُس کے پاس کہیں آنے جانے کے لئے کوئی خادِم بھی نہ ہو۔'' لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے، کچھ دیر بعد حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ القدیر نے خود ہی فرمایا: ''ہاں! مجھے یاد آیا، وہ فُلاں بوڑھا جو آنکھوں سے معذور ہے، وہ بے چارہ برسات کی اندھیری رات میں ٹھوکریں کھاتا ہے، اس کے پاس کوئی خادم نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑ کر یہاں وہاں لے جائے، اس رقم سے ایک خادِم کی قیمت نکال لو، خادِم درمیانی عمر کا ہو، اتنا بڑا نہ ہو کہ اسے ڈانٹا

کرے نہ اتنا کم عمر ہو کہ بوڑھے کی خدمت سے عاجز ہو۔" چنانچہ اس رقم سے پینتیس (35) دینار اُس کے لئے نکال لئے گئے۔ اس کے بعد حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر نے اس شخص کو بلایا جو آپ کے گھریلو اخراجات کا مُتَوَلّی (یعنی دیکھ بھال کرنے والا) تھا۔ اس سے فرمایا: یہ بقیہ دینار لے لو اور میرا وظیفہ ملنے تک ہمارے اہلِ وعِیال پر خَرچ کرو۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۴۱)

کیا بات ہے اِیثار کی!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنی ضَروریات وسہولیات پر ایک نابینا مسلمان کی ضرورت کو ترجیح دی اور اس کی خدمت کے لئے غلام خرید کر مہیا کر دیا، ہمیں بھی چاہئے کہ وقتاً فوقتاً ایثار کرنے کی سعی کرتے رہا کریں، سلطانِ دوجہان صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ بَخشِش نشان ہے: اَیُّمَا امْرِیٍٔ اِشْتَھٰی شَھْوَۃً فَرَدَّ وَآثَرَ عَلٰی نَفْسِہٖ غُفِرَ لَہٗ یعنی جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو، پھر اس خواہش کو روک کر (دوسروں کو) اپنے اوپر ترجیح دے، تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اِسے بخش دیتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۷۷۹)

اِیثار کی مَدَنی بہار

ایک اسلامی بہن کے ساتھ پیش آنے والی ایک **مَدَنی بہار** مختصراً عَرضِ خدمت ہے: بمبئی کے ایک علاقے میں تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک،

دعوتِ اسلامی کی طرف سے اسلامی بہنوں کے ہونے والے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع (پیر شریف ۲۲ صفرُ المظفّر ۱۴۲۸ھ بمطابق 12.3.2007) کے اختتام پر ایک ذمّہ دار اسلامی بہن کے پاس کسی نئی اسلامی بہن نے اپنی چپّل کی گمشدگی کی شکایت کی۔ ذمّہ دار اسلامی بہن نے **انفرادی کوشش** کرتے ہوئے اُسے اپنی چپّل کی پیش کش کی وہاں موجود ایک دوسری اسلامی بہن جن کو **مَدَنی ماحول** سے وابستہ ہوئے تقریباً سات ماہ ہوئے تھے اُس نے آگے بڑھ کر یہ کہتے ہوئے کہ "**کیا دعوتِ اسلامی کی خاطر میں اتنی قربانی بھی نہیں دے سکتی!**" باصرار اپنی چپّلیں پیش کر کے اُس نئی اسلامی بہن کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا اور خود پابَرَہنہ (یعنی ننگے پاؤں) گھر چلی گئیں۔ رات جب سوئی تو اُس کی قسمت انگڑائی لیکر جاگ اُٹھی! کیا دیکھتی ہے کہ **سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار** صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم اپنا چاند سا چہرہ چمکاتے ہوئے جلوہ فرما ہیں نیز ایک **مُعَمَّر** (مُ۔عَمْ۔مَر) **مبلّغِ دعوتِ اسلامی** سر پر سبز سبز عمامہ شریف سجائے قدموں میں حاضر ہیں۔ **سرکارِ مدینہ** صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کے لبہائے مبارکہ کو جُنبش ہوئی رَحمت کے پھول جَھڑنے لگے اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے: چپّل ایثار کرتے وَقت تمہاری زَبان سے نکلے ہوئے الفاظ "کیا دعوتِ اسلامی کی خاطر میں اِتنی قربانی بھی نہیں دے سکتی!" ہمیں بہُت پسند آئے۔ (علاوہ ازیں بھی حوصلہ افزائی فرمائی) (ماخوذ از بُرا سرار بھکاری، ص ۲۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

30 ہزار درہم بیت المال میں جمع کروادیئے

ایک مرتبہ بحرین سے 30 ہزار درہم حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی خدمت میں اَخراجات کے لئے بھیجے گئے، جب آپ کو اطلاع ہوئی تو اپنے خادمِ خاص مُزاحم سے فرمایا: اِس مال کو بیت المال میں جمع کروادو۔

(تاریخِ دِمشق، ج ۴۵، ص ۲۲۱ ملخصاً)

خلیفہ کی اہلیہ کے زیورات

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالی علیھا سے فرمایا: ''تمہیں اپنے اِن زیورات کا حال معلوم ہے کہ تمہارے والد نے یہ کس طرح حاصل کئے اور پھر کس طرح تمہیں دیئے؟ اگر تم اجازت دو تو میں انہیں ایک صندوق میں بند کر کے تالا لگا کر بیت المال کے آخری گوشے میں رکھ دوں، اگر اس سے پہلے بیت المال کا سارا مال خرچ ہو جائے تو اسے بھی خرچ کر ڈالوں گا اور اگر اسے خرچ کرنے سے پہلے ہی میرا اِنتقال ہو جائے تو تمہیں یہ مِل ہی جائیں گے۔'' (یعنی بعد کا خلیفہ تمہیں واپس کر ہی دے گا۔) زوجہ نے سعادت مندی سے کہا: ''جیسی آپ کی رائے ہو، میری طرف سے اِجازت ہے۔'' چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے زیورات بیت المال میں رکھوا دیئے، یہ زیورات ابھی بیت المال ہی میں موجود تھے کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کا وِصال ہو گیا بعد میں حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے بھائی یزید بن عبدُ الملک خلیفہ ہوئے تو یہ زیورات اُنہیں واپس کرنا چاہے مگر انہوں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ان کی زندگی میں زیورات سے دَستبردار ہو جاؤں اور انکی وفات کے بعد واپس لے لوں۔'' چنانچہ خلیفہ نے یہ زیورات گھر کی دوسری عورتوں میں تقسیم کر دیئے۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۳)

اِس حکایت میں شادی شدہ اسلامی بہنوں کے لئے دَرسِ عظیم بھی پوشیدہ ہے کہ ناز و نِعَم سے پلی شہزادی حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے شوہر کے حُکم پر آئیں بائیں شائیں کیے بغیر اپنے زیورات بیتُ المال میں جمع کروا دیئے اور پھر واپس کرنے پر بھی دوبارہ قبول نہیں کیے۔

سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کر دو

فرمانِ مصطفےٰ

صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: اگر شوہر اپنی عورت کو یہ حُکم دے کہ وہ زرد رنگ کے پہاڑ سے پتھر اٹھا کر سیاہ پہاڑ پر لے جائے اور سیاہ پہاڑ سے پتھر اٹھا کر سفید پہاڑ پر لے جائے تو عورت کو اپنے شوہر کا یہ حُکم بھی بجا لانا چاہئے۔ (مُسند امام احمد ج ۹ ص ۳۵۳ حدیث ۲۴۵۲۵)

مُفسّرِ شہیر حکیمُ الاُمت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یہ فرمانِ مبارک مُبالغے کے طور پر ہے، سیاہ و سفید پہاڑ قریب قریب نہیں ہوتے بلکہ دُور دُور ہوتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر خاوند

(شریعت کے دائرے میں رہ کر) مشکل سے مشکل کام کا بھی حُکم دے تب بھی بیوی اُسے کرے، کالے پہاڑ کا پتّھر سفید پہاڑ پر پہنچانا سخت مشکل ہے کہ بھاری بوجھ لے کر سفر کرنا ہے۔ (مراۃ ج ۵ ص ۱۰۶)

عورت پر شوہر کا حق

شوہر کے حُقُوق کا بیان کرتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت ،مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: "عورت پر مرد کا حق خاص اُمورِ مُتَعَلِّقہ زَوجِیَّت میں اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کے بعد تمام حُقُوق حتّٰی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان اُمور میں اس کے اَحکام کی اِطاعت اور اُس کے ناموس کی نگہداشت (یعنی اس کی عزت کی حفاظت) عورت پر فرضِ اَہَم ہے۔نبیِ کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم فرماتے ہیں: اگر میں کسی کو غیرِ خدا کے سَجدہ کا حُکم دیتا تو عورت کو حُکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۰)

(ماخوذ از پردے کے بارے میں سوال جواب،ص ۱۱۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

گھر والوں کے خَرچ میں کمی

امام اوزاعی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اپنے اہل وعِیال کے خَرچ میں کمی کی تو انہوں نے آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ سے تنگی کی شکایت کی، آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

میرے پاس اِس قدر مال نہیں ہے کہ میں تمہیں اِس سے زیادہ دے سکوں، اب رہا بیتُ المال تو اس پر تمہارا اُتنا ہی حق ہے جتنا دوسرے مسلمانوں کا۔ (تاریخ الخلفاء ص ١٩٠)

اہلیہ کا وظیفہ

حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز سے اپنے لئے الگ سے سرکاری وظیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی تو فرمایا: نہیں! تمہارے لئے میرا ذاتی مال ہی کافی ہے۔ عَرض کی: تو پھر آپ پہلے خلفاء سے خود وظیفہ کیوں لیتے تھے؟ فرمایا: وہ مجھے بغیر محنت کے ملنے والا اِنعام تھا اور اس کا وَبال دینے والوں پر ہے، اب جبکہ میں خود خلیفہ ہوں تو یہ کام نہیں کروں گا کہ کہیں گناہ گار نہ ہو جاؤں۔ (سیرت ابن جوزی ص ٢٨٧)

اُن کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت تباہ نہیں کروں گا

ایک دن کسی نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز سے ان کے گھر والوں کی مُعاشی حالت کے حوالے سے گفتگو کی تو فرمایا: میں نے انہیں مالِ غنیمت سے دوسروں کی طرح اُن کو بھی حصہ دیا ہے۔ عَرض کی گئی: اِتنی سی رقم میں وہ کیسے گُزارا کریں گے؟ کپڑے کہاں سے خریدیں گے، گھر آئے مہمانوں کی میزبانی کیونکر کرسکیں گے؟ تو اِرشاد فرمایا: میں اُن کی دُنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت تباہ نہیں کرسکتا۔ (سیرت ابن جوزی ص ٨٢)

احمق کون؟

حضرتِ سیّدُنا میمون بن مہران علیہ رحمۃُ الحنّان فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اپنے رُفقاء سے پوچھا: اَخْبِرُوْنِی مَنْ اَحْمَقُ النَّاسِ یعنی یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سے زیادہ اَحمق کون ہے؟ کہنے لگے: رَجُلٌ بَاعَ آخِرَتَهٗ بِدُنْیَاهُ یعنی وہ شخص جس نے اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ دی۔ فرمایا: اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَحْمَقَ مِنْهُ یعنی کیا میں تمہیں ایسے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو اس سے بڑھ کر اَحمق ہے! عَرض کی: بَلٰی یعنی کیوں نہیں۔ فرمایا: رَجُلٌ بَاعَ آخِرَتَهٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ یعنی وہ شخص جس نے دوسروں کی دنیا کے بدلے اپنی آخرت بیچ ڈالی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۷۶)

بُرا سودا

دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نَوال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدًا اَذْھَبَ آخِرَتَهٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ یعنی لوگوں میں سب سے بُرا اور بَد تر ٹھکانا اس شخص کا ہے جو دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کردے۔'' (المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۲۳ الحدیث ۷۵۵۹)

اپنے گھر والوں کو حرام کما کر کھلانے والوں کو سنبھل جانا چاہئے کہ میدانِ محشر میں کہ جہاں ایک ایک نیکی کی سخت حاجت ہوگی، یہی ''اپنے'' اس سے کیا سُلوک کریں گے؟ چُنانچہ

قیامت کے دن اہل وعیال کا دعویٰ

مَرْوِی ہے کہ مرد سے تعلُّق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، مگر یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت میں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عَرض کریں گے: ''اے ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی اُمور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں عِلْم نہ تھا۔'' چنانچہ اس سے ان کا بدلہ لیا جائے گا۔'' ایک اور روایت میں ہے کہ'' بندے کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس سے اس کے عِیال کی خبر گیری اور خدمت کے بارے میں سوال ہوگا اور مال کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ حتی کہ اُس کے تمام اعمال اُن مطالبات میں خرچ ہو جائیں گے اور اس کے لئے کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی، اس وقت فرشتے آواز دیں گے: ''یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے اہل وعِیال لے گئے اور وہ اپنے اَعمال کے ساتھ گرْوِی ہے۔''

(قوت القلوب، باب ذکر التزویج الخ، ج ۲ ص ۴۷۸، ۴۷۹)

ہماری بگڑی ہوئی عادتیں نکل جائیں — ملے گناہوں کے اَمراض سے شِفا یارب
رہیں بھلائی کی راہوں میں گامزن ہر دم — کریں نہ رُخ مرے پاؤں گناہ کا یارب

(وسائلِ بخشش، ص ۹۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بچوں کی امّی پر اِنفرادی کوشش

ایک دن امیرُ المُؤمنین خلیفۃُ المُسلِمین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العَزیز کی زوجہ محترمہ نے ان سے عَرض کی: ''مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔'' تو آپ نے فرمایا: ''تو سنئے! جب میں نے دیکھا کہ اِس اُمّت کے ہر سرخ وسفید کی ذمّہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے تو مجھے فوراً دُور دراز کے شہروں اور زمین کے اَطراف و اَکناف میں رہنے والے بھوک کے مارے ہوئے فقیروں، بے سہارا مسافروں، سِتَم رسیدہ لوگوں اور اس قسم کے دوسرے اَفراد کا خیال آیا اور میرے دل میں یہ اِحساس پیدا ہوا کہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے میری رِعایا کے بارے میں باز پُرس فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم ان تمام لوگوں کے حق میں میرے خلاف بیان دینگے۔ یہ سوچ کر میرے دل پر ایک خوف طاری ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں میرا کوئی عُذر قبول نہیں فرمائے گا اور میں اپنے آقا و مولیٰ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کے حُضُور کسی قسم کی صفائی پیش نہیں کر سکوں گا۔ یہ سوچ کر مجھے خود پر تَرَس آتا ہے اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اِس حقیقت کو میں جتنا یاد کرتا ہوں، میرا اِحساس اتنا ہی بڑھتا چلا جاتا ہے۔'' پھر آپ نے اپنے بچوں کی امّی سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اب آپکی مرضی ہے اس سے نصیحت حاصل کریں یا نہ کریں۔''

(تاریخِ دِمشق، ج ۴۵، ص ۱۹۸ ملخصًا)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز وہی ہستی ہیں کہ جس دن آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ مَنصبِ خلافت پر فائز ہوئے اُسی دن سے تَن دِہی سے رِعایا کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ نے اپنی ذات اور ذہن کو مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے وَقف کر رکھا تھا، اس کے باوجود آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ کو آخرت میں گرِفت کا کسقدر اِحساس تھا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین** صلَّی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

سونے کے انداز کی اِصلاح

ایک مرتبہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی بیٹی یا زوجہ چت سوئی ہوئی تھیں، آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ نے دیکھا تو اِس طرح لیٹنے سے مَنع فرمایا۔ اپنی بیٹیوں کو فرمایا کرتے کہ شیطان تمہارے سامنے ہوتا ہے جب تم چت لیٹو گی تو وہ تم میں بُری خواہش رکھے گا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۷، ۲۹۸)

"کاش! جنّتُ الْبقیع ملے" کے پندرہ حُروف کی نسبت سے سونے، جاگنے کے 15 مَدَنی پھول

{1} سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیجئے تا کہ کوئی مُوذی کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے {2} سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیجئے: **اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ**

ترجَمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا ہوں اور جیتا ہوں (یعنی سوتا اور جاگتا ہوں) (بُخاری ج ۴ ص ۱۹۶ حدیث ۶۳۲۵) {3} عَصر کے بعد نہ سوئیں عَقل زائل ہونے کا خوف ہے۔ فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم: "جو شخص عَصر کے بعد سوئے اور اس کی عَقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو مَلامت کرے۔" (مسند ابی یعلی حدیث ۴۸۹۷ ج ۴ ص ۲۷۸) {4} دوپہر کو قیلولہ (یعنی کچھ دیر لیٹنا) مستحب ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶) صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: غالباً یہ ان لوگوں کے لیے ہوگا جو شب بیداری کرتے ہیں، رات میں نمازیں پڑھتے ذِکرِ الٰہی کرتے ہیں یا کُتب بینی یا مطالعے میں مشغول رہتے ہیں کہ شب بیداری میں جو تکان ہوئی قیلولے سے دَفع ہو جائے گی۔ (بہارِ شریعت حصّہ ۱۶ ص ۷۹ مکتبۃ المدینہ) {5} دن کے ابتدائی حصے میں سونا یا مغرب و عشاء کے درمیان میں سونا مکروہ ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶) {6} سونے میں مستحب یہ ہے کہ باطہارت سوئے اور {7} کچھ دیر سیدھی کروٹ پر سیدھے ہاتھ کو رخسار (یعنی گال) کے نیچے رکھ کر قبلہ رُو سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر (اَیضاً) {8} سوتے وَقت قبر میں سونے کو یاد کرے کہ وہاں تنہا سونا ہوگا سوا اپنے اعمال کے کوئی ساتھ نہ ہوگا {9} سوتے وقت یادِ خدا میں مشغول ہو تہلیل و تسبیح و تحمید پڑھے (یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، سُبْحٰنَ اللہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا وِرد کرتا رہے) یہاں تک کہ سو جائے، کہ جس حالت پر انسان سوتا ہے اُسی پر اٹھتا ہے اور جس

حالت پر مرتا ہے قیامت کے دن اُسی پر اٹھے گا (ایضاً) {10} جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھئے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ. (بخاری ج ۴ ص ۱۹۶ حدیث ۶۳۲۵) ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے {11} اُسی وقت اس کا پکا ارادہ کرے کہ پرہیز گاری و تقویٰ کرے گا کسی کو ستائے گا نہیں۔ (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۷۶) {12} جب لڑکے اور لڑکی کی عمر دس سال کی ہو جائے تو ان کو الگ الگ سُلانا چاہیے بلکہ اس عُمر کا لڑکا اتنے بڑے (یعنی اپنی عمر کے) لڑکوں یا (اپنے سے بڑے) مَردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے (دُرِّمُختار، رَدُّالمحتار ج ۹ ص ۶۲۹) {13} میاں بیوی جب ایک چارپائی پر سوئیں تو دس برس کے بچے کو اپنے ساتھ نہ سُلائیں، لڑکا جب حدِ شہوت کو پہنچ جائے تو وہ مَرد کے حُکم میں ہے (دُرِّمُختار ج ۹ ص ۶۳۰) {14} نیند سے بیدار ہو کر مسواک کیجئے {15} رات میں نیند سے بیدار ہو کر تہجد ادا کیجئے تو بڑی سعادت ہے۔ سیِّدُ المُبلِّغین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''فرضوں کے بعد افضل نَماز رات کی نَماز ہے۔'' (صَحیح مُسلِم، ص ۵۹۱ حدیث ۱۱۶۳) طرح طرح کی ہزاروں سنّتیں سیکھنے کیلئے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ دو کُتُب بہارِ شریعت حصّہ 16 (312 صفحات) نیز 120 صَفحات کی کتاب ''سنّتیں اور آداب'' ھدِیّۃً حاصل کیجئے اور پڑھئے۔ سنّتوں کی تربیّت کا ایک بہترین ذریعہ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافلوں میں عاشقانِ رسول

کے ساتھ سنتوں بھرا سفر بھی ہے۔

سیکھنے سنتیں قافلے میں چلو لُوٹنے رحمتیں قافلے میں چلو
ہوں گی حل مشکلیں قافلے میں چلو پاؤ گے برکتیں قافلے میں چلو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

(ماخوذ از" 101 مدنی پھول"، ص ۳۰)

پہننے کے لئے کپڑے نہ تھے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز اپنے بچوں سے اگرچہ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے، لیکن اُس محبت کا اظہار کبھی دُنیوی زیب و زینت اور عیش و عشرت کی صورت میں نہیں ہوتا تھا، ایک بار انہوں نے اپنی بیٹی امینہ کو نہایت پیار سے آواز دے کر بلایا لیکن وہ نہ آئی۔ جب بعد میں اُس سے نہ آنے کی وجہ پوچھی تو عرض کی: میرے پاس ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا نہ تھا۔ **امیرُ الْمُؤمنین** نے مُزاحم کو حکم دیا کہ فرش پر بچھی ہوئی چادر کو پھاڑ کر اس کے لیے ایک قمیض تیار کروادو۔ حُسنِ اتفاق سے لڑکی کی پھوپھی اُمُّ البنین نہایت دولت مند تھیں، ایک آدمی ان کے پاس گیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے ایک تھان کپڑا بھیج دیا اور کہا عمر (رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے کچھ نہ مانگو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۱۵)

موٹے کپڑے

ایک بار حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے صاحبزادے عبداللّٰہ آئے اور کپڑے مانگے۔ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے ان کو خیار بن رباح

بصری کے پاس بھیج دیا کہ ہمارے کپڑے وہاں رکھے ہوئے ہیں۔ وہ گئے تو خیار نے چند موٹے کپڑے نکال کر سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ جس قدر ضرورت ہو لے لو، صاحبزادے نے کہا: یہ میری اور میرے خاندان کی پوشش (یعنی لباس) نہیں ہے۔ خیار نے کہا: امیرُ المُؤمنین کے یہی کپڑے ہیں جو میرے پاس ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ واپس ہو لئے اور حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے واقعہ بیان کیا تو فرمایا: ''وہ ٹھیک ہی تو کہتے ہیں، ہمارے پاس تو یہی کپڑے ہیں۔'' اب صاحبزادے نے مایوس ہو کر پلٹنا چاہا تو پیش کش کی کہ اگر لینا چاہو تو میں تمہیں 100 درہم قرض دِلوا سکتا ہوں۔ وہ راضی ہو گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سو درہم دلوا دیئے، جب وظیفہ تقسیم ہوا تو ان کے وظیفے سے وہ رقم کاٹ لی۔ (سیرت ابن جوزی، ص ۳۱۲)

ہزار بھوکوں کا پیٹ بھر دو

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی اولاد میں اگر کوئی بیش قیمت چیز کا استعمال کرتا تو اُس کو بھی منع کرتے۔ ایک بار ان کے صاحبزادے نے انگوٹھی بنوائی اور اس کے لیے ہزار دِرْہم کا نگینہ خریدا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معلوم ہوا تو لکھا کہ اس انگوٹھی کو فروخت کر ڈالو اور اس رقم سے ہزار بھوکوں کا پیٹ بھر دو۔

(سیرت ابن جوزی ص ۳۱۴)

بیتُ المال سو کنیں جمع کرنے کے لئے نہیں ہے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے ایک صاحبزادے

نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں یہ درخواست بھیجی کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں، میرا مَہر بیت المال سے ادا فرما دیجئے۔ یہ صاحبزادے پہلے سے شادی شدہ تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس پر بے حد ناراض ہوئے اور اسے لکھا: ''تم نے اپنے خط میں مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں تمہارے لیے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم خَرچ کر کے سوکنیں جمع کر دوں؟ (یعنی تمہاری دوسری شادی کر دوں) حالانکہ مہاجرین کی اولاد میں بعض ایسے افراد بھی ہیں جنہیں اپنی عِفَّت و عِصمَت کی حفاظت کے لیے ایک بیوی بھی مُیَسَّر نہیں، خبردار! آئندہ ایسی بات مجھے نہ لکھنا۔'' بعد اَزاں آپ نے اُسی صاحبزادے کو ایک خط اور لکھا جس میں فرمایا: ''تمہارے پاس جو ہمارا تانبا اور گھریلو سامان ہے اگر چاہو تو اُسے فروخت کر کے اپنی ضَرورت پوری کرلو۔''

(سیرت ابن عبدالحکم ص ١٠٦)

شہزادیوں کی عید

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی خدمت میں عِید سے ایک دِن قَبل آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی **شہزادیاں** حاضِر ہوئیں اور بولیں: ''**بابا جان!** کل عِید کے دِن ہم کون سے کپڑے پہنیں گی؟'' فرمایا: ''یہی کپڑے جو تم نے پہن رکھے ہیں، اِنہیں دھولو، کل پہن لینا!'' ''نہیں! **بابا جان!** آپ ہمیں نئے کپڑے بنوا دیجئے'' بچّیوں نے ضِد کرتے ہوئے کہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ''میری بچّیو! عِید کا دِن **اللّٰہُ رَبُّ الْعِزَّت** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت کرنے، اُسکا شُکر

بجالانے کا دِن ہے، نئے کپڑے پہننا ضروری تو نہیں!'' ''**باباجان**! آپ کا فرمان بیشک دُرُست ہے لیکن ہماری سہیلیاں ہمیں طعنے دیں گی کہ تم امیرُ المؤمنین کی لڑکیاں ہو اور عید کے روز بھی وُہی پُرانے کپڑے پہن رکھے ہیں!'' یہ کہتے ہوئے بچّیوں کی آنکھوں میں **آنسو** بھر آئے۔ بچّیوں کی باتیں سُن کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا دِل بھی بھر آیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے **خازِن** (وزیر مالیات) کو بُلا کر فرمایا: ''**مجھے** میری ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لادو۔'' خازِن نے عَرض کی، ''**حُضُور**! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہیں گے؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ''**جَزَاکَ اللہ** تُو نے بیشک عُمدہ اور صحیح بات کہی۔'' **خازِن** چلا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بچّیوں سے فرمایا، ''پیاری بیٹیو! **اللہ** و رسول عزّوجلّ وصلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی رِضا پر اپنی خواہشات کو قُربان کردو۔ (مَعْدَنِ اَخلاق حصۂ اوّل ص ۲۵۷ تا ۲۵۸)

اللہ عزّوجلّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ اِس حکایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو**! دیکھا آپ نے؟ گزشتہ دونوں حِکایات سے ہمیں یہی دَرْس مِلا کہ اُجلے کپڑے پہن لینے کا نام ہی **عِید** نہیں۔ اس کے بِغیر بھی **عِید** مَنائی جاسکتی ہے۔ **اللہُ اکبر** عزّوجلّ! **امیرُ الْمُؤمِنین** حضرتِ سَیِّدُنا

عمر بن عبدُالعَزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کس قَدر غریب و مسکین خَلیفہ تھے اِتنی بڑی سلطنت کے حاکم ہونے کے باوُجُود آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کوئی رقم جمع نہ کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خازِن بھی کس قَدر دِیانتدار تھے اور اُنہوں نے کیسے خُوبصورت انداز میں پیشگی تنخواہ دینے سے انکار کر دیا۔ اِس حِکایت سے ہم سب کو بھی عِبرت حاصِل کرنی چاہئیے اور پیشگی تنخواہ یا اُجرت لینے سے پہلے خوب اچھی طرح غور کر لینا چاہئیے کہ ہم جتنی مُدّت کی پیشگی تنخواہ لے رہے ہیں آیا اُتنی مدّت تک زندہ بھی رہیں گے یا نہیں اور اگر زندہ رہ بھی گئے تو کام کاج کے قابل بھی رہیں گے یا نہیں! ظاہر ہے انسان حادِثہ یا بیماری کے سبب ناکارہ بھی تو ہو سکتا ہے۔

(فیضانِ سنت، ج ١، ص ١٣٠٥)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مَسُور کی دال اور پیاز سے پیٹ بھرا

امیرُ المُؤمنین حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کا معمول تھا کہ عشا کی نَماز سے فارِغ ہو کر کچھ دیر کے لئے اپنی صاحبزادیوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ حسبِ معمول ایک رات اُن کے یہاں گئے تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی آہٹ پاتے ہی انہوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لئے اور اندر کی طرف لپکیں۔ آپ نے خادِمہ سے اُس کا سبب دریافت کیا، اس نے بتایا کہ ان کے پاس شام کے کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا، مجبوراً انہوں نے، مَسُور کی دال اور پیاز سے پیٹ

بھرا ہے، ان کو گوارا نہ ہوا کہ آپ کو انکے منہ کی بُو محسوس ہو۔ یہ سن کر حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز رو پڑے اور صاحبزادیوں سے فرمایا: ''تمہیں اس سے کیا نفع ہوگا کہ تم رنگا رنگ کے کھانے کھاؤ اور فِرِشتے تمہارے باپ کو پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں!'' یہ کہہ کر آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ واپس آ گئے اور صاحبزادیوں کی روتے روتے چیخیں نکل گئیں۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۹)

جلا دے نہ مجھ کو کہیں نارِ دوزخ
کرم بہرِ شاہِ اُمَم یاالٰہی (وسائل بخشش ص ۸۳)

اس حکایت سے ان نادانوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو صرف اور صرف اپنے گھر والوں کی فرمائشیں اور ضَرورتیں پوری کرنے کے لئے مالِ حرام کا وَبال اپنے سر لے لیتے ہیں، ایسوں کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ سَراسر خَسارے کا سودا ہے، چُنانچہ

اپنے آپ کو ھلاکت میں ڈالنے والا بدنصیب

ہمارے پیارے آقا، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مؤمن کو اپنا دین بچانے کے لئے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور ایک غار سے دوسرے غار کی طرف بھاگنا پڑے گا تو اس وقت روزی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی ہی سے حاصل کی جائے گی پھر جب ایسا زمانہ آجائے گا تو آدمی اپنے بیوی بچوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگا، اگر اس کے بیوی بچے نہ ہوں تو وہ اپنے والدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگا، اگر اس کے والدین نہ

ہوئے تو وہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگا۔'' صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضوان نے عرض کی: ''یا رسولَ اللّٰہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! وہ کیسے؟'' فرمایا: ''وہ اُسے مال کی کمی کا طعنہ دیں گے تو آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں میں مصروف کردے گا۔'' (تو گویا انہیں کے ہاتھوں ہلاک ہوا)

(الترغیب والترهیب، کتاب الادب، باب في العزلة لمن لا يأمن ...الخ رقم۱۶، ج۳، ص ۳۶۲)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيب! صَلَّى اللّٰهُ تعالٰى على محمّد

ذِمّی کو اس کی زمین واپس دلوائی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پاس ایک ذِمّی کافر آیا اور کہنے لگا: ''میں حِمص سے آیا ہوں اور آپ سے کتابُ اللّٰہ کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔'' آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: ''تم کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟'' کہنے لگا: ''عباس بن ولید نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔'' عباس بن ولید بھی اسی مجلس میں موجود تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان سے پوچھا: ''عباس! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟'' عباس بن ولید کہنے لگے: ''حضور! یہ زمین مجھے میرے والد امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک نے دی تھی، اُن کی لکھی ہوئی دستاویز میرے پاس موجود ہے۔'' حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ذِمّی سے فرمایا: ''اب تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ عباس کے پاس تو زمین کی ملکیت کی دستاویز ولید بن عبدُ الملک کی طرف سے موجود ہے جس کے مطابق یہ زمین عباس کی ملکیت

میں ہے۔'' ذِمّی کہنے لگا: ''**یاامیرالمؤمنین!** میں آپ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔'' حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے فرمایا: ''ولید بن عبدالملک کی کتاب (یعنی دستاویز) کے بجائے کتاب اللہ زیادہ لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا، عباس! تم یہ زمین اس ذِمّی کو واپس کردو۔'' یوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ زمین سابق خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بیٹے عباس سے لے کر اُس ذِمّی کو دلوادی۔ (سیرت ابن جوزی ص۱۲۶)

سات زمینوں کا ہار

دوسروں کی جگہوں پر قبضہ کرکے عمارتیں بنانے والے، لوگوں کی طرف سے ٹھیکے پر ملی ہوئی زرعی زمینیں دبالینے والے کسان، وڈیرے اور خائن زمیندار سنبھل جائیں کہ اگرچہ دنیا میں رشوت اور تعلّقات کے بَل بوتے پر وہ سزا سے بچنے میں کامیاب ہو بھی جائیں مگر آخرت میں سخت ذِلّت و رُسوائی کا سامنا ہوگا جیسا کہ سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان عبرت نشان ہے: ''مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ یعنی جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ناحق طور پر لے گا تو اسے قیامت کے روز سات زمینوں کا طوق (یعنی ہار) پہنایا جائے گا۔ (مسلم، الحدیث ۱۶۱۰ ج۳ ص۸۶۹) چنانچہ ایسوں کو گھبرا کر جھٹ پٹ توبہ کرلینی چاہئے اور جن جن کے حُقُوق دبائے ہیں وہ فوراً ادا کردینے چاہئیں۔

دُعا قبول نہ ہوئی

حضرتِ سیِّدنا سفیان ثوری علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی کہتے ہیں: بنی اسرائیل سات برس قحط میں مبتلا رہے یہاں تک کہ مُردوں اور بچوں کو کھانے لگے، پہاڑوں میں نکل جاتے اور عاجزی وتضرُّع کے ساتھ دعا مانگتے اور روتے مگر رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ اُن کے حال پر اصلاً توجہ نہ فرماتی یہاں تک کہ ان کے پیغمبر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پر وحی ہوئی: ''اگر تم میری طرف اس قدر چلو کہ تمہارے گُھٹنے گِھس جائیں اور تمہارے ہاتھ آسمان کو لگ جائیں اور تمہاری زبانیں دعا کرتے کرتے گُونگی ہو جائیں جب بھی میں تم میں سے کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول نہ کروں اور کسی رونے والے پر رحم نہ فرماؤں، جب تک مظلوموں کو ان کے حُقُوق واپس نہ کر دیں۔'' پس بنی اسرائیل نے مظلوموں کو ان کے حق واپس کیے، اسی دن مینہ برسا۔ (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۴۰۷)

اِحساسِ ذمّہ داری نے رُلا دیا

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز بہت روئے جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: لَوْاَنَّ سَخْلَۃً ھَلَکَتْ عَلٰی شَاطِیِٔ الْفُرَاتِ لَاُخِذَ بِھَا عُمَرُ یعنی فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی مر گیا تو عمر سے مؤاخذہ ہوگا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۶)

مظلوم کی مدد

آذربائجان سے ایک شخص حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ

العزیز کے پاس آیا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر بولا: ''**یاامیرالمؤمنین!** اپنے سامنے میرے اِس طرح کھڑے ہونے سے اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ ربُّ العزّت کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے، آپ کے فریقوں کی کثرت بھی آپ کو چُھپنے نہیں دے گی، جس دن عملِ محکم کے علاوہ کوئی چارہ اور گناہوں سے چھٹکارا ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی یہ بات سن کر حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز بہت روئے پھر فرمایا: تمہارا بھلا ہو! ذرا پھر سے کہنا۔ اس نے دوبارہ یہی بات کہی تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ پھر رونے لگے، لمبی لمبی آہیں بھرنے لگے۔ تھوڑا اِفاقہ ہوا تو دریافت فرمایا: مَاحَاجَتُکَ یعنی تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے بتایا: آذربائجان کے عامل نے مجھ پر ظُلم کیا اور بلا وجہ میرے بارہ ہزار درہم بیتُ المال میں ڈال دیئے ہیں۔ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اُسی وقت آذربائجان کے عامل کو یہ خط لکھنے کا حُکم دیا کہ اسکا مال اسے لوٹا دیا جائے۔ (سیرت ابن جوزی ص ١٦٧)

غلام آزاد کر دیا

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کے پاس ایک غلام تھا۔ وہ غلام ایک خچر کے ذریعہ محنت مزدوری کیا کرتا تھا۔ ایک دن آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اس غلام سے حال اَحوال دریافت کیا تو شکوہ کرتے ہوئے کہنے لگا: اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ بِخَیْرٍ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ یعنی میرے اور آپ کے سوا باقی سب لوگ خیریت سے ہیں۔ فرمایا: ''فَاذْھَبْ فَاَنْتَ حُرٌّ یعنی جاؤ تم آزاد ہو۔'' (سیرت ابن جوزی ص ١٨٦)

اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ

جب حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے خلیفہ بننے کی خبر عام ہوئی تو دُور و نزدیک سے لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچنا شروع ہو گئے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سب کو جمع کر کے فرمایا: اے لوگو! اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ کیونکہ جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو میں تمہیں بھول جاتا ہوں اور جب تم اپنی اپنی جگہ پر ہوتے ہو مجھے خوب یاد رہتے ہو، دیکھو! میں نے کچھ لوگوں کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے، میرا یہ ہرگز دعویٰ نہیں ہے کہ وہ تم میں سے بہترین ہیں، ہاں! یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بہت سے لوگوں سے اچھے ہیں، اگر کوئی حاکم تم پر ظلم ڈھاتا ہے تو اسے میری طرف سے ہرگز اس کی اجازت نہیں ہے (یعنی اس کا محاسبہ ہوگا)۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۶، سیرت ابن جوزی ص ۸۹)

بدّوؤں کو زمین واپس دلائی

غَصب شدہ جائیدادیں اور مقبوضہ زمینیں واپس کرنے کا سلسلہ تادمِ مرگ قائم رہا۔ حُقوق کی واپسی کے لیے کسی قطعی شہادت یا حُجت کی ضرورت نہ تھی، بلکہ جو شخص دعویٰ کرتا تھا معمولی سے معمولی ثبوت پر اس کا مال واپس مل جاتا تھا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۰۶) ایک بار بدّوؤں (یعنی دیہاتیوں) نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے ایک قِطعہ زمین آباد کیا تھا جس کو عبدُالملک نے اپنی اولاد کو دے دیا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے

فرمایا ہے: ''اَلْبِلَادُ بِلَادُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰہِ مَنْ اَحْیٰ اَرْضاً مَیْتَۃً فَہِیَ لَہٗ'' یعنی زمین خداعَزَّوَجَلَّ کی زمین ہے، اور بندے خداعَزَّوَجَلَّ کے بندے ہیں جس نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اس کا مُستحق ہے۔'' یہ کہہ کر زمین بدّوؤں کو واپس دلا دی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۲۵)

اپنے حکومتی کارِندوں کو بھی اِسی کی تاکید کی

ان ذاتی کوششوں کے ساتھ ساتھ اُمرا و عُمّال (حکومتی ذمہ داران) کو بھی ہدایتیں بھیجتے رہتے تھے کہ وہ بھی اسی مُستعِدی (یعنی تیز رفتاری) کے ساتھ اموالِ مَغصُوبہ اُن کے مالِکان کو واپس دلائیں۔ چنانچہ ابوزناد کا بیان ہے: ہمیں عراق میں حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے لکھا: ''ہم اہلِ حُقُوق کو حقوق واپَس دِلا دیں۔'' جب ہم نے اس کام کو شروع کیا تو عراق کا بیتُ المال بالکل خالی ہو گیا اور حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو شام سے روپیہ بھیجنا پڑا۔'' (سیرتِ ابن عبدالحکم، ص ۱۰۷) عبدالرحمٰن بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی کوئی تحریر ایسی نہیں آئی جس میں اَموالِ مغصوبہ کی واپسی، اِحیائے سنت، اِماتتِ بدعت (یعنی بدعت کے خاتمے) وغیرہ کی ہدایت درج نہ ہو (سیرتِ ابن جوزی، ص ۱۰۰)، بلکہ ایک بار تو یہ بھی لکھ کر بھیجا کہ رجسٹروں کا جائزہ لیں اور قدیم عُمّال (یعنی حکومتی عہدیداروں) نے کسی مسلمان یا ذِمّی پر ظُلم کیا ہو تو اس کا مال واپس کر دیں اور اگر وہ خود زندہ نہ ہوں تو اس کے وُرثا کو دے

ہیں۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص ۲۶۴)

ٹال مٹول کرنے والے حُکّام سے ناراضی

جو ذمّہ دارانِ حکومت حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے اِس حُکم میں لَیْتَ وَلَعَلَّ (یعنی ٹال مٹول) کرتے تھے، اُن سے بہت ناراض ہوتے تھے، ''عُرْوَہ'' یمن کے عامل تھے ایک بار انہوں نے اِس معاملہ میں بہت قِیْلَ وَقَالَ (یعنی بحث وتکرار) کی تو ان کو لکھا کہ میں تمہیں لکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اَموالِ مغصوبہ واپس کردو اور تم اس کے متعلّق مجھ سے سوال جواب کرتے ہو! حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان کتنا لمبا سفر ہے؟ اور موت کے آنے کا کچھ پتا نہیں، اگر میں تمہیں لکھتا ہوں کہ ایک مسلمان کی غَصَب شُدہ بکری واپس کردو تو تم پوچھتے ہو کہ وہ بھوری ہو یا سیاہ؟ جلد از جلد مسلمانوں کا مال واپس کردو اور مجھ سے اِس معاملہ میں غیر ضروری خط وکتابت نہ کرو۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص ۲۹۶)

اَدائے حقوق میں اِحتیاط

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے عُمّال کے نام ایک خط میں لکھا: میں نے پہلے تمہیں لکھا تھا کہ ''مقبوضہ'' اَموال اُن کے مالکوں کو واپس کردیئے جائیں مگر بعد میں لکھا تھا کہ ابھی روک لئے جائیں اور تیسری بار لکھا تھا کہ واپس کردیئے جائیں، دَرْاصل بات یہ تھی کہ بعض لوگوں کی طرف سے خیانتوں اور جھوٹی شہادتوں کی اِطّلاع مجھے ملی تھی، اِسی وجہ سے میں نے واپس کئے گئے بعض

اَموال اپنی تحویل میں لے لئے تھے کہ جب تک دعویٰ داروں کی طرف سے قابلِ اِعتماد شہادت فراہم نہیں کی جاتی اُنہیں اَموال واپس نہ دیئے جائیں، لیکن بعد میں یہ رائے بنی کہ اپنی تحویل میں رکھنے کے بجائے اُن کے مالکوں کو لوٹا دینا بہتر ہے۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۷۷)

تمہارا کوئی حق نہیں مارا گیا

ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے سامنے بے حد عُمدہ عنبر لاکر رکھی گئی اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور آپ کی دہائی ہے **یا امیرالمؤمنین**! فرمایا: کیا بات ہے؟ عرض کی: ''**یاامیرالمؤمنین**! میرا عنبر!'' دریافت فرمایا: اِس عنبر کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: میں نے یہ عنبر سلیمان بن عبدالملک کو سات ہزار درہم میں فروخت کیا تھا حالانکہ اس کی قیمت اٹھارہ ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ فرمایا: کیا انہوں نے تجھے ڈرایا دھمکایا تھا؟ عرض کی: نہیں، فرمایا: کیا تجھے مجبور کیا تھا؟ کہا: نہیں، فرمایا: کیا تجھ سے غَصب کیا تھا؟ کہا: نہیں، فرمایا: تو پھر؟ اس کے منہ سے نکلا: میرا عنبر۔ مگر آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جاؤ! تمہارا کوئی حق نہیں مارا گیا، کیونکہ میں بھی یہی پسند کرتا ہوں کہ کوئی چیز خریدوں تو سَستی خریدوں (اور سلیمان بن عبدالملک نے یہی کیا تھا)۔ (سیرت ابن جوزی ص ۹۹)

سائل سے ہمدردی

ایک سائل حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی خدمت

میں حاضِر ہوا اور آپ کے مقرر کردہ گورنر کی شکایت کی کہ وہ میری زمین واپس نہیں دِلواتا، حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے فرمایا: اس کے حلئے نے ہمیں دھوکہ دیا کہ ہم نے اسے نیک سمجھ کر گورنر بنادیا، میں نے اُسے لکھا بھی تھا کہ جو شخص اپنے حق پر گواہی پیش کردے اُس کی چیز فوراً اُس کے حوالے کردیا کرو، مگر اُس نے میری تاکید نظرانداز کردی اور تمہیں خواہ مخواہ یہاں آنے کی زحمت دی۔ پھر آپ نے گورنر کے نام تحریری حُکم لکھا کہ اِس شخص کی زمین اِسے دلوائی جائے۔ اس کے بعد سائل سے دریافت فرمایا: میرے پاس آنے میں تمہارا کتنا خرچ ہوا؟ عرض کی: یاامیرَالمؤمنین! آپ مجھ سے سفر کا خرچ پوچھتے ہیں، میری جو زمین آپ نے واپس دِلوائی ہے اس کی قیمت ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے! حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے فرمایا: وہ تو تمہارا حق تھا جو تمہیں مل گیا یہ بتاؤ کہ سفر پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟ عرض کی: جی! معلوم نہیں۔ فرمایا: کچھ اندازہ تو ہوگا؟ عرض کی: ''یہی کوئی 60 دِرہم۔'' آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے حُکم دیا کہ اس کا خرچ بیتُ المال سے ادا کیا جائے، جب وہ جانے لگا تو اسے آواز دے کر بلایا اور فرمایا: خُذْ ھٰذِہٖ خَمْسَۃُ دَرَاھِمَ مِنْ مَّالِیْ فَکُلْ بِھَا لَحْماً حَتّٰی تَرْجِعَ اِلٰی اَھْلِکَ یعنی لو! یہ پانچ درہم میرے ذاتی مال سے ہیں، گھر جانے تک ان کا گوشت لے کر کھاتے رہنا۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۵)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب

مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حکومتی ذمہ دار پر انفرادی کوشش

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر نے ایک گورنر کو لکھا: تم سے پہلے کے گورنر فِسْق و فُجور اور ظُلم و عُدْوان کی جس اِنتہا کو پہنچے ہوئے تھے تم سے ہو سکے تو عَدْل و اِنصاف اور اِحسان و اِصلاح میں وہی مقام پیدا کرو۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۰۲)

پروٹوکول ختم کر دیا

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے پہلے خلیفہ منتخب ہونے والے کے خاندان کو شاہی اہمیت مل جاتی تھی ، خلیفہ کی طرف سے ان کو خاص وظائف ملتے تھے ، وہ ہر جگہ نمایاں حیثیت میں نظر آتے تھے ، خود خلیفہ جب چلتا تھا تو اس کے ساتھ ساتھ نَقیب و علمبردار چلا کرتے تھے ، کسی جنازے میں شریک ہوتا تو اس کے لئے خاص طور پر چادر بچھائی جاتی لیکن حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے خلیفہ بنتے ہی تمام نشیب و فراز مٹا دیئے اور ''محمود و ایاز'' کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔ خاندانِ شاہی کو عام مسلمانوں پر جو اِمتیاز حاصل ہو گیا تھا اُس کے بارے میں حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ دربارِ عام میں کسی کو کسی پر اِس لیے ترجیح نہ دو کہ وہ خاندانِ خلافت سے تعلق رکھتا ہے ، یہ

لوگ میرے نزدیک تمام مسلمانوں کے برابر ہیں۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص ۲۶۴) خود اپنے لئے لکھا کہ مذہبی اِجتماعات میں خاص میرے لئے دعا نہ کی جائے بلکہ عمومی طور پر سارے مسلمانوں کے لئے دعا کی جائے اگر میں اُن میں سے ہوں گا تو اس دعا میں حصہ دار بن جاؤں گا۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص ۲۹۵)

سب کے لئے کی جانے والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے

وہ **دعا** زیادہ مقبول ہوتی ہے کہ جو سب کے لیے کی جائے کیونکہ اگر ایک کے لیے بھی قبول ہوئی تو اُمید ہے کہ سب کے لیے قبول ہو جائے گی۔ اِسی لیے دعا کے اوّل اور آخر دُرُودِ پاک پڑھا جاتا ہے کیونکہ **دُرُود شریف** یقیناً قبول ہوتا ہے، تو رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے امیدِ قوی ہے کہ وہ دو [2] **دُرُودوں کے درمیان کی جانے والی دعا** کو نہ چھوڑے گا بلکہ اوّل آخر پڑھے جانے والے دُرُود شریف کی بَرَکت سے اِسے بھی قبول فرما ہی لے گا۔ (تفسیر کبیر ج۱، ص ۲۱۹)

پڑوسی خُلد میں یارَبّ بنادے اپنے پیارے کا
یہی ہے آرزو میری یہی دِل سے دعا نکلے (وسائلِ بخشش ص ۲۶۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

سب کے برابر بیٹھے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے برادرِ نسبتی (یعنی زوجہ محترمہ کے بھائی) حضرت مَسْلَمَہ بن عبد الملک رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کسی مقدمے میں بحیثیتِ

فریق آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں آئے تو درباری فرش پر آپ کے سامنے بیٹھ گئے، مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اِن حالات میں یہاں نہ بیٹھئے اگر یہ گوارا نہ ہو تو کسی کو اپنا وکیل مقرر کر لیجئے ورنہ سب کے برابر بیٹھئے۔

(سیرت ابنِ جوزی ص۹۱ ملخصا)

علماءِ کرام کو اپنے قریب کر لیا

جب حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر خلیفہ مقرر ہوئے تو مختلف ''شخصیات'' نے آپ کے پاس آنا جانا شروع کیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ انہیں بھی وہی توجہ ملتی ہے جو عام لوگوں کو تو وہ پیچھے ہٹ گئیں، پھر حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر نے اپنی پسندیدہ شخصیات یعنی علماء کرام کو اپنے قریب کر لیا۔ (سیرت ابن جوزی ص۹۱) تاریخِ دمشق میں ہے: کَانَ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ سُمَّارٌ یَسْتَشِیْرُھُمْ فِیْمَا یَرْفَعُ اِلَیْہِ مِنْ اُمُوْرِ النَّاسِ یعنی: حضرتِ عمر بن عبدالعزیز کے چند مصاحِب تھے جن سے وہ رِعایا کے معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے۔

(تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۱۷۰)

کم رفتار سواری پر بیٹھنا

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے ایک گورنر کو لکھا: تم اُسی سواری پر بیٹھنا جس کی رفتار لشکر کی دیگر سواریوں سے کم ہو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۳۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس فرمانِ نصیحت نشان کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اپنے مرتبے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اچھی اچھی چیزیں اپنے لئے خاص نہ کر لینا، اس سے اُن اسلامی بھائیوں کو خود پر ایک سو بارہ مرتبہ غور کر لینا چاہئے جنہیں کسی شُعبہ یا مَکتب (دفتر) میں فوقیت حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی حیثیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اچھی، قیمتی اور معیاری اشیاء اپنے لئے خاص کر لیتے ہیں اور بَچا کُھچا سامان ماتحت اسلامی بھائیوں کو پیش کر دیتے ہیں۔

خاندان والوں سے میل جول کم کر دیا

خلیفہ بننے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خاندان والوں سے میل جول کم کر دیا تو ان میں بعض لوگوں نے کہا: ''آپ مُتَکَبِّر ہو گئے ہیں۔'' فرمایا: میں پہلے محض ایک نوجوان تھا، خاندان کے لوگ بلا روک ٹوک میرے پاس آتے جاتے تھے لیکن خلیفہ بننے کے بعد میرے سامنے دو راستے تھے کہ یا تو میں پہلے کی طرح ان کے ساتھ زیادہ میل جول رکھوں اور حق کی مخالفت پر ان کو سزا دوں، یا ان سے ملنا جُلنا کم کر دوں تاکہ انہیں میرے بل بوتے پر حق کی مخالفت کی جرأت ہی نہ ہو، میں نے بہت سوچ سمجھ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے، ورنہ **تکبُّر** تو صرف خدا عَزَّوَجَلَّ کا حق ہے، میں اس کے متعلّق اس سے کیونکر جنگ کر سکتا ہوں! (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۴ ملخصا)

بیس ہزار دینار دینے سے اِنکار

خلیفہ سلیمان بن عبدُ الملک نے عنبسہ بن سعید کو بیس ہزار دینار دینے کا حُکم

دیا تھا، یہ حُکم نامہ دفتری کارروائی کے آخری مرحلہ میں تھا اور اس رقم کا صِرف وُصول کرنا باقی تھا کہ سلیمان کا انتقال ہوگیا۔ عنبسہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے گہرے دوست تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ خلیفہ ہوئے تو وہ اس رقم کی وُصولی کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کے دروازے پر بنواُمَیَّہ کے کئی لوگ بھی جمع ہیں اور وہ اپنے اپنے معاملات میں گفتگو کرنے کے لیے حاضری کی اِجازت چاہتے ہیں۔ جب انہوں نے عنبسہ کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں **امیرُ الْمُؤْمنین** سے بات چیت کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ عنبسہ سے کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے عنبسہ سے کہا کہ آپ **امیرُ الْمُؤْمنین** کے پاس جائیں تو ان کی خدمت میں ہمارا تذکرہ بھی کریں اور واپس آ کر ہمیں بتائیں کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا۔ عنبسہ اندر گئے اور عرض کی: ''**یاامیرَ الْمُؤْمنین**! خلیفہ سلیمان نے مجھے کچھ رقم عطا کرنے کا حُکم فرمایا تھا، اُس کی دفتری کارروائی مکمل ہو چکی تھی اور صرف قبضہ باقی تھا کہ ان کا انتقال ہوگیا، میری رائے میں اب آپ کو اس کی تکمیل بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیے کیونکہ میرا آپ کا تعلق اس سے کہیں زیادہ گہرا ہے جو میرا اور سلیمان کا تھا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے پوچھا: ''کتنی رقم ہے؟'' عرض کی: ''بیس ہزار دینار!'' آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ بہت حیران ہوئے اور فرمایا: ''بیس ہزار دینار! اتنی رقم تو مسلمانوں کے چار ہزار گھروں کے لیے کافی ہو سکتی ہیں، وہ ایک ہی آدمی کو دے ڈالوں؟ **واللہ**! میں یہ نہیں کر سکتا۔'' عنبسہ کہتے ہیں میں نے یہ سن کر ناراضی سے وہ دستاویز پھینک دی۔

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: یہ تمہارے پاس ہی رہے تو تمہارا کیا نقصان ہے، ممکن ہے میرے بعد کوئی ایسا خلیفہ آئے جو اس مال کے معاملے میں مجھ سے زیادہ جَری (یعنی جرأت کرنے والا) ہو اور تمہیں یہ رقم دلوادے۔ میں نے انکی رائے کو مفید سمجھتے ہوئے وہ دستاویز اٹھالی اور عرض کی: امیر المومنین! ''جبلِ درس'' کا کیا ہوا؟ درحقیقت جبل درس حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی ہی جاگیر تھی مگر حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے عنبسہ کی چوٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا: تم نے خوب یاد دلایا۔ پھر خادِم کو ایک ٹوکری لانے کا کہا۔ کھجور کے تنکوں کی بنی ہوئی ٹوکری لائی گئی، اس میں جاگیروں کے کاغذات تھے آپ نے خادِم کو پڑھنے کا حُکم دیا، وہ ایک ایک کو پڑھتا جاتا اور آپ اسے چاک کرتے جاتے، یہاں تک کہ اس ٹوکری کے تمام کاغذات پھاڑ ڈالے۔

عنبسہ کہتے ہیں: میں باہر نکلا تو بنو اُمیہ کے لوگ دروازے پر موجود تھے۔ میں نے سارا قصہ اُن کو سنایا تو وہ مایوس ہوکر بولے: اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے؟ آپ انکے پاس واپس جایئے اور ہماری سِفارِش کیجئے یا یہ درخواست کیجئے کہ ہمیں دوسرے علاقوں میں جانے کی اِجازت دے دیں۔ میں واپس ہوا اور عرض کی: **یاامیرالمؤمنین**! آپ کی قوم کے لوگ آپ کے دروازے پر کھڑے ہیں، اُن کی درخواست ہے کہ آپ انکے وہ وظائف وعطیات جاری کردیں جو آپ سے پہلے ان کو ملا کرتے تھے۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: **واللہ**! یہ مال میری ملکیت نہیں، نہ میں یہ عطیات ان کو دے سکتا ہوں۔'' میں نے

عَرض کی: پھران کی درخواست ہے کہ آپ انہیں دوسرے علاقوں میں چلے جانے کی اجازت دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ جہاں جانا چاہیں انہیں اس کی اجازت ہے۔'' میں نے عَرض کی: ''مجھے بھی؟'' فرمایا: ہاں تمہیں بھی اجازت ہے، مگر میرا مشورہ ہے کہ تم یہیں ٹھہرو، تم اچھے خاصے مالدار آدمی ہو، میں سلیمان کا ترکہ فروخت کرنا چاہتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز خرید کر نفع کما لو اور اس طرح جو رقم تمہیں نہیں مل سکی اس کا بدل ہی مل جائے۔'' عنبسہ کہتے ہیں: میں ان کی رائے کو بابرکت سمجھتے ہوئے وہیں رُک گیا۔ جب سلیمان کا ترکہ فروخت ہوا تو میں نے وہ ایک لاکھ میں خرید لیا اور عراق لے جا کر دو لاکھ کا فروخت کر دیا، یوں مجھے ایک لاکھ درہم کا نفع ہوا۔ بیس ہزار کی دستاویز بھی میں نے محفوظ رکھی، جب حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کا وِصال ہوا اور یزید بن عبدُالملک خلیفہ بنے تو میں نے سلیمان کی تحریر لا کر ان کو دکھائی تو انہوں نے اس رَقم کی اَدائی کے احکامات جاری کر دیئے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۹ تا ۵۱)

پھوپھی صاحبہ کا وظیفہ

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی خلافت کے بعد آپ کی پھوپھی صاحبہ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرتِ فاطمہ بنت عبدالملک رحمۃ اللہ تعالی علیہا کے پاس آئیں اور کہا: ''میں **امیرُ المؤمنین** سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' حضرتِ فاطمہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا نے کہا: ''ذرا تشریف رکھئے وہ ابھی مصروف ہیں۔'' وہ بیٹھ گئیں، تھوڑی دیر بعد غلام گھر سے چراغ لے کر گیا تو حضرتِ فاطمہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا نے کہا: اب **امیرُ المؤمنین** فارغ ہیں آپ اُن سے بات کر سکتی ہیں، ان کا معمول

یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو سرکاری شمع جلاتے ہیں اور اپنا ذاتی کام کرنا ہو تو گھر سے چراغ منگوا لیتے ہیں۔ پھوپھی صاحبہ **امیرُ المُؤمنین** کے پاس گئیں، وہاں دیکھا کہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ شام کا کھانا تناوُل فرما رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی چند روٹیاں، کچھ نمک اور ذرا سا زیتون! بس یہ تھا **امیرُ المُؤمنین** کا کھانا۔ پھوپھی صاحبہ نے کہا: "**امیرُ المُؤمنین**! میں تو اپنی ضرورت کے لئے آئی تھی مگر تمہیں دیکھ کر مجھے اِحساس ہوا کہ اپنی ضرورت سے پہلے مجھے تمہارے مسائل پر کچھ کہنا چاہیے۔" **امیرُ المُؤمنین** نے کہا: "فرمایئے پھوپھی جان!" پھوپھی صاحبہ نے کہا: "ذرا اِس سے نرم کھانا کھایا کرو۔" جواب دیا: "پھوپھی جان! یقیناً میں ایسا ہی کرتا مگر کیا کروں کہ اس کی گنجائش ہی نہیں۔" اس کے بعد پھوپھی صاحبہ نے کہا: "تمہارے چچا عبدُ الملک مجھے اتنا اتنا وظیفہ دیا کرتے تھے، انکے بعد تمہارے تایا زاد بھائی ولید اور سلیمان آئے تو انہوں نے اس میں اِضافہ کر دیا، اب تم آئے تو میرا وظیفہ ہی بند کر دیا!" آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ بولے: "پھوپھی جان! میرے چچا عبدُ الملک، چچا زاد بھائی ولید اور سلیمان آپ کو مسلمانوں کا مال دیا کرتے تھے، اب یہ مال میرا تو ہے نہیں کہ میں آپ کو دیا کروں! آپ چاہیں تو ذاتی مال سے دے سکتا ہوں۔" وہ پوچھنے لگیں: وہ کون سا؟ جواب دیا: وہی جو مجھے دوسو دینار سالانہ وظیفہ ملتا ہے۔ پھوپھی صاحبہ نے کہا: میں تمہارے وظیفے کا کیا کروں گی؟ کہا: "پھوپھی جان! میرے پاس تو یہی کچھ ہے اس کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔" یہ سن کر پھوپھی صاحبہ واپس چلی گئیں۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۴)

حکمِ الٰہی کا پاس

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی پھوپھی جان اُم عمر بنت مروان نے کسی موقع پر آپ سے کہا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ عزوجل کا فیصلہ ہے مگر تم نے ہمیں بہت ساری ایسی چیزوں سے محروم کر دیا جو دوسرے خلفاء دیا کرتے تھے! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: یَا عَمَّۃُ لَوْلَا ذٰلِکَ الْحُکْمُ لَکُنْتُ اَوْصَلُہُمْ لَکَ یعنی پھوپھی جان! اگر "اللہ عزوجل کا فیصلہ" نہ ہوتا تو میں آپ کو دوسروں سے زیادہ دیتا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۰۴)

آیندہ ایک درہم بھی نہیں دوں گا

ایک مرتبہ عَنْبَسَہ بن سعید حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے ہاں سے نکلے تو دروازے پر خاندانِ بنو اُمیّہ کے لوگ جمع تھے، جن میں یزید بن عبدالملک بھی تھے جو حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے بعد ولی عہد تھے۔ ان لوگوں نے عنبسہ سے شکایت کی کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے ہمیں صرف دس دس دینار بھیجے ہیں، ہمیں ان کی رَنجش کا اندیشہ ہے ورنہ ہم انہیں یہ رقم واپس کر دیتے۔ ولی عہد یزید بن عبدالملک نے کہا: انہیں بتا دیجئے کہ میں بھی اِس رقم پر راضی نہیں، شاید ان کا خیال ہو گا کہ میں انکے بعد خلیفہ نہیں ہوں گا۔

یہ سن کر عنبسہ دوبارہ اندر گئے اور حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز سے بات کی کہ آپ کے خاندان کے لوگ دروازے پر بیٹھے ہیں، انہیں آپ

سے شکوہ ہے کہ آپ نے ان کو صِرف دس دس دینار پر ٹرخا دیا ہے، ولی عہد یزید بن عبدالملک نے تو یہاں تک کہا ہے کہ شاید عمر کا خیال ہوگا کہ ان کے بعد میں خلیفہ بننے والا نہیں ہوں۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: ان سے میرا سلام کہو، سلام کے بعد انہیں میری طرف سے بتاؤ کہ ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے گذشتہ رات جاگ کر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس بات کی معافی مانگتے ہوئے گزاری ہے کہ میں نے دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر تمہیں فی کس دس دینار کیوں دے ڈالے؟ واللّٰہِ العظیم! آیندہ میں تمہیں ایک درہم بھی نہیں دوں گا اِلّا یہ کہ دیگر مسلمانوں کو بھی ملے۔'' اور یزید بن عبدالملک سے کہنا: ''میں تمہیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اگر تم میری بَیعَت توڑ ڈالو اور مسلمان مجھے خلافت سے مَعزُول کردیں پھر تم معاملاتِ خلافت سنبھال لو تو کیا تم مجھ سے اتنا کم تر معاملہ کر سکتے ہو جتنا میں نے (خلیفہ ہوتے ہوئے) خود اپنے آپ سے کر رکھا ہے؟ جب کاروبارِ خلافت تمہارے سپُرد ہوگا تو جو تمہارے جی میں آئے کر لینا۔'' عنبسہ باہر نکلے تو ان سے یہ سارا قصہ بیان کیا اور کہا: بھائیو! جس کی زمین ہے وہ جا کر اپنی زمین کی دیکھ بھال کرے (یعنی یہاں کچھ نہیں ملے گا)۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۴۱)

دُکانیں واپس دلوائیں

چند مسلمانوں نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی

عدالت میں دعویٰ کیا کہ حِمص میں انکی چند دکانوں پر ولید بن عبدُالملک کے بیٹے ''رَوح'' نے ناجائز قبضہ جمار کھا ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''رَوح'' سے فرمایا: ''ان کی دکانیں واپس کردو۔'' رَوح بولا: یہ میرے پاس سابق خلیفہ ولید بن عبدالملک کی تحریر موجود ہے۔مگر آپ نے فرمایا: ''جب دکانیں ان کی ہیں اوراس پر شہادت بھی موجود ہے تو ولید کی تحریر کیا معنی رکھتی ہے؟'' اس فیصلہ کے بعد دونوں فریق اٹھ کر چلے گئے۔ باہر جا کر رَوح نے مُدَّعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) کو دھمکایا، اس نے واپس آ کر شکایت کی: یاامیرالمؤمنین! وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہے۔حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے کَعب بن حامد جو آپ کا پولیس افسر تھا، سے فرمایا: رَوح کے پاس جاؤ، اگر دکانیں ان کے حوالے کردے تو بہتر ورنہ اس کا سر کاٹ لاؤ۔'' رَوح کے حامیوں نے خلیفہ کا یہ فرمان سنا تو فوراً اُسے خبر کردی۔ جب ''کعب بن حامد'' پولیس افسر نے ایک بالِشت تلوار نیام سے باہر نکال کر ''رَوح'' سے کہا ان کی دکانیں فوراً ان کے حوالے کردو ورنہ......!! اس نے کہا: ''بہت اچھا!'' اور دکانوں کا قبضہ چھوڑ دیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۲)

جواب نہ بَن پڑا

جب خاندانِ بنوامیہ نے خود کو تمام مسلمانوں کے ساتھ ایک سَطح پر شانہ بشانہ کھڑے دیکھا تو انہیں سخت ذِلّت محسوس ہوئی کیونکہ پرانے تفوُّق واِمتیاز نے اُن کے لئے اِس مُساوات کو خوابِ فراموش بنادیا تھا، پھر ذاتی جائیداد کا ہاتھ سے نکل جانا

بھی اِشتِعال کا ممکنہ سبب تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضرت سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے طَرزِ عمل سے عوام کو یقین ہو چلا تھا کہ پہلے کے خلفائے بنواُمیہ نے جو رَوِش اختیار کی تھی وہ شَرْعاً درست نہیں تھی، اس لئے خاندان کو اپنے پورے سلسلہ کا دامن داغدار نظر آتا تھا چُنانچِہ خاندان کے کئی اَفراد نے مختلف طریقوں سے حضرت سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے سامنے اپنی تشویش کا اِظہار کیا تو ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مَروانی خاندان کو جمع کر کے کہا: اے بنومَروان! تمہیں بہت سی جائیدادیں، عزتیں اور دولتیں ملی تھیں، میرے خیال میں اُمت کا نِصف یا تہائی مال تمہارے قبضے میں آ گیا تھا، ایسا کیونکر ممکن ہوا؟ یہ سن کر سب پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی، جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوبارہ وضاحت طَلَب کی تو سب یک زبان ہو کر کہنے لگے: ''جب تک ہمارا سر ہمارے دھڑ سے الگ نہ ہو جائے ہم نہ تو اپنے آباؤ اَجداد کو بُرا بھلا کہہ سکتے ہیں اور نہ اپنی اولاد کو محتاج بنا سکتے ہیں۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۱۳۶) یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔

''سمجھانے'' کی ایک اور کوشش

خاندان کے اَفراد نے حضرت سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو ''سمجھانے'' کی ایک اور کوشش کی، چُنانچِہ ہشام بن عبدالملک کو اپنا وکیل بنا کر چند لوگوں کے ساتھ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیجا۔ ہشام نے آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچ کر کہا: ''یا امیرالمؤمنین! میں آپ کی خدمت میں آپ کے

سارے خاندان کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں ، ان لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ اپنی زیرِ حکومت چیزوں کے بارے میں اپنے طریقہ پر عمل کیجئے لیکن اُن کے پرانے حُقوق کو باقی رہنے دیجئے۔'' حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اگر تمہارے سامنے 2 دستاویز پیش کی جائیں اور جن میں سے ایک حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اور دوسری خلیفہ عبد الملک کی لکھی ہوئی ہو تو تم کس پر عمل کرو گے؟ ہشام نے کہا: ظاہر ہے حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تحریر مُقدَّم ہے، اُسی پر عمل کروں گا۔ حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: تو پھر سنو! میں کتابُ اللّٰہ کو سب پر مُقدَّم پاتا ہوں اور ہر چیز کو اِسی کے مُطابق چلانے کی کوشش کروں گا۔ اس پر وہاں پر موجود خالد بن عمر نے کہا: پھر بھی جو چیزیں آپ کے زیرِ فرمان ہیں اُن پر عَدل وانصاف سے حکومت کیجئے لیکن گذشتہ خلفا کی اچھی یا بُری چیزوں کو اپنے حال پر رہنے دیجئے اور یہ آپ کے لئے کافی ہوگا۔ حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اگر کسی شخص کے چند چھوٹے بڑے بچے ہوں اور وہ اِنتقال کر جائے پھر بڑے بیٹے چھوٹوں کی دولت پر قبضہ کرلیں اور چھوٹے بچے تمہارے پاس دادرسی کے لئے آئیں تو تم کیا کرو گے؟ خالد نے کہا: میں انہیں ان کا حق دلاؤں گا۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: میرے نزدیک بہت سے خلفا اور ان کے قریبی لوگوں نے لوگوں کا مال وجائیداد زبردستی ہتھیا لیا اور جب میں خلیفہ بنا تو لوگوں نے مجھ سے دادرسی چاہی تو میرے لئے اِس کے سوا

کوئی چارا نہیں تھا کہ میں کمزوروں کو اُن کا حق دلاؤں۔ یہ سن کر خالد بن عمر کے منہ سے بے اختیار یہ دعائیہ کلمات نکلے: وَفَّقَکَ اللّٰہُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی امیر المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو اِس کی توفیق دے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۴۱)

میں قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں

اسی طرح کسی اور موقع پر خاندان کے لوگ حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے دروازے پر جمع ہوئے اور اُن کے صاحبزادے حضرت سیّدنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمۃُاللّٰہِ الْخَالِق سے کہا: ''یا تو ہمیں باریابی کی اِجازت دِلواؤ، یا خود ہمارا پیغام امیر المومنین تک پہنچاؤ۔'' انہوں نے پیغام پہنچانے پر حامی بھری تو سب نے کہا: ''اُن سے پہلے جو خلفا تھے وہ ہم کو عطیہ دیتے تھے اور ہمارے مَراتِب کا لحاظ رکھتے تھے، لیکن تمہارے باپ نے ہم کو بالکل محروم کردیا۔'' انہوں نے جا کر یہ پیغام سنایا تو حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: ''جا کر کہہ دو کہ میرا باپ کہتا ہے: اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ یعنی اگر میں اپنے خدا عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

(سیرت ابن جوزی ص ۱۳۹)

گنہگار طلبگارِ عفو و رحمت ہے
عذاب سہنے کا کس میں ہے حوصلہ یارب (وسائل بخشش ص ۹۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

پھوپھی صاحبہ کی سفارش

اُن سب نے ایک تدبیر یہ بھی کی کہ حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی پھوپھی صاحبہ کو بھیجا۔ وہ آئیں اور کہا: تمہارے قرابت دار شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نے ان سے روٹی چھین لی۔ حضرتِ عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے جواب دیا: میں نے ان کا کوئی حق نہیں روکا۔ وہ بولیں: "سب لوگ اِسی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، مجھے خوف ہے کہ کسی دن تمہارے خلاف بغاوت نہ کر دیں!" حضرتِ عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے فرمایا: "ان کی بغاوت کے دن سے زیادہ قیامت کے دن کا خوف ہے۔" اس کے بعد ایک اشرفی، گوشت کا ایک ٹکڑا اور ایک انگیٹھی منگوائی اور اشرفی کو آگ میں ڈال دیا، جب وہ خوب سُرخ ہوگئی تو اسکو اٹھا کر گوشت کے ٹکڑے پر رکھ دیا جس سے وہ بھن گیا، اب پھوپھی صاحبہ کی طرف رُخ کر کے کہا: "اَیْ عَمَّۃُ! اَمَا تَاْوِیْنَ لِابْنِ اَخِیْکَ مِنْ مِّثْلِ ھٰذَا یعنی پھوپھی جان! اپنے بھتیجے کے لئے اِس قسم کے عذاب سے پناہ نہیں مانگتیں؟"

(سیرت ابن جوزی ص ۱۳۸)

مجھے نارِ دوزخ سے ڈر لگ رہا ہے
ہو مجھ ناتُواں پر کرم یاالٰہی (وسائلِ بخشش ص ۸۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خلافت سے بے نیازی

جب خاندان کے کچھ لوگوں نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز پر اسی حوالے سے کچھ زیادہ ہی برہمی کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کی سب باتوں کو نہایت غور سے سنا اور پھر دھمکی آمیز لہجے میں فرمایا: ''اگر آئندہ پھر تم نے اِس قسم کی باتیں کیں تو سن لو! میں نہ صرف تمہارا شہر چھوڑ کر مدینہ طیبہ چلا جاؤں گا بلکہ خلافت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دوں گا، میں اس کے اہل کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔'' (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۲۶۵)

عمر بن ولید کا خط اور اس کا جواب

جب حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے عدل و انصاف پر مبنی ان فیصلوں کی خبر ولید بن عبدالملک کے بیٹے ''عمر'' کو پہنچی تو اُس نے اِس عادِلانہ طرزِ عمل کو نہایت ناپسندیدگی سے دیکھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف ایک مکتوب بھیجا جس میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو بہت زیادہ سخت الفاظ سے مُخاطَب کیا۔ چنانچہ اس نے لکھا: ''اے عمر بن عبدالعزیز! تم نے اپنے سے پہلے تمام خلفا پر عیب لگایا ہے اور تم حد سے تجاوُز کر گئے ہو، تم نے بُغض و عِناد کی وجہ سے اپنے پیش رَوؤں کے طریقوں کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے خلاف چل رہے ہو، تم نے قریش اور ان کی اولاد کی میراث کو جبراً بیت المال میں داخل کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی ہے اور قَطعِ رَحمی سے کام لیا ہے۔ اے عمر بن عبدالعزیز! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور اس بات

کا خیال کرو کہ تم ظلم و زیادتی سے کام لے رہے ہو، اے عمر بن عبدالعزیز! ابھی تمہارے پاؤں صحیح طور پر تختِ خلافت پر جمے بھی نہیں اور تم نے ایسے سخت فیصلے کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ یاد رکھو! تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نگاہ میں ہو جو بہت جبّار و قہّار ہے۔''

جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو اُس کا یہ خط ملا تو اگرچہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سراپا حِلم تھے تاہم اِس معاملے میں کوئی نرمی نہیں برتی بلکہ اُسی کے انداز میں عدل و انصاف اور جرأتِ ایمانی سے بھرپور جوابی خط روانہ کیا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے عمر بن ولید کو۔ تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور سلام ہو تمام رسولوں پر۔ اَمَّا بَعد! اے عمر بن ولید! مجھے تمہاری طرف سے جو مکتوب ملا ہے اُس کا جواب اُسی انداز میں لکھ رہا ہوں۔ اے عمر بن ولید! تو ذرا اپنے آپ کو پہچان کہ کس کی اولاد ہے؟ تو ایک ایسی لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا جسے ذبیان بن ذبیان نے خریدا تھا اور اُس کی قیمت بیت المال سے ادا کی تھی پھر اس نے وہ لونڈی تیرے والد کو تحفۃً دے دی تھی۔ اور اب تو اتنا شدید و سخت بن رہا ہے اور تو گمان کر رہا ہے کہ میں نے حدود اللہ نافذ کر کے ظلم کیا ہے۔ یاد رکھ! وہ زمین اور جائداد جو تمہارے خاندان والوں کے پاس ناحق تھی وہ میں نے ان کے حق داروں کو دے کر ظلم نہیں کیا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ ظالم تو وہ شخص ہے جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کا لحاظ نہ رکھا اور جس نے ایسے لوگوں کو گورنر اور بلند حکومتی

عہدے دیئے جو صرف اپنے اہلِ خانہ اور اپنی اولاد کا بھلا چاہتے تھے اور مسلمانوں کی مشکلات اور اُن کے حقوق سے انہیں کوئی غرض نہ تھی اور وہ اپنی مرضی سے فیصلے کرتے تھے۔اے عمر بن ولید! تجھ پر اور تیرے باپ پر بہت زیادہ افسوس ہے، بروزِ قیامت تم دونوں سے حق مانگنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، اس دن لوگ تم سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اور مجھ سے زیادہ ظالم تو حجاج بن یوسف تھا جس نے ناحق خون بہایا اور مالِ حرام پر قبضہ کیا اور مجھ سے زیادہ ظالم و نافرمان تو وہ شخص تھا جس نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حُدُود قائم کرنے کے لئے قرہ بن شریک جیسے شخص کو مصر کا گورنر مقرر کیا حالانکہ وہ نرا جاہل تھا، اس نے شراب کو عام کیا اور آلاتِ لہو ولعب کو خوب پروان چڑھایا۔اے عمر بن ولید! تمہیں مہلت ہے کہ جن جن کا حق تم پر ہے جلد اُن کو واپس کردو ورنہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے پاس جو بھی ایسا مال ہے کہ اس میں کسی غیر کا حق شامل ہے تو میں اسے حق داروں میں تقسیم کردوں گا اور اگر تم غور وفکر کرو تو تمہارے اَموال میں بہت سارے لوگوں کا حق شامل ہے۔اگر دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو دوسروں کے حق واپس کردو۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَلَا سَلَامُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْن یعنی ہم پر سلامتی ہو اور ظالموں پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سلامتی نہ ہو۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۳۳)

خاندان کی عزت کا پاس

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز اگرچہ بعض حکومتی معاملات میں اپنے خاندان کے طریقہ کار کو پسند نہ فرماتے تھے۔ تاہم ان کو اپنے

خاندان کی عزت وحُرمت کا کچھ کم پاس نہ تھا۔ایک بار خوارِج نے اُن سے دورانِ مناظرہ کہا کہ جب تک آپ اپنے خاندان سے تبرّٰی (یعنی بیزاری کا اظہار) اور اُن پر لعنت ومَلامت نہ کریں گے ہم آپ کی اِطاعت قبول نہ کریں گے۔دریافت فرمایا: کیاتم نے فِرعَون پرلعنت کی ہے؟ اُن سب نے کہا: نہیں۔فرمایا: جب تم نے فِرعَون جیسے کافِر سے چشم پوشی کی تو میں اپنے خاندان سے کیوں نہ چشم پوشی کروں حالانکہ اس میں بُرے بھلے، نیک وبَد ہر قسم کے لوگ تھے۔ (سیرت ابن جوزی، ص ۹۵)

بیت المال پر کس کا حق ہے؟

ایک موقع پر عنبسہ بن سعید نے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز سے کچھ مال دینے کی درخواست کی تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: جو مال تمہارے پاس پہلے سے موجود ہے اگر وہ حلال کا ہے تو تمہیں وہی کافی ہے اور اگر حرام کا ہے تو اس پر مزید حرام کا اِضافہ نہ کرو۔پھر پوچھا: اچھا یہ بتاؤ! کیا تم محتاج ہو؟ عَرض کی: ''نہیں۔'' کیا تمہارے ذِمّے قرض ہے؟ جواب اِس مرتبہ بھی نفی میں تھا۔ فرمایا: پھر تم کیا چاہتے ہو؟ کیا میں مسلمانوں کا مال بلا ضرورت تمہیں دے ڈالوں اور حقداروں کو یونہی چھوڑ دوں! ہاں! اگر تم مقروض ہوتے تو میں تمہارا قرضہ ادا کرسکتا تھا، اگر محتاج ہوتے تو بقدرِ کفایت تمہیں دے سکتا تھا، لہٰذا جو مال تمہارے پاس موجود ہے اُسی کو خرچ کرو، سب سے پہلے تو یہ دیکھ لو کہ یہ مال کہاں سے جمع کیا ہے اور اپنی خیر مناؤ، اس سے پہلے کہ تمہیں اُس ذات (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کے سامنے پیش ہونا

پڑے جس کے ہاں تمہارا کوئی معاہدہ ہے نہ کسی حیلے بہانے کی گنجائش!

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۳۲)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے کیسی خیر خواہانہ نصیحت فرمائی، ہمیں بھی چاہئے کہ ہاتھوں ہاتھ اپنے مال واَسباب پر غور وفکر کریں کہ خدانخواستہ کہیں اس میں حرام تو شامل نہیں، اگر ہو تو ہاتھوں ہاتھ اُس سے جان چھڑا لیں۔

مالِ حرام کے شرعی احکام

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 32 صفحات پر مشتمل رسالے ''پُراَسرار بھکاری'' کے صفحہ 27 پر ہے: حرام مال کی دو صورتیں ہیں: (۱) ایک وہ **حرام مال** جو چوری، رِشوت، غَصب اور انہیں جیسے دیگر ذرائع سے مِلا ہو اِس کو حاصِل کرنے والا اِس کا اصلاً یعنی بالکل مالِک ہی نہیں بنتا اور اِس مال کے لئے شَرعاً فرض ہے کہ جس کا ہے اُسی کو لوٹا دیا جائے وہ نہ رہا ہو تو وارِثوں کو دے اور ان کا بھی پتا نہ چلے تو بلا نیّتِ ثواب فقیر پر خیرات کر دے (۲) دوسرا وہ **حرام مال** جس میں قبضہ کر لینے سے مِلکِ خبیث حاصِل ہو جاتی ہے اور یہ وہ مال ہے جو کسی عَقدِ فاسِد کے ذَرِیعہ حاصِل ہوا ہو جیسے سُود یا داڑھی مُونڈنے یا خَشخَشی کرنے کی اُجرت وغیرہ۔ اِس کا بھی وُہی حکم ہے مگر فرق یہ ہے کہ اس کو مالِک یا اِس کے وُرثا ہی کو لوٹانا فرض نہیں اوّلاً فقیر کو بھی بلا نیّتِ ثواب خیرات میں دے سکتا ہے۔ البتہ افضل

یہی ہے کہ مالِک یا وُرثا کو لوٹا دے۔ (ماخوذاز: فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۱، ۵۵۲ وغیرہ)

کر لے توبہ ربّ کی رحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

(پُراسرار بھکاری، ص ۲۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

قُسطُنطُنیہ کے مسلمان قیدیوں کو رقم بھیجی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے قُسطُنطُنیہ کے مسلمان قیدیوں کے نام خط لکھا: ''اَمَّا بَعد: تم اپنے آپ کو قیدی تصوُّر کرتے ہو؟ مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تم قیدی نہیں، بلکہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں محبُوس (یعنی روکے گئے) ہو اور تمہیں عِلْم ہونا چاہیے کہ میں اپنی رِعایا میں کوئی چیز تقسیم کرتا ہوں تو تمہارے گھر والوں کو اچھا اور زیادہ حصّہ پہنچاتا ہوں، میں تمہارے لئے پانچ پانچ دینار بھیج رہا ہوں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ زیادہ بھیجنے کی صورت میں رُومی اُس کو روک لیں گے اور تم تک نہیں پہنچنے دے گا تو اِس سے زیادہ بھیجتا، اور میں فلاں صاحب کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں وہ رُومیوں کو منہ مانگا مُعاوضہ دے کر تم میں سے ہر چھوٹے بڑے، مرد، عورت، آزاد اور غلام سب کو رہا کرائے گا، والسلام۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۴۰)

بخل کا خوف

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے

جس کسی کو بھی کچھ دیا اُسے بہت تھوڑا سمجھا کیونکہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا آتی ہے کہ میں اُس سے اپنے اسلامی بھائیوں کے لئے جنت کا سوال کروں اور دنیا کے معاملے میں ان پر بخل کروں یہاں تک کہ قیامت کے دن مجھ سے یہ سوال ہو: لَوْ کَانَتِ الْجَنَّةُ بِیَدِکَ کُنْتَ بِهَا اَبْخَلَ اگر جنت تمہارے ہاتھ میں ہوتی تو تم اس میں بھی بخل کرتے؟ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۷)

کنیز واپس کردی

حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت عبدُالملک رحمۃ اللہ تعالی علیہا کے پاس ایک کنیز تھی جو حسن و جمال میں بے مثال تھی، وہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو بہت پسند تھی، خلیفہ بننے سے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی زوجہ سے کہا بھی تھا: ''یہ کنیز مجھے ہبہ کردو۔'' لیکن انہوں نے اِنکار کردیا۔ پھر جب آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زوجۂ محترمہ اُس کنیز کو تیار کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی: ''میں یہ کنیز بخوشی آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو پیش کرتی ہوں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو یہ بہت زیادہ پسند ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ بہت خوش ہوئے۔ جب وہ تنہائی میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے قریب آئی تو اُس کا حُسن و جمال آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو بہت بھایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اُس سے قُربت اِختیار کرنا چاہی

مگر ایک دم رُک گئے اور اس کنیز سے کہا: ''بیٹھ جاؤ، اور پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور فاطمہ کے پاس تم کہاں سے آئیں؟'' وہ کہنے لگی: میں ''کوفہ'' کے گورنر کی غلامی میں تھی اور وہ گورنر حجاج بن یوسف کا بہت مقروض تھا، اُس نے مجھے حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دیا۔ حجاج بن یوسف نے مجھے عبدُ الملک بن مَروان کے پاس بھیج دیا۔ ان دنوں میرا لڑکپن تھا، پھر عبدُ الملک نے مجھے اپنی بیٹی فاطمہ کو تحفے میں دے دیا اور یوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پاس پہنچ گئی۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس سے پوچھا: ''اُس گورنر کا کیا ہوا؟'' کہنے لگی: ''وہ فوت ہو چکا ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: ''کیا اُس کی کوئی اولاد ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''جی ہاں! اس کا ایک لڑکا ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اِستِفسار فرمایا: ''اس کا کیا حال ہے؟'' کہنے لگی: ''اس کا حال بہت برا ہے، بہت زیادہ مُفلِسی کی زندگی گزار رہا ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اُسی وقت کوفہ کے موجودہ گورنر ''عبدالحمید'' کو خط لکھا کہ فلاں شخص کو فوراً میرے پاس بھیج دو، فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ شخص آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے پاس آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: ''تجھ پر کتنا قرض ہے؟'' تو اُس نے جتنا بتایا آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سارا اَدا کر دیا۔ پھر فرمایا: ''یہ کنیز بھی تمہاری ہے، اسے لے جاؤ۔'' یہ کہتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے وہ کنیز اس کے حوالے کر دی۔

اس نے کہا: ''امیرُالمُؤمنین! یہ کنیز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی رکھ لیجئے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''مجھے اب اس کی کوئی حاجت نہیں۔'' اس نے پیش کش کی: ''اسے مجھ سے خرید لیں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خریدنے سے بھی اِنکار کردیا اور فرمایا: ''جاؤ، اسے اپنے ساتھ ہی لے جاؤ۔'' یہ سن کر وہ کنیز کہنے لگی: ''یاامیرَالمُؤمنین! آپ تو مجھے بہت چاہتے تھے، اب وہ چاہت کہاں گئی؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''وہ محبت وچاہت اپنی جگہ برقرار ہے بلکہ اب تو اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔'' پھر ان دونوں کو روانہ کردیا۔ (عیون الحکایات، ص ۵۴)

خارِجیوں نے آپ سے جنگ نہیں کی

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی سیرت وکردار سے آپ کے دُشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ خارِجی گروہ جو ہمیشہ خلفاء کے مقابلے میں علَمِ بَغاوت بُلند کرتا رہتا تھا، وہ لوگ پہلے پہل حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے، لیکن جب ان کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت اور طرزِ حکومت کی خبر ہوئی تو انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ایسے عظیم شخص سے جنگ کرنا اور اُسے قتل کرنا ہمیں زیب نہیں دیتا، لہٰذا وہ اپنے اِس مَذمُوم فعل سے باز رہے اور یہ اِعتراف کیا کہ یہ مردِ مجاہد واقعی خلافت کے لائق ہے۔ چُنانچہ جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا آپ نہایت عَدل واِنصاف سے اُمورِ خلافت

اَنجام دیتے رہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۶۷)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بُزُرگانِ دین کی بارگاہوں سے رجوع

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز اگرچہ خود بھی تقویٰ وپرہیزگاری کے عظیم مرتبے پر فائز تھے مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ وقتاً فوقتاً دیگر بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ المُبِین سے بھی نصیحت وعبرت کے مَدَنی پھول حاصل کیا کرتے تھے، ایسی ہی 14 حکایات وروایات اور مکتوبات ملاحظہ کیجئے:

(۱) موت کو اپنے سرہانے رکھئے

ایک بار حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے حضرت شیخ ابوحازِم علیہ رَحمۃُ اللّٰہ الاکرم سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو انہوں نے فرمایا: اِضْطَجِعْ ثُمَّ اجْعَلِ الْمَوْتَ عِنْدَ رَأْسِكَ ثُمَّ انْظُرْ مَا تُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِ تِلْكَ السَّاعَةَ فَخُذْ فِيْهِ الْاٰنَ وَمَا تَكْرَهُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْكَ تِلْكَ السَّاعَةُ فَدَعْهُ الْاٰنَ یعنی زمین پر لیٹ جایئے اور موت کو اپنے سر کے پاس سمجھئے، پھر غور کیجئے کہ اُس گھڑی آپ کو کونسی چیز محبوب ہوگی؟ بس اس چیز کو فوراً اختیار کرلیجئے اور اُس وقت جس شے کو آپ ناپسند کریں اُسے ہاتھوں ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۵۹)

(۲) کسی سے اِمداد کی توقُّع نہ رکھئے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے حضرت سیّدنا حَسَن بَصْری علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت میں بذریعہ مکتوب درخواست کی کہ ''مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمایئے جو میرے تمام کاموں میں مددگار ثابت ہو۔'' آپ نے اس کے جواب میں لکھا: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا مُعاوِن نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی اِمداد کی توقُّع نہ رکھئے، اُس دن کو بہت نزدیک تصوُّر کیجئے جس دن ساری دنیا فنا ہو جائے گی اور صِرْف آخرت باقی رہے گی۔'' (تذکرۃ الاولیاء، ج۱،ص ۳۹)

(۳) یہ نصیحت کافی ہے

حضرت سیّدنا ابوقِلابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کے پاس گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ حضرت سیّدنا ابوقِلابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: حضرتِ سیّدنا آدم عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے وَقْت سے اب تک کوئی خلیفہ باقی نہیں رہا ہے۔ حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے کہا کہ مجھے اور نصیحت کیجئے۔ انہوں نے کہا: اب پہلا خلیفہ جو اِنتقال کرے گا وہ آپ ہوں گے۔ کہا: اور بھی نصیحت کیجئے۔ حضرت سیّدنا ابوقِلابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر حق تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے تو پھر آپ کو کچھ خوف نہیں، لیکن اگر وہ آپ کے ساتھ نہ رہے تو پھر آپ کس کی پناہ ڈھونڈیں گے یہ سن کر حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز فرمانے لگے: بس یہ

نصیحت مجھے کافی ہے۔

(التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، باب ان یشتاق ان رویۃ العلماء، ج ۱، ص ۵)

(۴) بُری خلافت کے گواہ ہوں

حضرت سیّدُنا ابوحازِم علیہ رحمۃ اللّٰہ الاکرم نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو خط لکھا: ''نبی پاک صاحبِ لَولاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم سے اِس حال میں ملنے سے ڈریئے کہ آپ اُن کی رسالت کی گواہی دیں اور وہ اپنی اُمّت میں آپ کی بُری خلافت کے گواہ ہوں۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۱۵۹)

(۵) شرفا کو ذمّہ داریاں دیجئے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے حضرت سیّدُنا حَسن بَصْری علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی کو بذریعہ مکتوب درخواست کی کہ مجھے ایسے لوگوں کی نشاندہی فرمایئے جن سے میں حکمِ الٰہی نافذ کرنے میں مدد لے سکوں تو انہوں نے جواب میں لکھا: اہلِ دین آپ کے قریب نہیں آئیں گے اور رہے اہلِ دنیا تو ان کو آپ خود قریب نہیں کرنا چاہیں گے لیکن آپ شرفا کو ذمہ داریاں دیجئے کیونکہ وہ اپنی شرافت کو خِیانت سے داغدار نہیں کریں گے۔ (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۹۹)

(۶) مختصرترین نصیحت

حضرت سَیِّدُنا ابوسعید علیہ رحمۃ اللّٰہ المجید نے لکھا: یاامیر المومنین! لمبی زندگی کی اِنتہا اُس فنا تک ہے جو معلوم ہے لہٰذا آپ اس فَنا سے وہ حصہ لیجئے جو باقی

رہنے والا نہیں، اپنی اس بقاء کے لئے جس نے فنا نہیں ہونا، والسلام۔ جب حضرت سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے خط پڑھا تو رو پڑے، فرمایا: ابو سعید علیہ رحمۃ اللہ المجید نے انتہائی مختصر نصیحت کی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۵۱)

(۷) مطلبی کی صحبت سے بچئے

حضرتِ سیّدُنا محمد بن کَعب علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی نے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سے کہا: ''ایسے شخص کو ہرگز اپنا مُصاحِب نہ بنایئے جو اپنی حاجت کے پورے ہونے تک آپ کے آگے پیچھے ہو، جب اُس کا مطلب نکل جائے تو اس کی آپ سے محبت بھی ختم ہو جائے، بلکہ ایسے لوگوں کو اپنا مصاحِب بنایئے جو بھلائی میں بلند مرتبہ والے اور حق کے معاملہ میں صَبر والے ہوں، یہی لوگ نفس کے خلاف آپ کے مددگار رہیں گے اور انکی حمایت و مدد آپ کے لئے کافی ہوگی۔''

(سیرت ابن جوزی ص ۱۷)

(۸) کاش میں نے یہ بات نہ کہی ہوتی

حضرت زیاد رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ ایک مرتبہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سے ملاقات کے لئے آئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان سے بھی اُمورِ خلافت کے بارے میں مشورہ طَلَب کیا تو انہوں نے پوچھا: **یا امیرَ الْمُؤْمِنِین!** اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کے خلاف ایک شخص نے دعویٰ دائر

کر رکھا ہو؟ فرمایا: ایسا شخص بُری حالت میں ہے۔ پوچھا: اگر دو ہوں تو؟ فرمایا: یہ اس سے بھی بُری حالت ہے۔ پوچھا: اگر تین ہوں تو؟ فرمایا: اس کے لئے تو زندگی کا لطف ہی باقی نہ رہے گا۔ حضرت زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: تو پھر سنئے **یاامیرالمؤمنین**! امت محمدی کا ہر شخص قیامت کے دن آپ کا فریق ہوگا۔ یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز اتنا روئے کہ حضرت زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے افسوس ہونے لگا کہ کاش میں نے ان سے یہ بات نہ کہی ہوتی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۶۴)

(۹) بے ہوش ہو کر گر گئے

حضرت سیدنا یزید رقاشی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: "**یاامیرالمؤمنین**!! یاد رکھئے کہ آپ پہلے خلیفہ نہیں ہیں جو مر جائیں گے۔ (یعنی آپ سے پہلے گزرنے والے خلفاء کو موت نے آلیا تھا۔) " یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز رونے لگے اور عرض کرنے لگے: " کچھ اور بھی فرمایئے۔ " تو آپ نے کہا: " **یاامیرالمؤمنین**! حضرتِ سیدنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آپ تک آپ کے سارے آباء واجداد فوت ہو چکے ہیں۔ " یہ سن کر آپ مزید رونے لگے اور عرض کی: " مزید کچھ بتایئے۔ " حضرت سیدنا یزید رقاشی علیہ رحمۃ اللہ الہادی نے فرمایا: " آپ کے اور جنت و دوزخ

کے درمیان کوئی منزل نہیں ہے۔ (یعنی دوزخ میں ڈالا جائے گا یا جنت میں داخل کیا جائے گا۔)
یہ سن کر حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز بے ہوش ہو کر گر پڑے۔
(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۲۲۹)

(۱۰) آنسوؤں سے چولہا بجھ گیا

ایک بزرگ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے سامنے آگ کا چولہا رکھا تھا، آپ نے اُن سے کہا: ''مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔'' انہوں نے فرمایا: **امیرُ الْمُؤْمنین!** آپ کو کسی کے جنت میں داخل ہو جانے سے کیا فائدہ؟ جب کہ آپ خود جہنم میں جا رہے ہوں، اور کسی کے جہنم میں داخل ہونے سے آپ کا کیا نقصان؟ جب آپ خود جنت میں جا رہے ہوں۔'' یہ سن کر حضرتِ عمر رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ اتنا روئے کہ سامنے رکھا آگ کا چولہا آپ کے آنسوؤں سے بجھ گیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۶۴)

(۱۱) نصیحتوں بھرا مکتوب

ایک مرتبہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے حضرت سیدنا سالم بن عبداللّٰہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کو ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا: السّلام علیکم! اللّٰہ تعالٰی کی حمد وثناء کے بعد عمر بن عبدالعزیز عرض کرتا ہے: ''میرے مشورے کے بغیر ہی اُمورِ خلافت میرے سپرد کر دیئے گئے ہیں حالانکہ میں نے کبھی بھی خلافت کی خواہش نہ کی تھی، اللّٰہ ربُّ العزّت کے حُکم سے مجھے خلافت کی

ذمہ داری ملی ہے، لہٰذا میں اُمورِ خلافت کے تمام مسائل میں اُسی سے مدد طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے اچھے اعمال اور مخلوق پر شفقت ونرمی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ وہی ذات میری مدد کرنے والی ہے، (اے میرے بھائی) جب آپ کے پاس میری یہ تحریر پہنچے تو مجھے امیرُ المُؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سیرت اور اُن کے فیصلوں کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کیجئے گا اور یہ بتایئے گا کہ انہوں نے مسلمانوں اور ذِمّیوں کے ساتھ اپنے دورِ خلافت میں کیسا رویہ اختیار کیا؟ میں اُمورِ خلافت میں ان کی پیروی کرنا چاہتا ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ میری مدد فرمائے گا۔

وَالسَّلام: عمر بن عبدالعزیز

جب یہ مکتوب حضرتِ سیدنا سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو پہنچا تو انہوں نے اس کے جواب میں کچھ یوں لکھا: ''اے عمر بن عبدالعزیز (عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْقَدِیر)! آپ پر سلامتی ہو، اللہ رب العزت کی حمد وثنا اور حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم پر دُرُود وسلام کے بعد میں کہتا ہوں: ''اللہ رب العزت قادرِ مُطْلَق ہے، اس کی عظمت وبلندی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ کسی غیر کے شریک ہونے سے مُنَزَّہ و مُبَرَّا ہے، جب اس نے چاہا دنیا کو پیدا فرمایا اور جب تک چاہے گا باقی رکھے گا، اس نے دنیا کی اِبتدا و اِنتہا کے درمیان بہت قلیل مدت رکھی جو حقیقتاً دن کے کچھ حصے کے برابر بھی نہیں۔ پھر اللہ تعالٰی نے اس دنیا اور اس میں موجود تمام مخلوقات کی فنا کا فیصلہ بھی فرمادیا اور یہ سب چیزیں فانی ہیں، صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

ذات ہی کو بقاء ہے، اس کے سوا باقی سب چیزیں فانی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے:

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ (پ ۲۰، القصص: ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

(اے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ!) بے شک دنیا والے دنیا کی کسی چیز پر قادر نہیں، وہ خود مختار نہیں، جب انہیں حکمِ الٰہی ہوگا وہ اس دنیا کو چھوڑ دیں گے اور یہ بے وفا دنیا ان کو چھوڑ دے گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے (لوگوں کی رہنمائی کے لئے) قران کریم اور دیگر آسمانی کُتُب نازِل فرمائیں، انبیاء ورُسُل علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے، اپنی کتاب میں جزاء وسزا بیان فرمائی، سمجھانے کے لئے مِثالیں بیان فرمائیں اور اپنے دین کی وضاحت قران کریم میں فرمادی، حرام وحلال اشیاء کا بیان اسی کتاب میں فرما دیا اور عبرت آموز واقعات اس میں بیان فرمائے۔ اے عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)! کیا آپ سے اس بات کا وعدہ نہیں لیا گیا کہ آپ ہر ایک انسان کے کھانے پینے کے ذمہ دار ہیں، بلکہ آپ کو تو خلافت دی گئی ہے، اس لئے بے شک آپ کے لئے بھی اُتنا ہی کھانا اور لباس کافی ہے جتنا ایک عام انسان کے لئے کافی ہوتا ہے بے شک آپ کو یہ ذمہ داری اللہ رب العزت ہی کی طرف سے ملی ہے۔

اگر آپ خُود کو اور اپنے اہلِ خانہ کو نقصان و بربادی سے بچا سکتے ہیں تو ضرور بچایئے اور قیامت کی ہولناکیوں سے بچیئے، نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی توفیق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک جو لوگ آپ سے پہلے گزرے انہوں نے جو کچھ کرنا تھا وہ کیا، جو ترقیاتی کام کرنے تھے کیے، جن چیزوں کو ختم کرنا تھا ختم کیا، اور ہر شخص اپنے اپنے انداز میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتا رہا اور یہی سمجھتا رہا کہ اصل طریقہ یہی ہے جو میں نے اختیار کیا ہے، ان میں سے بعض لوگوں نے قابلِ گرِفت لوگوں سے بھی نہایت نَرمی سے کام لیا اور ان کی سَرکشی کے باوجود انہیں بے جا ڈھیل دی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں پر آزمائش کا دروازہ کھول دیا۔ اگر آپ بھی کسی قابلِ گرِفت شخص سے نرمی کا برتاؤ کریں گے تو اس کا انجام دیکھیں گے اور اگر آپ نے کسی مُجرِم سے کسی دینی معاملہ میں نرمی کا برتاؤ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر بھی آزمائش کے دروازے کھول دے گا، اگر آپ کسی کو گورنر بننے کے قابل نہ سمجھیں تو بے دھڑک اس کو عہدے سے معزول کر دیجئے اور اس بات سے نہ ڈریئے کہ اب کون گورنر و حاکم بنے گا؟ اللہ ربُّ العٰلمین آپ کے لئے ان نااہل گورنروں اور حاکموں سے بھی اچھے مددگار لوگ عطا فرما دے گا۔ آپ مخلوق کی پرواہ مت کیجئے اور اپنی نیت کو خالص رکھئے، ہر انسان کی مدد اس کی نیت کے مطابق کی جاتی ہے، جس کی نیت کامل ہے تو اس کو اجر بھی کامل ہی ملے گا اور جس کی نیت میں فُتُور ہوگا اس کو صِلہ بھی ایسا ہی دیا

جائے گا۔اے عمر بن عبدالعزیز! اگر آپ چاہتے ہیں کہ بروزِ قیامت کوئی آپ کے خلاف ظلم کا دعویدار نہ ہو اور جو لوگ آپ سے پہلے گزر گئے وہ آپ پر رشک کریں کہ دیکھو! اِس کے متبعین کو اس سے کوئی شکایت نہیں، اس کی رِعایا اس سے خوش ہے تو آپ ایسے اعمال کیجئے کہ اس دن یہ مقام حاصل ہو جائے اور بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے نیکی کرنے کی قوت دی جاتی ہے اور برائی سے بھی وہی ذات بچانے والی ہے۔اور جو لوگ موت اور اس کی ہولناکیوں سے خوف کھاتے تھے مرنے کے بعد ان کی وہ آنکھیں ان کے چہروں پر بہہ گئیں جو دُنیوی لذتوں سے سیر ہی نہ ہوتی تھیں، ان کے پیٹ پھٹ گئے اور وہ تمام چیزیں بھی ضائع ہو گئیں جو وہ کھایا کرتے تھے، ان کی وہ گردنیں جو نرم و نازُک تکیوں پر آرام کرنے کی عادی تھیں آج قبر کی مٹی میں بوسیدہ حالت میں پڑی ہیں۔جب وہ دنیا میں تھے تو لوگ ان سے خوش ہوتے اور ان کی خدمت کرتے لیکن آج یہی لوگ موت کے بعد ایسی حالت میں ہیں کہ ان کے جِسْم گل سَڑ گئے، اگر ان لوگوں کو اور ان کی دنیوی غذاؤں کو آج کسی مِسکین کے سامنے رکھ دیا جائے تو وہ بھی اس کی بدبو سے اذیت محسوس کرے، اب اگر ان کے تَعَفُّن زدہ جسموں پر ڈھیر ساری خوشبو مل جائے تب بھی ان کی بدبو ختم نہ ہو۔ہاں! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے اپنی رحمتِ خاصہ سے حصہ عطا فرمائے اور اسے دائمی نعمتیں عطا فرمائے، بے شک ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔اے عمر بن عبدالعزیز!

آپ کے ساتھ واقعی ایک بہت بڑا معاملہ درپیش ہے، آپ کبھی بھی جزیہ اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے ایسے عامل مقرر نہ کیجئے گا جو بہت زیادہ سختی کریں اور لوگوں سے بہت زیادہ تُرش گوئی سے پیش آئیں اور بے جا ان کا خون بہائیں۔ اے عمر! اس طرح مال جمع کرنے سے بچئے، ایسی خون ریزی سے ہمیشہ کوسوں دور بھاگئے، اور اگر آپ کو کسی گورنر کے بارے میں یہ خبر ملے کہ وہ لوگوں پر ظُلم کرتا ہے اور پھر بھی آپ نے اسے گورنری کے عہدے سے معزول نہ کیا تو یاد رکھئے! آپ کو جہنم سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور ذلت ورسوائی آپ کے گلے کا ہار ہوگی، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو اپنی حفظ واَمان میں رکھے، آمین۔ اگر آپ ان تمام ظُلم وزیادتی والے اُمور سے اِجتناب کرتے رہے تو دِلی سکون حاصل ہوگا اور آپ مطمئن رہیں گے (اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ)۔

اے عمر بن عبد العزیز! آپ نے لکھا کہ میں امیرُ المُؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اور ان کے فیصلوں کے متعلق آپ کو معلومات فراہم کروں تو امیرُ المُؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور کے مطابق فیصلے کئے، جیسی ان کی رِعایا تھی اب ایسی نہیں، ان کے فیصلے اس دور کے اعتبار سے تھے، آپ اپنے دور کے اعتبار سے فیصلے کیجئے، اور اپنے دور کے لوگوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان سے معاملات کیجئے، اگر آپ ایسا کریں گے تو مجھے اللہ ربُّ العزت سے امید ہے کہ وہ آپ کو بھی امیرُ المُؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

ـنـہ جیسی مدد و نصرت عطا فرمائے گا اور جنت میں ان کے ساتھ مقام عطا فرمائے گا۔

اور اے عمر بن عبدالعزیز! آپ یہ آیتِ مبارکہ پیشِ نظر رکھئے:

وَمَآ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰی مَآ اَنۡهٰكُمۡ عَنۡهُ ؕ اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَ اِلَیۡهِ اُنِیۡبُ ﴿۸۸﴾ (پ ۱۲، ھود: ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں، اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم

والسّلام: سالم بن عبداللہ

(عیون الحکایات ص ۷۹ ملخصًا)

(۱۲) تقدیر پر صبر کیجئے

حضرت سیّدنا عُبَید اللہ بن عُتبہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو مکتوب میں لکھا: ''اُس خدائے بزرگ و برتر کے نام سے شروع جس نے سورتیں نازل فرمائیں اور تمام تعریفیں اللہ عزّوجلّ کے لئے ہیں، اَمَّا بَعۡد! اے عمر! اللہ عزّوجلّ سے ڈریئے بے شک خوفِ خدا فائدہ دیتا ہے اور

آنے والی تقدیر پر صبر کیجئے اور اس پر راضی رہئے اگر چہ تقدیر آپ کے پاس کسی ایسی چیز کو لائے جو آپ کو پسند نہ ہو، اور انسان کی ہر وہ عیش والی زندگی جس پر وہ خوش ہوتا ہے ایک دن ایسا آئے گا جب سارے عیش ختم ہو جائیں گے، والسلام۔''

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۱۶)

(۱۳) خالد بن صفوان کی ناصحانہ تقریر

خالد بن صَفوان حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے پاس آئے اور عرض کی: امیر المومنین! آپ اپنی مدح و ثنا کو پسند فرمائیں گے؟ فرمایا: نہیں، عرض کی: تو پھر وعظ و نصیحت کو پسند فرمائیں گے؟ فرمایا: ہاں! خالد نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اما بعد: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، اسے نہ تو ان کی عبادت کی ضرورت ہے، نہ ان کی مَعْصِیَت سے اسے کوئی اندیشہ ہے۔ انسانوں کے مَراتِب اور ان کی رائے مختلف ہے اور عرب سب سے بدتر مرتبہ میں تھے، بُت پرستی، پتھر تراشی اور اونٹوں کی گلہ بانی ان کا پیشہ تھا، جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرادہ فرمایا کہ ان میں اپنا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) بھیجے اور ان میں اپنی رحمت عام کرے تو اِنہیں میں سے ایک رسول محترم کو بھیجا، جن کے لئے تمہاری مشقت ناقابلِ برداشت ہے جو تمہاری خیر خواہی کے حَرِیص ہیں اور جو اہلِ ایمان کے لئے نہایت شفیق و مہربان ہیں۔'' یہ عظیم الشان رسول محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تھے۔ مگر ان تمام اوصاف و خصائص کے باوجود لوگوں نے آپ صلی اللہ

تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کو جسمانی اذیتیں پہنچائیں، آپ پر طرح طرح کی آوازیں کسیں اور آپ کو وطن چھوڑ کر ہجرت پر مجبور کیا، آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے واضح دلیل موجود تھی، آپ حُکمِ الٰہی کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتے تھے، نہ اس کی اِجازت کے بغیر نکلتے تھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ملائکہ کے ذریعہ آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی مدد کرتا تھا، آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کو غیب کی خبریں دیتا تھا اور اس نے آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کو ضمانت دی تھی کہ آخرِ کار کامیابی آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کے قدم چومے گی اور جب آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کو جہاد کا حکم ہوا تو بحسن وخوبی حُکمِ الٰہی کی تعمیل کی۔ بہرحال آپ کی پوری زندگی دعوت وتبلیغ، اظہارِ حق، دشمنوں سے جہاد اور اَحکامِ خداوندی کی تعمیل میں گزری یہاں تک کہ اسی روش پر آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کا وصال ہوا۔ آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کے بعد حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلافت سے سَرفراز ہوئے تو عرب کے چند قبائل نے کہا ہم نماز پڑھا کریں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے، مگر حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ انہیں وہ تمام فرائض بجالانے ہوں گے جو رسولُ اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کے زمانے میں ادا کرتے تھے، آپ نے مُرْتَدِین کے مقابلہ کے لئے تلوار نیام سے نکالی، جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اہلِ باطل پر غالب آئے، ان کی عزت وغُرور کو خاک میں ملا دیا اور زمین ان کے خون سے سیراب کر ڈالی تا آنکہ وہ جس

دروازے سے نکلے تھے انہیں دوبارہ اسی میں داخل کردیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے حاصل ہونے والے "مالِ فَے" سے معمولی سی چیزیں قبول کیں، یعنی ایک دودھ دینے والی اونٹنی جس کا دودھ پیا کرتے تھے، ایک اُونٹ جس پر پانی ڈھویا جاتا تھا اور حبشن لونڈی جو آپ کے بچے کو دودھ پلاتی تھی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے محسوس کیا کہ یہ بارِ خلافت ان کے حَلق کا کانٹا اور کندھے کا بوجھ ہے، چنانچہ آپ نے یہ بار حضرتِ سیّدُنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ڈال دیا اور نبیِ پاک صاحبِ لَولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کی سنت پر (چلتے ہوئے) اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کے بعد حضرتِ سیّدُنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارِ خلافت سنبھالا، شہر آباد کئے، سختی و نرمی کو باہم ملایا، نہایت مستعدی وخوش اُسلُوبی سے اس کو نبھایا اور ہر کام کے لئے موزوں ترین افراد مقرر کئے۔ حضرتِ سیّدُنا مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے جو فیروز کہلاتا تھا اور جس کی کنیت ابولُؤلُو تھی، آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ نے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ وہ لوگوں سے پتہ کرکے بتائیں کہ ان کا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ کو مُغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ نے قتل کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے باآوازِ بلند الحمدللہ کہی کہ وہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے۔ پھر آپ نے اپنے قرضوں پر غور کیا تو ان کی ادائیگی کا بار اپنی اولاد کے ذمہ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ جائداد فروخت کرکے اسے بیت المال میں داخل کردیا۔ یہ سلسلۂ خلافت چلتا رہا یہاں تک کہ آپ دنیا کے سامنے

ہیں، دنیا کے بادشاہوں نے آپ کو جنم دیا، سلطنت کی آغوش میں پلے، اُسی کے پستانوں سے دودھ پیا اور ممکن ذرائع سے سلطنت کے متلاشی رہے یہاں تک کہ جب وہ اپنے تمام خطرات کے ساتھ آپ تک پہنچی تو آپ نے اسے نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا، آپ نے معمولی توشہ کے علاوہ اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ اس کو وہیں ڈال دیا جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ڈالا تھا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بے حد شُکر ہے کہ آپ کے ذریعے ہمارے گناہوں کو اس نے زائل اور ہماری پریشانیوں کو دُور کر دیا اور آپ کی بدولت ہمیں راست گو اور راست باز بنا دیا۔ بس آپ اپنی اس روش پر چلتے رہیے اور اِدھر اُدھر اِلتفات نہ کیجئے کیونکہ حق پر ہوتے ہوئے کوئی چیز ذلیل نہیں ہو سکتی اور نہ باطل پر ہوتے ہوئے کوئی چیز معزز ہو گی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۱)

(۱۴) دھوکے باز دُلہن

حضرت سیّدنا حَسَن بَصْرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو یہ نصیحت آموز خط لکھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط اَمَّا بَعْد: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْن! یاد رکھئے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں، دنیا کو پچھاڑنا بے حد ضروری ہے، جو اسے شکست دیتا ہے یہ اس کی تعظیم کرتی ہے اور جو اس کی تعظیم کرتا ہے یہ اسے ذلیل وخوار کر دیتی ہے۔ دُنیا وہ میٹھا زہر ہے جسے لوگ بڑے مزے سے کھاتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں زادِ راہ یہ ہے کہ دنیوی آسائشوں کو ترک کر دیا جائے، دنیا میں تنگدستی غناء ہے، جو یہاں فقر و فاقہ کا شکار ہے

در حقیقت وہی غنی ہے۔ **یا امیر المؤمنین!** دنیا میں اس مریض کی طرح رہئے جو اپنے مرض کے علاج کی خاطر دواؤں کی کڑواہٹ اور تکلیف برداشت کرتا ہے تاکہ اس کا زخم اور مرض مزید نہ بڑھے، اس تھوڑی تکلیف کو برداشت کر لیجئے **اِنْ شَآءَ اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ بڑی تکلیف سے بچ جائیں گے۔ بے شک عظمت اور فضیلت کے لائق وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ حق بات کہتے ہیں، اِنکساری وتَواضُع سے چلتے ہیں، اُن کا رِزْق حلال وطَیِّب ہوتا ہے، ہمیشہ حرام چیزوں سے اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں، وہ خشکی میں بھی ایسے خوفزدہ رہتے ہیں جیسے سمندر میں مسافر اور خوشحالی میں ایسے دعائیں کرتے ہیں جیسے مصائب وآلام میں دعا کی جاتی ہے۔ اگر موت کا وقت متعین نہ ہوتا تو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کے شوق، ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے ان کی روحیں ان کے اجسام میں لمحہ بھر بھی نہ ٹھہرتیں، خالقِ لم یزَل کی عظمت اور ہیبت ان کے دلوں میں راسخ ہے اور مخلوق ان کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی (یعنی وہ فقط رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے طلب گار ہوتے ہیں)۔ **یا امیر المؤمنین!** یاد رکھئے کہ غور وفکر کرنا نیکیوں اور بھلائی کی طرف لے جاتا ہے، گناہوں پر ندامت برائیوں کو چھوڑنے میں مدد کرتی ہے، دنیاوی ساز وسامان کتنا وافر کیوں نہ ہو باقی رہنے والا نہیں، یہ اور بات ہے کہ لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس تکلیف کا برداشت کرنا جس کے بعد ہمیشہ کا آرام ملے اُس راحت سے بہتر ہے جس کے بعد طویل غم واَلَم، تکالیف اور ندامت وذلت کا سامنا کرنا پڑے۔ اس بے وفا، شکست خوردہ اور ظالم دنیا سے آخرت کی

زندگی کئی درجے بہتر ہے۔ یہ دُنیا بڑی دھوکے باز ہے، لوگوں کے سامنے خوب بن سنور کر آتی ہے اور تباہ و برباد کر ڈالتی ہے، لوگ اس کی جھوٹی اداؤں کی وجہ سے ہلاکت میں جا پڑتے ہیں، یہ اس دھوکے باز دلہن کی طرح ہے جو خوب سجی سجائی ہو، اس کا بناوٹی حسن و جمال آنکھوں کو خیرہ کرنے لگے، مگر جب اس کا شوہر اس کے قریب جائے تو وہ اسے ظالمانہ طریقے سے قتل کر ڈالے۔ **یا امیرَ المُؤمنین!** عبرت پکڑنے والے بہت کم ہیں، اب تو حال یہ ہے کہ دُنیا کی محبت عشق کے درجے تک جا پہنچی ہے، دُنیا اور اس کا عاشق دونوں ہی ایک دوسرے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں، دُنیا کو پانے والا سمجھتا ہے کہ میری کامیابیوں کی معراج ہوگئی اور اپنے مقصدِ حیات اور میدانِ محشر میں ہونے والے حساب و کتاب کو بھول جاتا ہے، وہ نیکیاں کمانے کے مواقع کھو دیتا ہے پھر جب حالتِ نزع میں سختیاں طاری ہوتی ہیں تو اس کی آنکھیں کھلتی ہیں اور اپنی کامیابیوں پر پھولے نہ سمانے والا یہ شخص اس حقیقت سے آگاہ ہوجاتا ہے کہ وہ تو دُنیا سے بُری طرح دھوکہ کھا چکا ہے، اس کے بعد وہ عاشقِ نامُراد کی مانند دُنیا سے رخصت ہوجاتا ہے اور بے وفا دنیا کسی اور کو دھوکا دینے چلی جاتی ہے۔ **یا امیرَ المُؤمنین!** اس دنیا اور اس کی فریب کاریوں سے بچ کر رہیے، اس دنیا کی مثال اس سانپ کی طرح ہے جسے ہاتھ لگائیں تو نرم و نازک معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا زہر جان لیوا ہوتا ہے، اس دُنیا سے ہرگز محبت نہ کیجئے گا کیونکہ اس کا انجام بہت بُرا ہے۔ دُنیا کا عاشق جب دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو یہ

اسے طرح طرح سے پریشان کرتی ہے، اس کی خوشیوں کو غم میں بدل دیتی ہے، جو اس کی فانی اشیاء کے ملنے پر خوش ہوتا ہے وہ بہت بڑے دھوکے میں پڑا، اس کا فائدہ پانے والا درحقیقت شدید نقصان میں ہے، دنیاوی آسائشوں تک پہنچنے کے لئے انسان تکالیف ومصائب کا سامنا کرتا ہے، جب اسے خوشی ملتی ہے تو یہ خوشی غم وملال میں تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی خوشی دائمی ہے اور نہ ہی اس کی نعمتیں، ان کا ساتھ تو کچھ دیر کا ہے۔ **یاامیرالمؤمنین!** اس دنیا کو تارکُ الدنیا کی نظر سے دیکھئے نہ کہ عاشقِ دنیا کی نظر سے، جو اس دارِ ناپائیدار میں آیا وہ یہاں سے ضرور رُخصت ہوگا۔ یہاں سے جانے والا کبھی واپس نہیں آتا اور نہ کوئی اس کی واپسی کا انتظار کرتا ہے۔

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کو دنیا اور اس کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے لینے سے اِنکار فرما دیا، حالانکہ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کو ان کی طَلَب سے منع نہ فرمایا گیا تھا اور اگر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم ان چیزوں کو قبول بھی فرما لیتے تب بھی آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کے مرتبہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی اور جس مقام ومرتبہ کا آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کو ملتا، لیکن ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم جانتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو یہ دنیا ناپسند ہے لہٰذا آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے بھی اس کو قبول نہ فرمایا، جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کی کوئی وُقعت نہیں تو حضور صَلَّی اللہ تعالٰی

علیہ والہ وسلَّم نے بھی اس کو کوئی وُقعت نہ دی، اگر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم اسے قبول فرما لیتے تو لوگوں کے لئے دلیل بن جاتی کہ شاید آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم اس سے محبت کرتے ہیں، لیکن آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے اسے قبول نہ فرمایا، کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے ایک شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ناپسند ہو اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم اسے قبول فرمالیں۔ یا امیرَ المُؤمنین! موت سے پہلے جتنی نیکیاں، ہوسکتی ہیں کر لیجئے ورنہ بوقتِ نزع فائدہ نہ ہوگا، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان نصیحت آموز باتوں سے ہمیں اور آپ کو خوب نفع عطا فرمائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ والسَّلام (عیون الحکایات ص ۹۹ مُلخصًا)

دنیا کی مذمت پر چار احادیثِ مبارکہ

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 50 صفحات پر مشتمل رسالے ''جنتی محل کا سودا'' کے صفحہ 35 پر ہے:

﴿1﴾ دنیا کے لئے مال جمع کرنے والے بے عقل ہیں

اُمُّ المُؤمِنِین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ، طیّبہ، طاہرہ، عابدہ، زاہدہ، عفیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم، رسولِ مُحتشَم، سراپا جودو کرم، تاجدارِ حرم، شہنشاہِ اِرَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''اَلدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَہٗ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَہٗ وَلَھَا یَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ'' یعنی دُنیا اُس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اُس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اِس

کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔"

(مِشکاۃُ المَصابِیح ج ۲، ص ۲۵۰، حدیث ۵۲۱۱)

﴿2﴾ دنیا کی محبت باعثِ نقصانِ آخرت ہے

حضرتِ سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ ہاشمی، مکّی مدنی، محمدِ عربی صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی یعنی جس نے دُنیا سے مَحَبَّت کی وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جس نے آخرت سے مَحَبَّت کی وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، تو تم باقی رہنے والی (آخرت) کو فنا ہونے والی (دُنیا) پر ترجیح دو۔" (اَلْمُستدرَک لِلحاکِم ج ۵، ص ۴۵۴، حدیث ۷۹۶۷)

﴿3﴾ آخِرت کے مقابلے میں دُنیا کی حیثیت

حضرتِ سیِّدُنا مُسْتَوْرِد بن شدّاد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا: "وَاللّٰہِ مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَہٗ ھٰذِہٖ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ یعنی اللہ عزّوجلّ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دُنیا اتنی سی ہے جیسے کوئی اپنی اِس اُنگلی کو سَمُندر میں ڈالے تو وہ دیکھے کہ اس اُنگلی پر کتنا پانی آیا۔" (صَحیح مُسلِم، ص ۱۵۲۹، حدیث ۲۸۵۸)

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے

ہیں: یہ بھی فقط سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ فانی اور مُتناہی (م۔ت۔ناہی یعنی انتہا کو پہنچنے والے) کو باقی غیر فانی غیر مُتناہی سے (اتنی) وجہ نسبت بھی نہیں جو (کہ) بھیگی اُنگلی کی تَری کو سمندر سے ہے۔ خیال رہے کہ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے، عاقل عارِف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے، اُس کی دُنیا بہت ہی عظیم ہے، غافل کی نَماز بھی دُنیا ہے، جو (کہ) وہ نام نُمود کے لئے ادا کرتا ہے، عاقل کا کھانا، پینا، سونا، جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حُضُور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کی **سنّت** ہے، مُسلمان اِس لیے کھائے پیئے سوئے جاگے کہ یہ حُضُور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کی سنّتیں ہیں۔ حیاۃُ الدُّنیا اور چیز ہے، حیٰوۃٌ فِی الدُّنیا اور، حیاۃٌ لِلدُّنیا کچھ اور، یعنی دنیا کی زندگی، دنیا میں زندگی، دنیا کے لئے زندگی۔ جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لئے ہو دنیا کے لئے نہ ہو، وہ مبارک ہے۔ مولانا فرماتے ہیں، شعر:

آب در کشتی ہلاکِ کشتی است — آب اندر زیرِ کشتی پشتی است

(کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے، اور اگر دریا کشتی میں آجاوے تو ہلاکت ہے)(مراۃ ج ۷ ص ۳)

﴿4﴾ بھیڑ کا مرا ہوا بچّہ

حضرتِ سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ **رحمتِ عالَم** نُورِ مجسَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم بھیڑ کے مُردہ بچے کے پاس سے گزرے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ یہ اسے ایک دِرْہم کے عِوَض (ع۔وَ۔ض) ملے؟ انہوں نے عرض کی: ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمیں کسی بھی چیز کے عِوَض (بدلے)

ملے۔تو اِرشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! دنیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جیسے یہ تمہارے نزدیک۔'' (مِشکاۃُ المَصابیح ،ج ۲ص ۲۴۲حدیث ۵۱۵۷)

اللّٰہ! حُبِّ دُنیا سے تُو مجھے بچانا

سائل ہوں یاخدا میں عشقِ محمدی کا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیرالمؤمنین کی عاجزی

زمین پر بیٹھ گئے

خلفائے بنُو اُمَیَّہ کا دستور تھا کہ جب کسی جنازے میں شریک ہوتے تھے تو ان کے بیٹھنے کے لیئے ایک خاص چادر بچھائی جاتی تھی۔ایک بار حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ایک جنازہ میں شریک ہوئے اور حسبِ معمول ان کے لیئے بھی یہ چادر بچھائی گئی لیکن آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اپنے لئے اِس اِمتیاز کو پسند نہیں کیا اور اس چادر کو پاؤں سے ایک طرف ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۷۰)

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے ہمارے بُزُرگانِ دین علیہم رحمۃ اللّٰہ المُبین مَقام و مرتبہ اور عہدہ ومَنصَب ملنے کے باوجود کس قدر عاجزی فرمایا کرتے تھے! حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی ایسی ہی مزید 14 حِکایات مُلاحظہ کیجئے:

(۱) میرے مقام میں کوئی کمی تو نہیں آئی

ایک رات حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے ہاں کوئی مہمان آیا، آپ کچھ لکھ رہے تھے۔ قریب تھا کہ چراغ بُجھ جاتا۔ مہمان نے عَرض کی: میں اُٹھ کر ٹھیک کر دیتا ہوں تو آپ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: لَیْسَ مِنْ مُرُوَّۃِ الرَّجُلِ اِسْتِخْدَامُہٗ ضَیْفَہٗ مہمان سے خدمت لینا اچھی بات نہیں ہے۔ اُس نے کہا غُلام کو جگا دوں؟ فرمایا: وہ ابھی ابھی سویا ہے۔ پھر آپ خود اٹھے اور کُپّی لے کر چراغ کو تیل سے بھر دیا۔ مہمان نے کہا: یا امیر المؤمنین! آپ نے خود ذاتی طور پر یہ کام کیا؟ فرمایا: قُمْتُ وَاَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْز، وَرَجَعْتُ وَ اَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْز جب میں (اِس کام کے لئے) گیا تو بھی ''عمر'' تھا اور جب واپس آیا تو بھی ''عمر'' تھا، میرے مقام میں کوئی کمی تو نہیں آئی اور بہترین آدمی وہ ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں تواضُع کرنے والا ہو۔ (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۷۹۷)

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے کس قدر عاجزی فرمائی، عاجزی اختیار کرنے والا بظاہر کم تر دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت میں بلند تر ہو جاتا ہے، چنانچہ

بلندی عطا فرمائے گا

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ مُعَظَّم ہے: ''جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عاجزی اختیار کرے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بلندی عطا فرمائے

گا، پس وہ خود کو کمزور سمجھے گا مگر لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوگا اور جو **تکبُّر** کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ذلیل کردے گا، پس وہ لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہوگا مگر خود کو بڑا سمجھتا ہوگا یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک خنزیر سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔''

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، الحدیث: ۸۵۰۵، ج ۳، ص ۲۸۰)

فخر و غُرور سے تُو مولیٰ مجھے بچانا
یاربّ! مجھے بنا دے پیکر تُو عاجزی کا (وسائل بخشش ص ۱۹۵)

عاجزی کس حد تک کی جائے؟

مگر یاد رہے کہ دیگر اَخلاقی عادات کی طرح عاجزی میں بھی اِعتدال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر عاجزی میں بلاضرورت زیادتی کی تو ذلّت اور کمی کی تو **تکبُّر** میں جا پڑنے کا خدشہ ہے۔ لہٰذا اِس حد تک عاجزی کی جائے جس میں ذلّت اور ہلکا پن نہ ہو۔ (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۱۵۴)

(۲). مزاج پُرسی کرنے والے کو جواب

ایک شخص نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العَزیز سے کہا: ''**یاامیرَالمُؤمنین!** کَیۡفَ مَآ اَصۡبَحۡتَ یعنی آپ نے کس حالت میں صبح کی۔'' عاجزی کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اس حالت میں صبح کی کہ پیٹو، سُست کار اور گناہوں میں آلودہ ہوں، اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر خام آرزوئیں باندھ رہا ہوں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۵)

(۳) خادِمہ کی خدمت

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے باوجود خلیفہ ہونے کے کبھی اپنے آپ کو عام مسلمانوں بلکہ کنیزوں اور غلاموں سے بھی بالاتر نہیں سمجھا۔ ایک بار کنیز آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو پنکھا جھل رہی تھی کہ اس کی آنکھ لگ گئی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے خود پنکھا لیا اور اس کو جَھلنے لگے، جب کنیز کی آنکھ کھلی تو حیرت وخوف کے مارے اس کی چیخ نکل گئی مگر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: تم بھی تو میری طرح ایک انسان ہو، تمہیں بھی اسی طرح گرمی لگتی ہے جس طرح مجھے، اس لئے میں نے سوچا کہ جس طرح تم نے مجھے پنکھا جھلا ہے میں بھی تمہیں پنکھا جَھل دوں۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۰۲)

(۴) چادر اَوڑھادی

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز جنازوں میں بھی شریک ہوتے اور عام مسلمانوں کی طرح جنازے کو کندھا دیتے۔ ایک مرتبہ جنازے میں شریک ہوئے تو بارِش آ گئی۔ اِتفاقاً ایک مسافر وہاں آ گیا جس کے بدن پر چادر نہ تھی، انہوں نے اس کو بُلایا اور بارش سے بچانے کے لئے اپنی چادر کا بچا ہوا حصہ اسے اوڑھادیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۴)

(۵) تحریر پھاڑ ڈالتے

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عُجب، غرور اور تَکَبُّر سے بچنے کی اس قدر کوشش

فرماتے تھے کہ جب خُطبہ دیتے یا کوئی تحریر لکھتے اور اس کے متعلق دل میں غُرور پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا، تو خطبہ میں چُپ ہوجاتے اور تحریر کو پھاڑ ڈالتے اور بارگاہِ الٰہی میں عَرض کرتے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ یعنی: یاالٰہی عَزَّوَجَلَّ! میں اپنے نفس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۷۸)

(۶) پہچان نہ پاتے

اِسی تواضُع اور عاجزی کا اثر تھا کہ جب کبھی ناآشنا لوگ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے ملاقات کے لئے آتے تو شاہانہ جاہ وجلال نہ ہونے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کو پہچان نہ پاتے اور پوچھنا پڑتا کہ **امیرُ المُؤمنین** کہاں ہیں؟ کیونکہ آپ عام لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۰۴ ملخصًا)

(۷) مجھے ''عمر'' ہی سمجھو

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز خلیفۂ وقت اور **امیرُ المُؤمنین** تھے مگر اپنے آپ کو ہمیشہ ''عُمَر'' ہی سمجھتے، ایک بار کسی نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ''عُمَر'' سمجھ کر ایسی بات کہوں جو آج آپ کو ناپسند اور کل پسندیدہ ہو، ورنہ ''امیرُ المؤمنین'' سمجھ کر ایسی گفتگو کروں جو آج آپ کو محبوب اور کل مَبْغُوض (یعنی ناپسند) ہو؟ فرمایا: کَلِّمْنِیْ وَاَنَا عُمَرُ فِیْمَا اَکْرَہُ الْیَوْمَ وَاُحِبُّ غَدًا یعنی مجھے ''عُمَر'' سمجھ کر وہی بات کہو جو آج مجھے ناپسند اور کل پسند ہو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۲)

(۸) تعریف کرنے والے کو جواب

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز خاکساری کی وجہ سے مدّاحی (یعنی تعریف وتوصیف) کو پسند نہیں فرماتے تھے، چنانچہ ایک بار کسی شخص نے ان کے سامنے ان کی تعریف کی تو فرمایا: لَوْعَرَفْتَ مِنْ نَفْسِیْ مَااَعْرِفُ مِنْهَا مَانَظَرْتَ فِیْ وَجْهِیْ یعنی جو کچھ میں اپنے بارے میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو میرا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کرو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۶)

(۹) ''خلیفۃُ اللہ'' کا مِصداق

ایک شخص نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو ''یا خلیفۃَ اللہ فِی الْاَرْض یعنی اے زمین میں اللہ عزوجل کے خلیفہ'' کہہ کر پکارا تو فرمایا: دیکھو! جب میں پیدا ہوا تو والدین نے میرے لئے ایک نام منتخب کیا چنانچہ میرا نام ''عُمَر'' رکھا اگر تم مجھے ''یا عُمَر'' کہہ کر پکارتے تو میں جواب دیتا، پھر جب میں بڑا ہوا تو میں نے اپنے لیے ایک کنیت ''ابوحَفْص'' پسند کی اگر تم ''ابوحَفْص'' کی کنیت سے مجھے بلاتے تو بھی میں جواب دیتا، پھر جب تم لوگوں نے امرِ خلافت میرے سپرد کیا تو تم نے میرا لقب ''امیرُ المؤمنین'' رکھا اگر تم مجھے ''امیرُ المؤمنین'' کے لقب سے مخاطب کرتے تب بھی مُضایقہ نہیں تھا، باقی رہا ''خلیفۃُ اللہ فِی الْاَرْض'' کا خطاب! تو میں اس کا مِصداق نہیں ہوں، ''خلیفۃُ اللہ فِی الْاَرْض'' تو حضرتِ سیدنا داؤد علٰی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان جیسے دوسرے حضرات تھے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

نے پارہ 23 سورۂ ص کی آیت 26 پڑھی:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (پ ۲۳، ص:۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے داؤد بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۶)

(۱۰) اسلام نے مجھے فائدہ دیا ہے

ایک شخص نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اسلام کی خدمت کرنے پر آپ کو جزائے خیر دے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: نہیں! بلکہ یوں کہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے فائدہ دینے پر اسلام کو جزا دے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۰۶)

(۱۱) شان وشوکت کے اِظہار کی مُمانعت

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے کاتب کا بیان ہے کہ اَحکام وفَرامین جاری کرتے وقت آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے ہمیشہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ میں اَحکام وفرامین میں ان کی شان وشوکت اور عظمت ورِفعت کا اِظہار بالکل نہ کروں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۱)

(۱۲) مجلس برخاست کرنے کا معمول

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو تنہائی درکار ہوتی اور حاضرین مجلس کو اٹھانا چاہتے تو حکم دینے کے انداز میں یہ نہیں کہتے تھے کہ اٹھ جایئے

بلکہ یہ فرمایا کرتے: ''اِذَا شِئْتُمْ'' یعنی جب آپ چاہیں! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔'' لوگ اس اِشارے کو سمجھ جاتے اور وہاں سے اٹھ جاتے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۷۶)

(۱۴) جب سلام کرنا بھول گئے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزیز ایک بار چند لوگوں کے پاس بغیر سلام کئے بیٹھ گئے۔ جب آپ کو یاد آیا تو اُٹھ کر پہلے سب کو سلام کیا پھر تشریف فرما ہوئے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۶۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، تاجدارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بہت ہی پیاری سنت ہے (بہارِ شریعت، حصہ ۱۶، ص ۹۸) حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مَرْوِی ہے، کہ حضورِ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: '' تم جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جس پر تم عمل کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو۔ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی افشاء السلام، الحدیث ۵۱۹۳، ج ۴، ص ۴۴۸)

بعض اسلامی بھائی جب آپس میں ملتے ہیں تو اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ سے ابتدا کرنے کے بجائے '' آداب عرض'' کیا حال ہے؟ '' مِزاج شریف'' '' صبح بخیر'' '' شام بخیر'' وغیرہ وغیرہ عجیب وغریب کلمات سے اِبتداء کرتے ہیں، یہ خلافِ سنت ہے۔ رُخصت ہوتے وقت بھی '' خدا حافظ'' '' گڈ بائی'' '' ٹاٹا'' وغیرہ کہنے کے بجائے

سلام کرنا چاہئے۔ ہاں رخصت ہوتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بعد اگر خدا حافظ کہہ دیں تو حرج نہیں۔ سلام کے بہترین الفاظ یہ ہیں "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ" یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۴۰۹) چھوٹا بڑے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو، تھوڑے زیادہ کو اور سوار پیدل کو سلام کرنے میں پہل کریں۔ سرکار مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: سوار پیدل کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو، اور تھوڑے لوگ زیادہ کو، اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب یسلم الراکب علی الماشی والقلیل علی الکثیر، الحدیث ۲۱۶۰، ص ۱۱۹۱)

ہزاروں سنّتیں سیکھنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ دو کتب (۱) 312 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت حصہ 16 اور (۲) 120 صفحات کی کتاب "سنّتیں اور آداب" ہدیۃً حاصل کیجئے اور پڑھئے۔ سنّتوں کی تربیت کا ایک بہترین ذریعہ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافلوں میں عاشقانِ رسول کے ساتھ سنّتوں بھرا سفر بھی ہے۔

لوٹنے رحمتیں قافلے میں چلو   سیکھنے سنّتیں قافلے میں چلو
ہوں گی حل مشکلیں قافلے میں چلو   ختم ہوں شامتیں قافلے میں چلو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب!   صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

روزانہ کا جدول

حضرتِ سیِّدُنا عطار رحمۃُ اللہ تعالی علیہ نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی زوجہ محترمہ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالی علیہا کو پیغام بھیجا کہ مجھے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے کچھ حالات بھجوایئے، انہوں نے فرمایا: ضَرور!! حضرتِ عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اپنی ذات کو مسلمانوں کے لئے اور اپنے ذہن کو ان کے کاموں کے لئے فارغ کرلیا تھا، اگر شام ہوجاتی اور وہ مسلمانوں کے کام سے فارغ نہ ہوئے ہوتے تو دن کے ساتھ رات بھی ملا لیتے اور رات گئے تک کام کرتے رہتے۔ جب یومیہ کام ختم ہوجاتے تو اپنا چراغ منگوا لیتے، پھر دو نفل پڑھتے اور سر گھٹنوں پر رکھ کر اُکڑُوں بیٹھ جاتے، کچھ ہی دیر میں رُخساروں پر آنسوؤں کی دھاریں بہنا شروع ہوجاتیں اور اس قدر دَرْد و کَرْب کے ساتھ روتے کہ گویا ان کا دل پھٹ جائے گا اور رُوح نکل جائے گی، رات بھر یہ کیفیت رہتی، جب صبح ہوتی تو روزہ رکھ لیتے۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۴۶)

محبت میں اپنی گُما یاالٰہی ۔۔۔ نہ پاؤں میں اپنا پتا یاالٰہی
رہوں مَست و بے خُود میں تیری وِلا میں ۔۔۔ پلا جام ایسا پلا یاالٰہی

(وسائلِ بخشش ص ۷۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تعالی علی محمّد

خلیفہ کا کھانا

خلیفہ بننے کے بعد حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے دنیا سے زُہد و قناعت اختیار کی، عَیش وعِشرت پر لات ماری اور انواع و اقسام کے لذیذ کھانے یکسر ترک کر دیئے۔ معمول یہ تھا کہ جب آپ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کا کھانا تیار ہو جاتا تو کسی چیز میں ڈھک کر رکھ دیا جاتا، جب تشریف لاتے تو کسی خادِم سے کہنے کے بجائے اپنی مدد آپ کے تحت اسے خود ہی اٹھا کر تناول فرما لیتے۔

(تاریخِ دمشق، ج ۴۵، ص ۲۲۷)

زیتون کا سالن

نُعَیم بن سلامت کا بیان ہے کہ میں امیرُ المؤمنین کے پاس گیا تو دیکھا کہ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۰)

پسلیاں گنی جا سکتی تھیں

یُونُس بن شَبیب جنہوں نے امیرُ المؤمنین کو خلافت سے پہلے اس حالت میں دیکھا تھا کہ توند نکلی ہوئی تھی، انہی کا بیان ہے کہ خلافت کے بعد اگر میں گننا چاہتا تو بغیر چھوئے ہوئے ان کی پسلیوں کو گن سکتا تھا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۱)

مسور اور پیاز

ایک بار امیرُ المؤمنین حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے بھائی ''زیان بن عبدالعزیز'' آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے، کچھ دیر تک

باتیں ہوئیں پھر آپ نے فرمایا: ''گزشتہ رات میرے لیے بڑی لمبی ہوگئی کیونکہ اس میں نیند کم آئی، میرا خیال ہے اس کا سبب وہ کھانا تھا جو میں نے رات کو کھایا تھا۔'' زیان نے پوچھا: ''آپ نے کیا کھایا تھا؟'' فرمایا: ''مَسُور اور پیاز۔'' زیان نے حیرانی سے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو بڑی کشائش دے رکھی ہے، مگر آپ خود ہی اپنی جان پر تنگی ڈالتے ہیں؟'' جب ''زیان'' نے آپ کو مَلامت کے انداز میں فہمائش کی تو آپ نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے تمہیں اپنی حالت بتا کر اپنا بھید تم پر کھول دیا مگر میں نے تمہیں خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ پایا، میں قسم کھاتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں آئندہ کبھی تمہیں راز دار نہیں بناؤں گا۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۶)

کیا بات ہے ''مسور'' کی؟

رسولِ اکرم نورِ مجسّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا: تم مسور ضَرور کھایا کرو کیونکہ یہ بَرَکت والی شے ہے جو دل کو نَرم کرتی اور آنسوؤں کو بڑھاتی ہے اور اس میں 70 انبیاء کرام (عَلَیہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام) کی برکات شامل ہیں جن میں حضرتِ عیسٰی (عَلَیْہِ السَّلام) بھی شامل ہیں۔'' (فردوس الاخبار، ج ۲، ص ۶۲، الحدیث ۳۸۷۶)

امام ثعلبی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز ایک دن زیتون، ایک دن گوشت اور ایک دن مسور سے روٹی کھایا کرتے تھے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: مسور اور زیتون نیکوں کی غذا ہے، بالفرض اگر اس میں اور کوئی فضیلت نہ ہوتو بھی یہ ضِیافتِ ابراہیمی کا حصہ ہوتا تھا، مسور بدن کو دُبلا کرتا ہے اور دُبلا

بدن عبادت میں مددگار رہتا ہے، مسور سے ایسی شہوت نہیں بھڑکتی جیسی گوشت کھانے سے بھڑکتی ہے۔ (قرطبی، ج۱، ص۳۴۶)

سمجھانے والے کو سمجھا دیا

ایک شخص نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی بے حد سادہ غذا دیکھ کر کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تو فرماتا ہے:

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں۔ (پ۱۶، طٰہٰ: ۸۱)

آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اس کی اِصلاح کرتے ہوئے فرمایا: اس سے لذیذ کھانا مراد نہیں بلکہ وہ مال ہے جو کسبِ حلال سے حاصل کیا جائے۔

(درمنثور، ج۱، ص۴۰۶)

کھانا نہ کھا سکے

ایک دن حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ایک شخص کو گھر میں بلایا۔ وہ اندر پہنچا تو دیکھا کہ ایک دسترخوان پر ایک طشت (Tray) رومال سے ڈھکی ہوئی رکھی ہے اور امیرُ المؤمنین نماز پڑھ رہے ہیں، نماز پڑھ چکے تو دسترخوان کو سامنے کھینچ کر فرمایا: آؤ! کھانا کھاؤ، کہاں وہ مصر و مدینہ کی زندگی اور کہاں یہ زندگی! یہ کہہ کر رونے لگے حتّٰی کہ کچھ نہ کھا سکے۔ (سیرت ابن جوزی ص۱۸۰ ملخصا)

زیادہ کھانا سامنے آنے پر اٹھ کھڑے ہوئے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے پاس گئے تو اس نے انہیں کھانا پیش کیا جو بہت زیادہ تھا، دیکھتے ہی فرمایا: بھوک تو اس سے کم میں بھی مٹ جاتی، نفس کی خواہش پوری ہو جاتی اور زائد کھانا تمہارے فقر وفاقے کے دن کے لئے کافی ہوتا۔ اس نے عرض کی: اللہ عزوجل نے وسعت عطا کی ہے۔ فرمایا: پھر تو تم پر شکر لازم تھا اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۴۵)

پیٹ بھر کر کیسے کھا پی سکتا ہوں؟

ایک مرتبہ مُسافع بن شَیبہ اپنے بیٹے کے ساتھ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے مہمان ہوئے، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو مہمان خانے میں بھیج دو اور تم میرے ساتھ گھر پر چلو (کیونکہ مُسافع آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زوجہ محترمہ کے محرم رشتہ دار تھے)۔ نمازِ مغرب پڑھانے کے بعد گھر پہنچے اور مسجد بیت میں جا کر سنتیں ونوافل پڑھنے اور گریہ وزاری میں مشغول ہوگئے، جب بہت دیر گزر گئی تو زوجہ محترمہ نے آواز دی: مہمان کھانے پر آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز تشریف لے آئے اور مہمان سے معذرت کرتے ہوئے کہا: وہ شخص پیٹ بھر کر کیونکر کھا پی سکتا ہے جس پر مشرق ومغرب کے مظلوموں کا دعویٰ بنتا ہو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۴)

کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے خادِم کا بیان ہے کہ خلیفہ بننے سے لے کر اِنتقال تک آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۶٦)

تمہارے آقا کی یہی غذا ہے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے خادِم کو جب بار بار دال کھانے کے لیے ملی تو ایک دن کہنے لگا: ''کُلَّ یَوْمٍ عَدَسٌ یعنی روز روز دال!'' آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ نے فرمایا: ھٰذَا طَعَامُ مَوْلَاکَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تمہارے آقا اَمیرُ الْمُؤمنین کی بھی یہی غذا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۱)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آفرین ہے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز پر کہ اتنی بڑی سلطنت کے تختِ خلافت پر مُتَمَکِّن ہوتے ہوئے ایسی سادہ اور کم غذا استعمال فرماتے تھے، واقعی کم کھانے کی بڑی برکتیں ہیں، چُنانچہ

کھانا کتنا کھانا چاہیے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کا فرمانِ صحت نِشان ہے، ''آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرتا، انسان کیلئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اگر ایسا نہ کر سکے تو

تہائی (1/3) کھانے کیلئے تہائی پانی کیلئے اور ایک تہائی سانس کیلئے ہو۔" [1]

(سنن ابن ماجہ ج ۴ ص ۴۸ حدیث ۳۳۴۹)

میں کم کھانا کھانے کی عادت بناؤں

خدایا کرم! استقامت بھی پاؤں

انگور کھانے کی خواہش

ایک دن حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے دل میں انگور کھانے کی خواہش پیدا ہوئی تو اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا: "اگر آپ کے پاس ایک دِرْہم ہو تو مجھے دے دیں، میرا دل انگور کھانے کو چاہ رہا ہے۔" انہوں نے جواب دیا: "میرے پاس ایک دِرْہم کہاں ہے؟ کیا آپ کے پاس امیرُ المُؤمنین ہونے کے باجود ایک دِرْہم بھی نہیں کہ اس سے انگور ہی خرید لیں؟" فرمایا: "انگور نہ کھانا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ (حرام کھانے کے نتیجے میں) کل میں جہنم کی زنجیریں پہنوں۔" (تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۸)

دال اور کٹی ہوئی پیاز سے مہمان نوازی

ایک دن حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے ہاں کوئی مہمان آیا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غلام کو کھانا لانے کو کہا۔ غلام کھانا لے

---

[1]: کم کھانے کے فوائد اور برکتیں جاننے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ امیرِ اہلسنّت مدظلہ العالی کی مایہ ناز تصنیف فیضانِ سنّت جلد اول کے باب "پیٹ کا قفلِ مدینہ" کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

آیا جو چند چھوٹی چھوٹی روٹیوں پر مشتمل تھا، جن پر نرم کرنے کے لئے پانی چھڑک کر نمک اور زیتون کا تیل لگایا گیا تھا۔ رات کو جو کھانا پیش ہوا وہ دال اور کٹی ہوئی پیاز پر مشتمل تھا۔ غلام نے مہمان کو وضاحت کرتے ہوئے بتایا: اگر امیرُ المؤمنین کے ہاں اس کے علاوہ کوئی اور کھانا ہوتا تو وہ بھی ضرور آپ کی مہمان نوازی کے لئے دسترخوان کی زِینت بنتا، مگر آج گھر میں صرف یہی کھانا پکا ہے، امیرُ المؤمنین نے بھی اسی سے روزہ اِفطار فرمایا ہے۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۳۵ ملخصاً)

کھانے میں اِسراف چھوڑ دیا

مَسلَمہ بن عبد الملک کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نمازِ فجر کے بعد حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی خَلْوَت گاہ پر حاضر ہوا جہاں کسی اور کو آنے کی اِجازت نہ تھی۔ اس وقت ایک لونڈی صیہانی کھجور کا تھال لائی جو آپ کو بہت پسند تھیں اور اسے رَغْبت سے کھاتے تھے۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے کچھ کھجوریں اٹھائیں اور پوچھا: مَسلَمہ! اگر کوئی اتنی کھجوریں کھا کر اس پر پانی پی لے تو کیا خیال ہے یہ رات تک اس کے لئے کافی ہوگا؟ چونکہ کھجوریں بہت کم تھیں اس لئے میں نے عَرض کی: مجھے صحیح اندازہ نہیں، میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس پر آپ نے چلّو بھر کھجوریں اٹھائیں اور پوچھا: اب کیا خیال ہے؟ اب چونکہ مِقدار زیادہ تھی اس لئے میں نے کہا: یاامیرَ المؤمنین! اس سے کچھ کم مقدار بھی کافی ہوسکتی ہے۔ کچھ توقُّف

کے بعد فرمایا: پھر انسان اپنا پیٹ کیوں نارِ جہنّم (یعنی حرام) سے بھرتا ہے؟ یہ سن کر میں کانپ اٹھا کیونکہ ایسی نصیحت مجھے پہلے کبھی نہیں کی گئی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۳۴)

دورانِ بیان رونے لگے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز ایک بار بیان کے لئے کھڑے ہوئے، ابھی اتنا ہی فرمایا تھا: ''یٰاَیُّھَا النَّاس! (یعنی اے لوگو!)'' کہ روتے روتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہچکی بندھ گئی، کچھ سکون ہوا تو فرمایا: ''اے لوگو!'' لیکن پھر ہچکی بندھ گئی اور کچھ نہ بول سکے، جب کچھ اِفاقہ ہوا تو فرمایا: ''اے لوگو! جس آدمی نے اس حالت میں صبح کی ہو کہ اس کے آباؤ اَجداد میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو، وہ یقیناً موت کے منہ میں ہے، اے لوگو! تم دیکھتے نہیں کہ تم ہلاک ہونے والوں کا چھوڑا ہوا سامان استعمال کرتے ہو اور مرنے والوں کے گھروں میں رہتے ہو، دُنیا سے کُوچ کر جانے والوں کی زمینوں پر قابض ہو، کل وہ تمہارے پڑوسی تھے اور آج وہ قبروں میں بے نام ونشان پڑے ہیں، کسی کی روح قیامت تک اَمن اور چین میں ہے اور کسی کی رُوح قیامت تک مبتلائے عذاب ہے۔ دیکھو! تم ان کو اپنے کندھوں پر لاد کر لے گئے اور زمین کے پیٹ (یعنی قبر) میں ڈال آئے جب کہ اس سے پہلے وہ دنیا کی عَیش وعِشرَت اور ناز ونعمت میں مگن تھے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن ہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔'' پھر فرمایا: ''واللہ! میری خواہش ہے کہ اِصلاح کا آغاز مجھ سے اور میرے خاندان سے ہو، تا کہ ہماری اور تمہاری مَعیشَت (یعنی مالی حیثیت) برابری کی

سطح پر آجائے، واللہ! اگر مجھے اس کے علاوہ کوئی بات کہنی ہوتی تو اس کے لیے خوب زبان چلتی۔" یہ کہہ کر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے چادر چہرے پر ڈال لی اور بچوں کی طرح بِلک بِلک کر رونے لگے، آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کا یہ اَنداز دیکھ کر حاضِرین پر بھی رِقّت طاری ہوگئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ رونے لگے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۲)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صَدَقے ہماری مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

یہ دل گورِ تِیرہ سے گھبرا رہا ہے   پئے مصطفٰے جگمگا یاالٰہی
بقیعِ مبارک میں تدفین میری   ہو بہرِ شہِ کربلا یاالٰہی
تُو عطّارؔ کو چشمِ غم دے کے ہردم
مدینے کے غم میں رُلا یاالٰہی   (وسائلِ بخشش ص ۸۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب!   صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

تقوٰی وپرہیزگاری

تقوٰی کی بنیاد یہ ہے کہ اپنے نفس کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی سے بچایا جائے۔ کُفرو شِرک سے، صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے، ظاہری و باطنی نافرمانیوں اور بُری خصلتوں سے بچنا سب **تقوٰی** میں داخل ہے۔ شَہَنْشاہِ اَبرار، متقیوں کے سردار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ مشکبار ہے: کوئی بندہ اُس وقت تک **مُتَّقِین** میں شمار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ بے ضَرَر (یعنی نقصان نہ دینے والی) چیز کو اِس خوف سے نہ چھوڑ دے

کہ شاید اس میں ضَرَر (یعنی نقصان) ہو۔ (ترمذی ج ۴ ص ۲۹۴، الحدیث ۲۴۵۹) میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعض چیزیں بظاہر جائز ہوتی ہیں لیکن شُبہے سے خالی نہیں ہوتیں ان سے بچنا بھی تقویٰ ہی ہے اور یہ وَصف حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز میں بدرجہ اَتَم موجود تھا، ایسی 16 حِکایات ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(۱) شاہی گھوڑے بیچ دیئے

اَصْطَبَل کے نگران نے شاہی گھوڑوں کے لئے گھاس اور دانے وغیرہ کا خَرچ طَلَب کیا تو حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: ''ان گھوڑوں کو بیچنے کے لئے شام کے مختلف شہروں میں بھیج دو اور ان کی قیمت میں ملنے والی رقم بیت المال میں جمع کردی جائے، میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔''

(تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۴)

(۲) بیت المال کا گرم پانی

ایک غلام گرم پانی کا برتن لے کر آتا اور حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز اس سے وُضو کرلیتے۔ ایک دن آپ کی توجہ ہوئی تو غلام سے فرمایا: ''غالباً تم یہ لوٹا مسلمانوں کے مَطْبَخ (یعنی کچن) میں لے جاتے ہو اور وہاں آتش دان کے پاس رکھ کر گرم کرلیتے ہو؟'' عَرض کی: ''جی ہاں!'' فرمایا: ''تم نے گڑبڑ کردی۔'' پھر ''مُزاحم'' سے فرمایا: ''یہ برتن بھر کر گرم کرو اور دیکھو اس میں کتنا ایندھن صرف ہوتا ہے، پھر ان تمام دنوں کا حساب کرکے اتنا ایندھن مَطْبَخ میں داخل کرو۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۰)

(۳) سخت سردی کی ایک رات

اِسی طرح ایک مرتبہ سخت سردی کی رات میں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ القدیر کو غُسل کی حاجت ہوئی، خادم نے پانی گرم کر کے پیش کیا، دریافت فرمایا: ''کہاں گرم کیا ہے؟'' عَرض کی: ''مَطبخِ عام میں۔'' فرمایا: ''پھر اسے اُٹھالو۔'' اور ٹھنڈے پانی سے غُسل کرنے کا اِرادہ فرمایا مگر کسی نے عَرض کی: ''یاامیرالمؤمنین! میں آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا واسطہ دیتا ہوں، اپنی ذات پر رحم کیجئے، اگر مَطبخ کا گرم شدہ پانی اپنے لیے جائز نہیں سمجھتے تو اس کی قیمت لگا کر بیت المال میں داخل کر دیجئے۔'' چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پہلے بیت المال میں قیمت جمع کروائی پھر غُسل کیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۳)

(۴) بیت المال کے مال سے بنے مکانوں میں ٹھہرنا گوارا نہیں کیا

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ القدیر ایک مرتبہ خُناصِرہ تشریف لے گئے تو وہاں پر بنے ہوئے مکانات میں ٹھہرنا پسند نہیں کیا کیونکہ وہ اگلے خلفاء نے بیت المال کے مال سے بنوائے تھے، چنانچہ آپ کھلے میدان ہی میں خیمہ زَن ہو گئے۔

(تاریخ یعقوبی، ج۱، ص ۲۳۴)

(۵) ذاتی چراغ جلالیا

ایک خلیفہ کی حفاظت میں آنے والی سب سے اہم چیز بیت المال یعنی خزانہ ہے، اس لیے اس کی دیانت کا اصلی مِعیار اسی کو قرار دیا جا سکتا ہے، حالات وواقعات

تے ہیں کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی دیانت ہمیشہ اِس
معیار پر پوری اتری۔ وہ رات کے وقت خلافت کا کام بیت المال کی شمع سامنے رکھ کر
انجام دیا کرتے تھے اور جب اپنا کوئی کام کرنا ہوتا تو اس شمع کو اٹھوا دیتے اور ذاتی
چراغ منگوا کر کام کرتے۔ اسی طرح کی ایک سبق آموز حکایت مُلاحظہ ہو، چُنانچہ
حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پاس رات کے وقت کسی
دُور دَراز علاقے کا قاصِد آیا، آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ آرام فرمانے کے لئے لیٹ چکے
تھے لیکن اسے اندر آنے کی اِجازت دے دی اور بڑی دیر تک اس کے علاقے کے
حالات بڑی تفصیل سے دریافت فرماتے رہے کہ وہاں کے مسلمانوں اور ذِمّیوں کی
حالت کیسی ہے؟ گورنر کا رَہن سَہن کیسا ہے؟ چیزوں کے بھاؤ کیسے ہیں؟ مہاجرین و
اَنصار کی اولاد کے حالات کیا ہیں؟ مسافروں اور فقراء کی کیا کیفیت ہے؟ کیا ہر حقدار
کو اس کا حق دیا جاتا ہے؟ کیا کسی کو شکایت تو نہیں؟ گورنر نے کسی سے بے اِنصافی تو
نہیں کی؟ اسی طرح آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ ایک ایک چیز کے بارے میں کُرید کُرید کر
دریافت فرماتے رہے اور قاصِد اپنی معلومات کے مطابق جواب دیتا رہا۔ جب آپ
رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے سُوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو قاصد نے آپ کی مزاج پُرسی کی کہ
آپ کی صحت کیسی ہے؟ اہل وعِیال کے بارے میں بھی پوچھا تو حضرتِ سیّدنا عمر بن
عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فوراً پھونک مار کر چراغ بجھا دیا اور دوسرا چراغ لانے
کا حکم دیا چنانچہ ایک معمولی چراغ لایا گیا جس کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ آپ

رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ہاں! اب جو چاہو پوچھو۔ اس نے آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے اہل وعِیال اور متعلقین کے حالات پوچھے، آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ جواب دیتے رہے۔ قاصد کو چراغ بجھانے سے بڑا تعجب ہوا تھا، چنانچہ اس نے پوچھ ہی لیا: یاامیرَ المُؤمنین! آپ نے ایک انوکھا کام کس لئے کیا؟ فرمایا: وہ کیا؟ عرض کی: جب میں نے آپ کی اور اہل وعیال کی مزاج پرسی کی تو آپ نے چراغ گل کر دیا؟ فرمایا: اللہ کے بندے! جو چراغ میں نے بجھایا تھا وہ مسلمانوں کے مال سے روشن تھا، لہٰذا جب تک میں تم سے مسلمانوں کے حالات وضَروریات دریافت کر رہا تھا تو یہ روشن تھا، اس طرح یہ مسلمانوں کے کام اور ان ہی کی ضرورت کے لیے میرے پاس روشن تھا مگر جب تم نے میری ذات اور میرے اہل وعِیال کے بارے میں بات چیت شروع کی تو میں نے مسلمانوں کے مال سے جلنے والا چراغ بجھا دیا اور ذاتی چراغ روشن کر دیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۳۳)

اس حکایت میں اُن اسلامی بھائیوں کے لئے دَرسِ عظیم ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے وَقف یا چندے [1] کے معاملات میں شامل ہوتے ہیں، انہیں بہت زیادہ اِحتیاط کی ضرورت ہے کہ وَقف کی چیزوں کا تھوڑی دیر کا ناجائز استعمال طویل عرصے کے لئے جہنم میں پہنچانے کا سبب بن سکتا ہے، لوگوں کے دیئے ہوئے چندے کا غلط

---

[1]: چندے کے مسائل اور اس کی احتیاطیں تفصیل سے جاننے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ امیرِ اہلسنت مدظلہ العالی کی عالیشان تالیف ''چندے کے بارے میں سوال جواب'' کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

استعمال کرنے والوں کو اس کے بدلے جہنم کی پِیپ پینی پڑ سکتی ہے، اس لئے اگر آپ سے زندگی میں کبھی ایسی بے احتیاطی ہوئی ہو تو فوراً سے پیشتر توبہ کر لیجئے، تاوان بنتا ہو تو وہ بھی دے دیجئے، مولیٰ کریم عَزَّوَجَلَّ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(٦) بیت المال کے کوئلے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اپنے غلام سے غُسلِ جمعہ کے لئے پانی گرم کرنے کا کہا تو اس نے عَرْض کی: ہمارے پاس جلانے کے لئے لکڑیاں نہیں ہیں۔ فرمایا: مَطْبَخ (یعنی باورچی خانے) سے سَماوَار (یعنی پانی گرم کرنے کا برتن) لے آؤ۔ جب سماوار لایا گیا تو وہ دہک رہا تھا۔ حیرت سے فرمایا: تم نے تو کہا تھا کہ ہمارے پاس لکڑیاں نہیں ہیں! شاید تم اسے مسلمانوں کے مَطْبَخ سے لائے ہو۔ غلام نے ہاں میں سر ہلا دیا، فرمایا: مَطْبَخ کے ذمہ دار کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا: تم سے کہا گیا ہوگا کہ یہ امیر المؤمنین کا سَماوار ہے اور تم نے اس کو دہکا دیا ہوگا؟ عَرْض کی: واللہ! ایسا نہیں ہوا! میں نے ایک بھی لکڑی اس میں استعمال نہیں کی بلکہ چند کوئلے موجود تھے کہ جنہیں اگر میں یُونہی چھوڑ دیتا تو تھوڑی ہی دیر میں وہ راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتے۔ فرمایا: تم نے ان کوئلوں کی لکڑی کتنے میں خریدی تھی؟ اس نے قیمت بتائی تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے وہ قیمت ادا کر دی پھر پانی اِستعمال فرمایا۔

(سیرت ابن جوزی ص۱۹۱)

(۷) ککڑیوں کا تحفہ

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی خدمت میں اُردن سے ککڑیوں کے دو ٹوکرے آئے آپ نے فرمایا: "یہ کس نے دیئے ہیں؟" عرض کی گئی: "ککڑیوں کے ٹوکرے اردن کے گورنر نے ہدیہ بھیجے ہیں۔" فرمایا: "کس چیز پر لاد کر لائے گئے؟" جواب ملا: "سرکاری ڈاک کی سواریوں پر۔" فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ان سواریوں پر میرا حق عام مسلمانوں سے زیادہ نہیں رکھا، انہیں لے جاؤ اور فروخت کر کے ان کی قیمت ڈاک کی سواریوں کے چارے میں جمع کر دو۔"

راوی کا بیان ہے: حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے بھتیجے نے مجھے اِشارہ کیا کہ جب ان کی قیمت طے ہو جائے تو میرے لیے خرید لانا، چنانچہ وہ دونوں ٹوکرے بازار لائے گئے، ان کی قیمت چودہ دراہم طے ہوئی میں نے یہ قیمت ادا کی اور ٹوکرے خرید کر ان کے بھتیجے کو لا دیئے۔ اس نے ایک خود رکھ لیا اور دوسرے کے لیے کہا: "یہ امیرُ المؤمنین کی خدمت میں لے جاؤ۔" میں نے وہ ٹوکرا حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی خدمت میں حاضر کیا تو چونک کر فرمایا: "یہ تو وہی ککڑیاں ہیں؟" میں نے عرض کی: وہ دونوں ٹوکرے آپ کے فلاں بھتیجے نے خرید لئے تھے، ایک انہوں نے خود رکھ لیا ہے اور یہ دوسرا آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔" فرمایا: "ہاں! اب میرے لئے ان کا کھانا دُرست ہے۔"

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۷)

(۸) بیت المال میں دو دِینار جمع کروائے

ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے غلام مُزاحم سے کہا کہ مجھے قرآن پاک رکھنے والی ایک رِحل خرید دو۔ وہ ایک رِحل لائے جو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو بہت پسند آئی۔ پوچھا: کہاں سے لائے؟ انہوں نے بتایا: سرکاری مال خانہ میں کچھ لکڑی موجود تھی، میں نے اسی کی یہ رِحل بنوالی۔ فرمایا: جاؤ! بازار میں اس کی قیمت لگواؤ۔ وہ گئے تو لوگوں نے نِصف دینار قیمت لگائی، انہوں نے پلٹ کر خبر دی تو فرمانے لگے: تمہاری کیا رائے ہے، اگر ہم بیت المال میں ایک دِینار داخل کر دیں تو ذمہ داری سے سُبک دوش ہو جائیں گے؟ انہوں نے کہا: قیمت تو نِصف دینار کی لگائی گئی! مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے حُکم دیا کہ بیت المال میں دو دینار جمع کروا دو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۲)

ہو اَخلاق اچھا ہو کردار سُتھرا
مجھے مُتَّقی تُو بنا یاالٰہی (وسائل بخشش ص۸۶)

(۹) خوشبو سونگھنے میں احتیاط

امیرُ الْمُؤْمِنِین حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْقَدِیر کے سامنے مسلمانوں کے لیے مُشک کا وزن کیا جا رہا تھا، تو انہوں نے فوراً اپنی ناک بند کر لی تاکہ انہیں خوشبو نہ پہنچے جب لوگوں نے یہ بات محسوس کی تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: خوشبو سونگھنا ہی تو اس کا نَفع ہے۔ (چونکہ میرے سامنے اس وَقت وافر مقدار میں مُشک موجود ہے لہٰذا اس کی خوشبو بھی زیادہ آ رہی ہے اور میں اتنی زیادہ خوشبو سونگھ کر

دیگر مسلمانوں کے مقابلے میں زائد نفع حاصل کرنا نہیں چاہتا)

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۲۱، قوت القلوب ج ۲ ص ۳۳۵)

خوشبو دھو ڈالی

اِس سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرتِ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سیرتِ مبارکہ میں بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مالِ غنیمت کی مُشک اپنے گھر میں رکھی ہوئی تھی تا کہ آپ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اس خوشبو کو مسلمانوں کے پاس فروخت کر دیں۔ ایک روز آپ گھر تشریف لائے تو بیوی کے دوپٹے سے مُشک کی خوشبو آئی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ''یہ خوشبو کیسی؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ''میں خوشبو تول رہی تھی، اس سے کچھ خوشبو میرے ہاتھ کو لگ گئی، جسے میں نے اپنے دوپٹے پر مَل لیا۔ حضرتِ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کے سر سے دوپٹہ اتارا اور اس کو دھویا اس کے بعد سُونگھا، پھر مٹی ملی اور دوبارہ دھویا حتّٰی کہ اس وقت تک دھوتے رہے، جب تک خوشبو ختم نہ ہوگئی پھر وہ دوپٹہ استعمال کے لیے زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو دیا۔ (کیمیائے سعادت، ج ۱، ص ۳۴۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگرچہ اس قدر خوشبو کا لگ جانا قابلِ گرفت عمل نہ تھا لیکن حضرتِ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چاہا کہ دروازہ بالکل بند ہو جائے تا کہ کوئی برائی اس میں داخل نہ ہو سکے۔

(۱۰) سیب کے لئے اپنے آپ کو برباد کرلوں

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز ایک بار سرکاری سیب مسلمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے، اسی دوران ان کا ایک کم سن مدنی منا آیا اور ایک سیب اٹھا کر کھانا چاہا۔ انہوں نے فوراً سیب کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا، بچہ روتا ہوا اپنی امی جان کے پاس پہنچا، انہوں نے بازار سے سیب منگا کر اس کو دے دیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر آئے تو سیب کی خوشبو سونگھ کر بولے کہ کہیں سرکاری سیب تو گھر میں نہیں آئے! بچوں کی امی نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا: میں نے سیب اپنے بچے سے نہیں چھینا بلکہ اپنے دل سے چھینا، کیونکہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ مسلمانوں کے ایک سیب کے لئے اپنے آپ کو خدا عزوجل کے سامنے برباد کردوں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۹۰)

جو ناراض تُو ہوگیا تو کہیں کا
رہوں گا نہ تیری قسم یاالٰہی (وسائل بخشش، ص ۸۲)

(۱۱) آگ کی چنگاریاں

ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی نے ایک موتی بھیجا اور کہا کہ اس جیسا دوسرا موتی بھیج دیجئے تاکہ میں کانوں میں ڈالوں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو دو دہکتے ہوئے کوئلے بھیج دیئے اور پیغام بھیجا: اِنِ اسْتَطَعْتِ اَنْ تَجْعَلِیْ هَاتَیْنِ الْجَمْرَتَیْنِ فِیْ اُذُنَیْكِ بَعَثْتُ اِلَیْكِ بِاُخْتٍ لَهَا یعنی اگر تم ان سُرخ کوئلوں کو کان میں ڈالنے کی طاقت رکھتی ہو تو میں بیت المال سے اس موتی کا جوڑا بھیج دیتا ہوں! (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۳۴)

(۱۲) چہرہ دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا

ایک بار حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے باتوں باتوں میں لُبنان کے شہد کا شوق ظاہر کیا۔ زوجہ محترمہ حضرتِ سیّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُالملک رحمۃ اللہ تعالی علیہا نے لُبنان کے گورنر ابن معدی کرب کو کہلا بھیجا چنانچہ انہوں نے وہاں سے بہت سا شہد بھیج دیا۔ جب شہد سامنے آیا تو زوجہ کی طرف رُخ کر کے کہا: غالباً تم نے گورنر کے ذریعہ سے منگوایا ہے۔ پھر اس کو فروخت کروا کر بیت المال میں قیمت داخل کروادی اور گورنرِ لبنان کو لکھا کہ اگر تم نے دوبارہ ایسا کام کیا تو میں تمہارا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کروں گا۔ (المعرفۃ والتاریخ، ج۱، ص ۳۲۲)

(۱۳) کھجوروں کی قیمت جمع کروائی

ایک بار کسی شخص نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی خدمت میں کھجوریں روانہ کیں، خادِم کھجوریں سامنے لایا تو پوچھا: ان کو کس چیز پر لائے ہو؟ اس نے کہا: ڈاک کے گھوڑے پر۔ چونکہ ڈاک کا تعلق سرکاری چیزوں سے تھا اس لئے حکم دیا کہ کھجوروں کو بازار میں لے جا کر فروخت کر آؤ اور ان کی قیمت بیت المال میں جمع کروادو۔ وہ بازار میں آیا تو ایک مَروانی نے انکو خرید لیا اور دوبارہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی خدمت میں بطورِ تحفہ بھیج دیں۔ جب کھجوریں سامنے آئیں تو حیرت سے فرمایا: یہ تو وہی کھجوریں ہیں۔ یہ کہہ کر کچھ سامنے کھانے کے لئے رکھ دیں، کچھ گھر میں بھیج دیں اور ان کی قیمت بیت المال میں

جمع کروائی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۷)

(۱۴) دودھ کے چند گھونٹ

امیرُ الْمُؤْمِنِین حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے مسافروں، مسکینوں اور فقراء کے لئے ایک مہمان خانہ بنا رکھا تھا، مگر اپنے گھر والوں کو تنبیہ کی ہوئی تھی کہ اس مہمان خانے سے تم کوئی چیز نہ کھانا، اس کا کھانا صرف مسافروں اور غرباء وفقراء کے لئے ہے۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر آئے تو کنیز کے ہاتھ میں ایک پیالہ دیکھا جس میں چند گھونٹ دودھ تھا۔ پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' کنیز نے عَرض کی: ''**یاامیرَالْمُؤْمِنِین!** آپ کی زوجہ محترمہ حامِلہ ہیں، انہیں چند گھونٹ دودھ پینے کی خواہش ہو رہی تھی اور جب حاملہ عورت کو وہ چیز نہ دی جائے جس کی اسے خواہش ہو تو اس کا حَمل ضائع ہونے کا ڈر ہوتا ہے، لہٰذا اسی خوف سے میں یہ تھوڑا سا دودھ مہمان خانے سے لے آئی ہوں۔'' حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے باَوازِ بلند فرمایا: ''اگر اس کا حَمل فقیروں، محتاجوں اور مسافروں کا حق کھائے بغیر نہیں ٹھہر سکتا تو **اللہ** تبارک وتعالیٰ اسے نہ روکے۔'' پھر کنیز کو ساتھ لیا اور اپنی زوجہ محترمہ کے پاس پہنچے، وہ آپ کا یہ اَنداز دیکھ کر حیران و پریشان ہوگئیں اور عَرض کی: ''میرے سَرتاج! کیا بات ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''اِس کنیز کا یہ خیال ہے کہ جو تیرے پیٹ میں حَمل ہے وہ مسکینوں، محتاجوں اور مسافروں کا حق کھائے بغیر نہیں رُک سکتا، اگر یہی بات ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تیرے

حَمَل کو نہ روکے۔" سعادت مند زوجہ نے جب یہ سنا تو کنیز سے کہا: "جاؤ! یہ دودھ واپس لے جاؤ، خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اسے ہرگز نہ چکھوں گی۔" چنانچہ کنیز دودھ کا پیالہ واپس لے گئی۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۲۹۵)

سُبْحٰنَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! جن کی حکومت کے ڈنکے عَرَب وعجم میں بج رہے تھے، ان کے گھر والوں کی مالی کیفیت کیا تھی؟ اسلام کے وہ پاسبان کیسے دِیانت دار تھے کہ بھوکا پیاسا رہنا منظور تھا لیکن کسی کے حق میں سے ایک گھونٹ لینے کو بھی تیار نہ تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے خلفاء کے صدقے ہمیں بھی دِیانت، اِخلاص اور اپنا خوف عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(۱۵) شہد بیچ ڈالا

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو شہد بہت پسند تھا۔ ایک بار ان کی زوجہ محترمہ نے ایک آدمی کو شہد لینے بھیجا، وہ ڈاک کی سواری پر گیا اور دو دینار کا شہد خرید لایا۔ جب شہد حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے سامنے آیا اور سارا واقعہ معلوم ہوا تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کو فروخت کر ڈالا اور دو دینار واپس لے کر بقیہ قیمت بیت المال میں داخل کر دی اور فرمایا: تم نے مسلمانوں کے جانور کو "عُمَر" کے لیے تکلیف دی! دوسری روایت میں ہے کہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: "اگر مسلمانوں کو میری قے سے فائدہ پہنچ سکتا تو میں کر دیتا۔" (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۸)

(۱٦) یہ گوشت تم ہی کھالو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اپنے غلام کو گوشت کا ایک ٹکڑا بُھوننے کے لئے روانہ کیا۔ وہ جلد ہی واپس آ گیا، آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے اس سے فرمایا تم نے اتنی جلدی کیسے کی؟ اس نے کہا میں نے یہ گوشت مَطْبَخ (باورچی خانہ) میں بُھونا ہے (اس جگہ مسلمانوں کا ایک مطبخ تھا جس میں صبح شام ان کا کھانا پکتا تھا)۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے غلام سے فرمایا: اب یہ سارا کھانا تم ہی کھالو۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۵ ص ۳۲۴) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔**

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خلافت سے پہلے کی آسائشیں اور بعد کی آزمائشیں

چونکہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کے والد کے پاس دولت وثَرْوَت کی فَراوانی تھی لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی پَرْوَرِش نازونِعَم اور عیش وآرام کے ماحول میں ہوئی، جس کا اثر خلیفہ بننے تک قائم رہا۔ آرائش وزیبائش میں کوئی آپ کا ہَمْسَر نہیں تھا، یوں لگتا تھا کہ دنیا کی ساری نعمتیں اور آسائشیں آپ پر نچھاور کردی گئی ہیں۔ خوش لِباسی، خوش گفتاری اور رہن سہن میں آپ کا ذوق بڑا بلند

تھا، عہدِ شباب میں اچھے سے اچھا لباس پہنتے، دن میں کئی بار پوشاک تبدیل کرتے، خوشبو کو بے حد پسند کرتے، ان کے لئے خصوصی طور پر خوشبو تیار کی جاتی جس میں کثرت سے لَونگ ڈالی جاتی تھی، جس راہ سے گزرتے فضا مہک جاتی، داڑھی پر نمک کی طرح عنبر چھڑکتے تھے۔ جس محفل میں بیٹھ جاتے ایسا لگتا گویا مشک وعنبر میں غُسل کرکے آئے ہیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۷۹ ملخصا)

اخلاقی برائیوں سے کوسوں دور تھے

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے ناز وانداز اور ان ظاہری علامات کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ خلیفہ بننے کے بعد ان کی زندگی میں بہت بڑا انقلاب آنے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قدر ناز و نِعَم میں پلنے کے باوجود حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز اخلاقی بُرائیوں سے کوسوں دور تھے حتی کہ آپ کے حاسِدین بھی آپ پر دو ہی الزام لگا سکے: ایک نعمتوں کو فَراوانی سے استعمال کرنے کا اور دوسرا مغروروں کی سی چال چلنے کا۔ (تاریخ دمشق، ج ۴۵ ص ۱۳۸)

عُمری چال

پہلے پہل حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز ناز و خِرام کی ایک مخصوص چال چلا کرتے تھے، جو انہی کی نسبت سے ''عُمری چال'' مشہور ہوگئی حتّٰی کہ نوعمر دوشیزائیں اس چال کو سیکھنے کی کوشش کیا کرتی تھیں، چلنے کے دوران آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی چادر زمین کی جاروب کشی کیا کرتی تھی، اگر کبھی جوتے میں پھنس جاتی

تو اسے زور سے کھینچ کر پھاڑ دیتے مگر جوتا اُتارنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے تھے، اگر سواری کی حالت میں کبھی جوتا پاؤں سے نکل کر گر جاتا تو اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اگر کوئی خادِم لا کر دوبارہ پیش بھی کر دیتا تو اسے ڈانٹ دیتے تھے۔ لیکن جب آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے مَسنَدِ خلافت کو رونق بخشی تو چلنے کے اِس انداز سے پیچھا چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکے۔ بَسا اوقات اپنے غلام مُزاحم کو تاکید کرتے کہ جب کبھی مجھے ''عُمری چال'' چلتے ہوئے دیکھو تو یاد دِلا دینا، پھر جب وہ عَرض کرتے تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ فوراً سنبھل جاتے مگر بعد میں وہی چال چلنے لگتے۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۲)

لوہے کی زنجیریں

ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز مسجِد کی طرف جارہے تھے، راستے میں آپ پرانی عادت کے مطابق ہاتھ ہلا ہلا کر چل رہے تھے، اچانک آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اپنے ہاتھوں کو روکا اور رونا شروع کر دیا، کسی نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: میں گھبرا گیا تھا کہ کہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میرے اِس طرح چلنے کی وجہ سے بروزِ قیامت ان ہاتھوں میں لوہے کی زنجیریں نہ ڈال دے۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۰)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کا لباس

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز جب تک خلیفہ نہیں بنے تھے آپ کی نفاست پسندی کا یہ حال تھا کہ نہایت بیش قیمت لباس زیب تن کرتے تھے اور تھوڑی دیر بعد اسے اُتار کر دوسرا قیمتی لباس پہن لیتے تھے۔ لباس کے متعلق خود ان کا بیان ہے کہ جب میرے کپڑوں کو لوگ ایک مرتبہ دیکھ لیتے تھے تو میں سمجھتا تھا کہ پرانا ہوگیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۷۲) بسا اوقات آپ کے لئے ایک ہزار دینار میں عالیشان جُبّہ خریدا جاتا تھا مگر فرماتے: اگر یہ کُھردرا نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا! لیکن جب تختِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو مزاج میں ایسی اِنقلابی تبدیلی آئی کہ آپ کے لئے پانچ دِرہم کا معمولی سا کپڑا خریدا جاتا مگر آپ فرماتے: اگر یہ نرم نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: **یاامیر المؤمنین**! آپ کا وہ عالیشان لباس، اعلیٰ سواری اور مہنگا عِطر کہاں گیا؟ آپ نے فرمایا: میرا نفس زِینت کا شوق رکھنے والا ہے وہ جب کسی دُنیوی مرتبے کا مزا چکھتا تو اِس سے اُوپر والے مرتبے کا شوق رکھتا، یہاں تک کہ جب خلافت کا مزا چکھا جو سب سے بلند طبقہ ہے تو اب اُس چیز کا شوق ہوا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۸۹۷)

ایک ہی کُرتا

اکثر اوقات حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے جِسم پر صرف ایک ہی لباس رہتا تھا جسے دھو دھو کر پہن لیتے تھے، ایک مرتبہ جمعہ کے لئے

تاخیر سے پہنچے، لوگوں نے تاخیر کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: ''خادِم میرے کپڑے دھونے کے لئے لے گیا تھا، اس لئے میں باہر نہیں نکل سکتا تھا۔'' یہ سن کر لوگوں کو پتا چلا کہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے پاس ایک ہی لباس ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۲)

آٹھ سو کی چادر اور آٹھ درہم کا کمبل

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ایک شخص سے فرمایا: آٹھ دِرْہم کا کمبل خرید کرلاؤ۔ وہ صاحب خرید کرلائے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے اسے بہت پسند کیا اور ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''بڑا نَرْم ہے۔'' یہ سن کر وہ بے ساختہ ہنسنے لگے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ''عجیب اَحمق آدمی ہو، بلاوجہ ہنستے ہو!'' وہ صاحب کہنے لگے۔ '' حضور! میں اَحمق نہیں ہوں، دراصل مجھے یاد آیا کہ جب آپ گورنر تھے تو مجھے فرمایا تھا کہ میں آپ کے لیے ایک عُمدہ قسم کی گرم چادر خرید کرلاؤں۔ میں نے آٹھ سو دِرْہم کی چادر خرید کر پیش کی تھی تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھتے ہی فرمایا تھا: ''بڑی کُھردری اٹھالائے۔'' اور آج آٹھ درہم کے موٹے سے کمبل کو فرمایا جارہا ہے کہ ''بڑا ملائم ہے'' اس پر مجھے تعجب ہوا اور بے ساختہ ہنسی آگئی۔'' حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: ''جو شخص آٹھ آٹھ سو کا کمبل خریدتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی ڈرتا ہے۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۳)

12 درھم کا لباس

حضرت سیّدنا رَجابن حَیْوَۃ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ جنہوں نے حضرتِ سیّدُنا عمر

بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی قدیم حالت کو دیکھا تھا، فرماتے ہیں: ''خلیفہ ہونے کے بعد اُن کے لباس یعنی عمامہ، قمیص، قبا (اچکن)، کُرتہ، موزہ اور چادر وغیرہ کی قیمت لگائی گئی تو صرف 12 دِرہم ٹھہری۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۱۷۴)

لباس کی سادگی

حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز جس وقت بادشاہ نہ تھے اُس وقت بادشاہوں کی سی زندگی گزارتے تھے اور جس وقت عمامہ خلافت سر پر باندھا تو بالکل سادہ مزاج ہوگئے، ایک بار قمیص کے گریبان میں آگے اور پیچھے دونوں طرف پیوند لگے ہوئے تھے، نمازِ جمعہ پڑھا کر بیٹھے تو ایک شخص نے کہا: یاامیرَالمؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، کاش! آپ عمدہ کپڑے پہنتے! یہ سن کر تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر فرمایا: اِنَّ اَفْضَلَ الْقَصْدِ عِنْدَ الْجِدَّةِ وَاَفْضَلَ الْعَفْوِ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ یعنی تموّل (یعنی امیری) کی حالت میں میانہ رَوِی اور قوّت وقدرت رکھتے ہوئے عفوو درگزر بہتر ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۷۳)

سادہ لباس کی فضیلت

نت نئے ڈیزائن اور طرح طرح کی تراش خراش والے مہنگے لباس پہننے والوں کے لئے اِن حکایات میں درسِ عظیم پوشیدہ ہے، واقعی اگر ہم سادگی اپنالیں تو دونوں جہاں میں بیڑا پار ہوجائے، چُنانچہ سادہ لباس پہننے کی فضیلت پڑھئے اور جھومئے۔ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: مَنْ تَرَکَ لُبْسَ

ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ یعنی جو باوُجُودِ قُدرت اچھے کپڑے پہننا، تواضُع (عاجزی) کے طور پر چھوڑ دے گا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کو کرامت کا حُلّہ (یعنی جنّتی لباس) پہنائے گا۔ (ابوداؤد ج ۴ ص ۳۲۶، حدیث ۴۷۷۸)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نَماز پنجگانہ کا اہتمام

نَماز پنجگانہ نہایت پابندی کے ساتھ باجماعت ادا فرماتے تھے۔ اَذان کی آواز صاف طور پر سننے کے لئے گھر میں مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی کھڑکی بنا رکھی تھی، اگر مُؤَذِّن اَذان دینے میں دیر کرتا تھا تو آدمی بھیج کر کہلوا دیتے کہ وقت ہوگیا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۱) جب مُؤَذِّن اَذان دیتا تو کوشش کرتے کہ اَذان کی آواز کے ساتھ ہی مسجد میں داخل ہو جائیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۸)

نَماز کی حفاظت کی تاکید

جعفر بن بُرقان کا بیان ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ہمیں مکتوب میں لکھا: دین کی سَربلندی اور اسلام کی پائیداری ان باتوں میں ہے: اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ، وَاِقَامُ الصَّلَاۃِ، وَاِیْتَاءُ الزَّکَاۃِ، فَصَلِّ الصَّلَاۃَ لِوَقْتِهَا وَحَافِظْ عَلَيْهَا یعنی (۱) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان رکھنا (۲) نَماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا، لہٰذا تم نَماز کو اس کے وقت میں ادا کرو اور اس میں ہمیشگی اختیار کرو۔ (درمنثور ج ا ص ۷۱۸)

شب بیداری

حضرتِ سیدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی زندگی کا سب سے پُر اثر منظر راتوں کو دکھائی دیتا ہے جو اُن کی عبادت گزاری کا اصل وقت تھا۔ اس مقصد کے لیے گھر کے اندر ایک کمرہ مخصوص کرلیا تھا جس میں کمبل کے سِلے ہوئے کپڑے رکھے رہتے تھے، جب رات کا پچھلا پہر ہوتا، تو دن کے کپڑے اُتار ڈالتے اور ان کپڑوں کو پہن کر صبح ہونے تک مُناجات اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی جب بیدار ہوتے تو پھر سے آہ وبُکا شروع کردیتے، صبح ہوتی تو ان کپڑوں کو تہہ کر کے صندوق میں رکھ دیتے۔ مرنے سے پہلے اس صندوق کو ایک غلام کے پاس اَمانۃً رکھ دیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو دریا میں بہا دینے کی وصیت کی تھی، جب خاندانِ بنو اُمَیَّہ کو اس صندوق کا حال معلوم ہوا تو غلام سے طلب کیا، اس نے کہا بھی کہ اس میں مال ودولت نہیں ہے لیکن ان کی حرص وطَمَع نے اس کا اِعتبار نہیں کیا اور صندوق کو اٹھا کر نئے خلیفہ یزید بن عبدُالملک کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے تمام خاندان کے سامنے کھولا تو اندر سے کمبل کا وہی لباس نکلا جسے حضرتِ سیدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْقَدِیر رات کو پہنا کرتے تھے۔

(سیرتِ ابن جوزی ص ۲۱۰، ۲۱۱ ملخصًا)

عبادت گزاروں کی رات

حضرتِ سیدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک شخص کو لکھا: اگر تم

سے ہو سکے تو عید قربان کی رات عبادت میں بسر کرو کیونکہ یہ لَیْلَۃُ الْعَابِدِین (یعنی عبادت گزاروں کی رات) ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۵)

رحمت کی چار راتیں

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے بصرہ کے گورنر عدی بن اَرطاۃ کو لکھا: سال بھر میں چار راتوں کو خوب یاد رکھو کیونکہ ان راتوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ رحمت کی چھما چھم برسات فرماتا ہے: (۱) رجب کی پہلی رات (۲) شعبان کی پندرھویں رات (۳) عید الفطر کی رات اور (۴) عید قربان کی رات۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۴۷)

زکوٰۃ کی ادائیگی اور نفلی روزوں کا اہتمام

اپنے مال کی زکوٰۃ پابندی سے ادا فرماتے تھے، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے مجھے 30 درہم دیئے اور کہا کہ یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۸) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نفلی روزوں کا بھی اہتمام کیا کرتے چنانچہ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کا معمول تھا، علاوہ ازیں یوم عاشورا اور عرفہ (یعنی 9 ذوالحجۃ الحرام) کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۱)

شکر کی بوریاں صدقہ کیا کرتے

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز شکر (یعنی چینی) کی بوریاں

خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں۔

(قرطبی، ج ۲، ص ۱۰۱)

شوقِ تلاوت

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز روزانہ صبح سویرے قرآن مجید کی تھوڑی دیر تلاوت کرتے اور رات کے وقت جب سوتے تو نہایت پُرسوز لہجہ میں سورۂ اعراف کی یہ آیتیں پڑھتے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے

(پ ۸، اعراف: ۵۴)

اور:

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرٰى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٩٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں۔

(پ ۹، الاعراف: ۹۷)

بعض اوقات ایک ہی سورۂ مبارکہ کو بار بار رات بھر پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ایک رات سورۂ انفال شروع کی تو صبح تک پڑھتے رہے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۳۸۵ ملخصاً، وسیرت ابن جوزی ص ۲۱۱)

ایک طرف کو جھک گئے

ایک بار حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے بَرسرِ منبر یہ

آیت پڑھی:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پ۱۷، الانبیاء:۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن۔

توخوف سے ایک طرف کو جُھک گئے گویا زمین پر گر رہے ہیں۔

(سیرت ابن جوزی ص۲۳۶)

آیت مکمل نہ پڑھ سکے

ایک رات حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سورۃُ

وَاللَّیْل پڑھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے:

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، اللیل:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔

توروتے روتے ہچکی بندھ گئی، آگے نہیں پڑھ سکے، نئے سرے سے تلاوت شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے تو پھر وہی کیفیت طاری ہوئی اور آگے نہیں پڑھ سکے، بالآخر یہ سورت چھوڑ کر دوسری سورت پڑھی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص۴۲)

رونے والے کو جنّت ملے گی

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تلاوت میں رونا اِس قدر پسندیدہ عمل ہے کہ سرکارِ

مدینہ سُرورِقلب وسینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم اِسکی رغبت دِلاتے تھے۔ چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا جَرِیر بن عبداللّٰہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، نبیوں کے سَرْوَر، مدینے کے تاجْوَر، محبوبِ ربِّ اکبرصلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے ہم سے فرمایا: ''میں تمہارے سامنے سورۃُ التَّکاثُر پڑھتاہوں تم میں سے جوروئے گاوہ جنّت میں داخِل ہوگا۔ چُنانچِہ سرکارِمدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے اِسے پڑھا۔ ہم میں سے کچھ تو روئے اور کچھ نہ روئے، جونہیں روسکے تھے اُنہوں نے عَرْض کی: یَارَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم! ہم نے رونے کی کوشش کی مگر نہ روسکے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: اِنِّی قَارِئُھَا عَلَیْکُمْ الثَّانِیَۃَ فَمَنْ بَکٰی فَلَہُ الْجَنَّۃَ، وَمَنْ لَّمْ یَقْدِرْ اَنْ یَّبْکِیَ فَلْیَتَبَاکَ یعنی میں تمہارے سامنے اِسے دوبارہ پڑھتاہوں جوروئے گا اُس کے لئے جنّت ہوگی اور جو نہ روسکے وہ رونے کی سی شکل ہی بنالے۔ (درمنثور ج۸،ص۶۱۰)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سورۃُ التَّکاثُر میں غفلت کے ساتھ جَمْعِ مال کی حوصلہ شکنی اور قبْرو جہنّم کا ہولناک تذکرہ ہے۔ کاش! اِس کو پڑھ سُن کر ہم گنہگار بھی رودیا کریں۔

رونے کا طریقہ

حضرت سیِّدُنا عبدُاللّٰہ بنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فرماتے ہیں: ''جب آیتِ سَجدہ پڑھو سجدہ کرنے سے پہلے روؤ، اگر تم میں سے کسی کی آنکھ نہ روئے تو دِل کو

رونا چاہئے۔ (تفسیر کبیر 551/7) بتکلّف رونے کا طریقہ یہ ہے کہ عالَمِ اَرواح میں کئے ہوئے اپنے عَہد (کہ میں نافرمانی نہیں کروں گا) کو یاد کرے اور بدعَہدی کی صورت میں قرآنِ پاک میں وارِد ہونے والی عذاب کی وَعِیدوں کو تصوُّر میں لائیں۔ اُسکے احکامات اور اپنی نافرمانیوں پر غور کریں اس سے امّید ہے دل میں غم کی کیفیّت پیدا ہوگی۔ اگر دِل بہُت زیادہ سَخت ہے کہ اس طرح بھی رونا نہ آئے تو پھر اپنے دِل کی سَختی پر روئے۔ ؎

ندامت سے گناہوں کا اِزالہ کچھ تو ہو جاتا

مجھے رونا بھی تو آتا نہیں ہائے ندامت سے

دورانِ تلاوت اگر کوئی خوف کی آیت آتی تو حضرت سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز گریہ وزاری کرتے، اگر رحمت کی آیت آتی تو دعا کرتے۔ جب اُن آیتوں کو پڑھتے تھے جن میں اَحوالِ قیامت کا ذِکر ہوتا تو بے ساختہ رو پڑتے، بعض اوقات تو بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ ایسی ہی مزید 5 حکایات ملاحظہ ہوں، چنانچہ

(۱) آنسوؤں کی جھڑی

حضرت سیدتنا اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہما کے غلام ابوعمر کا بیان ہے کہ جب حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز گورنر تھے میں جدّہ سے ان کے لئے تحائف لے کر مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعظِیماً وَّ تَکرِیماً پہنچا تو وہ فجر کی

نماز ادا کرنے کے بعد مسجد ہی میں موجود تھے اور گود میں قرآن پاک لئے تلاوت کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔

(سیرت ابن جوزی ۴۲)

فلموں سے ڈراموں سے عطا کردے تُو نفرت
بس شوق مجھے نعت و تلاوت کا خدا دے (وسائل بخشش ص ۱۰۵)

(۲) دھاڑیں مار مار کر رونے لگے

ایک شخص نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے پاس پارہ 18 سورہ فُرقان کی آیت 13 پڑھی:

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ (پ ۱۸، الفرقان: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے۔

تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، آخر کار وہاں سے اٹھے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۷)

کاش لب پر مرے رہے جاری ذِکر آٹھوں پہر ترا یارب
چشمِ تر اور قلبِ مُضطر دے اپنی اُلفت کی مے پلا یارب

(۳) بیٹے سے تلاوت سُنی

ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے اپنے بیٹے

سے فرمایا: بیٹا! قرآن پاک سناؤ۔ عَرض کی: کیا پڑھوں؟ فرمایا: ''سورۂ ق۔'' بیٹے نے پڑھنی شروع کی جب وہ اس کی آیت 19 پر پہنچے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ، یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

(پ۲۶،ق:۱۹)

تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ فرمایا: پھر پڑھو، میرے بیٹے! پھر پڑھو۔ عَرض کی: کیا پڑھوں فرمایا: سورۂ ق پڑھو۔ بیٹے نے پھر پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ دوبارہ اِسی آیت پر پہنچے تو حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز زور زور سے رونے لگے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۷)

طالبِ مغفرت ہوں یاالله   بخش دے بہرِ مرتضٰی یارب
کردے جنّت میں تو جوار اُن کا   اپنے عطّار کو عطا یارب

(وسائلِ بخشش ص ۸۸)

(۴) غلطی نکالنے کا ہوش تھا!

قرآن مجید کو سن کر حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ ایک بار کسی شخص نے ان کے سامنے قرآن مجید کی ایک سورۃ پڑھی تو حاضرین میں سے ایک صاحب بول اٹھے کہ اس نے پڑھنے میں غلطی کی ہے، حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے فرمایا کہ قرآن مجید سنتے وقت ان کو اِس کا ہوش تھا! (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۷ ملخصًا)

(۵) تلاوت ہو تو ایسی ہو!

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے انتقال کے بعد ان کی زوجہ محترمہ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنتِ عبدالملک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا بہت زیادہ رویا کرتیں یہاں تک کہ اُن کی بینائی جاتی رہی۔ ایک مرتبہ ان کے بھائی مَسْلَمہ اور ہشام آئے اور کہا: ''پیاری بہن! آخر آپ اتنا کیوں روتی ہیں؟ اگر آپ اپنے شوہر کی جدائی پر روتی ہیں تو وہ واقعی ایسے مردِ مجاہد تھے کہ ان کے لئے رویا جائے، اگر دُنیوی مال و دولت کی کمی رُلا رہی ہے تو ہم اور ہمارے اَموال سب آپ کے لئے حاضر ہیں؟'' حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنتِ عبدالملک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا نے فرمایا: ''میں ان دونوں باتوں میں سے کسی پر بھی نہیں رو رہی۔ خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے تو وہ عجیب و غریب اور دَرْد بھرا منظر رُلا رہا ہے جو میں نے ایک رات دیکھا۔ اس رات میں یہ سمجھی کہ کوئی اِنتہائی ہولناک منظر دیکھ کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کی یہ حالت ہوگئی ہے اور آج رات آپ کا اِنتقال ہو جائے گا۔'' بھائیوں نے تفصیل پوچھی تو فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ وہ نَماز پڑھ رہے تھے، جب قراءَت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے اور پہاڑ ہوں گے جیسے دُھنکی اُون۔

(پ ۳۰، القارعۃ: ۴-۵)

تو یہ آیت پڑھتے ہی ایک زوردار چیخ مار کر فرمایا: ”ہائے! اس دن میرا کیا حال ہوگا۔ ہائے! وہ دن کتنا کٹھن ودشوار ہوگا۔“ پھر منہ کے بَل گر پڑے اور منہ سے عجیب وغریب آوازیں آنے لگیں پھر ایک دم ایسے خاموش ہو گئے کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں دَم نہ نکل گیا ہو! کچھ دیر بعد انہیں ہوش آیا تو فرمانے لگے: ”ہائے! اس دن کیسا سخت معاملہ ہوگا۔“ اور آہ وزاری کرتے ہوئے بے قراری سے صحن میں چکر لگانے لگے اور فرمایا: ”ہائے! اس دن میری ہلاکت ہوگی جس دن آدمی پھیلے ہوئے پتنگوں کی طرح اور پہاڑ دُھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے۔“ ساری رات ان کی یہی کیفیت رہی۔ جب صبح فجر کی اَذانیں شروع ہوئیں تو دوبارہ گر پڑے، اب کی بار تو میں سمجھی کہ روح پرواز کر گئی ہے مگر کچھ دیر بعد ان کو ہوش آ ہی گیا۔ اتنا کہنے کے بعد حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنتِ عبدالمَلِک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا نے فرمایا: خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب بھی مجھے وہ رات یاد آتی ہے تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں باوجود کوشش میں اپنے آنسو نہیں روک پاتی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۳)

خوف آتا ہے نارِ دوزخ سے ہو کرم بہرِ مصطفٰے یارب
میرا نازک بدن جہنم سے بہرِ غوث و رضا بچا یارب

(وسائلِ بخشش ص ۸۸)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ المُبِین خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ سے کس طرح لَرزاں وتَرساں رہا کرتے تھے، بہت زیادہ عبادت ورِیاضت اور گناہوں سے حد درجہ دُوری کے باوجود وہ پاکیزہ خصلت لوگ حشر نشر کے بارے میں کس قدر فکر مند رہتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ اپنی آخرت اور حساب وکتاب کو بھولے بیٹھے ہیں، نفس وشیطان کے بہکاوے میں آکر ہم نے گناہوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے، گناہوں کے اِرتکاب پر ندامت نہ نیکیوں سے محرومی پر شرمندگی، اے کاش! ان پاکیزہ ہستیوں کے صدقے ہمیں بھی اشکِ ندامت نصیب ہوجائیں۔

ندامت سے گناہوں کا اِزالہ کچھ تو ہوجاتا
ہمیں رونا بھی تو آتا نہیں ہائے ندامت سے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰهُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کا خوفِ خدا

دنیا میں اور بھی بہت سے عظیم المرتبت بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ المُبِین گزرے ہیں جن کا دل خشیتِ الٰہی سے لَرزتا رہتا تھا لیکن حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْهِ رحمۃُ اللّٰهِ العَزِیز کی اِنفرادیت یہ ہے کہ جو مَنصب ووَجاہت انسان کے دل کو سخت کردیتا ہے اُسی نے ان کے دل کو نَرم کردیا تھا۔ عزّت وحَشمت انسان کو غافل کردیتے ہیں لیکن حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْهِ رحمۃُ اللّٰهِ العَزِیز کے دل کو انہی چیزوں نے خوفِ خدا کا آشیانہ بنادیا تھا، چنانچہ

خوفِ خدا کی ضرورت

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَدِیر نے ایک بیان میں فرمایا: لوگو! خوفِ خدا کو لازِم پکڑلو کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف ہر چیز کا بَدَل ہے مگر اس کا کوئی بَدَل نہیں، اے لوگو! میں تم سے مال ودولت بچا بچا کر نہیں رکھوں گا مگر جہاں ضَرورت ہوگی وہیں صَرْف کروں گا، یاد رکھو! خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔ (سیرتِ ابن عبدالحکم ۳۶) ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: اے لوگو! مہلت زیادہ طویل اور قیامت کا دن کچھ زیادہ دُور نہیں، جس کی موت آن پہنچی اس کے لئے قیامت بَرپا ہوگئی۔ (سیرتِ ابن عبدالحکم ۳۷)

میرے لئے دُعا کرنا

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْقَدِیر نے اپنے ایک فوجی اَفسر کو لکھا: ''خدا عَزَّوَجَلَّ کی عظمت اور خَشیَت کا سب سے زیادہ مستحق بندہ وہ ہے جو اس مصیبت میں مُبتَلا ہو جس میں اس وقت میں خود مُبتَلا ہوں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مجھ سے بڑھ کر سخت عذاب کا حقدار اور مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد کے لیے روانہ ہونا چاہتے ہو تو میری خواہش یہ ہے کہ جب تم صفِ جنگ میں کھڑے ہو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرنا کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے۔''

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰۸)

خوفِ خدا کے اثرات

حضرت سیّدنا ابو سائب رحمۃُ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی شخص کے چہرے پر ایسا خوف یا خُشوع نہیں دیکھا جیسا عمر بن عبدالعزیز (علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز) کے چہرے پر دیکھا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۹۴)

اہلیہ محترمہ کی گواہی

باہر کے لوگ تو کسی سے مُتاثِر ہو ہی جاتے ہیں، گھر والے بھی اس سے مُتاثِر ہوں ایسا بہت کم ہوتا ہے، حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز انہی میں سے ایک ہیں چنانچہ آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃُ اللہ تعالی علیہا سے **امیرُ المؤمنین** کی عبادت کا حال دریافت کیا گیا تو کہنے لگیں: ''وہ اور لوگوں سے بڑھ کر نماز، روزہ کی کثرت تو نہیں کرتے تھے لیکن میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو **اللہ** تعالیٰ کے خوف سے کانپتے نہیں دیکھا' وہ اپنے بستر پر **اللہ** تعالیٰ کا ذکر کرتے تو خوفِ خدا کی وجہ سے چڑیا کی طرح پھڑ پھڑانے لگتے یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ ان کا دَم گُھٹ جائے گا اور لوگ صبح کو اٹھیں گے تو خلیفہ سے محروم ہوں گے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۲)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صَدقے ہماری مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کی یادِ موت

اُمراء وسَلاطین کے یہاں راتوں کو عُموماً بزمِ عیش وطَرَب مُنعَقِد ہوتی ہے لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے یہاں رات کے وقت فقہاء کرام جمع ہوتے، موت اور قیامت کاذِکر ہوتا اور حاضرین اس طرح روتے تھے گویا اُن کے سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۵)

قبر والے کے بارے میں سوچتے رہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اپنے ایک ہم نشین سے کہا کہ میں غوروفکر میں رات بھر جاگتا رہا۔ اُس نے پوچھا: کس چیز کے متعلق غوروفکر کرتے رہے؟ فرمایا: ''اگر تم مَیِّت کو تین دن بعد اس کی قبر میں دیکھو تو تمہیں اُس کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک مانوس رہنے کے باوجود اُس سے وَحشت ہونے لگے اور اگر تم اس کے گھر (یعنی قبر) کو دیکھو جس میں کیڑے پھر رہے ہوں، پیپ جاری ہو، کیڑے اس کے بدن کو کھا رہے ہوں، بدبو بھی آرہی ہو اور اس کا کفن بوسیدہ ہو چکا ہو، جبکہ پہلے وہ خوبصورت تھا، اس کی خوشبو اچھی تھی اور کپڑے بھی صاف تھے'' اِتنا کہنے کے بعد آپ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا آئیں اور آپ کے چہرہ مُبارک پر پانی کے چھینٹے چھینکے، جب آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو ہوش آیا تو دیکھا کہ زوجہ محترمہ رو رہی ہیں، پوچھا: یَافَاطِمَۃُ مَایُبْکِیْكِ یعنی فاطمہ تمہیں کس چیز نے رُلایا؟ عرض کی: یاامیرَالمُؤمنین! آپ کی

دنیا کی رُخصتی اور ہم سے جُدائی کے خیال نے مجھے رُلا دیا ہے۔ فرمایا: فاطمہ! تم نے سچ کہا۔ پھر کھڑے ہونے کی کوشش کی تو گرنے لگے، زوجہ محترمہ نے ان کو پکڑ کر گرنے سے بچایا اور کہا: ہم آپ کے بارے میں اپنے دل کی کیفیات کی پوری ترجُمانی نہیں کرسکتے۔ امیر المؤمنین پر دوبارہ بے ہوشی طاری ہوگئی یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا تو حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا نے اُن کے چہرے پر پانی ڈالا اور آواز دی: **یا امیرَ المُؤمنین!** نماز کا وقت ہوگیا، تو گھبرا کر اٹھ گئے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۰۲ وسیرت ابن جوزی ص ۲۲۱)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم بھی اپنے دوستوں اور عزیز و اَقارِب کے ساتھ وَقت گزارتے ہیں، دنیا جہان کی باتیں کرتے ہیں، مگر ہماری مَحفلوں اور بیٹھکوں میں قبر و حشر، جزا و سزا اور دیگر اُمورِ آخرت کے بارے میں کتنی گفتگو ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب اپنے ضمیر سے پوچھئے! اے کاش! کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے صَدقے ہمیں بھی حقیقی فِکرِ آخرت نصیب ہوجائے۔ **اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

موت کو یاد کیا کرو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اپنے کسی قریبی عزیز کو مکتوب میں لکھا: ''اگر تمہیں دن یا رات میں کسی وَقت موت کو یاد کرنے کا شعور مل

جائے تو دنیا کی سب فانی اشیا تمہیں ناپسند اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی چیزیں محبوب ہو جائیں گی۔'' والسلام (حلیۃ الاولیاء، ج ۵ ص ۲۹۹)

آباو اَجداد کی قبروں سے عبرت پکڑتے

حضرت سیدنا میمون بن مہران علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کے ہمراہ قبرِستان گیا۔ جب انہوں نے قبروں کو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا: اے میمون! یہ میرے آباو اَجداد بنواُمیہ کی قبریں ہیں، گویا وہ دنیا والوں کے ساتھ اُن کی لذتوں میں شریک نہیں ہوئے، کیا تم انہیں نہیں دیکھتے وہ بچھڑ گئے اور اب محض اُن کے قصے باقی ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۶۴)

آخرت کی فکر دِلانے والا ایک مکتوب

ایک گورنر کو فکرِ آخرت سے مَعْمُور مکتوب میں فرمایا: تم اپنے آپ کے بارے میں جلد سوچ و بچار کرو اس سے پہلے کہ تمہیں شدید غم میں مُبتَلا کر دیا جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو کیا گیا تھا، تم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کیسے مرتے ہیں اور کس طرح اپنے پیاروں سے جُدا ہوتے ہیں؟ اور یہ بھی دیکھا موت کیسے جلدی جلدی توبہ کرواتی ہے اور لمبا عرصہ جینے کی امید رکھنے والوں سے اُمید کو ختم کرتی ہے اور بادشاہ سے اس کی سلطنت مانگتی ہے، موت ہی بڑی نصیحت ہے، دنیا سے رُوح کو لے جانے اور آخرت میں رَغْبت دلانے والی ہے، ہم بُری موت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں، ہم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھی موت اور موت کے بعد خیر کا سوال کرتے ہیں۔ تم اپنے کسی

ایسے قول وفعل سے دنیا کو طلب نہ کرو جس سے تمہاری آخرت کو نقصان پہنچے، اس کی وجہ سے رب عَزَّوَجَلَّ تجھ سے ناراض ہو جائے اور ایمان رکھو کہ تقدیر تمہارے پاس تمہارا رِزق پہنچادے گی اور تمہیں تمہاری دُنیا میں سے پورا پورا حصہ دے گی جس میں تمہاری قوت کی وجہ سے نہ تو زِیادتی ہوگی اور نہ ہی کمزوری کی وجہ سے اُس میں کچھ کمی ہوگی، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں فقر میں مُبتلا کردے تو اپنی غربت میں عِفّت وپاکیزگی اِختیار کرنا اور اپنے رب کے فیصلے کے سامنے سر جُھکا دینا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصے میں جو اسلام جیسی عظیم دولت رکھی ہے اُسی کو غنیمت سمجھنا، دنیا کی جو نعمتیں تمہیں حاصل نہ ہوں تو تم اپنا یہ ذہن بنالو کہ اسلام میں فانی دنیا کے سونے اور چاندی سے بہتر بدلہ موجود ہے۔ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا اور جنت کی تلاش میں لگتا ہے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کبھی نقصان نہیں پہنچاتا اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور جہنم کا خطرہ مَول لیتا ہے اُسے کبھی نفع نہیں پہنچائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۱۲)

موت سے ڈرو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اِحْذَرُوا الْمَوْتَ فَاِنَّہٗ اَشَدُّ مَاقَبْلَہٗ وَاَھْوَلُ مَابَعْدَہٗ یعنی موت سے ڈرو کیونکہ اس کے پہلے کے معاملات شدید اور بعد کے شدید تر ہیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۹)

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز فرمایا کرتے تھے: میں

نے کبھی ایسا یقین نہیں دیکھا جس میں شک کی مِلاوٹ ہو جیسا لوگوں کا موت کے بارے میں دیکھا کہ وہ اس کا یقین تو رکھتے ہیں مگر جب اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتے تو ایسا لگتا ہے کہ شاید انہیں موت کی آمد کے بارے میں کوئی شک ہے۔

(قرطبی، ج ۵، ص ۴۸)

یاالٰہی! مغفرت کر بیکس و مجبور کی
ہر خطا تُو دَرگزر کر بیکس و مجبور کی

جاں چلے تیری رضا پر بیکس و مجبور کی
زندگی اور موت کی ہے یاالٰہی کشمکش

(وسائلِ بخشش ص ۷۶)

قَبْر کی دِل ہلا دینے والی کہانی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ایک جنازے کے ساتھ قبرِستان تشریف لے گئے، وہاں ایک قَبْر کے پاس بیٹھ کر غور و فِکر میں ڈوب گئے، کسی نے عَرض کی: ''یاامیرَ المومنین! رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ یہاں تنہا کیسے تشریف فرما ہیں؟ فرمایا: ''ابھی ابھی ایک قَبْر نے مجھے پُکار کر کہا: اے عُمَر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں اپنے اندر آنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہوں؟ میں نے اُس قَبْر سے کہا: مجھے ضَرور بتا۔ وہ کہنے لگی: جب کوئی میرے اندر آتا ہے تو میں اُس کا کَفَن پھاڑ کر جِسْم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی اور اسکا گوشت کھا جاتی ہوں، ہتھیلیوں کو کلائیوں سے، گُھٹنوں کو پِنڈلیوں سے اور پِنڈلیوں کو قدموں سے جُدا کر دیتی ہوں''۔ اتنا کہنے کے بعد حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز

ہچکیاں لے کر رونے لگے۔ جب کچھ اِفاقہ ہوا تو کچھ اس طرح عبرت کے مَدَنی پھول لٹانے لگے: "اے **اسلامی بھائیو!** اِس دنیا میں ہمیں بَہُت تھوڑا عرصہ رہنا ہے ، جو اِس دنیا میں (سخت گنہگار ہونے کے باوُجُود) صاحِب اِقتدار ہے وہ (آخرت میں) انتہائی ذلیل وخوار ہے۔ جو اس جہاں میں مالدار ہے وہ (آخرت میں) فقیر ہوگا۔ اِس کا جوان بوڑھا ہو جائے گا اور جو زندہ ہے وہ مر جائے گا۔ دنیا کا تمہاری طرف آنا تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ بہت جلد رخصت ہو جاتی ہے۔ کہاں گئے تِلاوتِ قرآن کرنے والے؟ کہاں گئے بیتُ اللّٰہ کا حج کرنے والے؟ کہاں گئے ماہِ رَمَضان کے روزے رکھنے والے؟ خاک نے انکے جسموں کا کیا حال کر دیا؟ قَبر کے کیڑوں نے ان کے گوشت کا کیا اَنجام کر دیا؟ ان کی ہڈّیوں اور جوڑوں کے ساتھ کیا ہوا؟ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! دنیا میں یہ آرام دِہ نَرْم نَرْم بستر پر ہوتے تھے لیکن اب وہ اپنے گھر والوں اور وطن کو چھوڑ کر راحت کے بعد تنگی میں ہیں، ان کی بیواؤں نے دوسرے نکاح کر کے دوبارہ گھر بسالئے ، انکی اَولاد گلیوں میں دَربدر رہے، ان کے رشتہ داروں نے ان کے مکانات ومیراث آپس میں بانٹ لی۔ **واللّٰہ!** ان میں کچھ خوش نصیب ہیں جو قبروں میں مزے لوٹ رہے ہیں اور **واللّٰہ!** بعض قَبر میں عذاب میں گرِفتار ہیں۔ **افسوس صد ہزار افسوس**، اے نادان! جو آج مرتے وَقت کبھی اپنے والِد کی، کبھی اپنے بیٹے کی تو کبھی سگے بھائی کی آنکھیں بند کر رہا ہے، ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن پہنا رہا ہے، کسی کے جنازے کو کندھے پر اُٹھا رہا ہے،

کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے، کسی کو قبر کے گڑھے میں اتار کر دفنا رہا ہے۔ (یاد رکھ! کل یہ سبھی کچھ تیرے ساتھ بھی ہونے والا ہے) کاش مجھے عِلم ہوتا! کون سا گال (قبر میں) پہلے خراب ہوگا'' پھر حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز رونے لگے اور روتے روتے بے ہوش ہوگئے اور ایک ہفتہ کے بعد اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (الروض الفائق ص ۱۰۸ ملخصا)

زادِ آخرت تیار کرلو

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے ایک مرتبہ فکرِ آخرت دلاتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اس موت نے دنیا والوں کی چمک دَمک کو خراب وپَراگندہ کردیا، جب ان کے پاس مَلَکُ الموت علیہ السّلام تشریف لے آئے تو جس حالت میں وہ تھے اسی حال میں ان کی رُوح قَبض کرلی، جہانِ آخرت میں حسرت وافسوس ہے اس کے لئے جو موت سے نہ ڈرے، اے کاش! ایسا شخص نَرمی وآسانی میں موت کو یاد کرتا تو اپنے لئے کوئی خیر آگے بھیجتا، جسے دنیا اور اہلِ دنیا کو چھوڑنے کے بعد پاتا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۹۸)

بوسیدہ نہ ہونے والا کفن

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز ایک مرتبہ قبرستان تشریف لے گئے تو ایک قبر سے آواز آئی کیا میں آپ کو ایسے کفن کے بارے میں نہ بتاؤں جو بوسیدہ نہیں ہوتا! آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواب دیا: ''ضرور بتاؤ۔''

آواز آئی: تقویٰ اور نیکیوں کا کفن۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج۶ ص ۳۴۳)

موت کو یاد کرنے کا فائدہ

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اہلِ شام کو ایک خط میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھا: مَنْ اَکْثَرَ ذِکْرَ الْمَوْتِ رَضِیَ مِنَ الدُّنْیَا بِالْیَسِیْرِ یعنی جو موت کو اکثر یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی تھوڑی شے پر راضی ہو جاتا ہے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۴۲)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کیسی پیاری نصیحت ہے کہ دنیا سے رُخصتی جس کے پیشِ نظر ہوگی وہ ''ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ'' (یعنی کچھ اور ہے؟) کا نعرہ بلند نہیں کرے گا، بلکہ تھوڑی چیز بھی اس کے لئے کافی ہوگی۔

دنیاوی رنج وغم کا علاج

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کے شہزادے عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم فرمایا کرتے تھے: اِذَا کُنْتَ مِنَ الدُّنْیَا فِیْمَا یَسُوْءُکَ فَاذْکُرِ الْمَوْتَ فَاِنَّہٗ یُسَھِّلُہٗ عَلَیْکَ یعنی جب تمہیں دُنیاوی رنج وغم پہنچے تو موت کو یاد کرلیا کرو اس کا سہنا آسان ہو جائے گا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۹)

واقعی اگر موت کی سختیاں پیشِ نظر رکھی جائیں تو ہر دُنیاوی مصیبت اس کے سامنے بہت چھوٹی دکھائی دے، حضورِ اکرم نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے موت کی شِدّت کے بارے میں فرمایا: آسان ترین موت اُون میں کانٹے دار ٹہنی کی

طرح ہے، اُسے جب کھینچا جائے گا تو اس کے ساتھ ضرور کچھ نہ کچھ اُون بھی نکل آئے

آئے گی۔ (کنز العمال، کتاب الموت، الحدیث ۴۲۱۶۷ ج ۱۵، ص ۲۳۹)

کانٹے دار ٹہنی

امیرُ المُؤمنین حضرتِ سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرتِ سیّدُنا کَعْب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا: ہمیں موت کی شِدّت کے متعلق بتاؤ! حضرتِ کَعْب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: امیر المومنین! موت ایسی ٹہنی کی طرح ہے جس میں بہت زیادہ کانٹے ہوں اور وہ انسان کے جِسم میں داخل ہوگئی ہو اور اس کے ہر ہر کانٹے نے ہر رَگ میں جگہ پکڑ لی ہو پھر اسے ایک آدمی انتہائی سختی سے کھینچے، کچھ باہَر آجائے اور باقی جِسم میں باقی رہ جائے۔ (جامع العلوم، الحدیث ۳۸ ص ۴۵۹)

دنیا میں آنا آسان، یہاں سے جانا مشکل ہے

حضرت سیّدُنا فضیل بن عیاض رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: دنیا میں داخلہ آسان مگر یہاں سے جانا آسان نہیں ہے۔ (احیاء العلوم، ج ۳ ص ۲۵۸)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! موت کے وَقت تین باتوں کا سامنا ہوتا ہے، پہلی نَزع کی تکلیف، جو ابھی مذکور ہو چکی ہے، دوسری حضرتِ سیّدُنا عزرائیل عَلَیْہِ السَّلام کی صورت کا مشاہدہ اور اُسے دیکھ کر دل میں انتہائی خوف و دہشت کا پیدا ہونا، اگر بے پناہ ہمت والا آدمی بھی ملک الموت کی اس صورت کو دیکھ لے جو وہ فاسِق و فاجر کی موت کے وَقت لے کر آتے ہیں تو اس کی تاب نہ لا سکے، چنانچہ

بے ہوش ہو گئے

حضرتِ سیّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے ملک الموت عَلَیْہِ السَّلام سے کہا: کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو جس میں تم گنہگاروں کی رُوح قبض کرنے کو جاتے ہو؟ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلام بولے: آپ میں دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ آپ عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا میں دیکھ لوں گا۔ چنانچہ ملک الموت نے کہا: تھوڑی سی دیر دوسری طرف توجُّہ کیجئے۔ جب آپ نے کچھ دیر کے بعد دیکھا تو ایک کالا سیاہ آدمی نظر آیا جس کے رُونگٹے کھڑے ہوئے تھے، بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے، سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور دُھواں اٹھ رہا تھا، حضرتِ سیّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام یہ منظر دیکھ کر بیہوش ہو گئے، جب آپ کو ہوش آیا تو دیکھا کہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلام سابقہ شکل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ عَلٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا اگر فاسق و فاجر کیلئے موت کی اور کوئی سختی نہ ہو تب بھی صِرف تمہاری صورت دیکھنا ہی اُس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ (مکاشفۃ القلوب، ص١٦٩)

کِراماً کاتبین کا سامنا

موت کے وَقت ایک نازُک لمحہ محافظ فِرِشتوں کو دیکھنے کا ہے جیسا کہ حضرتِ سیّدُنا وُھیب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ سے مَرْوِی ہے کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ جب بھی کوئی آدمی مرتا ہے تو وہ مرنے سے پہلے نامۂ اَعمال لکھنے والے فِرِشتوں کو دیکھتا ہے، اگر وہ

آدمی نیک ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر دے، تو نے ہمیں بہت سی بہترین مجالس میں بٹھایا اور بہت ہی نیک کام لکھنے کو دیئے، اور اگر مرنے والا گنہگار ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر نہ دے، تو نے بہت ہی بُری مجالس میں ہمیں بٹھایا اور گناہوں بھرا اور فُحش کلام سننے پر مجبور کیا، اللہ تجھے بہتر جزا نہ دے۔ اس وَقت انسان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اور وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے فرِشتوں کے کسی چیز کو نہیں دیکھ پاتا۔

(مکاشفۃ القلوب، ص ۱۷۰)

مُرغِ بسمل کی طرح تڑپتے

حضرتِ سیدُنا عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرتِ سیدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کے سامنے موت کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو مُرغِ بِسْمِل (یعنی ذبح ہونے والے مُرغ) کی طرح تڑپنے لگتے اور اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۴)

تُرْم حدیث بیان کرتا

حضرت سیدُنا میمون بن مہران علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن سے منقول ہے کہ حضرتِ سیدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے مجھے کہا: اے میمون! مجھے کوئی حدیث سنائیے تو میں نے انہیں ایک حدیث سنائی جسے سن کر وہ اتنا زیادہ روئے کہ مجھے کہنا پڑا: یا امیرَ المؤمنین!! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اِس کو سن کر اتنا روئیں گے تو میں

اِس سے کچھ نرم حدیث بیان کرتا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۰۶)

رُونگٹے کھڑے ہو جاتے

حضرتِ سیِّدُنا ابن ابی عَرُوبہ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کا بیان ہے: کَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اِذَا ذَکَرَ الْمَوْتَ اِضْطَرَبَتْ اَوْصَالُہٗ یعنی حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز جب موت کو یاد کرتے تو ان کے رُونگٹے کھڑے ہو جاتے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۴۹)

کتنا سفر باقی ہے؟

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک خط میں کسی کو سمجھاتے ہوئے لکھا: میرے بھائی! تم بہت سا سفر طے کر چکے اور تھوڑا سا باقی ہے، خود کو دنیا کے دھوکے میں مُبتَلا ہونے سے بچانا کیونکہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کے پاس مال نہ ہو، میرے بھائی! تم موت کے قریب ہو چکے ہو لہٰذا تم خود ہی اپنے آپ کو سمجھا لو نہ کہ لوگ تمہیں سمجھائیں۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۴۴)

میزبان کے پاس کب تک رہیں گے؟

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک شخص سے فرمایا کہ میں نے گذشتہ رات ایک سورۂ مبارکہ پڑھی جس میں زِیارت کا ذِکر ہے، یعنی

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ (پ ۳۰، التکاثر: ۱، ۲)

ترجَمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

پھر پوچھا اب بتاؤ کہ زیارت کرنے والا اپنے میزبان (یعنی قبر) کے پاس کب تک رہے گا؟ آخر کار اسے وہاں سے واپس لوٹنا ہے مگر معلوم نہیں کہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف! (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۶)

اُٹھنے والے جنازوں سے عبرت پکڑو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے آخری خطبے میں اِرشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس جو مال ہے وہ مرنے والوں کا چھوڑا ہوا ہے، بالآخر تم بھی اسے یہیں چھوڑ جاؤ گے، کیا تم نہیں جانتے کہ تم روزانہ صبح یا شام کے وَقت اس دنیا سے رخصت ہونے والے کے جنازے میں پیچھے پیچھے چلتے ہو، تم اسے قبر کے اس گڑھے میں اُتار آتے ہو جہاں بچھونا ہے نہ تکیہ، یہ مرنے والا اپنا سارا مال ومَتاع یہیں چھوڑ جاتا ہے، دوست اَحباب سے جُدا ہو کر مٹی کو اپنا مَسکَن بنالیتا ہے، حساب وکتاب کا سامنا کرتا ہے، اُسی کا محتاج ہوتا ہے جو اِس نے آگے بھیجا ہوتا ہے اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے اس سے بے نیاز ہوتا ہے۔ پھر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز آنکھوں پر کپڑا رکھ کر رونے لگے اور منبر سے نیچے اُتر آئے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۰۰)

موت کو یاد کیا کرو

ایک قریشی جو خلفاء کے ہاں جب بھی اپنی ضَرورت لے کر آتا تو ناکام نہیں جاتا تھا۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے پاس بھی آیا اور کوئی

ضرورت پیش کی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''لَا یَجُوْزُ ھٰذَا یعنی یہ تو جائز نہیں۔'' خلافِ معمول وہ اپنے مقصد میں خود کو ناکام ہوتا دیکھ کر غصے سے چل دیا۔ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے اسے دوبارہ بلایا، وہ سمجھا شاید اب ان کی رائے بدل گئی ہو اور یہ میرا کام کردیں گے۔ جب وہ واپس آیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اِذَا رَاَیْتَ شَیْئًا مِنَ الدُّنْیَا فَاَعْجَبَکَ فَاذْکُرِ الْمَوْتَ فَاِنَّہٗ یُقَلِّلُہٗ فِیْ نَفْسِکَ وَاِذَا کُنْتَ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ الدُّنْیَا قَدْ غَمَّکَ وَنَزَلَ بِکَ فَاذْکُرِ الْمَوْتَ فَاِنَّہٗ یُسَھِّلُہٗ عَلَیْکَ وَھٰذَا اَفْضَلُ مِنَ الَّذِیْ طَلَبْتَ یعنی جب دنیا کی کسی چیز کو دیکھو اور وہ تمہیں پسند آجائے تو موت کو یاد کرلیا کرو کیونکہ اس چیز کی وقعت تمہاری نظر میں کم ہوجائے گی اور جب تم دنیا کی کسی چیز کو دیکھو جو تمہیں نہ ملنے کی وجہ سے پریشان کردے تو موت کو یاد کرلیا کرو اُس چیز کے نہ ملنے کا غم ہلکا ہوجائے گا، جاؤ یہ نصیحت اس چیز سے بہتر ہے جس کا تم نے مطالبہ کیا تھا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۴۳) اسی طرح کی نصیحت ایک موقع پر عنبسہ بن سعید کو بھی کی: اَکْثِرْ مِنْ ذِکْرِ الْمَوْتِ، فَاِنْ کُنْتَ فِیْ ضِیْقٍ مِّنَ الْعَیْشِ وَسَّعَہٗ عَلَیْکَ، وَاِنْ کُنْتَ فِیْ سَعَۃٍ مِّنَ الْعَیْشِ ضَیَّقَہٗ عَلَیْکَ یعنی موت کو اکثر یاد کیا کرو اس کے دو فائدے ہیں اگر تم محنت وتکلیف میں مبتلا ہو تو یادِ موت سے تم کو تسلی ہوگی اور اگر فراغت وآسودگی حاصل ہے تو موت کا ذکر تمہارے عیش کو تلخ کردے گا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۳۹)

واقعی! جب انسان صِدقِ دل سے اپنی موت اور اس کے بعد درپیش معاملات کے بارے میں غور وتفکر کرتا ہے تو دُنیاوی آزمائشیں اُسے آسان اور عارِضی دکھائی دیتی ہیں اور اگر اُسے آسائشیں میسر ہوں تو اِن کی رُخصتی کا خیال اُس کی دلچسپی کو

کم کردیتا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کا دل فُضُولیات ولَغْوِیات سے دور ہو کر عبادت وریاضت کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ رحمتِ عالَم، نورِ مجسم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے بھی موت کو کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے، چنانچہ

لذَّتوں کو مٹانے والی

جلیلُ القدر صحابیٔ رسول حضرتِ سیِّدُنا ابوسعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ محبوبِ رحمٰن، سَرْوَرِ ذیشان، رحمتِ عالَمِیّان صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم مسجد میں داخل ہوئے تو کچھ لوگوں کو ہنستے دیکھ کر فرمایا: اگر تم لذّات کو مٹادینے والی (موت) کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ تمہیں اس چیز سے باز رکھتی، جس میں، مَیں تمہیں مشغول دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ یعنی لذّتوں کو مٹا دینے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ (شُعَبُ الایمان ج ۱ ص ۴۹۸ حدیث ۸۲۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خوفِ قِیامت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز روزِ قِیامت سے بھی نہایت خوف زدہ رہتے تھے، یَزِید بن حَوْشَب کا قول ہے: "میں نے حَسَن بصری اور عمر بن عبدالعزیز (رحمۃُ اللہ تعالٰی علیھما) سے زیادہ کسی شخص کو قِیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا، گویا دوزخ صرف انہی دونوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔" (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۶)

امیر المؤمنین کا جنتیوں اور دوزخیوں کے بارے میں غور وفکر

حضرتِ سیِّدُنا سفیان رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی مجلس میں گفتگو کا سلسلہ جاری تھا مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ بالکل خاموش بیٹھے تھے، پوچھا گیا: حضور! کیا بات ہے آپ خاموش کیوں ہیں؟ فرمایا: میں اہلِ جنت کے بارے میں سوچ رہا ہوں کہ وہ کس طرح خوشی خوشی ایک دوسرے سے ملاقات کیا کریں گے! مگر دوزخی لوگ ایک دوسرے کو بے قراری سے مدد کے لئے پکارا کریں گے۔'' اتنا کہنے کے بعد آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ رونے لگے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۴)

کہیں میں دوزخیوں میں سے نہ ہوں

ایک دن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے سورۂ یونس کی آیت 61 پڑھی:

وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ (پ ۱۱، یونس: ۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم کسی کام میں ہو اور اس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور تم لوگ کوئی کام کرو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو۔

تو رو دیئے، آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے رونے کی آواز اہلِ خانہ تک پہنچی تو زوجہ محترمہ حضرتِ سیِّدَتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا لپک کر آئیں جب آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی پاس بیٹھ کر رونے لگیں، بقیہ گھر والے بھی آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے آس پاس جمع ہو گئے۔ کچھ دیر بعد آپ کے شہزادے حضرت سیِّدُ ناعبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق بھی آ گئے اور سب کو روتے دیکھ کر پوچھا: ابو جان! خیریت تو ہے! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: بیٹا! خیریت ہی ہے، تمہارے باپ کی خواہش ہے کہ کاش وہ دنیا والوں کو اور وہ اسے نہ جانتے۔'' تھوڑے توقف کے بعد فرمایا: مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں میں دوزخیوں میں سے نہ ہوں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۷)

جنت و دوزخ کے ذِکر پر رو دیئے

حضرتِ سیِّدُ نامحمد بن قیس رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ دوپہر کے وَقت حضرتِ سیِّدُ ناعمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے مجھ سے فرمایا: جنت اور دوزخ کے بارے میں تذکرہ کرو۔ جب میں نے جنت و دوزخ کے اَحوال بیان کیے تو اتنا روئے کہ میں نے کسی کو اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۱۸)

حوضِ کوثر کے چھلکتے جام پینے کی تڑپ

حضرتِ سیِّدُ نا ابو سلام اَسود رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز سے کہا کہ میں نے حضرتِ سیِّدُنا ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: میرا حوض ''عدن'' سے ''عمّان'' کی مسافت جتنا وسیع ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اسکے جام ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں، جو شخص اس میں سے ایک گھونٹ پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا اور اس حوض پر سب سے پہلے آنے والے وہ مہاجرین فقراء ہوں گے جن کے سر گرد آلود اور کپڑے بوسیدہ ہوں گے جو خوبصورت اور ناز ونعم والی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان کے لئے دروازے کھولے جاتے تھے۔'' یہ فرمانِ بشارت نشان سن کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے حسرت سے فرمایا: ''مگر میں نے تو خوبصورت عورتوں میں سے فاطمہ بنت عبدُالملک سے نکاح کر لیا ہے اور میرے لئے دروازے کھول دیئے گئے ہیں لیکن اب میں اپنا سر نہیں دھوؤں گا جب تک پراگندہ نہ ہو جائے اور اپنے پہنے ہوئے کپڑے نہیں دھوؤں گا جب تک بوسیدہ نہ ہو جائیں۔'' (ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، الحدیث ۲٤٥۲، ج ٤، ص ۲۰۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب!   صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

قِیامت کے امتحان کی فکر

ایک شخص حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کے پاس کسی کام سے آیا اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! اس وَقت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں، اسی منظر سے آپ بارگاہِ الٰہی میں اپنا کھڑا ہونا یاد کیجئے جس دن دعویٰ کرنے والوں کی کثرت آپ کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے اوجھل نہیں کر سکے گی، جس دن آپ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے پیش ہوں گے اس دن عمل پر بھروسا ہوگا نہ گناہ سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہوگی۔ حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے یہ سن کر فرمایا: بھائی! یہی بات دوبارہ کہنا، اس نے اپنی بات دُہرائی تو حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز رو پڑے اور فرمانے لگے: وہی بات ذرا پھر سے کہنا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۴۱)

قِیامت کے 5 سُوالات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم خواہ روئیں یا ہنسیں، تڑپیں یا غفلت کی نیند سوتے رہیں قِیامت کا امتحان بَرحق ہے۔ ترمذی شریف میں اِس امتحان کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے: ''انسان اُس وَقت تک قِیامت کے روز قدم نہ ہٹا سکے گا جب تک کہ ان پانچ سُوالات کے جوابات نہ دے لے۔ (۱) تم نے زندگی کیسے بَسَر کی؟ (۲) جوانی کیسے گزاری؟ (۳) مال کہاں سے کمایا؟ اور (۴) کہاں کہاں خرچ کیا؟ (۵) اپنے عِلْم کے مطابِق کہاں تک عمل کیا؟''

(جامع ترمذی حدیث ۲۴۲۴ ج ۴ ص ۱۸۸)

امتحان سر پر ہے

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ اس رِوایت کونَقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: آج دنیا میں جس طالبِ عِلم کا امتحان قریب آجائے وہ کئی روز پہلے ہی سے پریشان ہوجاتا ہے، اُس پر ہر وَقت بس ایک ہی دُھن سُوار ہوتی ہے، ''امتحان سر پر ہے'' وہ راتوں کو جاگ کر اس کی تیّاری اور اہم سُوالات پر خوب کوشِش کرتا ہے کہ شاید یہ سُوال آجائے شاید وہ سُوال آجائے، ہر اِمکانی سُوال کو حل کرتا ہے حالانکہ دنیا کا امتحان بہت آسان ہے، اِس میں دھاندلی ہوسکتی ہے، رِشوت چل سکتی ہے، اور اسکا فائدہ بھی فقط اتنا کہ کامیاب ہونے والے کو ایک سال کی ترقّی مل جاتی ہے جبکہ فیل ہونے والے کو جیل میں نہیں ڈالا جاتا، صِرف اتنا نقصان ہوتا ہے کہ ایک سال کی ملنے والی ترقّی سے اسکو مَحروم کردیا جاتا ہے۔ دیکھئے تو سہی! اِس دُنیوی امتحان کی تیّاری کیلئے انسان کتنی بھاگ دوڑ کرتا ہے، حتّٰی کہ نیند کُشا گولیاں کھا کھا کر ساری رات جاگ کر اِس اِمتحان کی تیّاری کرتا ہے آہ! قِیامت کے امتحان کیلئے آج مسلمان کی کوشِش نہ ہونے کے برابر ہے، جس کا نتیجہ کامیاب ہونے کی صورت میں جنّت کی نہ ختم ہونے والی اَبدی راحتیں اور فیل ہونے کی صورت میں عذابِ جہنّم کا اِستحقاق ہے۔ (ماخوذ از قیامت کا امتحان، ص۹)

صرف ایک نیکی چاهئے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم سبھی کو قِیامت کے ہوشرُبا حالات پر غور کرنا

چاہئے اور گناہوں سے باز رہتے ہوئے نیکیاں کمانے کی کوشش کرنی چاہئے، اُس دن ہمیں ایک ایک نیکی کی قدر محسوس ہوگی، چنانچہ حضرت سیّدنا ابوعبد اللّٰہ محمد بن احمد انصاری علیہ رحمۃ اللّٰہ الباری اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر ''تفسیرِ قُرطُبی'' میں لکھتے ہیں: حضرتِ سیّدنا عِکرِمہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے: قِیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ کے پاس آکر کہے گا: ابوجان! کیا میں آپ کا فرماں بردار نہ تھا؟ کیا میں آپ سے مَحَبَّت بھرا سُلوک نہ کرتا تھا؟ کیا میں آپ کے ساتھ بھلائی نہ کرتا تھا؟ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کس مصیبت میں گرِفتار ہوں! مجھے اپنی نیکیوں میں سے صِرف ایک نیکی عطا کر دیجئے یا میرے ایک گناہ کا بوجھ اٹھا لیجئے۔ باپ کہے گا: ''میرے بیٹے! تو نے مجھ سے جو چیز مانگی وہ آسان تو ہے لیکن میں بھی اُسی چیز سے ڈرتا ہوں جس سے تم ڈر رہے ہو۔'' اس کے بعد باپ بیٹے کو اپنے اِحسانات یاد دلا کر یِہی مطالَبہ کرے گا تو بیٹا جواب دے گا: آپ نے بَہُت تھوڑی چیز کا سُوال کیا ہے لیکن مجھے بھی اِسی بات کا خوف ہے جس کا آپ کو ڈر ہے۔ یونہی ایک شوہر بھی اپنی بیوی سے کہے گا: کیا میں تیرے ساتھ حُسنِ سُلوک نہ کرتا تھا؟ میرے ایک گناہ کا بوجھ اٹھا لے، ہوسکتا ہے میں نَجات پا جاؤں۔ بیوی جواب دے گی: ''آپ نے ایک ہی چیز مانگی ہے لیکن میں بھی اسی طرح ڈرتی ہوں جس طرح آپ ڈرتے ہیں۔'' حضرتِ سیّدنا فُضَیل بن عِیاض رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''بروزِ قِیامت ایک ماں اپنے بیٹے سے کہے گی: ''میرے لال! کیا میرا پیٹ تیرے لئے جائے قرار نہ تھا؟ کیا میرا

سینہ تیرے لئے (دودھ کا) مشکیزہ نہ تھا؟ کیا میری گود تیرے لئے آرام گاہ نہ تھی؟ و اِعتراف کرتے ہوئے کہے گا: ''کیوں نہیں، امی جان!'' ماں بولے گی: آج میں گناہوں کے بھاری بوجھ تلے دَبی ہوئی ہوں، تُو ان میں سے صِرْف ایک گناہ کا بوجھ اٹھا لے۔ بیٹا انکار کرتے ہوئے کہے گا: ''امی جان! جایئے کیونکہ مجھے تو خُود اپنے گناہوں کی فِکر پڑی ہے۔'' (قرطبی ج۷ ص۲۴۷)

قِیامت کی گرمی میں سایہ عطا ہو کرم سے ترے عرش کا یاالٰہی
خُدایا مجھے بے حساب بخش دینا مِرے غوث کا واسِطہ یاالٰہی
جِوار اپنی جنّت میں مجھ کو عطا کر
ترے پیارے محبوب کا یاالٰہی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

پُل صِراط سے گزرو

امیرالمؤمنین حضرت سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کی ایک کنیز آپ کی بارگاہ میں حاضِر ہوئی اور عَرْض کرنے لگی، ''عالی جاہ! میں نے خواب میں عجیب معاملہ دیکھا۔'' آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے دریافت کرنے پر وہ یوں عُرض گزار ہوئی: ''میں نے دیکھا کہ جہنم کو بھڑکایا گیا اور اس پر پل صِراط رکھ دیا گیا پھر اُموی خلفاء کو لایا گیا۔ سب سے پہلے خلیفہ عبدالملک بن مَروان کو اس پل صِراط سے گزرنے کا حُکم دیا گیا، چنانچہ وہ پلِ صراط پر چلنے لگا لیکن افسوس! وہ تھوڑا سا چلا کہ پل

اُلٹ گیا اور وہ جہنم میں گر گیا۔" حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے دریافت کیا: "پھر کیا ہوا؟" کنیز نے کہا: "پھر اس کے بیٹے ولید بن عبدالملک کو لایا گیا، وہ بھی اسی طرح پل صراط پار کرنے لگا کہ اچانک پُل صراط پھر الٹ گیا، جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرا۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال کیا کہ، "اس کے بعد کیا ہوا؟" عرض کی: "اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک کو حاضر کیا گیا، اسے بھی حُکم ہوا کہ پُل صراط سے گزرو، اس نے بھی چلنا شروع کیا لیکن یکایک وہ بھی دوزخ کی گہرائیوں میں اتر گیا۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: "مزید کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا، "یا امیر المؤمنین! ان سب کے بعد آپ کو لایا گیا" کنیز کا یہ جملہ سنتے ہی سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے خوف زدہ ہو کر چیخ ماری اور زمین پر گر گئے۔ کنیز نے جلدی سے کہا "اے امیر المؤمنین! رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے دیکھا کہ آپ نے سلامتی کے ساتھ پُل صراط پار کر لیا۔" لیکن سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کنیز کی بات نہ سمجھ پائے کیونکہ آپ پر خوف کا ایسا غلبہ طاری تھا کہ آپ بے ہوشی کے عالم میں بھی اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

(احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۲۳۲)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حالانکہ غیرِ نبی کا خواب شریعت میں حُجَّت نہیں پھر بھی آپ نے دیکھا کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز پُل صراط پر گزرنے کے معاملے میں کس قدر حسّاس تھے۔ واقعی پُل صراط کا معاملہ بڑا ہی

نازک ہے۔ پُل صراط بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے تیز تر ہے اور یہ جہنّم کی پُشت پر رکھا ہوا ہوگا، خدا کی قسم! یہ سخت تشویشناک مرحلہ ہے، ہر ایک کو اس پر سے گزرنا ہی پڑے گا۔ (پل صراط کی دہشت، ص ۳ ملتقطاً)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

عذابِ الٰہی کا خوف

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو دنیا میں بھی عذابِ الٰہی کا خوف لگا رہتا تھا، ایک بار زور سے ہوا چلی تو ان کے چہرے کا رنگ سیاہ پڑ گیا ایک شخص نے پوچھا: امیرالمومنین! آپ کا یہ کیا حال ہو گیا؟ فرمایا: دنیا میں ایک قوم کو ہوا ہی نے تباہ کیا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی اس حکایت میں سیرتِ سرکارِ مدینہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی جھلک دکھائی دیتی ہے، چنانچہ

بادلوں میں کہیں عذاب نہ ہو

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عَنہا سے مروی ہے کہ جب رسولِ اکرم، شفیعِ معظم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم تیز آندھی کو ملاحظہ فرماتے اور جب بادل آسمان پر چھا جاتے تو آپ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا اور

آپ کبھی حجرہ سے باہر تشریف لے جاتے اور کبھی واپس آجاتے، پھر جب بارش ہو جاتی تو یہ کیفیت ختم ہوجاتی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اِرشاد فرمایا: ''اِنِّی خَشِیتُ اَن یَّکُونَ عَذَاباً سُلِّطَ عَلٰی اُمَّتِی یعنی مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ بادل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نہ ہو جو میری امت پر بھیجا گیا ہو۔''

(شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج۱ص ۵۴۶، رقم الحدیث ۹۹۴)

کوئی جنت میں جائے گا اور کوئی دوزخ میں

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز ایک مرتبہ رونے لگے، آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کو روتا دیکھ کر آپ کی زوجہ محترمہ حضرتِ سیدتنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا بھی رونے لگیں بعد میں دیگر گھر والے بھی رونے لگے، جب رونے کا سلسلہ تھما تو عرض کی گئی: یاامیرَ المُؤمنین! آپ کیوں رو رہے تھے؟ اِرشاد فرمایا: مجھے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا یاد آ گیا تھا جس کے بعد کوئی جنت میں جائے گا تو کوئی دوزخ میں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۵ ص ۳۰۳)

پھر مرتے دم تک نہیں ہنسے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے ایک غلام کا بیان ہے کہ میں رات کے وقت آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا، اکثر اوقات آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کی گریہ وزاری کی وجہ سے ٹھیک سے سو نہیں سکتا تھا، ایک رات آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے معمول سے زیادہ آہ وزاری کی جب صبح ہوئی تو

مجھے بلا کر نصیحت فرمائی: بھلائی اس میں نہیں کہ تمہاری بات سُنی جائے اور اِطاعت کی جائے بلکہ اس میں ہے کہ تمہیں تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ سے روکا جائے پھر بھی تم اس کی اِطاعت کرو۔ پھر تاکید کی: صبح کے وَقت جب تک خوب دن نہ چڑھ جائے کسی کو میرے پاس نہ آنے دیا کرو کیونکہ لوگ میرے معاملات سمجھ نہیں پائیں گے۔ میں نے عَرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان! آج رات تو آپ ایسا روئے کہ پہلے کبھی نہیں روئے۔ میری یہ بات سن کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز رو دِیئے اور فرمایا: خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں کھڑے ہونے کا منظر یاد آ گیا تھا۔ اتنا کہنے کے بعد آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور کافی دیر کے بعد ہوش میں آئے، اس کے بعد میں نے آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کو کبھی مسکراتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس دنیا سے سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۱۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعدِ موت، قبر میں طویل عرصے تک قیام کرنے کے بعد قِیامت قائم ہونے پر جب ہم میدانِ محشر میں اپنے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پہنچیں گے تو ہمارے تمام اَعمال کو ہمارے سامنے لایا جائے گا، جیسا کہ سورۃ النبا میں ہے: **یَوۡمَ یَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ یَدٰہُ** ترجمہ کنز الایمان: جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھ نے آگے بھیجا۔ (پ ۳۰۔ النباء ۴۰) صِرف یہی نہیں بلکہ ہمیں اپنے نامۂ اَعمال کو سب کے سامنے پڑھ کر سنانا ہوگا اور اپنے

کیے کا حساب دینا ہوگا جیسا کہ پارہ 15 سورۂ بنی اسرائیل آیت 13 اور 14 میں ارشاد ہوتا ہے: وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے لئے قیامت کے دن ایک نوشتہ (یعنی نامۂ اعمال) نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا، فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔ (پ ۱۵. بنی اسرائیل: ۱۳، ۱۴) اس کے بعد ہمیں اِن اعمال کا پورا پورا بدلہ جزا یا سزا کی صورت میں دیا جائے گا، جیسا کہ سورۃ الزلزال میں اِرشاد ہوتا ہے: یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾ ترجمہ کنزالایمان: اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہوکر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ ۳۰، الزلزال ۶، ۷، ۸) پھر جس کسی کو بخشش ونجات کا پروانہ ملے گا وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے گا، جیسا کہ سورۂ عبس میں اِرشاد ہوتا ہے: "وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ۙ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ ترجمۂ کنزالایمان: کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے، ہنستے خوشیاں مناتے۔" (پ ۳۰، عبس ۳۸، ۳۹) اور جسے اس کی شامتِ اعمال کے باعث دوزخ میں جانے کا حکم سنایا جائے گا، وہ انتہائی مغموم ہوگا جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں اِرشاد ہوتا ہے: "وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ ۚ وَ لَمْ

اَدْرِ مَاحِسَابِیَہْ ﴿۲۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جسے اپنا نامۂ اَعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ (یعنی نامۂ اَعمال) نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔'' (پ۲۹، الحاقۃ: ۲۵،۲۶)

ہر عاقِل شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ میدانِ حَشر میں شَرمِندگی اور جہنم کے دل دہلا دینے والے عذابات سے بچنے کے لئے ہمیں کس قَدر اِحتیاط کی ضَرورت ہے؟ لہٰذا! ہمیں چاہئیے کہ اپنا مُحاسَبہ کریں کہ ہم اپنے نامۂ اَعمال میں کس قسم کے اَعمال دَرج کروا رہے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں یونہی غفلت کی حالت میں موت آجائے اور سوائے پچھتاوے کے ہمارے ہاتھ کچھ نہ آئے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

امیر المؤمنین کا عِشقِ رسول

سیّدُ الْمُرسَلِین، جنابِ رحمۃٌ لِّلْعٰلَمِین صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کی محبت اور ادب واحترام ہر مسلمان کا جُزوِ ایمان ہے اور حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز میں عِشقِ رسول کا وَصف بہت نمایاں تھا۔

بارگاہِ رسالت میں سلام بھیجا کرتے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز مدینۂ منوَّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیماً میں خُصُوصی طور پر قاصِد کو بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ ان کی طرف سے نبیِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں سلام

عَرض کرے۔ (در منثور ج ۲ ص ۵۷۰) حضرت سلیمان بن سُحَیم رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نُور والے آقا صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی زِیارت کا شربت پیا تو عَرض کی: یارسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم جو لوگ آپ کی بارگاہ میں سلام عَرض کرتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟ اِرشاد فرمایا: ہاں! اور ان کا جواب بھی دیتا ہوں۔ (ایضاً)

مقدّس تحریر چوم لی

اگر کہیں رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی کوئی یادگار مِل جاتی تھی تو سر اور آنکھوں پر رکھتے اور اس سے بَرَکت اندوز ہوتے۔ کسی نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے خِلاف ایک مقدمہ دائر کیا کہ انہوں نے آپ کو ایک کھیت فروخت کیا تھا پھر اس میں کانیں نکل آئیں۔ مقدمہ میں کہا گیا کہ ہم نے آپ کو کھیت فروخت کیا تھا، کانیں فروخت نہیں کی تھیں اور بطورِ دلیل انہوں نے آپ کو رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی ایک تحریر دکھائی۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے لپک کر وہ تحریر چوم لی اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور اپنے منتظم سے فرمایا: ''اس کی آمدنی اور خَرچ کا اندازہ لگاؤ۔'' پھر آپ نے خَرچ وضع کر کے باقی رقم انہیں دے دی۔ (فتوح البلدان ج ۱ ص ۳۱)

چوم کر آنکھوں پر رکھا

رحمتِ دارین، تاجدارِ حَرَمَین صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے ایک صحابی رضی

اللہ تعالٰی عنہ کو جاگیریں دی تھیں اور اس کے متعلق ایک سَنَد لکھ دی تھی، ان کے خاندان کے ایک شخص نے حضرتِ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو وہ سَنَد دکھائی تو اس کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیا۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۴۱)

حج کی خواہش

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے حَرَمَین طَیِّبَین کی حاضری کے شوق سے بے قرار ہو کر اپنے غلام مُزاحم سے فرمایا: میرا حج کرنے کو جی چاہتا ہے، کیا تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟ عَرض کی: دس دِرْہَم کے قریب موجود ہیں۔ کفِ افسوس مَلتے ہوئے فرمایا: اتنی سی رقم میں حج کیونکر ہو سکتا ہے! کچھ ہی دن گزرے تھے کہ مُزاحم نے عَرض کی: امیرُ الْمُؤْمِنِین تیاری کیجئے، ہمیں بنو مروان کے مال سے 17 ہزار دینار مل گئے ہیں۔ فرمایا: ان کو بیتُ المال میں جمع کروا دو، اگر یہ حلال کے ہیں تو ہم بقدرِ ضَرورت لے چکے ہیں اور اگر حرام کے ہیں تو ہمیں نہیں چاہئیں۔ مُزاحم کا بیان ہے کہ جب امیرُ الْمُؤْمِنِین نے دیکھا کہ یہ بات مجھ پر گراں گزری ہے تو فرمایا: دیکھو مُزاحم! جو کام میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کیا کروں اسے گراں نہ سمجھا کرو، میرا نفس ترقی پسند ہے اور خوب تَر کا مشتاق ہے، جب بھی اسے کوئی مرتبہ ملا اس نے فوراً اس سے بلند تَر مرتبے کے حُصُول کی کوشش شروع کر دی، دُنیاوی مَناصِب میں سے بلند تَر مَنصَب خِلافت ہے جو میرے نفس کو حاصِل ہو چکا ہے،

اب یہ صِرْف اور صِرْف جنّت کا مُشتاق ہے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۳)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حکایت میں ان لوگوں کے لئے دَرْسِ عظیم ہے جو رشوت، سُود خوری اور جوئے جیسے ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرتے ہیں اور اسی میں سے حج کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑی کامیابی حاصِل کرلی ہے، ایسوں کو سنبھل جانا چاہئے کہ یہ کامیابی نہیں بلکہ چوری اور سینہ زوری والا معاملہ ہے اور اس کا اَنجام بہت بھیانک ہے، ایک عبرت ناک حکایت ملاحظہ ہو:

لُوٹ کے مال سے حج کرنے والے کا اَنجام

ایک قافلہ حج کو جارہا تھا کہ راستے میں ایک مسافر چل بسا، قافلے والوں نے کسی سے ایک پھاوڑا اُدھار لیا اور اس سے قَبر کھود کر اسے وہیں دَفن کردیا۔ جب قَبر بند کرچکے تو انہیں یاد آیا کہ پھاوڑا ابھی قَبر ہی میں رہ گیا۔ انہوں نے اسے نکالنے کے لئے قَبر کھودی۔ اب جو اندر دیکھا تو اس شخص کے ہاتھ پیر پھاوڑے کے حلقہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر قَبر فوراً بند کردی اور پھاوڑے والے کو کچھ پیسے دے کر جان چھڑائی۔ حج سے واپسی پر اس کی بیوی سے اس کے اَعمال کے بارے میں سوال کیا تو اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ اس کے ہمراہ ایک مال دار شخص نے

سفر کیا۔ راستے میں ان نے اس کو مار ڈالا، اب تک یہ حج اور جہاد سب کچھ اسی کے مال سے کرتا رہا ہے۔ (شرح الصدور، ص ۱۷۴)

مِٹا دے ساری خطائیں مری مِٹا یا رب — بنادے نیک بنا نیک دے بنا یارب
اندھیری قبر کا دل سے نہیں نکلتا ڈر — کروں گا کیا جو تُو ناراض ہو گیا یا رب
گناہ گار ہوں میں لائقِ جہنّم ہوں — کرم سے بخش دے مجھ کو نہ دے سزا یارب

(وسائلِ بخشش، ص ۹۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

امیر المؤمنین کی تبرُّکات سے محبت

نبیِّ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کی متبرک یادگاروں میں سے گدا مُبارک، پیالہ، چادر، چکّی، تَرکش اور عصا شریف کو حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ایک کمرے میں حفاظت سے رکھا ہوا تھا اور روزانہ اس کی زِیارت کرتے تھے۔ اگر کبھی قُریش ان کے پاس جمع ہوتے تو ان کو لے جا کر ان مقدس تبرُّکات کی زِیارت کرواتے اور کہتے کہ یہ اُس مقدس ذات صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کے تبرُّکات ہیں جس کے ذریعے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم لوگوں کو عزت دی ہے۔ (سیرت ابن جوزی ۲۵۳) آپ کا اِنتقال ہونے لگا تو سب سے زیادہ فِکر اِسی زادِ بابَرَکت کی ہوئی چنانچہ وصیت کی کہ کفن میں نُورِ مُجَسَّم، نبیِّ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کے چند موئے مُبارَک و ناخنِ پاک رکھے جائیں۔

قبر میں میّت کے ساتھ تبرُّکات رکھئے

جب کسی اسلامی بھائی یا اسلامی بہن کا اِنتقال ہوجائے تو تدفین کے وَقت کچھ نہ کچھ تبرُّکات میّت کے ساتھ رکھ دیجئے، اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ یہ عمل میّت کے لئے سکون واِطمینان اور نکیرین کے سوالات کے جواب دینے میں مددگار ثابت ہوگا۔

حضرت سیِّدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہ تعالٰی عنہ کی وصیّت

کاتبِ وحی حضرتِ سیِّدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہ تعالٰی عنہ نے بھی اپنے اِنتقال کے وَقت وصیت فرمائی تھی: ''ایک دن حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہُوا۔ حضورِ پُرنور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اپنا پہنا ہوا ایک کُرتا مجھے بطورِ انعام عطا فرمایا، وہ کُرتا میں نے آج کے لئے سنبھال رکھا تھا۔ اور ایک روز حضورِ انور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ناخن ومُوئے مُبارَک تراشے، وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے سنبھال رکھے تھے، جب میں مرجاؤں تو قمیصِ پُرتقدیس کو میرے کفن میں رکھنا اور موئے مُبارَک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سُجود پر رکھ دینا۔'' (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، معاویہ بن سفیان، ج ۳، ص ۴۷۳)

تبرُّکات رکھنے کا طریقہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: ''شجرہ طیّبہ (اور دیگر تبرُّکات) قبر میں طاق بنا کر رکھیں خواہ سرہانے کہ نکیرین

پائینتی کی طرف سے آتے ہیں اُن کے پیشِ نظر ہو، خواہ جانبِ قبلہ کہ میّت کے پیش رو (یعنی سامنے) رہے اور اس کے سکون واطمینان واعانتِ جواب کا باعث ہو۔"

(فتاوی رضویہ، ج۹ص ۱۳۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

میں بھی غلامِ علی ہوں

ایک بار امیرُ المُؤمنین حضرتِ سیّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تعالٰی وَجھَہُ الکریم کے آزاد شدہ غلام یزید بن عمر بن مورق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ العزیز نے دریافت فرمایا: تم کس طَبَقہ سے تعلق رکھتے ہو؟ بولے: میں موالیٔ بنی ہاشم میں ہوں اور حضرتِ سیّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تعالٰی وَجھَہُ الکریم کا نام لیا، تو آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ میں خود حضرتِ سیّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تعالٰی وَجھَہُ الکریم کا غلام ہوں کیونکہ رسولُ اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا ہے کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ پھر اپنے وزیر مُزاحم سے پوچھا کہ اس قسم کے لوگوں کو کیا وظیفہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: 100 یا 200 دِرْہم۔ فرمایا: وِلایتِ علی کی بنا پر اس کو پچاس دِینار دیا کرو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کا رضائے الٰہی پر راضی رہنا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سے ایک مرتبہ پوچھا گیا: مَا تَشْتَھِیْ یعنی آپ کی کیا خواہش ہے؟ فرمایا: مَا یَقْضِی اللّٰہُ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۶۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہنا سعادت مندوں کا شیوہ ہے، اور کیوں نہ ہو کہ ہمارے میٹھے میٹھے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم یہ دُعا مانگا کرتے تھے: یا اللہ میں تجھ سے تندرستی، پاک دامنی، امانت داری، اچھے اخلاق اور تقدیر پر رِضا مانگتا ہوں۔ (کتاب الادب للبخاری، ص ۸۶، الحدیث ۳۰۷)

اس پر میری رحمت ہے

رِضائے الٰہی پر راضی رہنے والے کو بیش بہا بَرَکتیں ملتی ہیں! چُنانچہ حُضُورِ اکرم، شفیعِ معظّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ کی رِضا تلاش کرتا رہتا ہے، اِسی جُستجو میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ مجھے راضی کرنا چاہتا ہے آگاہ رہو کہ اس پر میری رحمت ہے۔ تب حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلام کہتے ہیں: فلاں پر اللہ کی رحمت ہے، یہی بات حاملینِ عرش فِرِشتے کہتے ہیں، یہی ان کے اِردگرد کے فِرِشتے کہتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں پھر یہ رحمت اس شخص کے لیے زمین پر نازل ہوتی ہے۔ (مسند احمد، الحدیث ۲۲۴۶۴، ج ۸، ص ۳۲۸)

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃُ الحنّان اِس

حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: (بندہ اللہ کی رِضا تلاش کرتا رہتا ہے) اس طرح کہ اپنے دینی و دنیاوی کاموں سے رب تعالیٰ کی رِضا چاہتا ہے کہ کھاتا پیتا، سوتا جاگتا بھی ہے تو رِضائے الٰہی کیلئے، نماز و روزہ تو بہت ہی دُور ہے خدا تعالیٰ اس کی توفیق نصیب کرے۔" حدیثِ پاک کے اس حصے کہ "اس پر میری رحمت ہے" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی اس پر میری کامل رحمت ہے اس طرح کہ میں اس سے راضی ہوگیا، خیال رہے کہ اللہ کی رِضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے، جب رب تعالیٰ بندے سے راضی ہوگیا تو کونین (یعنی دونوں جہان) بندے کے ہوگئے، آسمانوں میں اس کے نام کی دُھوم مچ جاتی، شور مچ جاتا ہے کہ "رحمة الله عليه" یہ کلمہ دُعائیہ ہے، یعنی اللّٰہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے، یہ دُعا یا تو فِرشتوں کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے یا خود وہ فِرشتے اپنا قُربِ الٰہی بڑھانے کے لیے یہ دُعائیں دیتے ہیں، اچھوں کو دُعائیں دینا قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے جیسے ہمارا دُرُود شریف پڑھنا۔ (مراۃ ج ۳ ص ۳۸۹)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نرمی کا فائدہ

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز فرمایا کرتے تھے: وَمَا رَفَقَ عَبْدٌ بِعَبْدٍ فِی الدُّنْیَا اِلَّا رَفَقَ اللّٰہُ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی جو شخص دنیا میں دوسروں پر نرمی کرتا ہے بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر نرمی فرمائے گا۔

(سیرت ابن جوزی، ص ۲۴۳)

''نرمی'' کے چار حروف کی نسبت سے نرمی کی فضیلت پر 4 فرامینِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

{1} اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ یعنی نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اُسے زِینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی چھین لی جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔'' (مسلم، کتاب البر والصلۃ، الحدیث ۲۵۹۲، ص ۱۳۹۸)

{2} اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلَی الْخُرْقِ وَاِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْداً اَعْطَاہُ الرِّفْقَ مَا مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ یُحْرَمُوْنَ الرِّفْقَ اِلَّا قَدْ حُرِمُوْا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نرمی پر وہ اِنعام عطا فرماتا ہے جو جہالت وحماقت پر عطا نہیں فرماتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے نرمی عطا فرماتا ہے اور جو گھر نرمی سے محروم رہا وہ محروم ہی ہے۔''

(المعجم الکبیر، مسند جریر بن عبد اللہ، الحدیث ۲۲۷۴، ج ۲، ص ۳۰۶)

{3} اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ عَلَی النَّارِ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَیْہِ النَّارُ عَلٰی کُلِّ قَرِیْبٍ ھَیِّنٍ سَھْلٍ یعنی سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جو جہنم پر حرام ہے، (یا یہ فرمایا کہ) جس پر جہنم حرام ہے؟ جہنم ہر نرم خُو نرم دل اور اچھی خُو والے شخص پر حرام ہے۔'' (ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، رقم باب ۴۵،

الحدیث ۲۴۹۶، ج ۴، ص ۲۲۰)

{4} مَنْ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الْخَیْرِ یعنی "جسے نرمی میں سے حصہ دیا گیا اُسے بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی کے حصے سے محروم رہا وہ بھلائی میں سے اپنے حصے سے محروم رہا۔"

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب فی الرفق، الحدیث ۲۰۲۰، ج ۳، ص ۴۰۷)

ہے فلاح وکامرانی نرمی وآسانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

والدین کے نافرمان کے ساتھ تعلق نہ جوڑنا

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ العزیز نے ایک مرتبہ کسی کو نصیحت فرمائی: والدین کے نافرمان سے ہرگز دوستی نہ کرنا کیونکہ جس نے اپنے ماں باپ سے قطع رحمی کی وہ تم سے کیونکر حُسنِ سُلوک کرے گا؟ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس مَدَنی پھول میں والدین کے نافرمانوں کے لئے عبرت ہی عبرت ہے، والدین کی فرمانبرداری کا اِنعام اور نافرمانی کا انجام ملاحظہ ہو، چنانچہ

جنّت یا جہَنَّم کا دروازہ

سلطانِ دوجہان صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''جس نے اس حال میں صُبح کی کہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہے، اُس کیلئے صُبح ہی کو جنّت کے دو دروازے کُھل جاتے ہیں اور ماں باپ میں سے ایک ہی ہو تو ایک دروازہ کُھلتا ہے۔ اور جس نے اِس حال میں شام کی کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے صُبح ہی کو جہنَّم کے دو دروازے کُھل جاتے ہیں اور (ماں باپ میں سے) ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے عَرض کی: اگرچِہ ماں باپ اُس پر ظُلم کریں۔ فرمایا: اگرچِہ ظُلم کریں، اگرچِہ ظُلم کریں، اگرچِہ ظُلم کریں۔''[1] (شُعَبُ الْاِیمان ج ۶ ص ۲۰۶ حدیث ۷۹۱۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

غفلت بھی ایک طرح سے نعمت ہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اِنَّمَا جَعَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْغَفْلَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ رَحْمَۃً کَیْلَا یَمُوْتُوْا مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی اللہ تعالٰی نے غفلت کو اپنے خائفین (یعنی خوف رکھنے والے بندوں) کے دلوں کے لئے رحمت بنایا ہے تا کہ وہ خوفِ خدا سے مر ہی نہ جائیں۔ (احیاء العلوم، ج ۴ ص ۲۲۸)

---

[1] : والدین کے حُقوق کے بارے میں ضروری معلومات کے لئے مکتبۃُ المدینہ کے مطبوعہ رسالے ''سمندری گنبد'' کا مطالعہ کیجئے۔

حقیقی معنوں میں خوفِ خدا رکھنے والے کو کھانے پینے اور سونے میں لُطف آ ہی نہیں سکتا، شاید اِسی وجہ سے ان کی توجُّہ کچھ دیر کے لئے دنیاوی کاموں کی طرف کر دی جاتی ہے، اس مَدَنی پھول کی وضاحت اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے فرمان سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 561 صفحات پر مشتمل کتاب "ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" کے صفحہ 496 پر ہے: اکابر اولیاء پر بھی اَکل وشُرب ونَوم (یعنی کھانے، پینے، اور سونے) کے وَقت ایک گونہ (یعنی چند لمحوں کے لئے) غفلت دی جاتی ہے ورنہ کھانے پینے پر قادِر نہ ہوں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۴۹۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

اِعترافِ ذہانت

ایک وَفد حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی خدمت میں آیا، ایک نوجوان گفتگو کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: کسی بڑے کو بات کرنے دو۔ اس نے عَرض کی: یاامیرالمؤمنین! اگر عمر کا زیادہ ہونا ہی مِعْیار ہے تو آپ کی جگہ بھی کسی بڑی عمر والے کو ہونا چاہئے تھا۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا ذہانت بھرا جواب سن کر اُسے بولنے کی اِجازت دے دی۔ (احیاء العلوم، ج ۴ ص ۱۰۴)

جلد اِطاعت کا انعام

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فِرِشتوں کو حُکم دیا کہ آدم (عَلَیْہِ السَّلام) کو سجدہ کریں تو سب سے پہلے

حضرتِ سیّدنا اِسرافیل عَلَیْہِ السَّلام نے سجدہ کیا اس کا انعام یہ ملا کہ ان کے پیشانی پر قرآنِ کریم لکھا گیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین اور زبان کا قفلِ مدینہ

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: مَنْ لَمْ یَعُدَّ کَلَامَہٗ مِنْ عَمَلِہٖ کَثُرَتْ ذُنُوْبُہٗ یعنی جو شخص اپنے کلام کو عمل میں شمار نہیں کرتا اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۹)

طنز و مزاح کرنے والوں پر اِنفرادی کوشش

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز مذاق مَسخری کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے، ایک بار خاندانِ بَنُو اُمَیَّہ کے چند لوگ جمع ہوئے اور ان کے سامنے ظرافت آمیز گفتگو شروع کر دی تو فرمایا: ''کیا تم لوگ اِسی لئے جمع ہوئے ہو؟ اپنی محفلوں میں قرآن مجید کے متعلِّق گفتگو کرو، ورنہ کم از کم شریفانہ باتیں تو ضرور ہونا چاہئیں۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۷۷ ملخصا) ایک اور مقام پر اِرشاد فرمایا: آپس میں ہنسی مذاق سے بچو کیونکہ یہ دل میں کینہ اور کھوٹ پیدا کرتا ہے۔ (سیرت ابن عبدالحکم، ص ۱۱۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سَنجیدگی کو اپنے مزاج کا حصہ بنالیجئے اور مذاق مَسخری کی عادت پالنے سے پرہیز کریں۔ لیکن یاد رہے کہ رونی صورت بنائے رکھنے کا نام سَنجیدگی نہیں اور نہ ہی بقدرِ ضرورت گفتگو کرنا یا کبھی کبھار (جائز) مزاح کر لینا اور

مسکرانا سنجیدگی کے منافی ہے۔ ہاں! کثرتِ مزاح اور زیادہ ہنسنے سے پرہیز کریں کہ اس سے وَقار جاتا رہتا ہے جیسا کہ حضرت سیّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ "جو شخص زیادہ ہنستا ہے، اس کا دَبدَبہ اور رُعب چلا جاتا ہے اور جو آدمی (کثرت سے) مزاح کرتا ہے وہ دوسروں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔" (احیاء العلوم ج ۳،ص ۲۸۳)

مزاح بھی ایسا ہونا چاہیے جس کی وجہ سے کسی گناہ کا اِرتکاب نہ کرنا پڑے مثلاً کسی کا دل دُکھانا یا غیبت کرنا یا جھوٹ بولنا وغیرہ۔ سَرْ وَرِکونین صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا، "ایک شخص کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے، لیکن وہ اُسے آسمان کے زمین سے فاصلے سے بھی زیادہ فاصلے تک دُور جہنم میں لے جائے گی۔" (مجمع الزوائد، ج ۸،ص ۱۷۹، رقم: ۱۳۱۴۹)

شوروغُل کو ناپسند فرماتے

حضرتِ سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز متانت اور سنجیدگی کی وجہ سے شوروغُل کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے ان کے پاس بلند آواز سے گفتگو کی تو فرمایا: اِخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ فَاِنَّمَا يَكْفِي الرَّجُلَ مِنَ الْكَلَامِ قَدْرَ مَا يُسْمِعُ یعنی اپنی آواز پست رکھو کیونکہ انسان کے لئے اتنی آواز سے بات کرنا کافی ہے کہ اس کی بات اس کا ہم نشین سن لے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۷۷)

شرم وحیا کا پیکر

جن اَعضاء کے نام لینے سے شَرم آتی ہے حضرتِ سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز

عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز اُن کا نام نہیں لیتے تھے، ایک بار بغل میں پھوڑا نکلا، لوگوں نے پوچھا: کہاں پھوڑا نکلا ہے؟ فرمایا: میرے ہاتھ کے بَطن میں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۷۸)

خاموش طبع کی صحبت میں رہو

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: جب تم کسی خاموش طَبع اور لوگوں سے دُور رہنے والے شخص کو دیکھو تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ وہ حکیم (یعنی حکمت والا) ہوگا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۸)

زَبان خزانے کی چابی ہے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اَلْقُلُوْبُ اَوْعِیَۃُ السَّرَائِرِ وَالْاَلْسِنُ مَفَاتِیْحُہَا فَلْیَحْفَظْ کُلُّ امْرِءٍ مِّنْکُمْ مِفْتَاحَ وِعَاءِ سِرِّہٖ یعنی دل رازوں کا خزانہ اور زَبان اس کی چابی ہے لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ خزانے کی چابی کی حفاظت کرے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۷)

بولنے والا فائدے میں رہا

ایک عالِمِ دین حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پاس تشریف لے گئے تو دورانِ گفتگو فرمانے لگے کہ عِلْم ہونے کے باوجود خاموش رہنے والا اور عِلْم ہوتے ہوئے بولنے والا دونوں برابر ہیں۔ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: مگر میرا خیال یہ ہے کہ بولنے والا افضل ہے کیونکہ اس نے

لوگوں کو نفع پہنچایا جبکہ خاموش رہنے والے کا فائدہ صرف اسی کی ذات کو پہنچا۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۲۰)

بھلائی کا سکھانا خاموشی سے بہتر ہے

فرمانِ مصطفیٰ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ہے: تنہائی بُرے ہم نشین سے بہتر ہے، اچھا ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے، بھلائی کا سکھانا خاموشی سے بہتر ہے اور برائی کی تعلیم سے خاموشی بہتر ہے۔'' (مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، رقم ۴۸۶۴، ج ۳، ص ۴۵)

کلام کو اپنے عمل میں شمار کرنے کا فائدہ

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک خط میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھا: مَنْ عَدَّ کَلَامَہٗ مِنْ عَمَلِہٖ قَلَّ کَلَامُہٗ اِلَّا فِیْمَا یَنْفَعُہٗ یعنی جو اپنے کلام کو عمل میں شمار کرتا ہے وہ صرف نفع بخش گفتگو کرتا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۲)

زبان کی حفاظت

حضرتِ سیِّدُنا ابو عُبید رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سے بڑھ کر اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا شخص نہیں دیکھا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۹۳)

دُعا دینے کو بھی سلیقہ چاہیے

ایک شخص حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پاس آیا اور کہا: تَصَدَّقْ عَلَیَّ، تَصَدَّقَ اللّٰہُ عَلَیْکَ بِالْجَنَّۃِ یعنی آپ مجھ پر صدقہ کیجیے،

اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں آپ پر صَدَقہ کرے گا۔آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی اِصلاح کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَتَصَدَّقُ، وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ یعنی بے شک اللہ تعالٰی صَدَقہ نہیں کرتا بلکہ صَدَقہ کرنے والوں کو جزا عطا فرماتا ہے۔(درمنثور ج ۴ ص ۵۷۷)

طویل نہیں پاکیزہ زندگی کی دُعا دو

حضرتِ سیّدُنا طلحہ بن یحیٰی رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا،ایک آدمی آیا اور آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو مُخاطَب کر کے کہنے لگا: اَبْقَاکَ اللّٰہُ یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ مَادَامَ الْبَقَاءُ خَیْرًا لَّکَ یعنی یاامیرالمؤمنین!اللہ تعالٰی آپ کو اُس وقت تک زندہ رکھے جب تک زندہ رہنے میں آپ کے لئے بھلائی ہو۔'' مگر حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: مجھے یوں دُعا دو: ''اَحْیَاکَ اللّٰہ حَیَاۃً طَیِّبَۃً وَتَوَفَّاکَ مَعَ الْاَبْرَارِ یعنی اللہ تعالٰی تمہیں پاکیزہ زندگی عطا کرے اور اچھوں کے ساتھ حشر کرے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۷۷)

یکسوئی سے دُعا مانگو

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے ہاتھ میں موجود کنکریوں سے کھیلتے ہوئے یہ دُعا کر رہا تھا: اَللّٰھُمَّ زَوِّجْنِیْ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یعنی یااللہ عَزَّوَجَلَّ !حورانِ عین سے میرا نکاح کروا

دے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کنکریاں پھینک کر خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف مُتَوَجِّہ ہو کر دُعا کیوں نہیں کرتے؟[1] (سیرت ابن جوزی ص ۷۹)

بولنے میں رکاوٹ

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے کاتب نُعَیم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے: فخر و مباہات میں مُبتلا ہونے کا خوف مجھے زیادہ بولنے سے روک دیتا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۹۵)

تین نقصان دہ عادتیں

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے حضرت سیّدُنا محمد بن کعب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ سے دریافت کیا: کونسی عادتیں انسان کو نقصان پہنچاتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: كَثْرَةُ كَلَامِهٖ، وَاِفْشَاءُ سِرِّهٖ، وَالثِّقَةُ بِكُلِّ وَاحِدٍ یعنی بہت زیادہ بولنا، اپنا راز کسی پر ظاہر کر دینا اور ہر ایک پر اِعْتِماد کر لینا۔

(بدائع السلک فی طبائع الملک، السیاسۃ الثانیۃ، ص ۲۷۹)

جاہل کون؟

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: جب بھی کسی جاہل سے تمہارا واسطہ پڑے گا تم اس میں دو خصلتیں ضرور پاؤ گے: كَثْرَةُ الْاِلْتِفَاتِ

---

[1] : دُعا کے آداب و فضائل جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 318 صفحات پر مشتمل کتاب "فضائلِ دُعا" کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

سُرْعَةُ الْجَوَابِ یعنی بہت زیادہ اِدھر اُدھر دیکھنا اور ہر بات کا جلدی جلدی جواب دے دینا۔ (آداب الشرعیۃ، فصل فی حسن الخلق، ج۲ص۳۱۱)

بیان روک دیا

حضرت سیّدُنا میمون بن مہران رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز بیان فرما رہے تھے کہ ان کی نظر ایک شخص پر پڑی جو بیان سے متأثر ہو کر زار و قطار آنسو بہا رہا تھا، یہ دیکھ کر آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ ایک دم خاموش ہو گئے، میں نے عَرْض کی: **یاامیرَالْمُؤْمِنِین!** آپ بیان جاری رکھئے تاکہ سننے والوں کو فائدہ پہنچے تو فرمایا: میمون! کلام کرنا بھی ایک آزمائش ہے اور کچھ کہنے سے کر کے دِکھانا افضل ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج۵ص۲۸۸، ملخصاً)

کم گوئی کی عادت

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز اکثر فرمایا کرتے: مجھے یہ پسند نہیں کہ بولنے کے بدلے مجھے اِتنا کچھ مل جائے (یعنی مجھے خاموشی پسند ہے)۔
(سیرت ابن عبدالحکم ص ۲۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ نے زَبان کی حفاظت (قفلِ مدینہ) کے حوالے سے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے عطا کردہ مَدَنی پھول ملاحظہ کئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ زَبان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ اس زَبان کے ذریعے نیکیاں بھی کمائی جا سکتی ہیں اور یہی

زَبان ہمیں جہنم کی گہرائیوں میں بھی پہنچا سکتی ہے۔ افسوس! فی زمانہ زَبان کی حفاظت کا تصوُّر تقریباً مفقود ہو چکا ہے، ہمیں اِحساس ہی نہیں ہے کہ گوشت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا جو دو ہونٹوں اور دو جبڑوں اور 32 دانتوں کے پہرے میں ہے، کس طرح ہمارے پورے وُجود کو دُنیوی واُخروی مصائب میں مُبتَلا کروا سکتا ہے، جیسا کہ مدینے کے سُلطان، رحمتِ عالمیان صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے کہ "بندہ زَبان سے بھلائی کا ایک کلمہ نکالتا ہے حالانکہ وہ اس کی قدر و قیمت نہیں جانتا تو اس کے باعث اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت تک اپنی رِضامندی لکھ دیتا ہے، اور بیشک ایک بندہ اپنی زَبان سے ایک بُرا کلمہ نکالتا ہے اور وہ اس کی حقیقت نہیں جانتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی بناء پر اس کے لئے قیامت تک کی اپنی ناراضی لکھ دیتا ہے۔"

(ترمذی، کتاب الزھد، باب فی قلۃ الکلام، ج ۴، ص ۱۴۳، الحدیث ۲۳۲۶)

خاموشی باعثِ نجات ہے

نبیوں کے سَرْوَر، شاہِ بحروبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: "مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔"

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، رقم: ۲۵۰۹، ج ۴، ص ۲۲۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی کم بولنے والا فائدے میں رہتا ہے، ہم میں سے ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کہ ہم بول کر بارہا پچھتائے ہوں گے کیا کبھی خاموش رہ کر بھی پچھتائے؟ اے کاش! ہمیں زَبان کا قفلِ مدینہ نصیب ہو جائے۔

آپ خاموش کیوں ہیں؟

حضرتِ سیِّدُنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مَروِی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا آدم صفیُّ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو زمین پر اُتارا تو آپ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی کثیر اولاد ہوئی۔ ایک دن آپ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے بیٹے، پوتے اور پڑپوتے سب آپ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے اِردگرد جمع ہو کر باتیں کرنے لگے مگر حضرتِ سیِّدُنا آدم صفیُّ اللہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام بالکل خاموش تھے، اولاد نے پوچھا: ''آپ ہم سے بات چیت کیوں نہیں فرماتے، خاموش کیوں ہیں؟'' اِرشاد فرمایا: ''میرے بچّو! جب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنے جِوار سے زمین کی طرف اُتارا ہے، اس نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ ''اے آدم! کم بولنا یہاں تک کہ تم میرے جِوار کی طرف جنّت میں لوٹ آؤ۔''

(تاریخ دِمشق ج ۷ ص ۴۴۷)

کلام کی اقسام

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زَبان کی مکمل حفاظت اسی وَقت ممکن ہے جب ہمیں کلام کی اَقسام اور ان کے اَحکام معلوم ہوں۔ ہر کلام کی بنیادی طور پر چار اقسام ہوتی ہیں: (۱) وہ کلام جس میں نقصان ہی نقصان ہے، جیسے کسی کو گالی دینا، فُحش کلامی کرنا وغیرہ (۲) وہ کلام جس میں نفع ہی نفع ہو مثلاً تلاوتِ قرآن کرنا، دُرُود پاک پڑھنا، نعت پڑھنا، ذِکرُ اللہ عَزَّوَجَلَّ کرنا، کسی کو نیکی کی دعوت دینا وغیرہ، (۳) وہ کلام

جو بعض صورتوں میں نفع بخش ہے اور بعض صورتوں میں نقصان دہ جیسے کسی مُقتَدا (مثلاً پیر یا استاذ) کا اپنی نیکیوں کو اس نیت سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی پیروی میں ان نیکیوں کو اپنانے کی طرف راغِب ہوں گے لیکن اگر اس نے اپنی واہ واہ کروانے کی نیت سے نیکیاں ظاہر کیں تو یہ کلام اُسے نقصان پہنچائے گا۔ (۴) وہ کلام جس میں نہ تو کوئی نفع ہو اور نہ ہی نقصان، اسے فُضول گوئی بھی کہا جاتا ہے مثلاً موسم وغیرہ پر تبصرہ کرنا مثلاً آج بڑی گرمی ہے، یا ایسے سُوالات کرنا جس سے نہ کوئی دنیاوی فائدہ حاصل ہو اور نہ ہی اُخروی مثلاً ٹریفک سگنل نہ جانے کب کھلے گا؟

خاموش رہنے کی عادت کیسے بنائیں؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خاموش رہنے کی عادت بنانے کے لئے ان مَدَنی پھولوں پر عمل کرنا بے حد مُفید ہوگا: (1) لکھ کر گفتگو کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اس میں نفس کے لئے مَشَقَّت ہے اور نفس مَشَقَّت سے بہت گھبراتا ہے۔ چنانچہ ہماری گفتگو محض ضَرورت تک محدود رہے گی۔ حضرتِ سیِّدُنا مالک بن دِینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: "اگر لوگوں کو لکھ کر گفتگو کرنے کا مُکلَّف بنایا جاتا تو یہ بہت کم گفتگو کرتے۔" (موسوعہ ابن ابی الدنیا، ج۷، ص۵۸) اس سلسلے میں ایک مَدَنی پیڈ اور قَلَم ہر وَقت اپنی جیب میں رکھئے اور کم بولنے کی عادت بنانے کے لئے روزانہ کچھ نہ کچھ بات چیت لکھ کر کیجئے۔ (2) اِشارے سے گفتگو کرنا بھی زَبان کو کثرتِ کلام کا عادی ہونے سے بچانے کے لئے بے حد مُفید ہے۔ (3) اگر کبھی زَبان سے فُضول بات نکل جائے تو

اس پر نادِم ہو کر دُرودِ پاک پڑھیے اور نفع سے محرومی کا اِزالہ کرنے کی کوشش کیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دُرودِ پاک کی بَرَکت سے فُضول گوئی سے نجات مل ہی جائے گی۔

اللّٰہ ہمیں کر دے عطا قُفلِ مدینہ ہر ایک مسلمان لے لگا قُفلِ مدینہ

یارب نہ ضَرورت کے سوا کچھ کبھی بولوں اللّٰہ زباں کا ہو عطا قُفلِ مدینہ

(وسائلِ بخشش، ص ۱۱۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حاسِد ظالم بھی مظلوم بھی

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: میں نے حاسِد کے علاوہ کوئی ایسا نہیں دیکھا جو ظالم بھی ہو اور مظلوم بھی کیونکہ وہ طویل غم اور اپنے آپ کو تھکا دینے والے کام (یعنی حَسَد) میں مصروف ہو جاتا ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ، باب الحسد، ج۱ ص ۷۲)

حَسَد کسے کہتے ہیں؟

''حَسَد'' کا معنٰی ہے کسی سے نعمت کے چِھن جانے کی تمنّا کرنا۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۴ ص ۴۲۸)

حَسَد نیکیوں کو کھا جاتا ہے

سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''حَسَد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی

ہے اور صَدَقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، نماز مؤمن کا نور ہے اور روزے ڈھال ہیں۔'' (ابن ماجہ ج ۴ ص ۴۷۳، الحدیث ۴۲۱۰)

حَسَد کے چار دَرَجے

مُفَسّرِ شَہیر، حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃُ الحنّان لکھتے ہیں: حَسَد کے چار دَرَجے ہیں: پہلا یہ ہے کہ حاسِد دوسروں کی نعمت کا زَوال چاہے کہ خواہ مجھے نہ ملے مگر اس کے پاس سے جاتی رہے، اس قسم کا حَسَد مسلمانوں پر گناہِ کبیرہ ہے اور کافر، فاسِق کے حق میں جائز مثلاً کوئی مالدار اپنے مال سے کُفر یا ظُلم کر رہا ہے اُس کے مال کی اِس لئے بربادی چاہنا کہ دُنیا کُفر و ظُلم سے بچے، ''جائز'' ہے۔ دوسرا دَرَجہ یہ ہے کہ حاسد دوسرے کی نعمت خود لینا چاہے کہ فُلاں کا باغ یا اُس کی جائداد میرے پاس آجائے یا اُس کی رِیاست کا میں مالِک بنوں، یہ حَسَد بھی مسلمانوں کے حق میں حرام ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ حاسد اس نعمت کے حاصِل کرنے سے خود تو عاجز ہے اس لئے آرزو کرتا ہے کہ دوسروں کے پاس بھی نہ رہے تاکہ وہ مجھ سے بڑھ نہ جائے یہ بھی منع ہے۔ چوتھا دَرَجہ یہ ہے کہ وہ تمنّا کرے کہ یہ نعمت اوروں کے پاس بھی رہے مجھے بھی مل جائے یعنی اوروں کا زوال نہ چاہتا اپنی تَرَقّی کا خواہش مند ہے اسے غِبطہ یا تَنافُس کہتے ہیں یہ دُنیوی باتوں میں مَنع اور دینی باتوں میں اچھا اور کبھی واجِب بھی ہے، ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ (پ30، المطففین 26) (ترجمۂ کنزالایمان: اور اِسی

پر چاہئے للچائیں للچانے والے) حدیث شریف میں ہے کہ دو شخصوں پر حَسَد یعنی غِبْطہ جائز ہے، ایک وہ عالم دین جو اپنے عِلْم سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہو، دوسرا وہ سخی مالدار جس کے مال سے فیض جاری ہو۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۳، الحدیث ۷۳ ملتقطاً)

حَسَد کا علاج

خیال رہے کہ حَسَد ایک عالمگیر مَرَض ہے جس سے بَہُت کم لوگ خالی ہیں، اِس لئے اِس کا علاج بَہُت ضَروری ہے، اس کے صِرْف دو ہی علاج ہیں: **ایک علمی علاج دوسرا عملی علاج** (۱) **علمی علاج:** یہ ہے کہ حاسِد یہ عقیدہ رکھے کہ ہر ایک چیز تقدیر سے ہوتی ہے اور میں حَسَد کر کے اپنی بد نصیبی اور دوسروں کی نیک بختی کو بدل نہیں سکتا اور یہ بھی جانے کہ حَسَد ایمان کی آنکھ کا تنکا اور خاک ہے جیسے کہ دماغ کی آنکھ ان چیزوں سے گدلی ہو جاتی ہے ایسے ہی حاسد کا ایمان بلکہ اس کے دین ودنیا حَسَد سے مُکَدَّر (اور خراب) ہو جاتے ہیں کہ دنیا میں رنج اور آخرت میں عذاب کے سوا کچھ نہیں ملتا (۲) **عملی علاج:** یہ ہے کہ حاسِد (یعنی حَسَد کرنے والا)، مَحْسُود (یعنی جس سے حَسَد ہو اُس) کے ساتھ طبیعت کے خِلاف برتاؤ کرے مثلاً اگر دل چاہتا ہے کہ مَحْسُود کی **غیبت** کروں تو فوراً اس کی تعریف کرنے لگ جائے، اگر نفس کہتا ہے کہ مَحْسُود کے سامنے اکڑ کر بیٹھوں تو فوراً اُس کے سامنے عاجزی و نَرمی کرے، اگر دل یہ کہتا ہے کہ اس سے نفرت کروں تو تکلُّفاً اس سے مَحَبَّت کرے، اِنْ شَآءَ اللّٰه

عَزَّوَجَلَّ ان علاجوں سے بہت فائدہ ہوگا اور یہ بھی خیال رہے کہ بے اختیاری نفرت یا محبت کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں پکڑ نہیں۔ (تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۶۴۹، ملخصًا)

حسد کے علاج کے لئے کُتُبِ تصوُّف خُصُوصاً حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہِ الوالی کی کتابیں جیسے اِحیاءُ العلوم وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔

حسد، وعدہ خِلافی، جھوٹ، چغلی، غیبت و گالی
مجھے ان سب گناہوں سے ہو نفرت یا رسول اللہ
صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

صبر مؤمن کا مددگار ہے

جب سلیمان بن عبدالملک کا بیٹا فوت ہوا تو اس نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز سے دریافت کیا: کیا مؤمن اتنا صبر کرے کہ اسے مصیبت محسوس ہی نہ ہو؟ فرمایا: پسند اور ناپسند آپ کے لئے یکساں نہیں ہو سکتے مگر اتنا ضرور ہے کہ صبر مؤمن کا مددگار ہے۔ (در منثور، ج ۱، ص ۴۱۵)

ناپسند کام پر ردِ عمل

امام اوزاعی رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو جب کبھی ناپسندیدہ معاملہ پیش آتا تو صبر کرتے اور فرماتے: یہ مقدر میں تھا اور عنقریب ہمیں بھلائی بھی ملے گی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۵)

صَبر نعمت سے افضل ہے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے فرمایا: جس شخص کو کوئی نعمت ملی پھر اس سے واپس لے لی گئی اور اُسے صَبر کی توفیق دی گئی تو یہ صَبر اس نعمت سے افضل ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (پ ۲۳، زمر: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۲۳)

سب سے بہتر بھلائی

آقائے مظلوم، سَرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: "مَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ مِّنْ عَطَاءٍ خَیْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ یعنی جو صَبر کرنا چاہے گا اللہ عزوجل اسے صبر کی توفیق عطا فرما دے گا اور صَبر سے بہتر اور وُسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔"

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل التعفف والصبر، الحدیث ۱۰۵۳، ص ۵۲۴)

صَبر کی تین قسمیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! "صَبر" کی تین قسمیں ہیں: (۱) مصیبت میں صَبر (۲) عِبادت اور اِطاعت کی مشقتوں پر صَبر (۳) نَفس کو گناہ کی طرف جانے سے

روکنے پر صبر، مثلاً مصیبت میں بے قراری اور بے چینی کے اظہار کو جی چاہا مگر دل کو قابو میں رکھا اور کوئی شکوہ وشکایت زبان پر نہ لائے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہے تو یہ پہلی قسم کا صبر ہے، سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وُضو کرنے کی ہمت نہیں پڑتی یا نمازِ فجر میں اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا مگر دل پر جبر کر کے اِن کاموں کو کر گزرے یہ دوسری قسم کا صبر ہے، اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی حرام کے پیسوں سے عیش کر رہا ہے ہمارا بھی دل عیش کو چاہتا ہے مگر دل کو حرام کی طرف جانے سے روک لیا، یہ تیسری قسم کا صبر ہے۔ (احیاء العلوم، ج ۴ ص ۸۲)

دل کے لئے مُفید شے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: دل کے لئے وہی بات مُفید ہے جو دل سے نکلے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۲۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

سانپ اور بچھو سے بچنے کا وظیفہ

افریقہ کے گورنر نے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی خدمت میں بچھو وغیرہ کی شکایت لکھ کر بھیجی تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے جوابی مکتوب میں لکھا تم روزانہ صبح وشام اس آیت مبارکہ کو اپنا وظیفہ[1] بنالو:

مدینہ
[1]: سینکڑوں اوراد و وظائف اور دُعاؤں کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب "مَدَنی پنج سورہ" کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ (پ ۱۳، ابراہیم: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں اس نے تو ہماری راہیں ہمیں دکھادیں اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۱۵)

اِحسان قبول نہ کرو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: لَاتَقْبَلِ الْمَعْرُوْفَ مِمَّنْ لَّایَصْطَنِعُہٗ اِلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ یعنی ایسے شخص کا اِحسان قبول نہ کرو جو اپنے گھر والوں سے حُسنِ سُلوک نہ کرتا ہو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۶)

کامیاب کون؟

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے آپ کو مسائل میں اُلجھنے، غصّہ کرنے اور حرص سے دُور رکھا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۲۳)

حرص کسے کہتے ہیں؟

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان لکھتے ہیں: کسی چیز سے سَیر نہ ہونا (یعنی جی نہ بھرنا)، ہمیشہ زیادتی کی خواہش رکھنا حرص ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج ۷، ص ۸۶)

انسان کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے

دوسروں کی دولتوں اور نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر خود بھی اُس کو حاصل کرنے کے چکر میں پریشان حال رہنا اور اس مقصد کے حُصول کے لئے غَلَط وصحیح ہر قسم کی تدبیروں میں دن رات لگے رہنے کے پیچھے حرص ولالچ کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور یہ درحقیقت انسان کی ایک پیدائشی خصلت ہے۔ چنانچہ سرکارِ مدینۂ منورہ سردارِ مکّۂ مکرّمہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عالی شان ہے: لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ یعنی اگر انسان کے لئے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کی تمنّا کرے گا اور انسان کے پیٹ کو تو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالٰی اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۵۲۲، حدیث ۱۰۵۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

قناعت فقہِ اکبر ہے

حُریث بن عثمان اپنے بیٹے کے ساتھ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا: اپنے بیٹے کو فِقہِ اکبر سکھاؤ۔ عرض کی: فقہِ اکبر کیا ہے؟ فرمایا: اَلْقَنَاعَۃُ وَکَفُّ الْاَذٰی یعنی قناعت کرنا اور تکلیف پہنچانے سے باز رہنا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قناعت یہ ہے کہ جو تھوڑا سا مل جائے اُسی کو کافی

سمجھے، اُسی پر صبر کرے۔ جو قناعت کرے گا اِن شاءَ اللّٰہُ الغفّار عزّوجلّ خوشگوار زندگی گزارے گا۔ دل میں دنیا کی حرص جتنی زیادہ ہوگی اُتنی ہی زندگی میں بدمزگی بڑھے گی، مقولہ ہے: اَلْحِرصُ مِفتاحُ الذُّلِّ یعنی حرص، ذلّت کی کنجی ہے اور اَلْقَنَاعَۃُ مِفتاحُ الرَّاحَۃِ یعنی قناعت، راحت کی کنجی ہے۔

کامیابی کا راز

نبیِ محترم، رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَقَنَّعَہُ اللّٰہُ بِمَا آتَاہُ یعنی وہ کامیاب ہوگیا جو مسلمان ہوا اور بقدرِ کفایت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے دیئے ہوئے پر قناعت دی۔

(مسلم، الحدیث ۱۰۵۴، ص ۵۲۴)

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جسے ایمان وتقویٰ بقدرِ ضرورت مال اور تھوڑے مال پر صبر، یہ چار نعمتیں مل گئیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی کرم وفضل ہوگیا۔ وہ کامیاب رہا اور دنیا سے کامیاب گیا۔ (مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۹)

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہِ الوالی کی نصیحت

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہِ الوالی نَقل کرتے ہیں: عیش چند گھڑیوں کا ہے جو گزر جائے گا اور چند دنوں میں حالت بدل جائے گی۔ اپنی زندگی میں قناعت اختیار کر، راضی رہے گا اور اپنی خواہش ترک کردے،

آزادی کے ساتھ زندگی گزارے گا۔ کئی مرتبہ موت سونے، یاقوت اور موتیوں کے سبب (ڈاکوؤں کے ذریعے) آتی ہے۔ (اِحیاءُ العُلوم ج ۳ ص ۲۹۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیرالمؤمنین کے گھر میں خاص ساز وسامان نہ تھا

ایک بار عراق سے ایک غریب عورت حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزیز کے گھر آئی، جب دیکھا کہ ان کے اپنے گھر میں کسی قسم کا ساز وسامان نہیں ہے تو بولی: میں اِس ویران گھر سے اپنا گھر آباد کرنے آئی ہوں؟ زوجہ محترمہ نے کہا: تمہیں جیسے لوگوں کے گھروں کی آبادی نے ہی اِس گھر کو ویران کر رکھا ہے۔ (سیرت ابن عبدالملک ص ۱۴۵)

دابِق کی راتیں

ایک دن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزیز نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرتِ فاطمہ بنت عبدالملک رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: فاطمہ! آج کی بہ نسبت دابِق کی راتوں میں ہم زیادہ عیش وراحت میں تھے۔ عرض کی: آج آپ کو جتنے اِختیارات حاصل ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں تھے (یعنی عیش وراحت کا سامان کیا مشکل ہے؟) یہ سن کر امیرُ المُؤمنین کی چیخ نکل گئی اور غم ناک لہجہ میں یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے: یَافَاطِمَۃُ! اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ یعنی فاطمہ! اگر میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے

ڈرتا ہوں ۔ وہ اس پُر دَرْد جملے کو سن کر رو پڑیں اور دُعا کرنے لگیں: اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنَ النَّارِ یعنی یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! ان کو دوزخ سے نجات دے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۲۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حِکایت کو سُن کر فَقَط نعرۂ دادو تحسین بُلند کر کے دل کو خوش کر لینے کے بجائے ہمیں بھی تقویٰ اور قَناعت کا دَرْس حاصل کرنا چاہئے۔ بالخصوص اَربابِ اِقتدار و حکومَتی افسران اور مختلف اسلامی شُعبہ جات سے وابستہ ذِمّہ داران کیلئے اِس حِکایت میں قَناعت و خُودداری اپنانے، حِرص وطَمع سے خود کو بچانے اور اپنی آخرت کو بہتر بنانے کیلئے خوب خوب سامانِ عبرت ہے۔ کاش! ہم قلیل آمدنی پر قَناعت کرتے ہوئے نیکیوں میں کثرت کے تمنائی بن جائیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

زاہد تو عمر بن عبد العزیز ہیں

کسی نے حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن مُبارَک رحمۃُ اللہ تعالی علیہ کو '' اے زاہد!'' کہہ کر پکارا تو انہوں نے فرمایا: '' زاہد'' تو عمر بن عبد العزیز (رحمۃُ اللہ تعالی علیہ) ہیں کیونکہ دنیا کا مال ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ قدرت رکھنے کے باوجود زُہد کو اختیار کئے ہوئے ہیں، میں '' زاہد'' کہلانے کے لائق نہیں ۔ (احیاء العلوم، ج ۴ ص ۲۶۸)

اسی طرح کا قول حضرتِ سیِّدُنا مالک بن دِینار علَیہِ رَحمۃُ اللہ الغفار سے بھی منقول ہے کہ فرمایا: اَلنَّاسُ یَقُوْلُوْنَ مَالِكٌ زَاهِدٌ اِنَّمَا الزَّاهِدُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الَّذِیْ اَتَتْہُ

الدُّنیا فَتَرَکَھَا یعنی لوگ کہتے ہیں کہ مالک بن دینار ''زاہد'' ہے، ''زاہد'' تو عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہیں جس کے پاس دنیا آئی بھی تو انہوں نے ترک کر دی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۹۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

زُہد کسے کہتے ہیں؟

حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''دنیا سے بے رغبتی مال کو ضائع کر دینے اور حلال کو حرام کر دینے کا نام نہیں، بلکہ دنیا سے کنارہ کشی تو یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے وہ اس سے زیادہ قابل اِعتماد نہ ہو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے۔''

(جامع الترمذی، کتاب الزھد، الحدیث: ۲۳۴۷، ج ۴، ص ۱۵۲)

دُنیا سے بے رغبتی کا انعام

حضرت سیدنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: ''یاذاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام! تو نے نیک بندوں کے لئے کیا تیار کیا ہے اور تو انہیں کیا بدلہ عطا فرمائے گا؟'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ''دنیا سے بے رغبتی رکھنے والوں کے لئے تو میں اپنی جنّت کو مُباح کر دوں گا وہ اس میں جہاں چاہیں ٹھکانا بنالیں اور اپنی حرام کردہ

چیزوں سے پرہیز کرنے والوں کو یہ انعام دوں گا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو میں پرہیز گاروں کے علاوہ ہر بندے سے سخت حساب لوں گا کیونکہ میں پرہیز گاروں سے حیا کروں گا اور انہیں عزت واِکرام سے نوازوں گا پھر انہیں بغیر حساب جنت میں داخل فرماؤں گا اور میرے خوف سے رونے والوں کیلئے رفیقِ اعلیٰ ہوگا جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہوگا۔" (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۵۲۹، الحدیث ۱۸۱۲۵)

کوئی ذاتی عمارت تعمیر نہیں کی

منصب ووَجاہت کے حامل لوگ عُموماً محلات وعالیشان مکانات تعمیر کیا کرتے ہیں مگر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے عمر بھر ذاتی حیثیت سے کوئی عمارت تعمیر نہیں کی بلکہ فرماتے تھے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی سنت یہی ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے اینٹ کو اینٹ پر اور شہتیر کو شہتیر پر نہیں رکھا اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۰)

ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہ رکھوں گا

یہاں تک کہ گھر میں ایک اونچا کمرہ تھا جس کے زینے کی ایک اینٹ ہلتی تھی اور اترتے چڑھتے وَقت گرنے کا خوف رہتا تھا۔ایک دن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے غلام نے اس کو مٹی سے جوڑ دیا،اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اوپر چڑھے تو اس اینٹ کی حرکت محسوس نہیں ہوئی،غلام سے پوچھا تو اس نے واقعہ بیان کیا،فرمایا: مٹی کو اکھیڑ ڈالو،میں نے خدا عَزَّوَجَلَّ سے عہد کیا تھا کہ جب تک

میں خلیفہ رہوں گا ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہ رکھوں گا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۶)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

غیر ضَروری تعمیرات کی حوصلہ شِکنی

حضرتِ سیِّدُنا خباب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رِوایت ہے، مالِکِ کون و مکان، رسولِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مَا اَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِنْ نَفَقَۃٍ اِلَّا اُجِرَ فِیْھَا اِلَّا نَفَقَتَہٗ فِیْ ھٰذَا التُّرَابِ یعنی مسلمان کو ہر خَرچ کے عِوض اَجر دیا جاتا ہے سوائے اِس مٹّی کے۔'' (مشکوۃ المصابیح، ج ۲، ص ۲۴۶، حدیث ۵۱۸۲)

مُفسّرِ شہیر، حکیم الامّت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج، مُفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ المنان اِس حدیث کی شَرح میں فرماتے ہیں: ''(اچھی نیت کے ساتھ شریعت کے مطابق) کھانے پینے، لباس وغیرہ پر خَرچ کرنے میں ثواب مِلتا ہے کہ یہ چیزیں عبادات کا ذَریعہ ہیں مگر بِلا ضَرورت مکانات بنانے میں کوئی ثواب نہیں، لہٰذا عمارات سازی کا شوق نہ کرو کہ اِس میں وَقت اور مال دونوں کی بَربادی ہے۔ **خیال رہے!** یہاں دُنیوی عمارتیں وہ بھی بِلا ضَرورت بنانا مُراد ہیں۔ مسجد، مدرَسہ (مَد۔رَ۔سہ)، خانقاہ، مُسافر خانے (اچھی نیت کے ساتھ) بنانا تو عبادت ہے کہ یہ توصَدَقاتِ جارِیہ ہیں۔ یوں ہی (اچھی نیت کے ساتھ) بِقَدرِ ضَرورت مکان بنانا بھی ثواب ہے کہ اِس میں سُکون سے رہ

کر اللہ تعالیٰ کی عِبادت کرے گا۔ بعض لوگ دیکھے گئے ہیں کہ وہ ہمیشہ مکان کے توڑ پھوڑ، ہر سال نئے نُمونے کے مکانات بنانے ہی میں مشغول رہتے ہیں یہاں یہی مُراد ہیں۔" (مراۃ شرحِ مشکوۃ، ج۷، ص۱۹)

اُونچے اُونچے مکان تھے جن کے   تنگ قبروں میں آج آن پڑے
آج وہ ہیں نہ ہیں مکاں باقی   نام کو بھی نہیں ہیں نشاں باقی

(ماخوذ از جنتی محل کا سودا، ص ۴۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب!   صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

ہر سفر کے لئے توشہ لازمی ہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک خطبے میں فرمایا: ہر سفر کے لئے زادِ راہ ضروری ہوتا ہے لہٰذا تم دنیا سے سفرِ آخرت کے لئے سامان تیار کرو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ جنت اور جہنم کے درمیان کوئی منزل نہیں اور تمہیں ان دونوں میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۱۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دنیاوی سفر کے لئے مختلف پہلو سامنے رکھ کر سفر کی تیاری کی جاتی ہے کہ کہاں جانا ہے؟ کب جانا ہے؟ کس چیز پر جانا ہے؟ کتنی دُور جانا ہے؟ کتنے دن کے لئے جانا ہے؟ اے کاش اسی طرح ہم اپنے سفرِ آخرت کے لئے بھی خوب سوچ بچار کیا کریں اور نیکیاں اکٹھی کرنے کے لئے کوشاں رہیں کہ اس سفر

میں دنیاوی ساز وسامان نہیں بلکہ نیکیاں کام آئیں گی۔

کچھ نیکیاں کما لے جلد آخرت بنا لے
کوئی نہیں بھروسہ اے بھائی زندگی کا (وسائلِ بخشش،ص ۱۰۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیرُ المؤمنین کا عفوو درگزر

بدلے کی بھرپور طاقت رکھتے ہوئے بھی کسی کے نازیبا رویّے، نامناسب سُلوک یا زیادتی کو برداشت کر جانا بڑے دل والوں کا ہی حصہ ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے، چُنانچِہ کنزُالعُمّال میں ہے کہ سرکارِ مدینۂ منوّرہ، سلطانِ مکّۂ مکرّمہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ معظم ہے: جو غُصّہ پی جائے گا حالانکہ وہ نافِذ کرنے پر قدرت رکھتا تھا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کے دل کو اپنی رِضا سے معمور فرمادیگا۔ (کنزالعُمّال ج۳ص ۱۶۳ حدیث ۷۱۶۰)

دو بہترین عادتیں

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: عِلْم کے ساتھ عادتِ حِلْم اور قدرت کے ساتھ عَفْو (یعنی معاف کردینے) کی عادت مل جانے سے بہتر کوئی شے نہیں ہے۔ (آداب الشرعیۃ، فصل فی حسن الخلق، ج ۲ ص ۳۱۶)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز میں یہ دونوں عادتیں بخوبی موجود تھیں، آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے عَفْوو درگُزر

اور صَبر و تحمل کی 13 حکایات ملاحظہ ہوں، چنانچہ:

(۱) سر جھکا لیا

حُجَّةُ الْاِسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نقل فرماتے ہیں: کسی شخص نے حضرتِ امیرُالْمُؤمِنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْقَدِیر سے سخت کلامی کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سر جھکا لیا اور فرمایا: ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے غُصّہ آ جائے اور شیطان مجھے تکبّر اور حکومت کے غُرور میں مبتلا کرے اور میں تم کو ظُلم کا نشانہ بناؤں اور بروزِ قیامت تم مجھ سے اِس کا بدلہ لو مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہوگا۔'' یہ فرما کر خاموش ہو گئے۔ (کیمیائے سعادت ج ۲ ص ۵۹۷)

(۲) سزا دینے میں اِحتیاط

حضرتِ سیدنا اوزاعی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کو سزا کا حُکم سناتے تو اِس اندیشے کے تحت اُسے تین دن تک قید میں رکھتے کہ کہیں میں نے سزا کا حُکم غیظ وغضب کی حالت میں تو نہیں دیا۔ (تاریخِ دِمشق، ج ۴۵، ص ۲۰۶)

(۳) میں تم سے قِصاص لیتا

ایک بار حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے عامِل عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے ان کو لکھا کہ میرے سامنے ایک شخص اس جُرم میں پیش کیا

گیا ہے کہ وہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو گالیاں دیتا ہے، میں نے اس کی گردن اُڑا دینی چاہی تھی لیکن پھر اس خیال سے قید کر دیا کہ پہلے اس بارے میں آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی رائے لے لوں۔ حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے جواب میں لکھا کہ اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو میں تم سے قِصاص لیتا، نَبیِّ مُعَظَّم، رَسُولِ مُحتَرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے سوا کسی اور کو گالی دینے پر کوئی شخص قتل نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اگر تمہارا جی چاہے تو اس کو گالی دے کر بدلہ لو ورنہ رہا کر دو۔

(تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۲۰۷ ملتقطا)

(۴) تقویٰ نے منہ میں لگام ڈال دی ہے

کسی نے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو ایک موقع پر نامناسب کلمات کہے، لوگ بولے: آپ چُپ کیوں ہیں؟ فرمایا: اِنَّ التَّقِیَّ مُلْجَمٌ یعنی تقویٰ نے منہ میں لگام ڈال دی ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۸)

(۵) گالی دینے والے کو کچھ نہ کہا

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو کسی نے ایک شخص کے بارے میں نشاندہی کی کہ یہ آپ کو گالی دیتا ہے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، بتانے والے نے پھر کہا، مگر آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے نظر انداز کیا، جب اس نے تیسری بار کہا تو فرمایا: ''عمر'' اس (یعنی گالی دینے والے) کو اس طرح ڈھیل دے رہا ہے کہ اس کو خبر تک نہیں ہوتی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۸)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر کوئی ہماری دل آزاری کر دے یا گالی بھی دے دے تو بھی بحث و تکرار سے اِجتناب کر کے دَرْ گُزر سے کام لیتے ہوئے جھگڑے سے بچنے میں ہی بھلائی ہے۔ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کا فرمان جنت نشان ہے، ''جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہیں کرتا میں اس کیلئے جنت کے گرد ایک گھر کا ضامن ہوں۔'' (سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۳۳۲، الحدیث ۴۸۰۰)

(٦) بُرا بھلا کہنے والے سے حسنِ سُلوک

ایک بار حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ العزیز سواری پر کہیں جارہے تھے کہ ایک پیدل چلنے والا شخص سواری کی جھپٹ میں آ گیا اور اس نے غصّے سے کہا: دیکھ کر نہیں چل سکتے! جب سواریاں آگے نکل گئیں تو اس شخص نے کہا: کوئی ہے جو مجھے اپنے پیچھے بٹھائے؟ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ العزیز نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر چشمے تک لے چلو۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۰۸)

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ اللّٰہ عزّوجلّ کے نیک بندوں کے اَخلاق نہایت ہی عُمدہ ہوتے ہیں اور وہ تکلیف پہنچنے پر بھی غصہ میں نہیں آتے اور صَبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور نہ صرف خطا کار کی خطا معاف کر دیتے ہیں بلکہ بسا اَوقات تو حُسنِ سُلوک سے نواز دیتے ہیں۔

(۷) میں پاگل نہیں ہوں

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز رات کے وَقت مسجد میں گئے، وہاں ایک شخص سو رہا تھا، اندھیرے میں اس کو آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے پاؤں کی ٹھوکر لگ گئی، تو اس نے جھلّا کر کہا: أَمَجْنُوْنٌ أَنْتَ یعنی کیا تم پاگل ہو؟ فرمایا: نہیں۔ خادِم نے اس گستاخی پر اُس کو سزا دینی چاہی لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے روک دیا اور فرمایا: اس نے مجھ سے صِرْف یہ پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو؟ میں نے جواب دے دیا: ''نہیں۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۹)

سُبْحٰنَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! ہمارے بُزُرگانِ دین کا اخلاق کس قَدَر پاکیزہ تھا، مُقابل کوئی کمزور ہوتا تو اُن کے لہجے میں نَرمی آجاتی تھی مگر ہمارا غصّہ بڑا ''عقل مند'' ہے کہ ''کمزور'' کو سامنے دیکھ کر خوب پھلتا پھُولتا اور سر چڑھ کر بولتا ہے۔

(۸) گالوں سے خون نکل آیا

ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز قَیلُولہ (یعنی دوپہر کا مختصر آرام) کرنے کے لیے اٹھنے لگے تو ایک آدمی ہاتھ میں کاغذات کی ایک بڑی فائل لئے ہوئے آگے بڑھا اور جلد بازی میں وہ فائل ان کی طرف پھینک دی، آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے مُڑ کر دیکھا تو فائل منہ پر جا لگی جس کی وجہ سے گالوں سے خون نکلنے لگا لیکن سیخ پا ہونے کے بجائے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے نہایت خاموشی کے ساتھ اُس کی درخواست پڑھی اور اس کی حاجت کو پورا کیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۸)

(۹) سزا کے بجائے وظیفہ مقرر کر دیا

ایک بچے نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے بیٹے کو مارا، لوگ اس بچے کو پکڑ کر ان کی زوجہ فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس لے گئے۔ حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ دوسرے کمرے میں تھے، شور سنا تو کمرے سے نکل آئے۔ اسی دوران ایک عورت آئی اور کہنے لگی: یہ میرا بچہ ہے اور یتیم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: اس یتیم کو وظیفہ ملتا ہے؟ عَرض کی: نہیں۔ خادِم سے فرمایا: اس کا نام وظیفہ خوار بچوں میں لکھ لو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۷)

سچ ہے کہ ہر بلند مرتبہ شخص منکسر المزاج اور دوسروں کی دِلجُوئی کرنے والا ہوتا ہے۔ اُس کی مثال تو اُس درخت کی سی ہوتی ہے، جس پر جتنے زیادہ پھل آتے ہیں اُس کی شاخیں اُسی قدر جھک جاتی ہیں، جو خوش نصیب کمزوروں کے ساتھ نَرمی اور مُروّت کا برتاؤ کرتے ہیں، وہ قیامت کے دِن شاداں وفرحاں ہونگے، لیکن مغروروں کو شرمندگی کے سِوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

(۱۰) غصے کی حالت میں سزا نہ دو

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ غصے کی حالت میں کسی مُجرِم کو سزا مت دو بلکہ اسے قید کردو جب تمہارا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اسے اُس کے جُرم کے مطابق سزا دو۔ (احیاء العلوم، ج ۳ ص ۲۰۵)

(۱۱) بلاوجہ داغنا نہیں چاہئے

چند خارجی حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی خدمت میں آئے اور مُناظرہ شروع کر دیا۔ کسی نے مشورہ دیا: **یاامیرالمؤمنین!** اِن کو ذرا جلال دِکھا کر مرعوب کیجئے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت نرمی سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک خاص شرط پر راضی ہو کر چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشورہ دینے والے سے فرمایا: جب تک دَوا سے شفا کی اُمید ہو کسی کو داغنا نہیں چاہئے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۷۷)

(۱۲) بُرا بھلا نہ کہو

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز اگرچہ حجاج بن یوسف کو اس کی ظالمانہ رَوِش کی وجہ سے پسند نہیں کرتے تھے اور یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے روز اُمتوں کا خباثت میں مقابلہ ہو اور ہر اُمت اپنے خبیث لائے تو اگر ہم حجاج کو لائیں تو اُن پر غالب رہیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۵۹) یہی وجہ تھی کہ حجاج کے خاندان کو جلا وطن کر دیا تھا مگر اس کے باوجود جب کسی نے آپ کے سامنے حجاج بن یوسف کو گالی دی تو فوراً روکا اور فرمایا: جب مظلوم ظالم کو خوب بُرا بھلا کہہ کر اپنا بدلہ لے لیتا ہے تو ظالم کو اس پر ایک طرح سے برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۹)

(۱۳) سزا معاف کر دی

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز ایک شخص پر کسی وجہ سے

سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ اسے کوڑے مارنے کا حکم دے دیا لیکن جب کوڑے لگانے کا وقت آیا تو خُدّام سے فرمایا: خَلُّوْا سَبِیْلَہٗ یعنی اس کو رِہا کردو، اور اس شخص سے فرمایا: اگر میں غصے میں نہ ہوتا تو تمہیں ضرور سزا دیتا، پھر یہ آیت پڑھی،

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۳۴)

(سیرت ابن جوزی ص ۲۰۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ نے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے عفو و درگزر کے انوار دیکھے یقیناً **غُصّہ** اپنے ساتھ تباہ کاریوں کی طویل داستان لے کر آتا ہے کیونکہ **غُصّہ** ہی اکثر دنگا فساد، دو بھائیوں میں اِفتراق، میاں بیوی میں طلاق، آپس میں مُنافرت اور قتل و غارت کا موجِب ہوتا ہے۔ جب کسی پر **غُصّہ** آئے اور مار دھاڑ اور توڑ تاڑ کر ڈالنے کو جی چاہے تو اپنے آپ کو اس طرح سمجھایئے: مجھے دوسروں پر اگر کچھ قدرت حاصل بھی ہے تو اس سے بے حد زیادہ اللہ عزَّوَجَلَّ مجھ پر قادِر ہے اگر میں نے **غُصّے** میں کسی کی دل آزاری یا حق تلفی کر ڈالی تو قیامت کے روز اللہ عزَّوَجَلَّ کے غضب سے میں کس طرح محفوظ رہ سکوں گا؟[1]

---

[1]: غصّے کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے ''غصے کا علاج'' کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

امیر المؤمنین کی رحم دلی

ایک بار ایک دیہاتی آیا اور اپنی حاجت کو ایسے پُردرد الفاظ میں پیش کیا کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے گردن جھکالی اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہوگئے حتّٰی کہ سامنے کی زمین گیلی ہوگئی۔ جب کچھ اِفاقہ ہوا تو پوچھا: تم کُل کتنے افراد ہو؟ اس نے کہا: ایک میں اور آٹھ بیٹیاں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بیت المال سے سب کے وظائف مقرر کردیئے اور سو دِرْہم ذاتی طور پر اپنی جیب سے دیئے۔ (سیرت ابن جوزی ۹۱ ملخصا) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔** اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

جانور کو تین دن آرام کرنے دو

یہ رحم صِرف انسانوں تک محدود نہ تھا بلکہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو جانوروں تک کی تکلیف گوارا نہ تھی، ان کے پاس ایک خچر تھا جس کو ان کا غلام کرائے پر چلاتا تھا۔ کرایہ کی آمدنی روزانہ ایک دِرْہم تھی۔ ایک دن غلام ڈیڑھ دِرْہم لایا تو دریافت کیا: یہ اِضافہ کیونکر ہوا؟ اس نے کہا: آج بازار تیز تھا۔ فرمایا: نہیں! تم نے جانور سے زیادہ کام لیا، اب اس کو تین دن آرام کرلینے دو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۹۷)

جانوروں کے بارے میں ہدایات

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے بازاروں کے نگران کے نام باقاعدہ یہ حُکم نامہ تحریر فرمایا: ''جانوروں کو بھاری لگام نہ دی جائے اور نہ انہیں ایسی چھڑی سے ہانکا جائے جس پر لوہے کا خول چڑھا ہو۔'' اور گورنرِ مصر کو لکھا: ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ مِصر میں بوجھ اٹھانے والے اونٹوں پر ہزار رِطل (تقریباً500 سیر) تک بوجھ لادا جاتا ہے، جب میرا یہ خط ملے تو اس کے بعد کسی اونٹ پر چھ سو رِطل (تقریباً300 سیر) سے زیادہ بوجھ لادنے کی اطلاع نہ آئے۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۳۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

صلح کروائی

بڑی عمر کا ایک شخص اپنے بھتیجے کے ساتھ حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دونوں کا کسی بات میں تنازُع تھا، بڑے میاں پہلے پہلے تو صلح صفائی کی طرف مائل تھے، پھر اچانک انہیں غصّہ آیا اور ان کے نفس نے انہیں قَطعِ رَحمی کی پٹّی پڑھائی۔ حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے بوڑھے پر اِنفرادی کوشش کرتے ہوئے فرمایا: ''بڑے میاں! میں نے نہ تم سے زیادہ شیریں کسی کو دیکھا نہ تم سے زیادہ تَلخ، نہ تم سے زیادہ قریب کسی کو دیکھا نہ تم سے زیادہ بَعید، ابھی ابھی تم صُلح صفائی کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارے نفس نے تمہیں قطع رحمی اور ظُلم کی راہ پر لگا دیا۔'' بڑے میاں کی لمبیں (مونچھیں) اتنی بڑھی

ہوئی تھیں کہ منہ ڈھک رہا تھا، حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر نے اپنے حجام سے فرمایا: ”اسے لے جاؤ اور اس کی لبیں کاٹ کر واپس لاؤ۔“ وہ لبیں بنوا کر واپس آیا تو فرمایا: ”دیکھو! یہ کیسی اچھی لگتی ہیں، اس سے نظافت بھی حاصل ہوتی ہے اور فطرتِ صحیحہ سے مطابقت بھی۔“ پھر بڑی نرمی سے فرمایا: ”بڑے میاں! آداب اپنے بھتیجے سے صلح کرلو۔“ اس نے عرض کی: ”بہت بہتر۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دونوں کے مابین صلح کرادی اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔“

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۰۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے اور انہیں آپس میں محبت و اتفاق سے رہنا چاہیے مگر شیطان کو یہ کیونکر گوارا ہوسکتا ہے چنانچہ وہ مَردُود مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتا، لڑواتا اور قتل و غارتگری تک کرواتا ہے، بعض اوقات دشمنی کا سلسلہ نسل دَر نسل چلتا ہے، جس سے ہوسکے ان کے بیچ میں پڑ کر صلح کروانے کی کوشش کرے، ہمارا پیارا ربّ عَزَّوَجَلَّ پارہ 26 سورۂ حجرات کی دسویں آیت کریمہ میں ارشاد فرما رہا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۠ (۱۰) (پ ۲۶، الحجرات: ۱۰)

ترجمہ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

صلح کروانا سنت ہے

صلح کروانا تاجدارِ حرم، نبی مکرم، رسول محترم، شفیع معظم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی مقدّس سنت بھی ہے، چنانچہ خزائن العرفان میں ہے، سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم دراز گوش پر کہیں تشریف لئے جارہے تھے کہ انصار کے پاس سے گزر ہوا، وہاں کچھ دیر توقّف فرمایا، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی نے ناک بند کرلی۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: سرکارِ دوعالَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ تاجدارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم تو تشریف لے گئے۔ ان دونوں کی بات بڑھ گئی اور دونوں کی قومیں آپس میں لڑگئیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم واپس تشریف لائے اور دونوں میں صلح کروادی۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا (پ۲۶، الحجرات:۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔

صلح کروانے کا ثواب

حضرتِ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''مَنْ

اَصْلَحَ بَیْنَ النَّاسِ اَصْلَحَ اللّٰہُ اَمْرَہٗ وَاَعْطَاہُ بِکُلِّ کَلِمَۃٍ تَکَلَّمَ بِھَا عِتْقَ رَقَبَۃٍ وَرَجَعَ مَغْفُوْرًا لَّہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ یعنی جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا معاملہ دُرُست فرمادے گا اور اسے ہر کلمہ بولنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جب لوٹے گا تو اپنے پچھلے گناہوں سے مغفرت یافتہ ہو کر لوٹے گا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الادب، الحدیث ۹، ج ۳، ص ۳۲۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

عیادت و تعزیت

اُمراء و سلاطین عِیادت و تَعزِیَت کے لئے بہت کم گھر سے باہر قدم نکالتے ہیں لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز دوست دُشمن کی عیادت و تعزیت کو بے تکلف جایا کرتے اور ان کو تسلی دیتے تھے۔ چُنانچہ ایک بار حضرتِ سیِّدُنا ابو قِلابہ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ شام میں بیمار ہوئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ان کی عیادت کو تشریف لے گئے اور بے تکلُّفی سے کہا: یَا اَبَا قِلَابَۃَ تَشَدَّدْ وَلَا تُشْمِتْ بِنَا الْمُنَافِقِیْنَ یعنی ابو قلابہ! چاک و چوبند ہو جایئے اور ہم پر منافقین کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۰۶)

مُردہ مُردے کی تعزیت کرتا ہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبید اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والد صاحب کا اِنتقال ہوا تو حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ان کے پاس ایک تعزیت نامہ

بھیجا جس میں لکھا: ”ہم آخرت میں رہنے والی قوم کے افراد ہیں مگر ہم نے دنیا کو اپنا ٹھکانا بنالیا ہے، ہم مُردے ہیں اور مرجانے والوں کی اولاد ہیں، حیرت ہے ایک مُردے پر کہ وہ مُردے کو خط لکھتا ہے اور مُردے کی تعزیت کرتا ہے۔“ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۰۰)

تعزیت کا انداز

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کا ایک دوست فوت ہو گیا تو آپ اس کے گھر والوں کے پاس تعزیت کے لئے گئے۔ وہ آپ کو دیکھ کر شدید آہ وزاری کرنے لگے، حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ان سے فرمایا: دنیا سے جانے والا تمہارا رازق نہ تھا، تمہارا رازق زندہ ہے جس پر موت نہیں آنی اور مرحوم نے تمہارے نہیں بلکہ اپنے رِزق کا راستہ بند کیا ہے، اور تم میں سے ہر آدمی پر ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کا رِزق بند ہو جائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب سے دنیا کو پیدا کیا اس کے لئے فنا لکھ دی، اس کے باسیوں پر بھی فنا ہونا مقرر کر دیا، جو یہاں جمع ہوئے بالآخر مُنتشِر ہو گئے، اس لئے تم اپنی فکر کرو کیونکہ جس طرف آج تمہارا یہ عزیز گیا ہے تم سب کل اُسی (یعنی موت کی) طرف جانے والے ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۶۴)

صَبر اور رِضا میں فرق

ایک شخص کا بیٹا فوت ہو گیا تو حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی ہمراہی میں اس کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔

وہ شخص بڑی خاموشی سے اس صدمے کوسہہ رہا تھا،اس کی یہ کیفیت دیکھ کر کسی نے آواز لگائی: رِضا پر راضی ہونا تو اس کو کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز بول اٹھے: رِضا پر راضی ہونا کہیں گے یا صَبْر کرنا؟ سلیمان نے اس کی وضاحت کی: واقعی صَبْر اور رِضا میں فرق ہے، رِضا کا مطلب یہ ہے کہ انسان مصیبت نازل ہونے سے پہلے اپنا ذہن بنائے کہ کیسی ہی مصیبت ٹوٹ پڑے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا پر راضی رہوں گا، جبکہ صَبْر مصیبت نازل ہونے کے بعد کیا جاتا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۰۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کی اشک باریاں

پرنالے سے آنسو بہہ نکلے

حضرتِ سیّدُنا ابو جعفر رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا، ٹھیک اِسی جگہ کبھی حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے بھی قیام کیا تھا۔ وہاں ایک راہب کی حضرتِ سیّدُنا ابو جعفر رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ سے ملاقات ہوئی۔ جب اس سے پوچھا کہ تم نے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ) میں کوئی مُنْفَرِد بات دیکھی ہو تو بتاؤ۔ راہب کہنے لگا: حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے یہاں چھت پر قیام کیا تھا، رات کے وقت پرنالے سے مجھ پر پانی کے چند قطرے گرے، میں نے فوراً آسمان کی طرف دیکھا مگر وہاں

بارش کے کوئی آثار نہ تھے، میں نے چھت پر چڑھ کر دیکھا تو حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز سجدے میں گرے ہوئے تھے، وہ رو رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو پرنالے کے ذریعے نیچے گر رہے تھے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۸)

داڑھی آنسوؤں سے تر تھی

جَسْر ابو جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے خناصرہ میں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو خطبہ دینے کے لئے منبر پر چڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کی داڑھی آنسوؤں سے تَر تھی اور جب منبر سے نیچے اُترے تو بھی رو رہے تھے۔ (موسوعہ ابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، ج ۳، ص ۱۹۱)

آنسوؤں کو غنیمت سمجھو

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اِغْتَنِمِ الدَّمْعَةَ تُسِيْلُهَا عَلٰى خَدِّكَ لِلّٰهِ یعنی رضائے الٰہی کے لئے اپنے رخساروں پر بہنے والے آنسوؤں کو غنیمت سمجھو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۶)

سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر تھی

ایک مرتبہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نماز پڑھا کر فارِغ ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ اُن کے سجدہ کرنے کی جگہ آنسوؤں سے تَر تھی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۱۸)

آنسوؤں میں خون

حضرتِ سیِّدُ نا میمون بن مہران اور حضرتِ سیِّدُ نا حَسَن بن حسین رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں: ہم نے حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کو روتے ہوئے دیکھا حتّٰی کہ آپ کے آنسوؤں میں خون بہنے لگا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۹)

دُنیا کو تین طلاقیں دے چکا ہوں

حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کے پڑوسی حضرت سیِّدُ نا حارِث بن زَید رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب رات کی تاریکی چھا جاتی اور ستارے روشن ہو جاتے تو آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ مریض کی طرح بے چین و مُضطَرِب ہو جاتے اور غم زَدہ انسان کی طرح رونے لگتے اور فرماتے ''اے دُنیا! تو کیوں میرا پیچھا کرتی ہے؟ جا، مجھ سے دور ہو جا، کسی اور کو دھوکا دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، اب تجھ سے رُجوع نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر کم، تیری لذّتیں حقیر اور تیرے خطرات بہت زیادہ ہیں۔ ہائے افسوس! میرے پاس زادِ راہ کم، سفر طویل اور راستہ پُرخَطَر ہے۔'' (الروض الفائق، ص ۲۰۰)

سب رونے لگے

بعض اوقات دورانِ خطبہ منبر شریف پر ایسا روتے کہ خطبہ جاری رکھنا دُشوار ہو جاتا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے

دورانِ بیان سورۂ تکویر کی یہ آیات پڑھیں:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ (پ۳۰،التکویر:۱ تا ۱۲)	ترجمۂ کنزالایمان: جب دھوپ لپیٹی جائے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں اور جب سمندر سلگائے جائیں اور جب جانوں کے جوڑ بنیں اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے: کس خطا پر ماری گئی؟ اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے اور جب جہنم بھڑکایا جائے۔

جب آیت 13 پر پہنچے:

وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ (پ۳۰،التکویر:۱۳)	ترجمۂ کنزالایمان اور جب جنّت پاس لائی جائے۔

تو اگلی آیت:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝۱۴ (پ۳۰،التکویر:۱۴)	ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

نہ پڑھ سکے اور فکرِ آخرت سے مغلوب ہو کر رو دیئے، مسجد میں موجود لوگ بھی رونے لگے یہاں تک کہ آہ و بُکا سے مسجد گونجنے لگی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۱۸)

خلیفہ کا اثر رِعایا پر

مشہور ہے کہ ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے''، اسی طرح حکمرانوں کے طَرزِ زندگی کا اثر رِعایا پر بھی پڑتا ہے، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی عِبادت و رِیاضت کا رنگ عوام میں بھی منتقل ہوا چنانچہ ایک بزرگ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: خلیفہ ولید بن عبدالملک عمارات وغیرہ کا بانی تھا، لوگ جب اس کے زمانے میں آپس میں ملتے تھے تو صِرف عمارتوں کو بنانے خریدنے کے بارے میں ہی گفتگو ہوتی تھی، پھر جب سلیمان بن عبدالملک کا دور آیا تو وہ کھانے پینے اور نکاح کا شوقین تھا اس لئے اس کے عہد میں لوگ شادیوں اور کنیزوں کی باتیں کیا کرتے اور جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کا دورِ مُبارک آیا تو آپ نے اپنی حکومت کا ستون رُوحانیت کو بنایا چنانچہ اس وَقت جب لوگ آپس میں ملتے تو عبادات کے بارے میں ہی گفتگو ہوتی اور وہ ایک دوسرے سے پوچھتے کہ تم کونسا وظیفہ پڑھتے ہو؟ تم نے کتنا قرآن پاک یاد کرلیا؟ تم قرآن کریم کب ختم کرو گے؟ اور کب ختم کیا تھا؟ اور مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ

(البدایۃ والنھایۃ ج ۶ ص ۲۹۹ ملخصاً)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مناجاتِ عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز

{1} اَللّٰھُمَّ رَضِّنِیْ بِقَضَائِکَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ قَدْرِکَ حَتّٰی لَا اُحِبَّ تَعْجِیْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَاتَاخِیْرَ مَاعَجَّلْتَ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! تُو مجھے اپنی قضا پر راضی رہنے والا بنا اور اپنی تقدیر میں مجھے بَرَکت عطا فرما یہاں تک کہ جس چیز کو تو مؤخر کر دے میں اس کی تعجیل کو پسند نہ کروں اور جو کچھ تو مجھے جلدی دے میں اس کی تاخیر کو پسند نہ کروں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: یہ دُعا مجھے اس قدر راسخ ہوگئی ہے کہ اب میرے لیے قضاو قدر کے علاوہ کسی چیز کی کوئی خواہش ہی نہیں رہی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۳۰ و سیرت ابن عبد الحکم ص ۹۳)

{2} اَللّٰھُمَّ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَھْلاً اَنْ اَبْلُغَ رَحْمَتَکَ فَاِنَّ رَحْمَتَکَ اَھْلٌ اَنْ تَبْلُغَنِیْ فَاِنَّ رَحْمَتَکَ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ وَاَنَا شَیْءٌ فَتَسِعُنِیْ رَحْمَتُکَ یَااَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر میں تیری رحمت کا اہل نہیں ہوں مگر تیری رحمت تو مجھ تک پہنچنے کی اہل ہے کیونکہ تیری رحمت نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے اور میں بھی ''شے'' ہوں لہٰذا تیری رحمت مجھے بھی اپنے گھیرے میں لے لے، یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن عَزَّوَجَلَّ! (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۹)

{3} اَللّٰھُمَّ اِنَّ رِجَالًا اَطَاعُوْکَ فِیْمَا اَمَرْتَھُمْ وَانْتَھَوْا عَمَّا نَھَیْتَھُمْ اَللّٰھُمَّ وَاِنَّ تَوْفِیْقَکَ اِیَّاھُمْ کَانَ قَبْلَ طَاعَتِھِمْ اِیَّاکَ فَوَفِّقْنِیْ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! بلاشبہ جو خوش نصیب لوگ تیرے حُکم کی اِطاعت اور تیری نافرمانی سے بچتے ہیں، یقیناً ان کے اِطاعت کرنے سے پہلے تیری توفیق اُنہیں ملتی ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے بھی (اپنی اِطاعت) کی

توفیق عطا فرما۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۹)

{4} اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ مَنْ کَانَ فِیْ صَلَاحِہٖ صَلَاحُ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اَھْلِكْ مَنْ کَانَ فِیْ ھَلَاکِہٖ صَلَاحُ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! ہراس شخص کو سلامت رکھ جس کی سلامتی میں امت سرکار کی سلامتی ہے اور ہر اس شخص کو تباہ کردے جس کی ہلاکت میں امت سرکار کی سلامتی ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۹)

{5} اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَطَعْتُكَ فِیْ اَحَبِّ الْاَشْیَاءِ اِلَیْكَ وَھُوَالتَّوْحِیْدُ وَلَمْ اَعْصِكَ فِیْ اَبْغَضِ الْاَشْیَاءِ اِلَیْكَ وَھُوَالْکُفْرُ فَاغْفِرْ لِیْ مَابَیْنَھُمَا یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے تیری سب سے محبوب شے یعنی توحید میں تیری اطاعت کی ہے اور تیری سب سے ناپسندیدہ شے یعنی ''کفر'' کے معاملے میں تیری نافرمانی نہیں کی (یعنی کفر کو اختیار نہیں کیا) تو اے میرے مالک عَزَّوَجَلَّ جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس میں مجھے معاف فرمادے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۳۰)

{6} اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! عافیت وسلامتی عطا فرما۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۳۰)

{7} جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو یہ دُعا پڑھا کرتے: اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ وَعَدْتَّ الْاَمَانَ دُخَّالَ بَیْتِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَمَانَ مَاتُؤْمِنُنِیْ بِہٖ اَنْ تَکْفِیَنِیْ مَؤُوْنَۃَ الدُّنْیَا حَتّٰی تُبَلِّغَنِیْھَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! تُو نے اپنے گھر میں داخل ہونے والوں کے لئے امن کا وعدہ کیا

ہے اور تُو اپنے گھر میں آنے والوں کے لیے سب سے بہتر مہمان نواز ہے، یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! مجھے ایسا پروانۂ امن عطا فرما جس کے ذریعہ مجھے امن وامان حاصل ہو، وہ یہ کہ تُو دنیا کی مشقتوں سے میری کفایت فرما یہاں تک کہ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن عَزَّوَجَلَّ! تُو مجھے اپنی رحمت کے طُفَیل جنت میں پہنچادے۔

نیز یہ دُعا کیا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَلْبِسْنِی الْعَافِیَۃَ حَتّٰی تُھَنِّئَنِی الْمَعِیْشَۃُ وَاخْتِمْ لِیْ بِالْمَغْفِرَۃِ حَتّٰی لَاتَضُرَّنِی الذُّنُوْبُ وَاکْفِنِیْ کُلَّ ھَوْلٍ دُوْنَ الْجَنَّۃِ حَتّٰی تُبَلِّغَنِیْھَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! مجھے لباسِ عافیت عطا فرما تاکہ میری زندگی خوشگوار ہو اور بخشش پر میرا خاتمہ فرما تاکہ گناہ مجھے نقصان نہ دے سکیں اور جنت سے پہلے جتنی ہولناکیاں ہیں ان سے میری کفایت فرما یہاں تک کہ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن عَزَّوَجَلَّ! تُو مجھے اپنی رحمت کے طُفَیل جنت میں پہنچادے (سیرت ابن عبد الحکم ص ۹۴)

{8} عرفات کے میدان میں یہ دُعا کیا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ دَعَوْتَ اِلٰی حَجِّ بَیْتِکَ وَوَعَدْتَّ بِہٖ مَنْفَعَۃً عَلٰی شُھُوْدِ مَنَاسِکِکَ وَقَدْ جِئْتُکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ مَنْفَعَۃَ مَاتَنْفَعُنِیْ بِہٖ اَنْ تُؤْتِیَنِیْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! تُو نے اپنے گھر کی زیارت (یعنی حج) کے لیے بُلایا اور ان مقامات عبادت کی حاضری پر بہت سے منافع عطا کرنے کا وعدہ فرمایا، یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! میں تیرے دربار میں حاضر ہوگیا ہوں، یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! مجھے یہ منفعت عطا فرما کہ مجھے دنیا میں بھی بھلائی ملے اور آخرت میں بھلائی ملے۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۹۴)

{9} اَللّٰھُمَّ لَاتُعْطِنِیْ فِی الدُّنْیَا عَطَاءً یُبْعِدُنِیْ مِنْ رَحْمَتِكَ فِی الْاٰخِرَۃِ یعنی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا میں ایسی چیز نہ دے جو مجھے آخرت میں تیری رحمت سے دور کردے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۴)

{10} ''یارب عَزَّوَجَلَّ! تو نے مجھے پیدا کیا اور مجھے کچھ کاموں کے کرنے کا حُکم فرمایا اور کچھ کاموں سے منع فرمایا اور حُکم ماننے کی صورت میں مجھے ثواب کی ترغیب دی اور نافرمانی کی سزا سے ڈرایا اور مجھ پر ایک دشمن (شیطان) مُسلّط کیا، میں اگر برائی کا قصد کرتا ہوں تو وہ مجھے ہمت دلاتا ہے اور اگر نیکی کا اِرادہ کرتا ہوں تو حوصلہ شکنی کرتا ہے، میں غافل ہوجاتا ہوں مگر وہ چوکنّا رہتا ہے اور میں بھول جاتا ہوں مگر وہ نہیں بھولتا، وہ مجھے شہوتوں میں لاکھڑا کرتا ہے اور مجھے شبہات میں ڈالتا ہے اگر تو اس کے مکر وفریب سے میری حفاظت نہ فرمائے گا تو مجھے وہ پھسلا کر رہے گا۔ یااللہ عَزَّوَجَلَّ! تو اسے مغلوب کردے اور مجھے کثرتِ ذِکر کی توفیق دے کر اسے ذلیل کردے تاکہ میں ان پاکیزہ لوگوں کی صحبت میں کامیابی حاصِل کروں جو تیری توفیق کے طُفَیل شیطان کے شَر سے محفوظ ہیں، برائی سے بچنے اور نیکی پر جمنے کی توفیق تیری ہی جانب سے ہے۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۴)

{11} جب کبھی کسی نعمت پر نگاہ پڑتی تو یہ دُعا مانگا کرتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُبَدِّلَ کُفْرًا اَوْ اَکْفُرَ بِھَا بَعْدَ مَعْرِفَتِھَا اَوْ اَنْسَاھَا فَلَا اُثْنِیْ بِھَا یعنی یااللہ عَزَّوَجَلَّ میں اِس سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں ناشکری کروں یا میں اس نعمت کو

پہچاننے کے بعد اس کا انکار کروں یا میں اس نعمت کو فراموش کر دوں اور اس پر تیری حمد وثنا نہ کروں۔ (تاریخِ دِمشق، ج ۴۵، ص ۲۲۸) **اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔** امین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کی ذمّہ داران پر اِنفرادی کوشِشیں

ایک اہم مکتوب

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القَدِیر نے حُکومتی ذمّہ داران کے نام ایک اہم خط تحریر فرمایا تھا، جس میں ہمارے لئے بے شمار مَدَنی پھول ہیں، چنانچہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے عمر بن عبدالعزیز، **امیرُ المُؤمنین** کی طرف سے اُمراءِ لشکر کے نام اَمَّا بَعْد! جو شخص حکمرانی وسلطنت میں مُبتَلا ہوا اُسے بہت سی ناگواریوں اور بڑی مصیبتوں وآزمائشوں کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ ایک دن پیش نہ آئیں تو دوسرے دن لازِماً پیش آ کر رہیں گی، صاحبِ سلطنت سے بڑھ کر کوئی شخص اپنے نفس کی جانب سے مشغول اور کَج رَوِی کے دَرپے نہیں ہوتا اِلّا یہ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کسی کو عافیت میں رکھے اور اس پر اپنا رحم فرمائے، اس لئے جتنا ہو سکے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہو اور اپنے اس مَنصَب کو جس پر تم فائز ہو اور ان

ذمہ داریوں کو جو تم پر ڈالی گئی ہیں ہمیشہ ذہن میں رکھو، اپنے نفس سے اسی طرح جہاد کرو جس طرح کہ تم اپنے دُشمن سے لڑتے ہو اور جب کوئی ناگوار معاملہ پیش آئے تو اپنے نفس کو اس پر ثابت قدم رکھو محض اُس ثواب کی خاطر جو اِس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے یہاں ملے گا اور جس کا وعدہ مُتَّقِین سے موت کے بعد کیا گیا ہے، جب تمہارے پاس کوئی ایسا جاہل اور نادان فریق آئے جس کا معاملہ تقدیرِ الٰہی نے تمہارے سپرد کر دیا ہے اور تم اس کی جانب سے بَدخُلقی اور بدتمیزی کا مظاہرہ دیکھو تو جہاں تک ممکن ہو اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو، اس سے نَرمی کا برتاؤ کرو اور اسے سمجھاؤ پس اگر وہ سمجھ جائے اور عِلم و بصیرت سے کام لینے لگے تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اِنعام وفَضل ہوگا اور اگر اسے عِلم و بصیرت حاصل نہ ہوسکے تو تم نے حُجت تو پوری کردی۔ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس نے ایسے گناہ کا اِرتکاب کیا ہے جس کی وجہ سے وہ سزا کا مُستحق ہے تو اسے اپنے نفسیاتی غیظ و غضب کی بناء پر سزا نہ دو بلکہ خوب غور و فِکر کے بعد یہ دیکھو کہ اس کا گناہ کتنا ہے اور بتقاضائے اِنصاف اِس پر اُسے کتنی سزا ملنی چاہیے، سزا گناہ کے بقدر ہونی چاہئے اگر گناہ کی سزا صِرف ایک کوڑا بنتی ہے تو ایک ہی کوڑا لگاؤ اور اگر گناہ اس سے بڑا ہے اور تمہارے خیال میں وہ اس کی سزا میں قتل کا یا اس سے کم سزا کا مُستحق ہے تو اسے فی الحال جیل بھیج دو۔ اس بات کا خوب خیال رکھو کہ جو لوگ تمہاری مجلس میں آتے ہیں کہیں ان کی حاضری تمہیں ملزم کی سزا میں جلدی کرنے پر آمادہ نہ کرے، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حاکم محض اپنے ہم

نشینوں کی موجودگی میں شہریوں کو اَدَب سکھانے اور اُن کو مَرعوب کرنے کی خاطر سزائیں جاری کرتا ہے اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ حاکم کے کسی فیصلے کو سنے اور پھر اس کے پاس اپنی خواہش کے مُوافق مختلف سِفارشیں لے کر نہ آئے البتہ اس سے وہ لوگ مُستثنیٰ ہیں جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رحم ہو، کیونکہ جن لوگوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے رحم فرمایا ہو وہ حق وانصاف کے فیصلے میں اختلاف نہیں کرتے، حق تعالیٰ کا اِرشاد ہے: **وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ** (ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا۔ (پ ۱۲، ہود: ۱۱۸، ۱۱۹))

اگر کوئی معاملہ مجہول اور مُبْہَم ہو تو اُس کی اچھی طرح تحقیق کرلو، اور جب تمہارے گرد وپیش کے لوگ یہ دیکھیں کہ تم اپنی رِعایا کے کسی بے وقوف آدمی کے ساتھ جس نے حماقت یا غَلَطی کی ہو کیا برتاؤ کرتے ہو تو اس کے بارے میں وہ فیصلہ کرو جو تمہارے نزدیک زیادہ اِنصاف پر مبنی ہو اور جو موت کے بعد تمہارے لیے بہتر ہو، محض لوگوں کا تم کو دیکھنا اور تمہارے کارناموں کا تذکرہ کرنا تمہارے لئے اِترانے کا باعث نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ جو بات بھی ان کے دل میں ہو خواہ وہ اسے پسند کریں، یا ناپسند، کم وبیش اسے ظاہر کر کے رہتے ہیں۔ تم ہر اس دن اور رات کو غنیمت سمجھو جو عافیت وسلامتی سے گزر جائے اور کسی کو ناجائز سزا دینے کا وبال تمہاری گردن پر نہ ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنے اور اپنی رِعایا کے لئے بکثرت عافیت کی دُعا کیا کرو، کیونکہ رِعایا کے ٹھیک ہونے سے جو فائدہ تمہیں حاصل ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی

حاصل نہیں ہوگا اور رعایا کے صرف ایک آدمی کے بگاڑ سے جو تمہیں نقصان ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں ہوگا، اگر تم نے رعایا سے بھلائی کی یا ان کی اصلاح ودرستی کی تو اس سے صلہ مت چاہو، اگر رعایا کے لئے تم نے کوئی نیک عمل اور اچھا کارنامہ انجام دیا ہو تو ان سے جزاوثواب کی خواہش رکھو نہ کسی مدح وثنا اور مادی منفعت کی بلکہ جزاوثواب کی توقع صرف رب تعالیٰ سے رکھی جائے جو ہر خیر کو عطا کرنے اور شر کو دور کرنے والا ہے۔ اور ہاں! اپنے دربان، پولیس اور تمام ماتحت حکام پر کڑی نظر رکھو، وہ تمہارے زیر دست کسی قسم کا ظلم اور دھاندلی نہ کرنے پائیں، ان کے بارے میں لوگوں سے بکثرت دریافت کرتے رہو۔ پس ان میں سے جو شخص نیک سیرت ثابت ہو اِس میں اُسی کا فائدہ ہے اور جو شخص بدخصلت ہو اسے ہٹا کر اس کی جگہ کسی اچھے آدمی کو رکھو۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کی رحمت اور اس کی قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے تمام کاموں کو آسان کردے، نیکی وتقویٰ اور اپنے پسندیدہ کاموں کے لیے ہمارے سینے کھول دے، تمام ناپسندیدہ کاموں سے بچائے رکھے اور ہمیں ان متقیوں میں شامل کرے جن کا انجام بخیر ہے۔ والسلام علیك (سیرت ابن عبدالحکم ص ۷۳)

سپہ سالار کے نام خط

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے اپنے ایک لشکر کے سپہ سالار منصور بن غالب کے نام جو خط تحریر فرمایا اس میں یہ بھی تھا: تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ

کے حکم سے جو حالت بھی پیش آئے اس میں تقویٰ کو لازِم پکڑلو کیونکہ تقویٰ سب سے بہتر سامان، سب سے عمدہ تدبیر اور سب سے بڑی قوت ہے، اپنے رفقاء کے لئے کسی دشمن سے بچنے کا جس قدر اہتمام کرتے ہو اس سے کہیں بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی سے بچنے کا اہتمام کرو کیونکہ میرے نزدیک گناہ دشمن کی سازشوں سے زیادہ خوفناک ہیں، کسی انسان کی عداوت سے بڑھ کر اپنے گناہوں سے ڈرو اور یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے تم پر فرِشتے مقرر ہیں جو تمہارے تمام اَعمال کو لکھ رہے ہیں، اپنے سفر وحضر میں ان سے حیا کرو اور انکی اچھی صحبت کا حق ادا کرو اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانیوں سے اِیذا نہ دو۔ اپنے نفس کے مقابلہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد کی اسی طرح دُعا کرو جس طرح تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی دُعا کرتے ہو۔ والسلام علیك۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۷۳)

تقویٰ بہترین توشہ ہے

ایک بیان میں مَدَنی پھول لُٹاتے ہوئے فرمایا: دنیا تمہارے قیام کی جگہ نہیں، یہ ایسا گھر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فنا مقرر کردی ہے اور یہاں سے اس کے رہنے والوں پر کُوچ کرنا فرض کردیا، بہت سے آباد کرنے والے یقیناً عنقریب خراب کرنے والے ہیں اور بہت سے اقامت پذیر، حِرص کرنے والے تھوڑی دیر بعد رختِ سفر باندھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اس جگہ سے جتنا جلد ہوسکے اچھا سفر کرو اور توشہ لے جاؤ، بہتر توشہ تقویٰ ہے، دنیا تو ہٹنے والے سائے کی طرح

ہے جو تھوڑا چل کر ختم ہو جاتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۲۵)

ہماری حیثیت زرخرید غلام کی سی ہے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ العَزِیز نے عُمّال (یعنی حکومتی عہدیداران) کے نام تحریر فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے عمر امیرُ المؤمنین کی طرف سے حکام کے نام، اَمَّا بَعْد! میں تو صاحبِ سلطنت کی حیثیت اس زرخرید غلام کی سی پاتا ہوں جسے آقا نے اپنی زمین کی نگرانی پر مقرر کردیا ہو، اس پر لازِم ہے کہ وہ اس زمین کی اِصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے اگر وہ عمدہ کارکردگی دکھائے گا تو اچھے اَجر کا مُستحق ہوگا۔ پس تم اپنے آپ کو تمام معاملات میں اِسی مرتبہ میں سمجھو، اپنی پسند کے حصول اور ناپسند کے دَفع کرنے میں صَبر سے کام لو اور ہر پوشیدہ اور ظاہری معاملے میں اپنے نفس کو اس چیز پر مجبور کرو جس کے ذریعہ تمہیں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے یہاں نجات کی اُمید ہوسکتی ہے، یہاں تک کہ جب تم اپنی اس دنیا سے جُدا ہو اور ممکن ہے کہ یہ جُدائی بہت جلد ہو جائے تو نیکوکار اور مُستحق اَجر ٹھہرو، اپنے گذشتہ زمانے کے اَعمال کا محاسبہ کیا کرو پھر ان میں جو ناپسندیدہ ہوں ان کی اِصلاح کرلو قبل اس کے کہ کسی دوسرے کو ان کی اِصلاح کرنا پڑے اور اس سلسلہ میں تمہیں لوگوں کی چہ میگوئیوں کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ تم یہ کام اس کی خاطر کررہے ہو تو اس پر دنیا میں پیش آنے والے خطرات سے وہ خود ہی تمہاری کفایت فرمائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس رِعایا کا تمہیں نگران بنایا ہے ان کے دین اور عزت

کے معاملات میں ان کے خیر خواہ بن کر رہو، جہاں تک ممکن ہو ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرو البتہ ایسی چیز جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظاہر کر دیا ہو اس کی پردہ پوشی تمہارے لیے رَوا (یعنی جائز) نہیں ہوگی۔ اپنی چاہت اور اپنے غصہ کے وقت ضبطِ نفس سے کام لو، تاکہ حتی الامکان وہ معاملہ بہتری اور خوش اسلوبی سے طے ہو جائے، اور جب تم سے کوئی فیصلہ جلدی میں ہو جائے یا کسی معاملہ میں اپنی چاہت یا اپنے غصہ کا دخل ہو تو اس فیصلے سے رجوع کر لیا کرو۔ یہ نصیحتیں جو میں نے تم کو لکھی ہیں اپنی اِستطاعت کے مطابق حق سمجھ کر لکھی ہیں، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اعمال کی اِصلاح فرمائے۔ والسلام

حجاج کی روش سے بچنا

گورنر عدی بن اَرطاۃ کو لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم حجاج بن یوسف کے طریقے کو اپناتے ہو، اُس کی رَوِش اِختیار نہ کرنا کیونکہ وہ نماز اپنے وَقت میں نہیں پڑھتا تھا، ناحق زکوٰۃ لیتا تھا اور اس کے علاوہ کاموں کو زیادہ ضائع کرنے والا تھا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۵ ص ۳۷۹)

یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو 20 کوڑے مارے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز اگرچہ خلیفہ کے انتخاب کے متعلّق اسلام کے نظام کو دوبارہ قائم نہ کر سکے اور انہیں مجبوراً سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے موافق اِس امانت کو یزید بن عبدالملک کے سپُرد کرنا پڑا، تاہم وہ دل

سے اس شخصی نظام کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز قاتلِ حسین "یزید پلید" کو خلیفہ نہیں تسلیم کرتے تھے، چنانچہ ایک بار دورانِ گفتگو کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا تو اس سے فرمایا: تم یزید کو امیر المؤمنین کہتے ہو؟ پھر اسے 20 کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۶)

برائی کو نہ روکنے کا انجام

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے نیکی کی دعوت کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے اپنے بعض گورنروں کو خط میں لکھا: "اما بعد! کبھی ایسا نہ ہوا کہ کسی قوم میں کوئی برائی ظاہر ہو اور اس قوم کے نیک لوگ اس پر روک ٹوک نہ کریں پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس قوم کو کسی عذاب میں نہ پکڑا ہو۔ یہ عذاب کبھی براہِ راست اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے آتا ہے اور کبھی بندوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے اور لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گرفت اور سزا سے اسی وقت تک محفوظ رہتے ہیں جب تک کہ اہلِ باطل کو دبا کر رکھا جائے اور گناہ علانیہ نہ ہونے پائیں، لوگوں میں یہ صلاحیت ہو کہ جونہی کسی سے ارتکابِ حرام کا ظہور ہو فوراً اس کی روک تھام کریں، لیکن جب حرام کاموں کا اِرتکاب کھلے بندوں ہونے لگے اور معاشرے کے نیک اور صالح افراد بھی روک ٹوک کرنے میں سُستی کریں تو آسمان سے زمین پر عذابوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے جو گنہگاروں اور تساہل پسند دینداروں دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قران مجید فُرقانِ حمید میں جہاں ایسے

عذاب کا ذِکر فرمایا، وہاں میں نے یہ نہیں سنا کہ ایک کو ہلاک کر دیا ہو اور ایک کو بچا لیا ہو سوائے ان لوگوں کے جو برائی سے روکتے تھے۔ اگر بالفرض اللہ عَزَّوَجَلَّ گنہگاروں کو نہ تو آسمانی عذاب سے پکڑے، نہ بندوں کے ہاتھوں کوئی عذاب نازل کرے تب بھی یہ ضرور ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارتکابِ گناہ میں مُبتلا ان لوگوں پر خوف و ہراس اور ذِلت مُسَلَّط کر دے گا، بسا اوقات وہ ایک فاجر سے دوسرے فاجر کے ذریعہ اور ایک ظالم سے دوسرے ظالم کے ذریعہ اِنتقام لیتا ہے، پھر دونوں فریق اپنے اَعمالِ بد کے ساتھ جہنم رسید ہو جاتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ کہ ہم ظالم یا ظالموں کے ظُلم پر خاموش رہنے والے بنیں، مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے ہاں بدکاری عام ہو رہی ہے اور فاسق و بدکار شہروں میں مامون اور بے خوف ہیں اور وہ علانیہ حرام اور جہنم میں لے جانے والے کاموں کا اِرتکاب کرتے ہیں، یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کو نہایت ناپسند ہے اور وہ اس پر چشم پوشی کو برداشت نہیں کرتا۔

واللہ! اہلِ محارم پر ہاتھ اور زبان سے سختی کرنا اور ان کی خاطر مَشقَّتیں برداشت کرنا بھی جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ ہی کا ایک شعبہ ہے، خواہ وہ باپ ہو بیٹے ہوں یا قبیلے اور برادری کے لوگ۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا راستہ، اس کی فرمانبرداری ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ لوگ ، ملامت کے اندیشہ سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف اور نَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے) میں سُستی کرتے ہیں تاکہ لوگ اُنہیں خوش اَخلاق، بے تکلُّف اور صرف اپنی فِکر کرنے والا سمجھیں، مگر یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

کے نزدیک خوش اخلاق نہیں بداَخلاق ہیں اور انہوں نے اپنی فِکر نہیں کی بلکہ اپنے آپ سے منہ پھیر لیا ہے اور یہ تکلف سے بُری نہیں بلکہ اس میں بُری طرح گھر چکے ہیں، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف اور نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے حُکم سے جو حالت ان کے لئے تجویز کی تھی اسے چھوڑ کر انہوں نے دوسری رَوِش اِختیار کر لی ہے۔ ہاں! بہت سے لوگوں کی زبان پر ایک آیت بار بار آتی ہے، جسے وہ بے محل پڑھتے ہیں اور اس کی غلط تاویل کرتے ہیں یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ اِرشاد:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ (پ۷، المائدہ ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم اپنی فِکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

بلاشبہ کسی گمراہ کی گمراہی ہمارے لئے مُضر نہیں جب کہ ہم ہدایت پر ہوں، نہ کسی کی ہدایت ہمارے لئے مُفید ہے جبکہ خدانخواستہ ہم گمراہ ہوں، کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، مگر جو چیز خود اپنی ذات پر اور ان لوگوں پر لازِم ہے اس پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حُکم بھی تو شامل ہے، یعنی جب کچھ لوگ حرام کا اِرتکاب کریں تو خواہ وہ کوئی ہوں اور کہیں رہتے ہوں مگر لازِم ہے کہ ان کا بدلہ لیا جائے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''ہمارے لئے اپنا مشغلہ کافی ہے'' اور یہ کہ ''ہمیں لوگوں سے کیا پڑی؟'' اگر سب اسی نظریئے پر چل پڑیں تو نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی حُکم پر عمل ہوگا نہ کسی معصیت سے بچاؤ کی کوئی صورت ہوگی، نتیجہ یہ نکلے گا کہ باطِل

پرست، حق پرست پر غالب آجائیں گے اور یہ دنیا انسانوں کی نہیں بلکہ چوپایوں اور جانوروں کی ہوجائے گی۔

اس لئے فاسِقوں پر تسلُّط رکھو خواہ تمہاری اور ان کی حیثیت کیسی بھی ہو، اپنی سچائی سے ان کے باطِل کو اور اپنی بینائی سے ان کے اندھے پن کو دور کرو، کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے فاجر اور بدکاروں کے مقابلے میں نیکوکاروں کو کُھلا غلبہ دیا ہے اور اُن پر ان کا دَبدَبہ رکھا ہے، خواہ یہ نہ حاکم ہوں نہ رئیس اور جو شخص اپنے ہاتھ اور اپنی زَبان سے برائی کو روکنے سے عاجز ہو اسے امام (خلیفہ) سے کہنا چاہیئے کیونکہ یہ بھی نیکی اور تقویٰ میں تعاوُن کی ایک صورت ہے۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۳۷)

عطا کردو مجھے اسلام کی تبلیغ کا جذبہ
میں بس دیتا پھروں نیکی کی دعوت یارسولَ اللہ (وسائل بخشش ص ۱۴۷)

غیر مسلموں کی مَناصِب سے معزولی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے اپنے عُمّال (یعنی گورنروں) کو لکھا: اما بعد: مشرکین ناپاک ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کو شیطان کا لشکر ٹھہرایا ہے اور انہیں ایسے لوگ قرار دیا ہے جو اَعمال کے لحاظ سے سراسر خسارے میں ہیں، جن کی ساری محنت دُنیوی زندگی میں کھپ گئی اور وہ بزعمِ خود اچھے کام کر رہے ہیں۔ واللہ! یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کی محنت کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت پڑتی ہے۔ گذشتہ دور میں مسلمان جب ایسی بستی

میں جاتے جہاں مُشرک آباد ہوتے، تو ان سے (بھی کاروبارِ مملکت میں) مدد لیا کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ تحصیلداری، کتابت اور نظم ونَسَق سے واقِف ہوتے تھے اور اس سے مسلمانوں کو مدد ملتی تھی مگر اب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے امیرالمؤمنین کے ذریعہ یہ ضَرورت پوری کردی، اس لئے اگر تمہارے زیرِ سلطنت علاقے میں کوئی غیر مسلم کاتب (کلرک) یا کوئی اور مَنْصَب دار ہو تو اُسے معزول کر کے اس کی جگہ مسلمانوں کو مقرر کرو کیونکہ غیر مسلموں کے عہدے اور مَنْصَب کا مٹانا درحقیقت ان کے دینوں کا مٹانا ہے، حقارت وذلت کا جو مقام اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لئے تجویز کیا ہے انہیں اُسی مقام پر رکھنا مناسب ہے، اس لئے اس حُکْم کی تعمیل کرو اور اپنی کارگزاری کی اِطلاع مجھے دو اور دیکھو کوئی نصرانی زِین پر سوار نہ ہو بلکہ وہ پالان پر سوار ہوا کریں۔ان کی کوئی عورت اُونٹ کے کَجاوے میں سوار نہ ہو بلکہ پالان پر بیٹھیں اور یہ لوگ چوپایوں پر ٹانگیں کُشادہ کر کے نہ بیٹھیں، بلکہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے بیٹھیں اور اس سلسلے میں اپنے تمام ماتحت افسران کو بھی پابند کرو اور انہیں سختی سے اس کی تاکید کرو، میرے لئے صِرْف تمہیں لکھنا کافی ہونا چاہیے۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۳۵)

نومسلم پر جزیہ نہیں

حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کے دل میں یہ جذبہ مَوجزن رہتا تھا کہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے اور لوگ راہِ کُفر چھوڑ کر صحیح راہ پر گامزن ہو جائیں۔آپ نہایت زوروشور سے علماءِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلام اور اپنے

گورنروں کو لکھتے کہ: ''ذِمّیوں کو اسلام کی خوب دعوت دو۔'' (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰۱) ذِمّیوں کے مسلمان ہونے کی صورت میں اگر کوئی گورنر جزیے کی آمدنی کم ہونے کی وجہ سے خزانہ خالی ہونے کی شکایت کرتا تو آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ اسے ڈانٹ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے گورنر عبد الحمید بن عبد الرحمٰن کو لکھا: تم نے مجھے لکھا ہے کہ حیرہ کے بہت سے یہودی، عیسائی اور مجوسی مسلمان ہوگئے ہیں اور ان کے ذمے جزیہ (شرعی محصول) کی بھاری رقم واجبُ الاداء ہے، تم نے اُن سے جزیہ وصول کرنے کی اِجازت طَلَب کی ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے رسولُ اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو خیر کی دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے جزیہ وصول کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا لہٰذا اگر غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کے مال میں صَدَقہ ہے جزیہ نہیں۔

(الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۲۱۳ ملتقطاً)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نظامِ سلطنت کی بنیاد خوفِ خدا پر تھی

سیاسی کام عُموماً مصلحت اور ضرورت کے تحت اَنجام دیئے جاتے ہیں لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے نظامِ سلطنت کی بنیاد صِرْف خوفِ خدا پر قائم تھی، وہ جو کچھ کرتے تھے خدا عَزَّوَجَلَّ کے ڈر، قِیامت کی پکڑ اور موت کے خوف سے کرتے تھے۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز مکّۂ

مکرمہ زادھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْماً حاضِر ہوئے، جب واپس آرہے تھے تو گورنر سمیت کچھ لوگ اَلوداع کہنے کے لئے آپ کے ساتھ ساتھ تھے، اسی دوران ایک شخص نے عَرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر المومنین کو بھلائی سے نوازے، مجھ پر ظُلم ہوا ہے اور مشکل یہ ہے کہ میں اسے بیان بھی نہیں کرسکتا کیونکہ گورنر نے مجھ سے قسم لی ہوئی ہے۔ آپ نے گورنر کو مخاطب کرکے فرمایا: بڑے افسوس کی بات ہے تم نے اس سے قسم لے رکھی ہے؟ پھر آپ نے اس شخص سے فرمایا: ''اگر تم سچے ہو تو بلا خوف وخطر ٹھیک بتاؤ۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے گورنر کی طرف اِشارہ کرکے عَرض کی: اس نے مجھ سے میرے مال کا 6000 دِرْہم میں سودا کرنا چاہا مگر میں اتنی رقم پر فروخت کرنے پر آمادہ نہ تھا، اِسی دوران میرے ایک قرض خواہ نے اس کے پاس دعویٰ دائر کیا، اسے تو گویا بدلہ چُکانے کا موقع مل گیا اور اس نے پکڑ کر مجھے جیل میں ڈال دیا، پھر جب تک میں نے اپنا مال اسے تین ہزار میں نہیں بیچا، اس نے مجھے رہا نہیں کیا اور اس نے مجھ سے شکایت نہ کرنے کی طلاق کی قسم لے رکھی ہے (یعنی اگر کبھی میں نے اس کی شکایت کی تو میری بیوی کو طلاق ہو)۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے غصے سے گورنر کی طرف دیکھا، پھر اپنے ہاتھ کی چھڑی اس کی آنکھوں کے درمیان نشان میں چبھوتے ہوئے فرمایا: ''تمہاری اس محراب نے مجھے فریب دیا۔'' پھر اس شخص سے فرمایا: جاؤ! تمہارا مال واپس کیا جاتا ہے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۴)۔

گورنر نہیں بنوں گا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پاس ان کے ایک گورنر کی کوئی شکایت پہنچی تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اسے مکتوب روانہ کیا جس میں موت اور عذابِ نار کی یاد تھی، اس نے جیسے ہی وہ مکتوب پڑھا، طویل سفر کر کے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا، جب آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے دریافت فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ عَرْض کی: آپ کے مکتوب نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے اب میں مرتے دم تک کبھی گورنر نہیں بنوں گا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۲۰)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ امین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

ذمہ داران کو مختلف نصیحتیں

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے ذمّہ داران کو مَدَنی پھول دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: ❁ اپنی ذمہ داریوں کی بَجا آوری میں رب تعالٰی سے ڈرو اور اس کی گرِفت میں تاخیر کی وجہ سے اس کی خُفیہ تدبیر سے بے خوف نہ رہو کیونکہ گرفت کرنے میں جلدی وہی کرتا ہے جو موت سے ہمکنار ہونے والا ہو (اور رب تبارک وتعالٰی موت سے پاک ہے) ❁ جب تمہارے اِختیارات تمہیں لوگوں پر ظُلم ڈھانے پر آمادہ کریں تو خود پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کو یاد کرلیا کرو۔ ❁ اِعْمَلْ

لِلدُّنْیَا عَلٰی قَدْرِ مَقَامِكَ فِیْهَا وَاعْمَلْ لِلْاٰخِرَةِ عَلٰی قَدْرِ مَقَامِكَ فِیْهَا یعنی دنیا کے لئے اُتنی تیاری کرو جتنا عرصہ دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لئے اتنی تیاری کرو جتنا وہاں رہنا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۲۱)

امین کیسے ہوں

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے گورنر عدی بن ارطاۃ کو لکھا: تمہارے امین درمیانے طبقہ کے لوگ ہونے چاہئیں کیونکہ وہ بہترین لوگ ہوتے ہیں نہ حق کو چھوڑتے ہیں نہ باطل کماتے ہیں۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۴۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

یہ ہمارے لئے رشوت ہے

ایک بار حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے دورانِ گفتگو سیب کی خواہش ظاہر کی، ان کے خاندان کا ایک شخص اُٹھا اور اُن کی خدمت میں ایک سیب ہدیۃً بھیج دیا۔ جب آدمی سیب لے کر آیا تو اس کو قبول تو نہیں کیا لیکن اخلاقاً فرمایا: جا کر کہہ دو کہ آپ کا ہدیہ قبول ہوا۔ اس نے کہا: یہ تو گھر کی چیز ہے کیونکہ آپ کے رشتہ دار نے بھیجی ہے، آپ کو معلوم ہے کہ رسولُ اللّٰہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ فرمایا: رسولُ اللّٰہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے لئے ہدیہ بلا شبہ ہدیہ ہی تھا لیکن ہمارے حق میں رشوت ہے۔ (تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۲۲۰)

سیبوں کے طباق

مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل بین الاقوامی شہرت یافتہ کتاب ''فیضانِ سنت'' جلد اوّل کے صفحہ 541 پر ہے: حضرتِ سیدُنا فُرات بن مسلم علیہ رَحمۃُ اللہ الاکرم کا بیان ہے: ایک مرتبہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کو سیب کھانے کی خواہش ہوئی مگر گھر میں کوئی ایسی چیز نہ ملی جس کے بدلے سیب خرید سکیں۔ چُنانچہ ہم ان کے ساتھ سُوار ہو کر نکلے۔ دیہات کی جانب کچھ لڑکے ملے جنھوں نے سیبوں کے طباق (تحفۂ پیش کرنے کیلئے) اُٹھائے ہوئے تھے۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز نے ایک طباق اٹھا کر سُونگھا اور پھر واپس کر دیا۔ میں نے ان سے اس بارے میں عَرض کی تو فرمایا، مجھے اِس کی حاجت نہیں۔ میں نے عَرض کی، کیا سیّدُنا رسولُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم، سیّدُنا ابوبکر صدیقِ اکبر اور سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تحفہ قبول نہیں فرمایا کرتے تھے؟ اِرشاد فرمایا، بلاشُبہ یہ اُن کے لئے تحائف ہی تھے مگر ان کے بعد کے عُمّال (یعنی حُکّام یا ان کے نُمائندوں) کے لئے رِشوت ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۱۸)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز نے تُحفے کے سیب قبول فرمانے سے اِنکار کر دیا کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ یہ تُحفہ بحیثیتِ خلیفۂ وقت دیا جا رہا ہے اگر میں خلیفہ نہ ہوتا تو کوئی کیوں

دیتا؟ اور یہ بات تو ہر ذی شُعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وُزَراء، قومی وصُوبائی اِسمبلی کے ممبران یا دیگر حکومتی افسران ومنتخب نُمائندگان نیز جج صاحبان حتّٰی کہ پولیس وغیرہ کو لوگ کیوں تُحفہ دیتے ہیں اور ان کی کس سبب سے خصوصی دعوتیں کرتے ہیں۔ ظاہر ہے یا تو ''کام'' نکلوانا مقصود ہوتا ہے یا یہ ذِہن ہوتا ہے کہ آئندہ اس کی ضَرورت پڑنے کی صُورت میں آسانی سے ترکیب بن جائے گی۔ ان دونوں وُجوہات کی بنا پر ایسے لوگوں کو تُحفہ دینا اور ان کی خُصُوصی دعوت کرنا رِشوت کے حُکم میں ہے اور رِشوت دینے اور لینے والا جہنّم کا حقدار ہے۔ ایسے موقع پر عیدی، مٹھائی، چائے پانی یا خوشی سے پیش کر رہا ہوں، مَحبَّت میں دے رہا ہوں وغیرہ خوبصورت الفاظ رِشوت کے گناہ سے نہیں بچا سکتے۔ اگرچہ واقعی اخلاص کے ساتھ پیش کیا گیا ہو اور رشوت کی کوئی صورت نہ بنتی ہو تب بھی ایسوں کا اپنے ماتحتوں سے تُحفہ یا خُصُوصی دعوت قبول کرنا ''مظِنّۂ تہمت'' یعنی تُہمت کی جگہ کھڑا ہونا ہے، جبکہ سردارِ مکّہ مکرّمہ، سلطانِ مدینۂ منوّرہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا فرمانِ حفاظت نشان ہے: جو اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔ (کشف الخفاء ج ۲ ص ۲۲۷ حدیث ۲۴۹۹) اس لئے یہاں مظِنّۂ تُہمت سے بچنا واجِب ہے لہٰذا دینا بھی ناجائز اور لینا بھی ناجائز۔ ہاں اگر عُہدہ ملنے سے قبل ہی آپس میں تحائف کے لین دین اور خُصُوصی دعوت کی ترکیب تھی تو اب حرج نہیں مگر پہلے کم تھا اور اب مِقدار بڑھا دی تو زائد حصّہ ناجائز ہو جائیگا۔ اگر دینے والا پہلے کی نسبت مالدار ہو گیا ہے اور اُس نے

اس وجہ سے بڑھایا ہے تو لینے میں حرج نہیں۔ اسی طرح پہلے کے مقابلے میں اب جلدی جلدی خُصُوصی دعوت ہونے لگی ہے تب بھی ناجائز ہے۔ اگر دینے والا ذَوِی الْاَرحام یعنی خونی رِشتے والوں میں سے ہے تو دینے لینے میں حرج نہیں۔ (والِدَین، بھائی، بہن، نانا، نانی، دادا، دادی، بیٹا، بیٹی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، وغیرہ مَحرم رشتے دار ہیں جبکہ پھوپھا، بہنوئی، چچی، تائی، مُمانی، بھابھی، چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، ماموں زاد وغیرہ ذی رِحم یعنی مَحرم رشتہ داروں سے خارج ہیں) مَثَلاً بیٹا یا بھتیجا جج ہے اس کو والِد یا چچا نے تُحفہ دیا یا خُصُوصی دعوت دی تو قَبول کرنا جائز ہے۔ ہاں بالفرض باپ کا مقدّمہ جج بیٹے کے یہاں چل رہا ہو تو اب مَظِنّۂ تُہمت کی وجہ سے ناجائز ہے۔ بیان کردہ اَحکام صِرف حُکومَتی افراد کیلئے ہی نہیں ہر سماجی، سیاسی اور مذہبی لیڈر و قائد کیلئے بھی ہیں۔ حتّٰی کے **دعوتِ اسلامی کی تمام تنظیمی مجالس کے جملہ نگران و ذمّہ داران بھی اپنے ماتحتوں سے تُحفہ یا خُصُوصی دعوت قَبول نہیں کر سکتے۔** چھوٹا ذمّہ دار اپنے سے بڑے ذمّہ دار سے قَبول کر سکتا ہے۔ مَثَلاً دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کا رکن، نگرانِ شوریٰ سے قَبول سکتا ہے مگر دیگر دعوتِ اسلامی والوں سے قَبول نہیں کر سکتا اور نگرانِ شوریٰ اپنے کسی بھی ماتحت دعوتِ اسلامی والے کا تحفہ نہیں لے سکتا۔ مدرِّس اپنے شاگردوں یا اُس کے سرپرست کا بلا اِجازتِ شَرعی تحفہ نہیں لے سکتا۔ ہاں تعلیم سے فراغت کے بعد اگر شاگرد تُحفہ یا خُصُوصی دعوت دے تو قَبول کر سکتا ہے۔ وہ عُلَماء و مشائخ جن کو لوگ عِلم و فضل کی تعظیم کے سبب نذرانے پیش کرتے ہیں اور وہ قَبول بھی

کرتے ہیں اور لوگ ان پر رشوت کی تُہمت بھی نہیں لگاتے چُنانچہ ایسے حضرات کا تحفہ قبول کرنا مظنۂ تُہمت سے خارج ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

سود و رشوت میں نحوست ہے بڑی
نیز دوزخ میں سزا ہوگی کڑی (وسائل بخشش ص ٦٦٨)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

قلم باریک کرلو

آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے دفتری اَخراجات میں کمی کردی، دفتر کے لئے بیت المال سے کاغذ کے لئے جو رقم ملتی تھی، اس کی نسبت گورنر ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ قلم کو باریک کرلو اور سطریں قریب قریب لکھو اور تمام ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لو کیونکہ میں مسلمانوں کے خزانے میں سے ایسی رقم صَرف کرنا پسند نہیں کرتا جس کا فائدہ ان کو نہ پہنچے۔ (سیرت ابن جوزی ص ١٠١)

شمع کی جگہ چراغ جلاؤ

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ابوبکر بن حَزْم جو مدینۂ منورہ زادھَا اللّٰہُ شرفًاوّ تعظِیمًا کے گورنر تھے، کو لکھا: امابعد! میں نے تمہارا وہ خط پڑھا جو تم نے سلیمان بن عبدالملک (خلیفۂ سابق) کو لکھا تھا، اس میں تھا کہ تم سے پہلے گورنروں کو شمع کی مَد میں اتنی رقم ملتی تھی جس سے وہ اپنی آمدورفت کے راستوں میں روشنی کا اِنتظام کرتے تھے۔ (سلیمان کا چونکہ اِنتقال ہوچکا ہے اس لئے) اس کے

جواب کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے، اے ابوبکر! مجھے تمہارا وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب تم سردیوں کی سخت اندھیری راتوں میں روشنی کے بغیر اپنے گھر سے نکلتے تھے، آج تمہاری حالت اس دن سے کہیں زیادہ بہتر ہے، لہٰذا اپنے گھر کے چراغوں سے کام چلاؤ۔ (سیرت ابن جوزی ص ١٠٠)

عدل کا قلعہ بنادو

ایک گورنر نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی خدمت میں خط لکھا: ہمارا شہر خستہ حال ہو چکا ہے، عمارتیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں اگر **امیرُ المُؤمنین** کی اِجازت ہو تو کچھ رقم مخصوص کر کے اس کی اَزسرِ نو تعمیر و مرمت کر دیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب میں لکھا: حَصِّنْهَا بِالْعَدْلِ، وَنَقِّ طُرُقَهَا مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّهٗ مَرَمَّتُهَا یعنی تم اپنے شہر کو عدل کا قلعہ بنالو اور اس کے راستوں کو ظلم سے پاک کرو، یہی اس کی تعمیر و مرمت ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ١١٠)

گواہیوں پر فیصلہ کرو

یحیٰی غسانی کہتے ہیں کہ جب حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے مجھے شام کے شہر مُوصل کا حاکم مقرر کیا تو میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ چوری اور نَقب زَنی کی وارداتیں بکثرت ہوتی ہیں، میں نے یہ تمام اَحوال حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو لکھ کر بھیجے اور دریافت کیا کہ میں چوریوں کے ان مقدمات میں لوگوں کی تُہمت پر اِنحصار کر کے اپنی رائے کے مطابق سزا دوں یا

گواہیوں پر فیصلہ کروں؟ آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا: گواہیوں پر فیصلہ کرو، اگر حق وعَدْل نے اُن کی اِصلاح نہیں کی تو رب تعالیٰ کبھی ان کی اِصلاح نہیں فرمائے گا۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کی ہدایت کے مطابق ہی مقدمات کے فیصلے کئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب میرا مُوصل سے تبادلہ ہوا تو وہ پُر امن شہر بن چکا تھا جہاں چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ١٩٠)

قاضی کیسا ہونا چاہئے؟

مُزاحم بن زُفر کا بیان ہے کہ میں نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کو فرماتے سنا: قاضی میں پانچ خصلتیں ہونی چاہئیں: (١) قرآن وسنّت کا عالم ہو (٢) حِلم والا ہو (٣) خُود دار ہو (٤) پرہیز گار ہو (٥) مشورہ کرنے والا ہو۔ جب یہ پانچ چیزیں قاضی میں پائی جائیں تو وہ قاضی ہے ورنہ اِنصاف کے نام پر دھبہ ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ٢٧٥)

خوفِ خدا رکھنے والے کو قاضی مقرر کر دیا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کے زمانہ خلافت سے پہلے سلیمان بن عبد الملک کے پاس اہلِ مِصر کا ایک وفد آیا، جس میں ابن خُذامر نامی ایک شخص بھی شریک تھا، خلیفہ سلیمان نے ان لوگوں سے اہلِ مغرب کے حالات پوچھے تو ابنِ خُذامر کے سوا سب نے وہاں کے حالات بیان کئے اور "سب اچھا ہے" کی

رپورٹ دی۔ جب وفد رخصت ہونے لگا تو حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ابنِ خُذامر سے خاموشی کی وجہ پوچھی، اس نے کہا: جھوٹ بولتے ہوئے مجھے خدا کا خوف محسوس ہوتا ہے۔ حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اس واقعہ کو یاد رکھا، یہاں تک کہ جب خلیفہ ہوئے تو ''ابنِ خُذامر'' کو مِصر کا قاضی مقرر کردیا۔ (تاریخ دمشق، ج ۳۳، ص ۳۸۵)

گورنر بنانے سے پہلے ٹھوک بجا کر دیکھا

حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز جب کسی کو قاضی یا گورنر مقرر کرتے تو اس کے بارے میں تحقیق کروا کر ساری معلومات جمع کرتے کہ یہ تقویٰ وطہارت میں کیسا ہے؟ عِلم وعمل میں اس کا کیا مرتبہ ہے؟ اس کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق تو نہیں؟ یہ تحقیق اس لئے کرتے کہ کہیں آپ کسی کے ظاہری حالات سے دھوکہ نہ کھائیں۔ جب پورا پورا اِطمینان ہوجاتا تو پھر آپ اس کو قاضی یا گورنر مقرر فرماتے چنانچہ بلال بن ابی بُردہ کو آپ نے اسی تحقیق وتفتیش سے رَد کیا تھا۔ بلال بن ابی بردہ ایک ہوشیار، ذہین، ذکی اور نہایت عَقل مند شخص تھا۔ یہ ''خناصِرہ'' میں حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی خدمت میں حاضِر ہوا اور آپ کو ان الفاظ میں خِلافت کی مُبارَکباد دی: ''امیر المومنین! اگر خِلافت کو کسی سے شرف حاصِل ہوا تو آپ سے حاصِل ہوا ہے اور اگر خِلافت کو کسی سے زینت ملی ہو تو آپ سے ملی ہے۔'' حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی تعریف کرنے کے بعد یہ

شخص مسجد میں گیا اور ایک ستون کے پاس کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے مُعْتَمَدِ خاص سے کہا کہ اگر اس کا باطن بھی ظاہر کی طرح ہے تو یہ واقعی عراق کا گورنر بننے کا اہل ہے اور اس کی خدمات سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ رفیقِ خاص نے کہا: ابھی تحقیق کر کے اس کے مکمل حالات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وَقت مسجد میں گئے اور بلال بن ابی بُردہ سے بات کا آغاز اس طرح کیا: آپ کو پتہ ہے کہ امیر المومنین کی نگاہ میں میرا کیا مقام ہے اگر میں امیر المومنین کے سامنے عراق کی گورنری کے لیے آپ کا نام پیش کر دوں تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ بلال نے انہیں ضمانت دیتے ہوئے کہا: میں اس کے بدلے میں آپ کو بہت سا مال دوں گا۔ انہوں نے سارا ماجرا امیر المومنین کے سامنے کہہ سنایا تو آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اُسے گورنر بنانے کا اِرادہ تَرک کر دیا اور اہلِ عراق کو لکھ کر بھیجا: اس شخص کو بولنا تو بہت آتا تھا مگر عَقْل کم تھی۔ (سیرت ابن جوزی ص ١١٣ ملتقطاً)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

کسی کام کا فیصلہ کیسے کرے؟

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے فرمایا: اَلْاُمُوْرُ ثَلَاثَۃٌ اَمْرٌ اِسْتَبَانَ رُشْدُہٗ فَاتَّبِعْہُ، وَاَمْرٌ اِسْتَبَانَ ضِدُّہٗ فَاجْتَنِبْہُ، وَاَمْرٌ اَشْکَلَ فَرُدَّہٗ اِلَی اللّٰہِ یعنی کام تین قسم کے ہوتے ہیں: (١) جس کا دُرُست ہونا بالکل واضح ہو، اس کام کو کر ڈالو (٢) جس کا غَلَط ہونا یقینی ہو، اس کام سے بچو اور (٣) وہ جس کا دُرُست یا غَلَط

ہونا واضح نہ ہو تو ایسے کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ سے اِستخارہ کرو (یعنی ہدایت چاہو)۔ (باب السلک فی طبائع الملک، مشورۃ ذوی رأی، ج ۱ ص ۶۷)

اُسی وَقت اِصلاح کرتے

ایک مرتبہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القَدِیر نے کسی مقدمے کا فیصلہ سنایا تو حضرتِ سیدنا میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہیں موجود تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو حضرتِ سیدنا میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: یا امیر المؤمنین! میری رائے میں آپ نے دُرست فیصلہ نہیں دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: آپ کو اسی وَقت کہنا چاہیے تھا۔ عرض کی: مجھے اچھا نہیں لگا کہ لوگوں کے سامنے آپ کو شرمندہ کروں۔ فرمایا: پھر بھی آپ کو کہہ دینا چاہیے تھا تا کہ لوگوں کو پتا چلے کہ بادشاہی حق کی ہے۔

(تاریخ دِمشق، ج ۴۵، ص ۲۰۰)

نصیحت کرنے کا حق

حضرت سیدنا میمون بن مہران علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے مجھے تاکید کی: قُلْ لِیْ فِیْ وَجْھِیْ مَا اَکْرَہُ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا یَنْصَحُ اَخَاہُ حَتّٰی یَقُوْلَ لَہٗ فِیْ وَجْھِہٖ مَا یَکْرَہُ یعنی جو بات مجھے ناپسند ہو وہ میرے منہ پر کہہ دیا کریں کیونکہ انسان اپنے بھائی کو اُس وَقت تک حقیقی معنوں میں نصیحت نہیں کرسکتا جب تک اس کے سامنے ناگوار گزرنے والی بات کہنے

کی ہمت نہ رکھتا ہو۔ (باب السلک فی طبائع الملک، مشورۃ ذوی رائی، ج ۱ ص ۱۷)

میرے غیر شرعی حکم کو دیوار پر دے مارنا

حضرتِ سیدنا میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العَزِیز نے مجھے کسی چیز کی ذمہ داری دی اور فرمایا: اِنْ جَاءَكَ كِتَابِیْ بِغَيْرِ الْحَقِّ فَاضْرِبْ بِهِ الْحَائِطَ یعنی اگر آپ کے پاس میرا کوئی غیر شرعی حکم آئے تو اسے دیوار پر دے ماریئے گا۔ (تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۲۰۰)

معاف کرنے میں خطا سزا دینے میں خطا سے بہتر ہے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے فرمایا: شبہ کی صورت میں سزا میں حتی المقدور نرمی اختیار کرو، کیونکہ حاکم کی معاف کرنے میں خطا سزا دینے میں خطا سے بہتر ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۲۳)

عادل عدالت کا عادل فیصلہ

سمرقند کے ذمیوں نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العَزِیز کے پاس ایک وفد بھیجا جس نے شکایت کی کہ مُسلم سپہ سالار نے اسلامی لشکر کشی کے اُصولوں سے انحراف کرتے ہوئے سمرقند کو فتح کیا تھا، لہٰذا ہمیں انصاف دلایا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سمرقند کے گورنر سلیمان بن ابی سری کو خط لکھا کہ سمرقند والوں نے مجھ سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی شکایت کی ہے، میرا خط ملتے ہی ان کا مقدمہ سننے کے لئے قاضی مقرر کرو، اگر قاضی ان کے حق میں فیصلہ کر دے تو یہ لوگ

اپنی چھاؤنی میں رہیں گے اور مسلمان پہلے والی جگہ پر واپس آجائیں۔ گورنر نے حسبِ حُکم قاضی کا تقرر کردیا جس نے اسلامی عَدْل کے مَدَنی پھولوں (یعنی اصولوں) کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذِمّیوں کے حق میں فیصلہ کردیا اور حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی ہدایت کے موافق ذِمّیوں کو چھاؤنی میں رہنے اور مسلمانوں کو چھاؤنی سے باہَر نکل جانے کا حُکم دیا نیز جدید مصالحت یا جنگ کا فیصلہ کرنے کا حُکم دیا۔ عَدْل و اِنصاف کے شاہکار فیصلے کو سن کر سمرقندی پکار اٹھے: نہیں، ہم پہلے والی حالت میں ہی رہنا چاہتے ہیں، جنگ نہیں چاہتے کیونکہ مسلمان ہمارے ساتھ امن وامان کی زندگی بسر کرتے ہیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں دیتے، اگر ہمیں جنگ میں دھکیل دیا گیا تو نہ جانے کامیابی کس کی ہو؟ اس لئے ہمیں حسبِ سابق مسلمانوں کے تحت رہنا قبول ہے۔ (تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۵۱)

ذِمّی کو اِنصاف دلایا

ایک بار کسی مسلمان نے حیرہ کے کسی ذِمّی کو قتل کر ڈالا، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے وہاں کے گورنر کو لکھا کہ قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالے کردو، چاہے وہ قتل کرے چاہے وہ معاف کردے، چنانچہ قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالے کردیا گیا جسے اس نے بدلے میں قتل کردیا۔

(نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ج5 ص90)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

حجاج کے ساتھ کام کرنے والے کو گورنر نہ بنایا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک شخص کو گورنر بنایا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حجاج بن یوسف کا گورنر رہ چکا ہے تو اسے معزول کر دیا۔ وہ معذرت کے لئے آپ کے پاس آیا اور کہا: میں بہت تھوڑے عرصے کے لئے ہی حجاج کا گورنر رہا ہوں۔ فرمایا: بُرے آدمی کی ایک آدھ دن کی صُحبت بھی تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ١٠٨)

کیا یہ نافرمانی تھی؟

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک شخص کو گورنر بنانا چاہا تو اس نے معذرت کر لی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اصرار بڑھا تو اس نے قسم کھالی: میں یہ کام نہیں کروں گا۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: نافرمانی مت کرو۔ وہ کہنے لگا: یاامیرَالمُؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا (پ ٢٢، احزاب: ٧٢)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔

اب یہ بتایئے کہ کیا زمین و آسمان کا اِنکار کرنا نافرمانی تھی؟ یہ سن کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اسے جانے دیا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج٥، ص ٣٠٤)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حکایت سے ہمیں ایک زبردست مَدَنی پھول ملا اور وہ یہ کہ ہمیں اپنے ماتحت سے ''نہ'' سننے کا بھی حوصلہ رکھنا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ وہ بے چارہ کسی حقیقی مجبوری کی وجہ سے ہمارے کہے پر عمل نہ کرسکتا ہو۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

کھلی آزمائش

ایک شخص حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القَدِیر کی خدمت میں حاضر ہوا، عَرض کی: یاامیر المومنین! مجھ پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ فرمایا: ''کس نے کیا؟'' وہ شخص خاموش رہا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بار بار دریافت فرمایا مگر اس شخص کی زَبان سے ظلم کرنے والے کا نام نہیں نکل پاتا تھا جو غالباً آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کوئی عزیز تھا، بالآخر اس نے کہا کہ فلاں شخص نے میرا اتنا مال زبردستی لے لیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فوراً غلام سے قلم، دوات اور کاغذ طَلَب کیا اور اپنے گورنر کے نام لکھا: فلاں آدمی نے میرے پاس یہ شکایت کی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو مجھے اطلاع دینے سے پہلے اس کا مال اسے واپَس مل جانا چاہیے۔ تحریر لکھنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو مَلتے ہوئے یہ آیت پڑھی:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ روشن جانچ تھی۔

(پ ۲۳، الصافات: ۱۰۶)

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۳)

چالیس کوڑے لگوائے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کا حُکم تھا کہ کوئی مسلمان کسی ذِمّی کے مال پر دست درازی نہ کرے، اس ہدایت کے اثرات تھے کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے مال اور زمین پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا اگر ایسا کرتا تو اسے قرار واقعی سزا ملتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ نے ایک سرکاری ضرورت کے تحت کسی کا گھوڑا بیگار (بلا اُجرت محض سرکاری دباؤ) میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے پہلے یہ ایک معمولی بات ہوا کرتی تھی لیکن جب حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو اس بات کا پتہ چلا تو اس عہدے دار کو چالیس کوڑے لگوائے تاکہ دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۱)

اللّٰہ عزّوجلّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

ملزم اور مجرم کا فرق

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی طرف سے مقرر ہونے والے عُمّال بعض اوقات خود اطلاع دیتے کہ ہم سے پہلے جو عمّال تھے، انہوں نے مال غصب کیا تھا، اگر امیر المؤمنین کا اِرشاد ہو تو یہ مال اُن سے ضبط کر لیا جائے؟ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز ان کو حُکم لکھوا کر بھیجتے کہ اس معاملہ

میں مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں، اگر شہادت ہو تو شہادت کی رُو سے اور اقرار ہو تو اقرار کی رُو سے مال واپس لو، ورنہ حلف لے کر چھوڑ دو جیسا کہ بصرہ کے گورنر عدی بن اَرطاۃ کو لکھا: امابعد! تم نے خط کے ذریعے بتایا تھا کہ تمہارے علاقے میں اہل کاروں کی خیانت کا اِنکشاف ہوا ہے اور انہیں سزا دینے کے لئے مجھ سے اِجازت مانگی تھی، گویا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گرِفت سے بچنے کے لئے مجھے ڈھال بنانا چاہتے تھے، جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو اگر ان کے خِلاف شہادت موجود ہو تو ان سے مؤاخذہ کرو اور سزائیں دو ورنہ نمازِ عصر کے بعد ان سے یہ قسم لے لو: "اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم نے مسلمانوں کے مال میں ذرا بھی خیانت نہیں کی۔" اگر وہ یہ قسم کھا لیں تو انہیں چھوڑ دو کیونکہ ہم یہی کچھ کر سکتے ہیں، واللہ! ان کا اپنی خیانتیں لے کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچنا میرے لئے آسان ہے بجائے اس کے کہ میں ان کے خون کا وَبال اپنی گردن پر لے کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۵)

ہمیشہ ہاتھ بھلائی کے واسطے اُٹھیں
بچانا ظُلم و سِتَم سے مجھے سدا یارب (وسائل بخشش ص ۹۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

کسی کی طرف گناہ کی نسبت کرنا

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حکایت سے ہمیں یہ دَرس بھی ملا کہ بلا ثبوت

شَرْعی کسی کی طرف گناہ کی نسبت نہ کی جائے یعنی کسی کو اس وَقت تک خائن، راشی، سُود خور نہ قرار دیا جائے جب تک ہمارے پاس شَرْعی ثبوت نہ ہو، حجۃ الِاسلام اِمام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ''اگر کسی شخص کے منہ سے شراب کی بُو آ رہی ہو تو اس کو شَرْعی حد لگانا جائز نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے شراب کا گھونٹ بھرتے ہی کلّی کردی ہو یا کسی نے اسے زبردستی شراب پلا دی ہو، جب یہ سب احتمال موجود ہیں تو (ثبوتِ شَرْعی کے بغیر) محض قلبی خیالات کی بنا پر تصدیق کردینا اور اس مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز نہیں ہے۔'' (احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، ج ۳، ص ۱۸۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دِکھاوے کا اَنجام

ولید بن ہشام نے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو خط میں لکھا: ''میں نے اپنے ماہانہ اَخراجات کا حساب لگایا ہے تو پتا چلا ہے کہ میری تنخواہ میری ضَروریات سے زیادہ ہے اگر آپ منظور فرمائیں تو اس زائد رقم کو میری تنخواہ سے کم کردیا جائے۔'' آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: لَوْ کُنْتُ عَازِلًا اَحَدًا عَلٰی ظَنٍّ لَعَزَلْتُہٗ یعنی اگر میں محض گمان کی بنا پر کسی کو معزول کرتا تو اِسے کردیتا۔ پھر اس کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے تنخواہ کم کردی مگر اپنے ولی عہد یزید بن عبدالملک کے نام یہ تحریر لکھوائی: ولید بن ہشام نے مجھے اس مضمون کی درخواست بھیجی ہے، اگرچہ مجھے اِطمینانِ قلب نہیں مگر میں نے ظاہر پر عمل کیا ہے کیونکہ غیب کا عِلم اللہ عزَّوَجَلَّ کے

پاس ہے، میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے اور تم مسندِ خلافت پر بیٹھو اور ولید تم سے یہ درخواست کرے کہ اس کی وہی پرانی تنخواہ بحال کی جائے جس میں میں نے کمی کردی تھی تو اُسے ہرگز اسکی مُرادِ نامُرادمیں کامیاب نہ ہونے دینا۔ چنانچہ یہی بات ہوئی کہ جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کا وِصال ہوا اور خلافت یزید بن عبدالملک کے سپُرد ہوئی تو ولید کا خط آپہنچا کہ عمر نے مجھ پر ظلم کیا اور میری تنخواہ میں کمی کردی تھی لہٰذا میری تنخواہ بحال کی جائے۔ یزید بن عبدالملک اُس کی دَغابازی پر اتنا غضب ناک ہوا کہ اُسے معزول کردیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے زمانے سے اب تک جتنی تنخواہ وُصول کرچکا تھا وہ بھی واپَس لے لی اور ولید کو مرتے دَم تک پھر کبھی کوئی عہدہ نہ ملا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۳۱)

جَو شریف کا دَلیا

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العَزِیز کو اِطّلاع ملی کہ سِپہ سالار کے باوَرچی خانے کا یومیہ خَرچ ایک ہزار دِرْہم ہے۔ اس خبرِ وَحشت اثر سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سَخت افسوس ہوا۔ اس کی اِصلاح کیلئے **انفرادی کوشِش** کا ذِہن بنایا اور اس کو اپنے یہاں مَدعُو فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باورچیوں کو حُکم دیا کہ پُر تکلُّف کھانے کے ساتھ ہی **جَو شریف کا دَلیا** بھی تیار کیا جائے۔ سِپہ سالار جب دعوت پر حاضِر ہوا تو خلیفہ نے قصداً کھانا منگوانے میں اِس قدر تاخیر فرمادی کہ سِپہ سالار بھوک سے بے تاب ہوگیا۔ بالآخر امیرُالْمُؤمِنین نے پہلے **جَو**

شریف کا دلیا منگوایا۔ سپہ سالار چونکہ بہت بھوکا تھا اِس لئے اُس نے **جو شریف کا دلیا** کھانا شروع کردیا اور جب پُر تکلُّف کھانے دسترخوان پر آئے اُس وَقت اِس کا پیٹ بھر چکا تھا۔ دانا خلیفہ نے پُر تکلُّف کھانوں کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا: آپ کا کھانا تو اب آیا ہے کھائیے! سپہ سالار نے انکار کیا اور کہا کہ حضور! میرا پیٹ تو دلیا ہی سے بھر چکا ہے۔ امیرُ الْمُؤمِنِین نے فرمایا: سُبْحٰنَ اللہ! دَلیا بھی کتنا عُمدہ کھانا ہے کہ پیٹ بھی بھر دیتا ہے اور ہے بھی اتنا سستا کہ ایک دِرہَم میں دس آدمیوں کو سَیر کر دے! یہ کہہ کر نصیحت کے مَدَنی پھول لٹاتے ہوئے فرمایا: جب آپ دَلیا سے بھی گزارہ کر سکتے ہیں تو آخر روزانہ ایک ہزار دِرہَم اپنے کھانے پر کیوں خرچ کرتے ہیں؟ سپہ سالار صاحِب! خدا سے ڈریئے اور اپنے آپ کو زیادہ خرچ کرنے والوں میں داخل نہ کیجئے۔ اپنے باورچی خانے میں جو رقم بے تحاشا صَرف کرتے ہیں وہ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے بھوکوں، حاجتمندوں اور غریبوں کو دے دیجئے۔ مُتَّقی خلیفہ کی **انفِرادی کوشش** نے سپہ سالارِ لشکر کے دل پر گہرا اثر ڈالا اور اُس نے عہد کر لیا کہ آیندہ کھانے میں سادگی اپناؤں گا اور کم خرچ سے کام چلاؤں گا۔

(مغنی الواعظین ص ۱۹۴)

اِس حِکایت کو نَقل کرنے کے بعد امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم نفس کو جس قدر لذیذ غذائیں کھلائیں گے اُسی قدر وہ بہتر سے بہتر طلب کرتا رہے گا۔ آج ہماری اکثریت بے بَرَکتی کی شاکی ہے نیز تنگدستی

اور پھر اُوپر سے کمر توڑ مہنگائی کا رونا روتی ہے اور آج تقریباً ہر ایک کہتا سنائی دیتا ہے "پورا نہیں ہوتا!" یقین مانئے، مہنگائی، بے بَرَکتی اور تنگدستی کا فی زمانہ ایک بہُت بڑا سبب غیر ضَروری اَخراجات بھی ہیں۔ ظاہر ہے جب فُضُول خرچیوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے نیز اعلیٰ کھانوں، عمدہ مکانوں، پھر ان کے اندر سجاوٹوں کے بیش قیمت سامانوں، مہنگے مہنگے فینسی لباسوں سے دل لگائے رہیں گے، تو ان کاموں کیلئے خطیر رقموں کی ضَرورت رہے گی اور پھر "بے بَرَکتی" اور "پورا نہیں ہوتا" کی راگنیاں بھی جاری ہی رہیں گی۔ حضرتِ سیِّدُنا امام جعفرِ صادِق علیہ رحمۃ الرازق کا فرمانِ ہدایت نشان ہے، جس نے اپنا مال فُضُول خرچیوں میں کھو دیا، اب کہتا ہے اے ربّ! مجھے اور دے۔ اللہ تعالیٰ (ایسے شخص سے) فرماتا ہے، کیا میں نے تجھے مِیانہ روی کا حُکم نہ دیا تھا؟ کیا تُو نے میرا (یہ) اِرشاد نہ سنا تھا؟ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ (پ ۱۹ فرقان ۶۷) ترجَمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں، نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔ (ملخصاً احسن الوعاء لآداب الدعاء ص ۵۷) بہر حال اگر قناعت اور سادگی کے ساتھ سستے کھانوں اور سادہ لباسوں کو اپنا لیا جائے۔ فَقَط حسبِ ضَرورت مکانات رکھے جائیں، بے جا سجاوٹوں اور نُمائشی دعوتوں کے مُعاملے میں خود پر پابندی ڈالی جائے تو خود بخود مہنگائی کا خاتمہ ہو اور غُربت رخصت ہو جائے۔ (فیضانِ سنت، ج ۱، ص ۶۶۴ ملتقطاً)

ایک حبشن کنیز کا خط خلیفہ کے نام اور مسئلے کا فوری حل

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے زمانے میں سرکاری ڈاک لانے والے کا یہ دستور تھا کہ جب وہ ڈاک لے کر چلتا تو راستہ میں جو لوگ اسے کوئی خط دیتے ان سے وُصول کرلیتا، ایک بار وہ مِصر جارہا تھا کہ ''ذِی اَصْبَح'' کی آزادکردہ ''فَرْتُوتہ'' نامی حبشن کنیز نے اسے خط دیا جس میں خلیفہ کے نام تحریر تھا کہ اس کے اِحاطے کی دیواریں چھوٹی ہیں لوگ انہیں پھلانگ کر اندر آجاتے ہیں اوراس کی مرغیاں چوری ہوجاتی ہیں۔ قاصد نے جب یہ خط لاکر **امیرُ المؤمنین** کو دیا تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، امیر المومنین! عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے ذی اصبح کی کنیز فرتونہ کے نام! تمہارا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ تمہارے مکان کی دیواریں نیچی ہیں اور لوگ انہیں پھلانگ کر تمہاری مرغیاں چُرا لیتے ہیں، میں نے ایوب بن شُرَحْبِیل کو جو مِصر میں نماز کے امام اور جنگ کے افسرِ اعلیٰ ہیں لکھ دیا ہے کہ وہ تمہارے مکان کی مرمت کرا کر اسے پوری طرح محفوظ کرادیں۔ والسلام

اور ایوب بن شُرَحْبِیل کو خط لکھا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے امیر المومنین عمر کی جانب سے ابن شُرَحْبِیل کے نام، امابعد! ذی اصبح کی کنیز ''فرتونہ'' نے مجھے لکھا ہے کہ اس کے مکان کی دیواریں چھوٹی ہیں اور اس کی مرغیوں کی چوری ہوجاتی ہے، وہ چاہتی ہے کہ اس کا مکان محفوظ کردیا جائے، جب میرا یہ خط ملے تو خود سوار ہوکر وہاں

پہنچو اور اپنی نگرانی میں اس کا مکان مرمت کراؤ، والسلام۔''

جب ایوب بن شُرَحْبِیل کو خلیفہ کا یہ فرمان پہنچا تو انہوں نے فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مذکورہ علاقے کا رخ کیا وہاں پوچھتے پوچھاتے ''فرتونہ'' نامی کنیز کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ وہ بے چاری نہایت مِسکین قسم کی بڑھیا ہے۔ ایوب بن شُرَحْبِیل نے اسے بتایا کہ امیر المومنین نے تمہارے بارے میں مجھے یہ حُکم نامہ بھیجا ہے، پھر اس کے مکان کی مرمت کروادی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حِکایت میں حاجت رَوائی اور دلجوئی کا تذکرہ ہے، یقیناً مسلمانوں کی دِلجوئی کی اَہمِیَّت بہُت زیادہ ہے چُنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: ''فرائض کے بعد سب اَعمال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو زِیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔'' (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۵۹ حدیث ۱۱۰۷۹) واقِعی اگر ہم سب ایک دوسرے کی غمخواری و غمگساری میں لگ جائیں تو آناً فاناً دُنیا کا نقشہ ہی بدل کر رہ جائے۔ لیکن آہ! اب تو بھائی بھائی کے ساتھ ٹکرا رہا ہے، آج مسلمان کی عزّت و آبرو اور اُس کے جان و مال مسلمان ہی کے ہاتھوں پامال ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نفرتیں مٹانے اور مَحَبَّتیں بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ النبی الامین صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المومنین کی تھکا دینے والی مصروفیات

انسان میں مختلف قابلیتیں بہت کم جمع ہوتی ہیں مثلاً جو لوگ دماغی اور عقلی حیثیت سے ممتاز ہوتے ہیں ان میں اَخلاقی اوصاف عُموماً بہت کم پائے جاتے ہیں اور جو لوگ ملکی وسیاسی کاموں کو نہایت سَرگرمی کے ساتھ اَنجام دیتے ہیں وہ اِنفرادی عِبادت ورِیاضت پر خاطر خواہ توجُّہ نہیں دے پاتے لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز جس پابندی اور مستعدی کے ساتھ خِلافت کے فرائض اَنجام دیتے تھے، اسی شوق وشَغف کے ساتھ اِنفرادی عِبادت ورِیاضت بھی کیا کرتے تھے، عام معمول یہ تھا کہ دن بھر رِعایا کے معاملات اور مقدمات کے فیصلہ میں مشغول رہتے، نمازِ عشاء کے بعد چراغ جلا کے بیٹھتے اور پھر یہی کام شروع ہو جاتا، اس کے بعد اَرباب رائے سے اُمورِ خِلافت کے متعلِّق مختلف مشورے لیتے، پھر جو وَقت بچتا وہ عِبادت ورِیاضت اور اِستراحت میں صَرف کیا کرتے۔ ان کی تھکا دینے والی مصروفیات کو دیکھ کر بعض حضرات تَرس کھاتے تھے اور اُن کو آرام کرنے کی ترغیب دیتے لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز پر ان کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حضرتِ سیِّدُنا میمون بن مِہران رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے جو ان کے مُشیرِ خاص تھے، کہا: امیر المومنین! دن بھر آپ کے اوقات رِعایا کے معاملات میں صَرف ہوتے ہیں، رات گئے فرصت کا تھوڑا سا جو وَقت ملتا ہے اس کو ہماری صحبت میں صَرف کر دیتے

ہیں! جواب دیا: لوگوں کی ملاقات سے عقل بڑھتی ہے۔ (تاریخ دِمشق، ج ۴۵، ص ۲۲۷)

سیر وتفریح کا مشورہ دینے والے کو جواب

ایک دن حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے بھائی ریان بن عبد العزیز نے انہیں مشورہ دیا کہ کبھی کبھی سیر وتفریح کے لئے بھی نکل جایا کیجئے۔ فرمایا: ''کَیْفَ لِیْ بِعَمَلِ ذٰلِكَ الْیَوْمِ یعنی پھر اس دن کا کام کس طرح انجام پائے گا؟'' انہوں نے کہا: ''یَکُوْنُ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ یَلِیْہِ یعنی دوسرے دن ہو جائے گا۔'' فرمایا: حَسْبِیْ عَمَلُ یَوْمٍ فِیْ یَوْمِہٖ فَکَیْفَ بِعَمَلِ یَوْمَیْنِ فِیْ یَوْمٍ یعنی میرے لئے یہی بہت ہے کہ روز کا کام روز انجام پا جائے، دو دن کا کام ایک دن میں کیونکر پورا ہوگا؟ (سیرت ابن جوزی ص ۲۲۵) بعض حضرات نے ان سے فُرصت کے اوقات میں فیض یاب ہونے کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا: مجھے فُرصت کہاں! اب تو صِرف خدا عزَّوَجَلَّ کے یہاں ہی فرصت نصیب ہوگی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۱۰)

وقت کی قدر

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! وقت ایسی اَنمول دولت ہے جو امیر وغریب کو یکساں ملتی ہے مگر ہماری اکثریت وقت کی اہمیت سے نا آشنا ہے اور اِس اہم ترین نعمت (یعنی وقت) کو فُضولیات میں برباد کرتی ہے مثلاً کئی لوگ آنکھ کھلنے کے باوجود بلاوجہ کافی دیر تک بستر نہیں چھوڑتے، غسل خانے میں بے کار کافی وقت نکال دیتے ہیں، کھانا کھانے میں بہت زیادہ وقت لیتے ہیں، کافی دیر آئینے کے حضور

حاضِری دیتے ہیں، کہیں چائے پینے بیٹھے تو فُضول ولغو گفتگو مَثلاً مُلکی وسِیاسی حالات، میچوں پر تبصرے وغیرہ میں گھنٹوں وَقت کا ضیاع کرتے ہیں۔ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جو غِیبت، چُغلی، مُوسیقی، بدگمانی، دِل آزاری، تُہمت وبُہتان، مَخلوط تفریح گاہ وہوٹل، ٹی وی وغیرہ پر فلمیں ڈرامے، کھیل کود کے غیر شَرعی پروگرام دیکھ کر وَقت جیسی عظیم نعمت کو برباد کرتے اور اپنی دُنیا وآخِرت کا نقصان اُٹھاتے ہیں۔

پیارے آقا صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''دو نعمتیں ہیں جن میں لوگ بہت گھاٹے میں ہیں تندرستی اور فراغت۔''(بخاری، کتاب الرقاق، ج۴،ص۲۲۲، الحدیث:۶۴۱۲) لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ دولتِ وَقت کو اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی اِطاعت وفرمانبرداری والے کاموں میں خَرچ کرنے کی کوشِش کریں اور اس مختصر زندگی کے قیمتی لمحات کو فُضول وحرام خواہشات کی تکمیل میں صَرف کرنے سے بچیں کیونکہ جو وقت کو ضائع کرتا ہے وقت اسے ضائع کر دیتا ہے۔[1]

دِن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شَرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(حدائقِ بخشش از امامِ اہلسنت علَیہِ رَحمۃُ ربِّ العزّت)

---

[1]: وقت کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے ''انمول ھیرے'' کا مطالعہ فرمائیے۔

وقت برف کی مانند ہے

اِمام فخر الدِّین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں کہ میں نے سُوْرَۃُ الْعَصْر کا مطلب ایک برف فروش سے سمجھا، جو بازار میں صدا لگا رہا تھا کہ رحم کرو اُس شخص پر کہ جس کا سرمایہ گُھلتا جا رہا ہے، رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ گُھلتا جا رہا ہے۔ اُس کی یہ بات سن کر میں نے کہا: یہ ہے ''وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾'' کا مطلب، کہ جو زندگی انسان کو دی گئی ہے وہ بَرْف کے پگھلنے کی طرح تیزی سے گُزر رہی ہے، اِس کو اگر ضائع کیا جائے یا غَلَط کاموں میں صَرْف کر دیا جائے تو اِنسان کا خسارہ ہی خسارہ ہے۔ (تفسیر کبیر، ج۱۱، ص۲۷۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بیت المال کی اِصلاح

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے جن جن شعبوں کی اِصلاح کی، ان میں بیت المال (یعنی قومی خزانہ) بھی ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱) بیت المال مختلف قسم کی آمدنیوں کے مجموعے کا نام ہے جن میں ہر ایک کے مَصارِف و مداخل جُدا جُدا ہیں، غالباً حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کے زمانے سے پہلے یہ تمام آمدنیاں ایک ہی جگہ جمع ہوتی تھیں، لیکن انہوں نے آمدنیوں کے متعلّق الگ الگ شعبہ جات قائم کئے، اور ہر ایک قسم کی آمدنی کو الگ الگ جمع کیا۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۳۱۲ ملخصاً)

(۲) بیت المال درحقیقت مسلمانوں کا مشترکہ خزانہ ہے جس سے ہر مسلمان برابر فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے دور سے پہلے تمام خاندان شاہی کو عام مسلمانوں سے الگ الگ مخصوص وظیفہ ملتا تھا، جس کو وظیفۂ خاصہ کہتے تھے آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اس کو مکمل طور پر بند کر دیا۔

(۳) قصائد (یعنی تعریفی اشعار کہنے) کے صلے میں شعراء کو بیت المال سے جو اِنعامات ملتے تھے ان کو حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے بالکل موقوف کر دیا۔

(۴) حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے دور سے پہلے یہ دستور تھا کہ گورنر عشاء اور فجر کے وَقت نَماز کو جاتے تھے تو آدمی ساتھ ساتھ شمع لے کر چلتا تھا اور اس کے مصارف کا بار بیت المال پر پڑتا تھا، حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اس کی رقم بند کر دی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۵ ملخصاً)

(۵) بیت المال کی آمدنیوں میں خُمس کے پانچ مصارف متعین ہیں جن کے علاوہ ان کو کسی دوسری جگہ صَرف نہیں کیا جا سکتا، لیکن حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز سے پہلے کے خلفاء ان مصارف کا لحاظ نہیں کرتے تھے، مصارفِ خمس میں سب سے مُقدَّم مَصْرَف اہل بیت ہیں، لیکن ولید اور سلیمان بن عبدُالملک نے باوجود حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے سمجھانے بجھانے کے ان کو

بالکل اس حق سے محروم کر دیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلیفہ بنتے ہی خُمس کو ان کے صحیح مصارف میں صَرف کیا اور اہلِ بیت کو ان کا حق دیا۔
(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰۵ ملخصًا)

آپ قسم کھایئے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے نزدیک بیت المال (قومی خزانے) کی حفاظت کی بہت اہمیت تھی۔ حضرتِ سیِّدُنا وہب بن مُنَبِّہ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ جو خود ایک متقی پرہیزگار بزرگ تھے، بیت المال کے منتظم تھے اور بیت المال سے کچھ رقم کم ہوگئی، آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو لکھا کہ بیت المال میں چند دینار کم ہیں۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ان کو جواب میں لکھا: ''میں آپ کو اِلزام نہیں دیتا، مجھ سے اس مال کے بارے میں مسلمان پوچھ گچھ کرنے والے ہیں، انہیں آپ کی قسم ہی مطمئن کر سکتی ہے اس لئے آپ حلف اٹھایئے۔'' (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۸)

مَحاصِل کی اِصلاح

ملکی محاصِل کی وجہ سے قومی خزانے کو اچھی خاصی رقم وصول ہوا کرتی تھی لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزیز کے عہدِ خِلافت سے پہلے ان تمام چیزوں کا نظام اس قدر اَبتر ہو گیا تھا کہ یہ محاصِل رِعایا کے لئے بالکل ایک جبری چیز بن گئے تھے۔ اسلام میں جزیہ صِرف غیر قوموں کے لیے مخصوص تھا اس لیے اگر

کوئی عیسائی، یہودی یا مجوسی مذہب اسلام میں داخل ہوجاتا تھا تو وہ اس سے بالکل بَری ہوجاتا، لیکن حجاج بن یوسف نے اس فرق و اِمتیاز کو بالکل مٹا دیا تھا، اور وہ نومسلموں سے بھی جِزیہ وُصول کرتا تھا۔ اس کی نسبت حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے حیان بن شریح کو لکھا کہ ذِمّیوں میں جو لوگ مسلمان ہوگئے ہیں ان کا جِزیہ ساقط کردیا جائے کیونکہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (پ ۱۰، التوبہ: ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۂ توبہ کی آیت 29 میں اِرشاد ہوتا ہے:

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ۝۲۹

ترجمۂ کنزالایمان: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جِزیہ نہ دیں ذلیل ہوکر

(پ ۱۰، التوبہ: ۲۹)

اس حُکم کی بناء پر اتنی کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ جِزیہ کی آمدنی اچانک

کم ہوگئی، چنانچہ حیان بن شریح نے ان کو اطلاع دی کہ ذِمّیوں کے اسلام نے جزیہ کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ میں نے تیس ہزار اشرفیاں قرض لے کر مسلمانوں کے عطیے تقسیم کیے، لیکن حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی، اور لکھا کہ میں نے جب تمہیں مِصر کا عامِل مقرر کیا تھا۔ اسی وقت تمہاری کمزوری سے واقف تھا، میں نے قاصِد کو حُکم دیا ہے کہ تمہارے سر پر کوڑے لگائے جزیہ کو موقوف کرو۔ (المواعظ والاعتبار، ج ١، ص ٩٧)

جزیہ نہ لو

"حَیرَہ" کے یہودی، عیسائی اور مَجوسی جن سے جزیہ کی رقم وصول ہوتی تھی، جب اسلام لائے تو گورنر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے ان سے جزیہ وصول کرنا چاہا اور حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز سے اس کی اِجازت طلب کی، انہوں نے لکھا کہ خدا نے محمدِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اسلام کی دعوت کے لئے بھیجا تھا نہ کہ خَراج جمع کرنے کے لئے، ان مذاہب کے لوگوں میں جو لوگ اسلام لائیں ان کے مال میں صِرف صَدَقہ ہے جزیہ نہیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ٥، ص ٢٩٩ ملخصاً)

نومسلموں سے جزیہ لینے والے گورنر کو معزول کردیا

گورنر جراح کی نسبت جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ نومسلموں سے جزیہ وصول کررہے ہیں تو ان کو معزول کردیا۔ نومسلموں کے جزیہ کی موقوفی پر ان کو اس قدر اِصرار تھا کہ ایک بار لکھا کہ اگر ایک ذِمّی کا جزیہ ترازو کے پلڑوں میں رکھا جاچکا ہو اور

اسی حالت میں وہ اسلام قبول کرلے تو اس کا جزیہ معاف کردیا جائے، اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا: اگر سال مکمل ہونے سے ایک دن پہلے بھی کوئی ذِمّی مسلمان ہوجائے تو اس سے جزیہ نہ لیا جائے۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۲۷۵)

ٹیکس ختم کردیئے

پہلے خلفاء کے دور میں رِعایا پر مختلف قسم کے ٹیکس لگائے گئے تھے: روپیہ ڈھالنے پر ٹیکس، چاندی پگھلانے پر ٹیکس، عرائض نویسی پر ٹیکس، دوکانوں پر ٹیکس، گھروں پر ٹیکس، پن چکیوں پر ٹیکس، الغرض کوئی چیز ٹیکس سے بَری نہ تھی اور یہ تمام ٹیکس ماہوار وُصول کیے جاتے تھے اور اس لئے اس کو مالِ ہلالی (یعنی ماہانہ حاصل ہونے والا مال) کہا جاتا تھا۔ حضرتِ عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز تختِ خِلافت پر مُتمکن ہوئے تو دیکھا کہ ان میں بعض قسم کی آمدنیاں شَرعاً ناجائز ہیں اور بعض سے رِعایا پر غیر معمولی بار پڑ رہا ہے، اس لئے انہوں نے ان کو یک لخت موقوف کردیا۔ عَرَبی زبان میں اس قسم کے ٹیکسوں کو مَکْس کہتے ہیں مگر آپ نے فرمایا: یہ مَکْس نہیں بلکہ نَجِس ہے، وہ بخس جس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ (پ۱۹، الشعراء ۱۸۳)

لٰہذا جو اپنے مال کی زکوٰۃ دے وہ قبول کرلو جو نہ دے اللہ تعالیٰ خود اس سے حساب

لے گا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۸ ملتقطاً)

بیتُ المال میں برکت

یہ عجیب بات ہے کہ اس قدر نرمی کے باوجود حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے زمانہ میں جو مال گزاری وُصول ہوئی، اس سے حجاج کے پُر مظالم زمانہ کو کوئی نسبت نہیں، حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی، اس نے کاشت کاروں کو 20 لاکھ دِرْہم زمین کی آبادی کے لیے بطورِ قرض کے دیئے تو محصولات کی مَد میں ایک کروڑ 60 لاکھ اور وُصول ہوئے، لیکن باوجود اس ویرانی کے عراق میرے قبضہ میں آیا تو میں نے 10 کروڑ 24 لاکھ دِرْہم وُصول کیے، اور اگر زندہ رہا تو اس سے بھی زیادہ وُصولی کروں گا۔ (معجم البلدان، باب السین والواو وما یلیھما، ج ۳ ص ۸۷ ملخصاً)

سرکاری عہدوں پر تقرری کا طریقہ کار

زمانہ قدیم کا نظامِ سلطنت موجودہ زمانہ کے نظامِ حکومت سے بالکل مختلف تھا آج کے دور میں حکومت کی شخصیتیں بدل جاتی ہیں، نظامِ حکومت اُلٹ پلٹ جاتا ہے لیکن سلطنت کے اَعضاء وجوارح یعنی عمّال (یعنی گورنر وغیرہ) پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن قدیم زمانہ میں سلاطین کی شخصیت کا تغیُّر وتبدُّل گویا نظامِ سلطنت کی تبدیلی تھا، اور یہ اِنقِلاب حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے دورِ خلافت میں سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے انہوں نے تختِ خِلافت پر متمکن ہونے کے

ساتھ ہی تمام مفاسد کی اِصلاح کرنی چاہی لیکن اس کے لیے سب سے بڑی ضَرورت ان پُرزوں کی تھی جو نہایت نیک نیتی اور خُلوص کے ساتھ سلطنت کی کُل کو چلائیں اور انکے زمانہ میں اس قسم کے اہل اَفراد تقریباً مفقود ہو چکے تھے۔ حضرتِ عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو صاف نظر آتا تھا کہ انہیں جس قسم کے مددگاروں کی ضَرورت ہے وہ سرکاری دفتروں میں نہیں مل سکتے، اس لیے وہ اپنی نگاہ کو دُور دُور تک دوڑاتے تھے اور جہاں کہیں کوئی مرغِ بلند آشیاں نظر آتا تھا اس کو اس جال میں پھنسانا چاہتے تھے جس میں خود گرِفتار ہو چکے تھے۔ اَہل افراد ملیں نہ ملیں عُمّال سلطنت کا تقرر فوری طور پر کرنا ضروری تھا اس لئے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی مختلف اشخاص کو ذِمّہ داری کے مختلف عہدے دیئے جن کے ناموں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ابو بکر بن محمد بن حزم کو سلیمان بن عبد الملک نے مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا تھا اور حضرتِ عمر بن عبد العزیز نے بھی ان کو اس عہدے پر قائم رکھا۔ عبد العزیز بن عبد اللہ بن خالد کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن بن زید بن خطاب کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ عدی بن اَرطاۃ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ مسح بن مالک خولانی کو اندلس کا گورنر مقرر کیا۔ عمر بن ھبیر کو جزیرہ کا گورنر مقرر کیا۔ اسماعیل بن عبد اللہ مخزومی کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ جراح بن عبد اللہ الحکمی کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

(الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۱۶، ۳، ۲۳ ۳ وتاریخ طبری، ج ۴، ص ۱ ۲۴ ملتقطا)

ذمہ داران کی تقرری کے مَدَنی پھول

عُمّال کی تقرری اور معزولی کا دارومدار جن مَدَنی پھولوں (یعنی اصولوں) پر تھا ان کی تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱) کوئی شخص جو حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کا قَرابت دار ہوتا اس کو کبھی عامِل مقرر نہیں کرتے تھے، بیٹے سے زیادہ کون عزیز ہو سکتا ہے، لیکن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے ان میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہیں دیا۔ ((تاریخِ دِمشق، ج ۴۵، ص ۱۹۸ ملتقطاً)) ایک بار جراح بن عبداللّٰہ حکمی نے عبداللّٰہ بن اہتم کو عامِل مقرر کیا، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کو خبر ہوئی تو لکھا کہ اس کو ہٹا دو، کیونکہ اور باتوں کے علاوہ وہ خود میرا رشتہ دار ہے۔ (ابن جوزی ص ۱۰۵)

(۲) جو لوگ کسی عہدہ کے خواستگار ہوتے تھے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز ان کو وہ عہدے نہیں دیتے تھے اور مَدَنی آقا صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سنت بھی یہی تھی۔

(۳) جو لوگ سَفّاک اور ظالم ہوتے تھے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز ان کو بھی کوئی عہدہ نہیں دیتے تھے، ایک بار جراح بن عبداللّٰہ حکمی نے عمارہ کو عامِل مقرر کیا، تو انہوں نے لکھا کہ مجھ کو نہ عمارہ کی ضَرورت ہے نہ عمارہ کی مار پیٹ کی، نہ اس شخص کی جس نے اپنے ہاتھ کو مسلمانوں کے خون سے رنگین کیا ہے، اس

لیے اس کو معزول کردو۔ (ابن جوزی ص ۱۰۵) خود جراح اور یزید بن مہلب کی معزولی کا سبب بھی یہی ظلم وعدوان تھا یہی وجہ ہے کہ حجاج کے ملازموں اور اس کے قبیلہ کے لوگوں کو کوئی جگہ نہیں دیتے تھے۔ ابو مسلم جو حجاج کا جلاد اور ہم قبیلہ تھا، ایک فوج میں شریک ہوا تو حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے اس کو واپس بلا لیا۔ (ابن جوزی ص ۱۰۸)

(۶) حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز عمال کے تقرر میں یہ لحاظ بھی رکھتے تھے کہ قرآن وحدیث کا عالم ہو چنانچہ اس وَصف کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے تمام عمال کے نام ایک عام فرمان بھیجا کہ اہلِ علم کے سوا اور کوئی شخص کسی عہدے پر مامور نہ کیا جائے لیکن تمام عمال کی طرف سے جواب آیا کہ ہم نے ان سے کام لیا، مگر وہ خائن نکلے لیکن حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو اب بھی اس پر اِصرار رہا، اور لکھا کہ خبردار مجھے یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ تم نے اہلِ علم کے سوا اور کسی کو عامل بنایا؛ اگر اہلِ علم میں بھلائی نہیں ہے تو کسی اور میں کیونکر ہوگی؟ (سیرتِ ابن جوزی ص ۱۲۰)

(۷) اگرچہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی نیک شہرت نے جیسا کہ میمون بن مہران نے ان کو یقین دلایا تھا، ان کے تختِ حکومت کے گرد بہترین اشخاص جمع کردیئے تھے، لیکن یہ تمام شخصیتیں حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ اثر تھیں اور انہی کے اشاروں سے یہ تمام پُرزے حرکت

کرتے تھے۔ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کا قاعدہ تھا کہ بات بات پر عُمّال کو ہدایتیں کرتے رہتے تھے، احکام بھیجتے رہتے تھے، ان کو کام کرنے کی ترغیب وترہیب دیتے رہتے تھے، اس لیے طبیعتوں پر خواہ مخواہ ان کا اَخلاقی اثر پڑتا تھا مثلاً گورنر ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنی ذمّہ داریاں نبھانے کے لئے دن رات ایک کردیتے تھے اور یہ صِرْف حضرتِ عمر بن عبدالعزیز کی ترغیب وتحریص کا اثر تھا۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۰۲)

حجاج کی رَوِش اپنانے سے روکا

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے عُمّال کو سخت تاکید کی تھی کہ حجاج کی رَوِش اِختیار نہ کریں، ایک بار عدی بن اَرطاۃ کو لکھا کہ میں تمہیں حجاج کی رَوِش سے روکتا ہوں کیونکہ حجاج ایک مصیبت تھا، ایک قوم نے اپنے عمل سے اس کی غَلَط کاریوں کی مُوافقت کی، اس لیے اپنے زمانے میں اس نے جو چاہا کیا لیکن اب وہ زمانہ گزر گیا اور سلامتی کے دن واپَس آ گئے اور اگر صِرْف ایک ہی دن رہے تب بھی یہ خدا کا عطیہ ہوگا، میں نے تمہیں نَماز کے متعلّق اس کی پَیروی سے روکا ہے کیونکہ وہ وَقْت میں تاخیر کرتا تھا، میں نے زکوٰۃ کے متعلّق اس کی تقلید سے روکا ہے کیونکہ وہ بے محل لیتا تھا اور بے محل صَرْف کرتا تھا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۷) ایک اور عامِل نے ذِمّیوں کے کھلیانوں (یعنی گوداموں) کی حد بندی کی تو اس کو لکھا کہ ایسا نہ

کرو، یہ حجاج کا طریقہ تھا اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۸)

کارکردگی کی تحقیقات بھی کرتے تھے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو صِرف ان ہدایات ہی پر قناعت نہ تھی بلکہ مناسب طریقوں سے وہ عُمّال کے طرزِ عمل کی تحقیقات بھی کرتے رہتے تھے تاکہ وہ راہِ اعتدال سے ہٹنے نہ پائیں۔ رِیاح بن عُبَیدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز سے کہا کہ عِراق میں میری جائیداد اور میرے اہل وعِیال ہیں، اگر اِجازت ہو تو میں ان کو دیکھ آؤں؟ انہوں نے پہلے تو مجھے رُوکا مگر میرے اِصرار کے بعد اِجازت دی جب میں رُخصت ہونے لگا تو میں نے کہا کہ اگر آپ کی کوئی ضَرورت ہو تو اِرشاد فرمائیے؟ بولے: میری ضَرورت صِرف یہ ہے کہ اہل عراق اور ان کے ساتھ حُکّام وعُمّال کے طرزِ عمل کے متعلّق حالات دریافت کرو۔ میں نے لوگوں سے اس کے متعلّق سوال کیا تو سب کو عُمّال کا مداح پایا، واپس آ کر حضرتِ عمر بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع دی، تو انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا: اگر تم نے اس کے خِلاف خبر دی ہوتی تو میں ان کو معزول کر دیتا۔

ذِمّیوں کے حقوق کی حفاظت

ذِمّیوں کے حُقُوق کی نگہداشت اسلامی حکومتِ کی ذمہ داری ہوتی ہے، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے جس طرح ان تمام چیزوں کی نگہداشت کی اس کی نظیر خِلافتِ راشِدہ کے سِوا اور خلفاء کے دور میں بہ مشکل مل سکتی

ہے، انہوں نے ذمیوں کی جائیداد کی حفاظت میں خاندانی تعلقات کی بھی پروانہیں کی، ان کے عہد میں ذمیوں کی تمام چیزیں اس قدر محفوظ تھیں کہ ان سے ذرہ برابر بھی تعرض نہیں کیا جاسکتا تھا، جان جائیداد سے بھی زیادہ عزیز شے ہے اور حضرتِ عمر بن عبدالعزیز نے ذمیوں کی جان کو مسلمانوں کی جان کے برابر سمجھا۔

گرجا گھر کا مقدمہ

دِمشق میں عیسائیوں کا ایک گرجا تھا، جو خاندانِ بنونصر کی جاگیر میں آ گیا تھا، عیسائیوں نے حضرتِ عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں اس کا دعویٰ کیا اور انہوں نے اس کو واپس دِلا دیا۔ ایک اور مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے لیکن حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے کہا کہ اگر یہ عیسائیوں کے معاہدے میں داخل ہے تو تم اس کو نہیں پاسکتے۔

(فتوح البلدان ج ۱ ص ۱۴۷ تا ۱۴۹)

جزیہ کی وصولی میں تخفیف

جزیہ کی تخفیف اور وصولی میں حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے ہمیشہ ذمیوں کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کیا۔ وہ پہلے اپنے جزیہ میں مصالحۃ سالانہ کپڑے دیا کرتے تھے، اس کے بعد جب ان کی تعداد میں کمی واقع ہونا شروع ہوئی تو حضرتِ سیدنا عثمان اور حضرتِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہمانے کپڑوں کی تعداد میں کمی کردی۔ عراق میں جب ابن الاشعث نے حجاج سے بغاوت

کی، تو اس نے وہاں کے ذمہ داروں پر اس کی اِعانت کا اِلزام قائم کیا اور اس کے خراج و جزیہ کو بہت زیادہ سخت کر دیا اور اس میں غیر معمولی اِضافہ کر دیا، یعنی سالانہ آٹھ سو رنگین کپڑے ان پر لازم کر دیئے، حضرتِ عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے دورِ خلافت میں ان لوگوں نے اپنے مصائب کا اظہار کیا تو انہوں نے گھٹا کر دو سو کپڑے کر دیئے جن کی قیمت آٹھ ہزار دِرْہم تھی۔ (فتوح البلدان، ج۱، ص۸۰، ملخصاً)

نرمی کرو

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز عُمّال کو حُکم بھیجتے رہتے تھے کہ ذِمّیوں کے ساتھ ہر قسم کی اَخلاقی رعایتیں کی جائیں، چنانچہ ایک بار عدی بن اَرطاۃ کو لکھا کہ ذِمّیوں کے ساتھ نرمی کرو، اگر ان میں کوئی شخص بوڑھا ہو جائے اور وہ نادار ہو تو اس کے اخراجات کے کفیل بن جاؤ اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اس کو حُکم دو کہ وہ اس کے اَخراجات بَرداشت کرے، جس طرح تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اس کو آزاد کرنا پڑے گا، یا تادمِ مَرگ اس کو کھلانا پڑے گا۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۲۹۶)

ظُلم کی نشانیاں مٹادیں

اگرچہ یہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی خوش قسمتی تھی کہ سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے تمام مقرر کردہ عُمّال کو معزول کر کے اس کے جبارانہ اِقتدار کو بہت کچھ مٹا دیا تھا، تاہم اب تک اس کے ظُلم وسِتَم کی جو یادگاریں باقی تھیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے ان کا بھی خاتمہ کر دیا، حجاج کے

تمام خاندان کو یمن کی طرف جلاوطن کردیا اور وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس حجاج کے خاندان کو بھیجتا ہوں، ان کو اپنی حکومت میں اِدھر اُدھر منتشر کردو۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۰۹)

زائد رقم واپس لوٹادی

صدقات میں پہلے جو زائد رقمیں وصول کی جاتی تھیں، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز نے ان تمام رقموں کو واپس کردیا۔ ایک بار عاملِ صَدَقہ وصول کرکے آیا تو حضرتِ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی مِقدار پوچھی، اس نے مِقدار بتائی تو پوچھا کہ تم سے پہلے کس مِقدار میں صَدَقہ وصول ہوتا تھا؟ اس نے اس سے زیادہ مِقدار بتائی، فرمایا: یہ کہاں سے وصول ہوتی تھی؟ اس نے کہا: گھوڑوں اور خدام وغیرہ پر لی جاتی تھی۔ یہ سن کر آپ نے ان رقموں کو بالکل معاف کردیا اور فرمایا: میں نے معاف نہیں کیا خدا عَزَّوَجَلَّ نے معاف کیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۳)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ امین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

قیدیوں کو سہولتیں دیں

مُجرِموں کو جرائم پر سزا دینا اگرچہ قیامِ اَمن کے لیے ضروری ہے تاہم عُرف وتمدُّن کے لحاظ سے سزا کی نوعیت اور مُجرِمین کی حالت میں اِختلاف ہوتا رہتا ہے،

اسلام چونکہ ایک مُتَمَدّن سلطنت کا بانی تھا اس لیے اس نے قیدیوں کے ساتھ ان تمام مُراعات کو قائم رکھا جو مقتضائے انسانیت تھیں مثلاً عام حُکم دیا کہ کسی مسلمان قیدی کو اتنی بھاری بیڑیاں نہ پہنائی جائیں کہ وہ نماز نہ پڑھ سکے (سیرت ابن جوزی ص۸۹)

قیدیوں کی مختلف نوعیت اور مختلف حالت کے لحاظ سے ان کے لیے الگ الگ اَحکام جاری کیے، چنانچہ تمام صوبوں کے گورنروں کو لکھا کہ اگر بیمار قیدیوں کے عزیز و اقارِب نہ ہوں یا ان کے پاس مال نہ ہو تو ان کی خبر گیری کرو، جو لوگ قرض کے بارے میں قید کیے جائیں ان کو اور مُجرِموں کے ساتھ ایک کوٹھڑی میں نہ رکھو، عورتوں کو الگ قید کرو، قیدیوں کو سردیوں اور گرمیوں میں لباس فراہم کرو اور جیلر ایسا شخص مقرر کرو جو قابلِ اِعتماد ہو اور رشوت نہ لے۔ ان اَحکام کے ساتھ ابوبکر بن حزم کو خصوصیت کے ساتھ لکھا کہ ہفتہ کے روز جیل خانہ کا معائنہ کیا کریں۔ ان کے علاوہ دیگر عُمّال کو بھی قیدیوں کے ساتھ حسنِ سُلُوک کرنے کی ہدایت کی۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۶ ملخصًا)

مسلمان قیدیوں کا فدیہ

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے گورنروں کو تاکیدی مکتوب روانہ کیا کہ مسلمان قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہائی دلوائیں چاہے سارا خزانہ صَرف کرنا پڑے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۲۰)

سزا کی حد مقرر کردی

اسلام نے خود جن جرائم پر سزائیں مقرر کردی ہیں ان میں تو کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی، تاہم اسلام نے تعزیر (یعنی قاضی یا حاکمِ اسلام کی طرف سے دی جانے والی سزا) کی کوئی تحدید (یعنی حد مقرر) نہیں کی ہے اور اس کو خود حاکمِ اسلام وقاضیٔ اسلام کی رائے پر چھوڑ دیا ہے، حضرتِ عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے زمانہ میں عُمّال نے اس میں اس قدر سختیاں کردی تھیں کہ بعض جرائم پر بلکہ صِرْف اِلزام وشبہہ پر تین تین سو کوڑے مارتے تھے۔ حضرتِ عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے قانونی طور پر تعزیر کی تحدید کردی جس کی انتہائی مِقدار 30 کوڑے تھی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۳)

لوگوں کو مَشَقَّت کا عادی بنا رہا ہوں

ان سب اَقدامات کے باوجود ابھی تک حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز اس طرح کام نہیں کرپائے تھے جس طرح کرنا چاہتے تھے، چُنانچہ جب آپ کے شہزادے حضرت سیِّدُنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق نے اس بارے میں آپ کی خدمت میں عَرْض کی تو فرمایا: مجھے اپنی اور تمہاری جان کی پرواہ نہیں مگر میں لوگوں کو مَشَقَّت کا عادی بنا رہا ہوں، اگر زندگی باقی رہی تو اپنی رائے کے مطابق ہی عمل کروں گا اور اگر اس سے پہلے دنیا سے چلا گیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نیتوں کا حال جانتا ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر لوگوں کے ساتھ اچانک سختی کی تو وہ مجھے تلوار کے اِستعمال پر

مجبور کردیں گے اور جو اچھا کام تلوار کے بغیر نہیں ہوسکتا اس میں کوئی اچھائی نہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۱۵)

تمہارے دلوں سے حرص و لالچ نکالنا چاہتا ہوں

حضرت میمون بن مہران علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ اگر میں پچاس سال بھی تمہارا خلیفہ رہوں تب بھی میں اِنصاف کے جُملہ مُراتب تم کو نہیں سکھا سکتا، میں تمہارے دل سے دنیاوی حرص و لالچ نکال دینا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ طمع کے ساتھ تمہارے دل بھی سینے سے نکل پڑیں گے، میری آرزو ہے کہ تم برائیوں کو سچے دل سے بُرا سمجھو تا کہ عدل وانصاف سے دلوں کو تسکین ہو۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۸)

مسلمان کو تکلیف پہنچنا گوارا نہیں

حضرتِ سیدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے جَعْوَنہ بن حارِث کو "مَلَطْیَہ" کی طرف بھیجا، انہوں نے وہاں پر حملہ کیا اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ جب وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے اور اپنی کارکردگی پیش کی تو دریافت فرمایا: کسی مسلمان کو تو نقصان نہیں پہنچا؟ عَرْض کی: **یا امیر المؤمنین**! سوائے ایک معمولی آدمی کے کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔ تڑپ کر فرمایا: "معمولی آدمی؟" پھر جَعْوَنہ کو ڈانٹا: تم ایک مسلمان کو نقصان پہنچا کر میرے پاس گائے اور بکریاں لاتے ہو! جب تک میں زندہ ہوں تم کسی عہدے پر دوبارہ فائز نہیں ہو سکتے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۶۸ رقم ۷۴۳۴)

اپنے ہاتھ، پیٹ اور زبان کی حفاظت کرو

حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے ایک گورنر کو نصیحت فرمائی: تم اپنے ہاتھ کو مسلمانوں کے خون سے، پیٹ کو ان کے مال سے اور زبان کو ان کی بے عزتی سے بچانا، اگر تم نے یہ کام کر لئے تو گویا اپنی ذمہ داری نبھالی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۱۴)

نیک بندے چیونٹیوں کو بھی اِیذا نہیں دیتے

اللہ کے نیک بندے کی ایک علامت یہ بھی کہ وہ غُصّے میں آ کر مسلمانوں کو تو کیا تکلیف دیگا چیونٹیوں تک کو اِیذا دینے سے گُریز کرتا ہے۔ چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ (ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں (پ ۳۰، المطففین ۲۲) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْذُوْنَ الذَّرَّ یعنی نیک بندے وہ ہیں جو چیونٹیوں کو بھی اَذِیَّت نہ دیں۔ (تفسیر حسن بصری ج ۵ ص ۲۶۴)

تلوار کے اِستِعمال سے روکا

جراح بن عبد اللہ نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو اہلِ خراسان کی صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ لوگ بہت بگڑے ہوئے ہیں ان کی اِصلاح تلوار اور دُرّوں کے بغیر نہیں ہوسکتی، آپ میری راہنمائی فرمائیں۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے ان کو جواب میں لکھا:

تم نے یہ غَلَط لکھا کہ اہلِ خراسان تلوار کے بغیر نہیں سدھریں گے، عَدْل اور حق ایسی چیزیں ہیں جن کی بدولت یہ خود بخود دُرُست ہو جائیں گے، لِہٰذا تم ان میں حق وانصاف کا بول بالا کرو، والسلام۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۴)

خونریزی کی اِجازت نہیں دی

دو افراد کو حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے عراق کے کسی کام پر مقرر کیا تھا تو انہوں نے بھی لکھا تھا کہ لوگ بغیر تلوار کے دُرُست نہیں ہوتے، آپ نے ان دونوں کو لکھا: بے وقوفو! تم مجھ سے مسلمانوں کے خون کے بارے میں عَرْض و معروض کرتے ہو؟ لوگوں میں سے کسی ایک شخص کے خون کے بجائے میرے لئے تم دونوں کے خون بے قیمت ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۴۰ رقم ۷۳۲۱)

مسلمان ایک دوسرے کے محافظ ہوتے ہیں چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ''احیاء العلوم'' میں نقل کرتے ہیں، ہمارے پیارے پیارے اور میٹھے میٹھے آقا مکی مَدَنی مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اِسْتِفْسار فرمایا: جانتے ہو ''مسلمان'' کون ہوتا ہے؟ سب نے عَرْض کی: اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زَبان سے دوسرے مومنوں کو مال اور جسمانی لحاظ سے کوئی خطرہ نہ ہو۔'' پھر پوچھا، مہاجر کون ہوتا ہے؟ فرمایا: ''جو برے کام کرنا چھوڑ دے۔'' اور اِرشاد فرمایا کہ مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کی

طرف آنکھ سے اس طرح اِشارہ کرے جس سے اسے تکلیف پہنچے اور یہ بھی حلال نہیں کہ ایسی حرکت کی جائے جو کسی مسلمان کو خوفزدہ کردے۔" (کتاب الزھد لابن مبارک، ص ۲۴۰، الحدیث ۶۸۸، ۶۸۹ اتحاف السادۃ المتقین، ج ۷، ص ۱۷۵، ۱۷۷)

کھیتی کے مالک کی شکایت

ایک شخص نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شکایت کی: میں نے کھیتی کاشت کی تھی کہ اہلِ شام کا لشکر وہاں سے گزرا اور اِسے خراب کر دیا۔ حضرت عمر نے اس کے بدلے اُسے دس ہزار دِرْہم دیئے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۹۷)

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ اسی نوعیت کی ایک حکایت کے بعد لکھتے ہیں: اِس حکایت سے اُن لوگوں کو دَرْس حاصل کرنا چاہئے جو لوگوں کی دیواروں اور سیڑھیوں کے کونوں وغیرہ کو پِیک (یعنی پان کے رنگین تھوک) کی پچکاریوں سے بدنُما کر دیتے ہیں، اِسی طرح بغیر اِجازتِ مالِک مکانوں اور دُکانوں کی دیواروں اور دروازوں نیز سائن بورڈز اور گاڑیوں، بسوں وغیرہ کے باہَر یا اندر اِسٹیکرز اور پوسٹر لگانے والے، دیواروں پر مالِک کی اِجازت کے بغیر "چاکنگ" کرنے والے بھی دَرْس حاصل کریں کہ اس طرح کرنے سے لوگوں کے حُقُوق پامال ہوتے ہیں۔ بے شک حُقُوقُ اللّٰہ ہی عظیم تر ہیں مگر توبہ کے تعلُّق سے حُقُوقُ الْعِبادکا

مُعامَلہ حُقُوقُ اللّٰہ سے سَخت تر ہے، دنیا میں جس کسی کا حق ضائع کیا ہوا گر اُس سے مُعافی تَلافی کی ترکیب دنیا ہی میں نہ بنی ہوگی تو قِیامت کے روز اُس صاحِبِ حق کو نیکیاں دینی پڑیں گی اور اگر اس طرح بھی حق ادا نہ ہوا تو اُس کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے۔ مَثَلاً جس نے بِلا عُذرِ شَرعی کسی کو جھاڑا ہوگا، گُھور کر یا کسی بھی طرح ڈرایا ہوگا، دل دُکھایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، کسی کے پیسے دبا لئے ہوں گے، پیک، پوسٹر یا چاکنگ وغیرہ کے ذَرِیعے کسی کی دیوار خراب کی ہوگی، کسی کی دکان یا مکان کے آگے جگہ گھیر کر اُس کیلئے ناحق پریشانی کا سامان کیا ہوگا، کسی کی عمارت سے قریب غیر واجِبی طور پر زبردستی اپنی عمارت بنا کر اُس کی ہوا اور روشنی میں رُکاوٹ کھڑی کی ہوگی، کسی کی اسکوٹر یا کار وغیرہ کو اپنی گاڑی سے ڈینٹ ڈال کر یا خَراش لگا کر راہِ فِرار اِختیار کی ہوگی، یا بھاگ نہ سکنے کی صورت میں اپنا قُصُور ہونے کے باوُجُود اپنی چَرب زَبانی یا رُعب داب سے اُسی کو مُجرِم باور کرا کر اُس کی حق تلفی کی ہوگی، عیدِ قرباں وغیرہ کے موقع پر صاحِبِ مکان کی رِضامندی کے بِغیر اُس کے گھر کے آگے جانور باندھ کر یا ذَبح کر کے اُس کی دیوار یا گھر سے نکلنے کا رَستہ گوبر، خون اور کیچڑ وغیرہ سے آلودہ کر کے اُس کیلئے اِیذا کا سامان کیا ہوگا، کسی کے مکان یا دکان کے پاس یا اس کی چھت یا پلاٹ پر پریشان کُن گند کچرا پھینکا ہوگا، اَلْغَرَض لوگوں کے حُقُوق پامال کرنے والا اگرچہ نمازیں، حج، عمرے، خیراتیں اور بڑی بڑی نیکیاں لیکر گیا ہوگا، مگر بروزِ قِیامت اُس

کی عِبادتیں وہ لوگ لے جائیں گے جن کو ناحق نقصان پہنچایا ہوگا یا بلا اِجازتِ شَرعی کسی طرح سے ان کی دل آزاری کا باعث بنا ہوگا۔ نیکیاں دینے کے باوُجود حُقوق باقی رہنے کی صورت میں اُن کے گناہ اِس ''نیک نَمازی'' کے سر تھوپ دیئے جائیں گے اور یوں دوسروں کی حق تلفی کرنے کے سبب حاجی، نَمازی، روزہ دار اور تہجُّد گزار ہونے کے باوُجود وہ جہنّم میں جا پڑے گا۔ وَالْعِیاذُ بِاللّٰہ تعالٰی۔ (اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ) ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے لئے چاہے گا محض اپنے فضل و کرم سے صُلح کرائے گا۔ مزید تفصیلات کیلئے دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کا مطبوعہ رسالہ ''ظُلم کا اَنجام'' مُلاحظہ فرما لیجئے۔ (ماخوذ از ''اشکوں کی برسات''، ص۱۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

فلاحِ عامہ کے کام

عوام کی فلاح و بہبود کے لئے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے تمام ممالکِ محروسہ میں نہایت کثرت سے مسافر خانے بنوائے، چنانچہ خراساں کے عامِل کو لکھا کہ وہاں کے راستے میں بہت سے مسافر خانے تعمیر کرائے جائیں۔ (الطبقات الکبری ج ۵، ص۲۶۶)

مسافروں کی خیر خواہی کرو

سمر قند کے عامِل سلیمان بن ابی السری کے پاس فرمان بھیجا کہ وہاں کے

شہروں میں سَرائیں (یعنی مسافر خانے) تعمیر کراؤ، جو مسلمان اُدھر سے گزریں ایک دن اور رات ان کی مہمان نوازی کرو، ان کی سواریوں کی حفاظت کرو جو مسافر مریض ہو اس کو دو رات اور دو دن مقیم رکھو۔ اگر کسی کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو تو اس قدر سامان کر دو کہ اپنے وطن میں پہنچ جائے۔ (الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۳۲۷)

عوامی لنگر خانہ

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے ایک عام لنگر خانہ قائم کیا، جس میں تمام فقراء مساکین اور مسافروں کو کھانا ملتا تھا۔ (تاریخ دمشق ج ۴۵ ص ۲۱۸)

چراگاہوں کو کھول دیا

ماتحت ممالک میں جو چراگاہیں تھیں ان میں نَقِیع کے سوا تمام چراگاہوں کو عام کر دیا (الطبقات الکبریٰ ج ۵، ص ۲۶۶) اور ان کے متعلق ایک عامل کو لکھا: فَمَا حُمِيَ مِنَ الْاَرْضِ اَلَّا يُمْنَعُ اَحَدٌ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ فَابِحِ الْاَحْمَاءَ ثُمَّ اَبِحْهَا جو زمینیں چراگاہ بنائی گئی ہیں تو جہاں جہاں برسات کا پانی گرے ان سے کسی کو نہ روکا جائے، اس لئے چراگاہوں کو عام کر دو اور ضرور عام کر دو۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۵، ص ۲۹۶)

ضرورت مندوں کی تلاش

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی طرف سے ایک شخص باقاعدہ اِعلان کیا کرتا: کہاں ہیں قرض دار؟ کہاں ہیں نکاح کی خواہش رکھنے والے؟

کہاں ہیں مَساکین؟ کہاں ہیں یتیم؟ اور جب یہ لوگ مُنادِی کرنے والے سے رابطہ کرتے تو وہ ان کی ضروریات کو پورا کیا کرتا تھا۔ (البدایۃ والنھایۃ، ج۶، ص۳۴۰)

نابیناؤں، فالج زدوں اور یتیموں کی خیر خواہی

غلاموں کے نگران نے حاضِر ہوکر ان کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کے اَخراجات مانگے تو حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے غلاموں کی تعداد دریافت فرمائی تو بتایا گیا کہ اتنے ہزار غلام ہیں۔ آپ نے شام کے شہروں میں مکتوب روانہ کیا کہ نابیناؤں اور فالج زدوں کی تفصیلات بھیجی جائیں، جب معلومات آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ تک پہنچیں تو ہر نابینا کو ایک اور دو فالج زدوں کو ایک خادِم عطا کیا، اس کے بعد بھی کچھ غلام باقی تھے چنانچہ آپ نے یتیموں اور قرض داروں کی فہرست منگوائی اور ہر پانچ افراد کو ایک غلام عطا کر دیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۳)

اندھوں اور اپاہجوں کی دیکھ بھال کے لئے غلام عطا فرماتے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر کے پاس جب "خُمُس"[1] کے غلام زیادہ ہوجاتے تو دو دو اپاہجوں کو خدمت کے لئے ایک غلام اور ہر نابینا کو

---

[1]: مسلمان جو مال کفار سے بطورِ قوت وغلبہ اور لشکرکشی کے حاصل کریں اس کو مالِ غنیمت کہا جاتا ہے۔ اس مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور پانچواں حصہ الگ کردیا جاتا ہے جس کو خُمُس کہا جاتا ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ۱۰ ص ۶، ۷ ملتقطاً)

راہ دکھانے کے لئے ایک غلام دے دیا کرتے تھے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۸)

اپاہجوں کے وظائف مقرر کیے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر نے اپاہجوں کے بھی وظائف مقرر کئے اور اس فیصلے پر اِس شِدّت کے ساتھ عمل کیا کہ جو عامِل اس کی خِلاف ورزی کرتا تھا وہ معتوب ہوتا تھا۔ ایک بار دِمشق کے بیت المال سے ایک اپاہج کا وظیفہ مقرر کیا گیا تو ایک عامِل نے کہا کہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک تو کیا جاسکتا ہے لیکن تندرست آدمی کے برابر وظیفہ نہیں مقرر کیا جاسکتا، لوگوں نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر کی خدمت میں اس کی شکایت کردی۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس عامِل کی خوب خبر لی۔

قحط زدگان کی مدد

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے زمانے میں ایک مرتبہ زبردست قحط پڑا تو عَرَب کے کچھ لوگ ایک وفد کی شکل میں آپ کے پاس آئے اور عَرض کی: "**یاامیرَالمؤمنین!** ہم ایک شدید ضَرورت کی وجہ سے آپ کے پاس حاضِر ہوئے ہیں، فاقوں کے سبب ہمارے جسم کی چمڑی سُوکھ گئی ہے اور ہماری مشکل کا حل صرف بیتُ المال کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس مال کی حیثیت تین میں سے ایک ہوسکتی ہے، یا تو یہ مال **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے یا بندوں کے لئے یا پھر آپ کے لئے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس کی ضَرورت نہیں وہ بے نیاز ہے، اگر بندگانِ خدا کے لئے ہے

تو اس میں سے ہمیں بھی دے دیجئے، اگر آپ کا ہے تو صَدَقے کے طور پر ہی ہمیں دے دیجئے، اللّٰہ تعالٰی صَدَقہ کرنے والوں کو جزائے خیر دے گا۔'' یہ سن کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی چنانچہ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے حُکم دیا کہ ان لوگوں کی تمام ضَروریات بیت المال سے پوری کی جائیں۔

(التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، باب فی ذکر العدل والسیاسۃ، ج۱ص۲۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حیا آتی ہے

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا مولا مشکل کشا علیُّ المرتضٰی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کے پوتے حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن حسن رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ اپنی کسی ضَرورت کی وجہ سے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے پاس آئے تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے انہیں تاکید کی: اِذَا کَانَتْ لَکَ حَاجَۃٌ فَارْسِلْ اِلَیَّ اَوِاکْتُبْ، فَاِنِّی اَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰہ تَعَالٰی اَنْ یَّرَاکَ عَلٰی بَابِیْ یعنی جب آپ کو کوئی حاجت درپیش ہو تو کسی کی زَبانی یا لکھ کر پیغام بھجوا دیا کریں کیونکہ مجھے اس بات پر اللّٰہ تعالٰی سے حیا آتی ہے کہ وہ آپ جیسی ہستی کو میرے دروازے پر کھڑا دیکھے۔

(بدائع السلک فی طبائع الملک، ظہور العنایۃ بمن لہ حق، ج۱ص۹۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بچوں کے وظیفے

ملک میں جتنے مسلمان تھے ان میں بچے بچے کا وظیفہ مقرر کیا، چنانچہ محمد بن عمر کا بیان ہے کہ میں ۱۰۰ھ میں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے بابرکت دورِ خلافت میں پیدا ہوا تو میری دایہ مجھ کو گورنر ابوبکر بن حزم کی خدمت میں لے گئی اور انہوں نے مجھ کو ایک دِینار دیا۔ اور ہیثم بن واقد کہتے ہیں کہ میں ۹۷ھ میں پیدا ہوا، جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز خلیفہ بنے تو مجھے ان کی خِلافت میں سالانہ تین دینار بطورِ وظیفہ ملے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۶۷)

ہر ایک کو برابر وظیفہ ملتا تھا

یہ وظائف تمام لوگوں کو مُساوی ملتے تھے صِرف آزاد شدہ غلاموں کے وظائف میں کچھ فرق تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۲) یہاں تک کہ جو لوگ ہمیشہ سے تفوُّق و اِمتیاز کے خُوگر (یعنی عادی) تھے وہ اس مساوات کو دیکھ کر حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز سے بالکل الگ ہو گئے۔

وظائف میں اِضافہ ہوتا رہتا

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز وظائف میں عُرف و عادت کے مطابق اِضافہ بھی کرتے رہتے تھے، چنانچہ ایک بار ہر ایک کے وظیفے میں دس دینار یا دس دِرْہم کا اِضافہ کیا جس سے سب لوگ یکساں طور پر مُستفِید ہوئے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۷) اس پُر فیاض طرزِ عمل سے بیت المال کو سخت نقصان پہنچا،

چنانچہ بعض عُمّال نے ان کو اس طرف توجہ بھی دلائی لیکن **امیرُ المُؤمنین** نے اس کی کچھ پروانہیں کی بلکہ عُمّال کو یہاں تک لکھا: اَعْطِ مَافِیْہِ فَاِذَا لَمْ یَبْقَ فِیْہِ شَیْءٌ فَامْلَاْہُ زُبْلاً یعنی جب تک خزانے میں رقم ہے دیتے چلے جاؤ، جب کچھ نہ رہے تو اس میں گھاس پُھونس بھر دو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۴)

غریبوں کی امداد کے دیگر ذرائع

وظائف وعطیات کے علاوہ غربا ومساکین کی اِمداد واِعانت کے مختلف ذرائع بھی اِختیار کئے مثلاً: (۱) تمام لوگوں کے لیے مُساویانہ طور پر غلہ مقرر کیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۶۷) (۲) غریبوں کے پاس جو کھوٹے سکے ہوتے تھے ان کی نسبت بیت المال کے افسروں کو لکھا کہ اگر یہ لوگ اِن سکوں کو بدلنا چاہیں تو کھرے سکوں سے بدل دیئے جائیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۱۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

غلام کو آزادی کیسے ملی؟

حضرتِ سیِّدُنا زِیاد بن ابی زِیاد مَدِیْنِی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: ''مجھے میرے آقا ابنِ عیاش بن ابی رَبیعہ نے **امیرُ المُؤمنین** حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کے پاس اپنے کسی کام سے بھیجا۔ جب میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس وَقت ایک کاتِب اُن کے پاس بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ میں نے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' کہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ''وَعَلَیْکُمُ السَّلَام'' کہا اور

کاتب کو احکامات لکھوانے میں مصروف رہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس کام سے فارغ ہوئے تو میرے سوا کمرے میں موجود تمام لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ سردیوں کا موسم تھا میں نے اُونی جُبّہ پہنا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ میرے سامنے بیٹھ گئے اور اِرشاد فرمایا: ''واہ بھئی! تم سردیوں میں گرم جُبّہ پہن کر کتنے پُرسکون ہو۔'' پھر مجھ سے اہلِ مدینہ کے صالحین، بچوں، عورتوں اور مردوں کے متعلق حال دریافت کیا یہاں تک کہ ہر ہر شخص کے بارے میں پوچھا۔ پھر مدینہ منوّرہ زادھا اللہ شَرَفًاوَّ تعظِیْما کے حکومتی نظام کے متعلق پوچھا۔ میں نے تفصیل بتائی تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ بڑے غور سے ہر ہر بات سنتے رہے پھر فرمایا: ''اے ابن زیاد! تم دیکھ رہے ہو کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں!'' میں نے کہا: ''یاامیرالمؤمنین! میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بارے میں خیر کی ہی امید رکھتا ہوں۔'' مگر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ عاجزی کرتے ہوئے فرمانے لگے: ''افسوس! ہائے افسوس! کیسی خیر، کیا بھلائی! میں لوگوں کو ڈانٹتا ہوں لیکن مجھے کوئی نہیں ڈانٹتا، میں لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہوں لیکن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا'' آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ یہ کلمات دہراتے جاتے اور روتے جاتے یہاں تک کہ مجھے آپ پر ترس آنے لگا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے میری حاجات پوری فرمائیں اور میرے آقا کی طرف لکھ کر بھیجا: ''یہ غلام ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔'' پھر اپنے بستر کے نیچے سے بیس (20) دینار نکالے اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا: ''یہ لو، انہیں اپنے اِستعمال میں لانا، اگر تمہارا

غنیمت میں حصہ بنتا تو وہ بھی ضرور تمہیں دیتا لیکن کیا کروں تم غلام ہو اس لئے مالِ غنیمت میں تمہارا کچھ حصہ نہیں۔'' میں نے دینار لینے سے انکار کیا تو فرمایا: ''یہ میں اپنی ذاتی رقم میں سے دے رہا ہوں۔'' میں نے پھر انکار کیا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیہم (یعنی مسلسل) اِصرار سے مجبور ہو کر مجھے وہ دینار لینے ہی پڑے۔ پھر میں واپس آ گیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ پیغام میرے آقا کو ملا کہ ''یہ غلام ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔'' تو انہوں نے فرطِ عقیدت میں مجھے بیچنے کے بجائے آزاد کر دیا۔ یوں حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْقدیر کی برکت سے مجھے آزادی نصیب ہوگئی۔ (عیون الحکایات، ص۴۰۱)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ محمَّد

ہر دل عزیز خلیفہ

فرمانِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: **اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا نَادٰی جِبْرَئِیْلَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ فَیُنَادِیْ جِبْرَئِیْلُ فِیْ اَہْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَہْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِیْ اَہْلِ الْاَرْضِ** یعنی خدا عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل عَلَیْہِ السَّلام سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلام اس سے محبت

کرتے ہیں، پھر آسمان کے رہنے والوں میں منادی کرتے ہیں کہ خداعَزَّوَجَلَّ فلاں سے محبت رکھتا ہے تم لوگ بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو دنیا میں مقبولِ عام بنادیتا ہے۔ (بخاری، ج ۴، ص ۱۱۰، الحدیث ۶۰۴۰)

مقبولیت اور ہر دلعزیزی بھی ایک بہت بڑا درجہ ہے، حسنِ اخلاق اور عدل وانصاف کی بدولت حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کو یہی درجہ حاصل تھا، چنانچہ وہ ایک بار موسمِ حج میں میدانِ عرفات سے گزرے تو لوگوں کی توجّہ کا مرکز بن گئے۔ حضرتِ سیِّدُنا سہیل بن ابی صالح رحمۃ اللہ تعالی علیہ جو مذکورہ بالا حدیث کے راوی ہیں، وہ بھی اس مجمع میں موجود تھے، انہوں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے والدِ محترم سے کہا کہ میرے خیال میں خدا عَزَّوَجَلَّ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کو محبوب رکھتا ہے، انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی جگہ ہے، پھر یہی حدیث بیان کی۔ (تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۱۴۵)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

ملاحوں کی خیر خواہی

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ القدیر نے مصر کے گورنر کو خط لکھا کہ دریائے نیل کے کنارے شجرکاری نہ کی جائے کیونکہ اس سے ملاحوں کو کشتیوں

کا لنگر کھینچنے میں دِقّت پیش آتی ہے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۷)

خرچِ سفر عطا کیا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز ایک مرتبہ حِمْص کے بازار میں تشریف لے گئے تو وہاں پر ان سے ایک شخص ملا اور پوچھا: **یاامیرَالمُؤمنین!** کیا آپ نے یہ حُکم جاری کیا ہے کہ جو شخص مظلوم ہے وہ آپ کے پاس آجائے؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے عَرض کی: تو پھر بہت دُور سے ایک مظلوم آپ کے پاس حاضر ہوا ہے۔ دریافت فرمایا: کہاں کے رہنے والے ہو؟ عَرض کی: عَدَن کا۔ فرمایا: تم پر کیا ظُلم ہوا ہے؟ عَرض کی: ایک شخص نے زبردستی میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے عَدَن کے گورنر "عُروہ بن محمد" کو لکھا: اس شخص کے دعوے کو سنو اور گواہوں کی بنیاد پر اس کا حق اسے دِلاؤ۔ پھر مُہر لگا کر یہ خط اس شخص کے حوالے کردیا۔ جب وہ جانے لگا تو فرمایا: تم اتنی دُور سے یہاں آئے ہو، یہ بتاؤ تمہارا خرچِ سفر کتنا ہے؟ اس نے حساب لگا کر بتایا: گیارہ دینار۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے اسے ذاتی جیب سے گیارہ دینار تحفۃً عطا کردیئے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۱۳ رقم ۷۲۳۲)

مقروضوں کے قرضے ادا کرنے کا حکم

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے عُمّال کو لکھا کہ مقروضوں کے قرضے بیت المال سے ادا کرو۔ عُمّال نے وضاحت چاہی کہ وہ مقروض جس کے پاس مکان، خادِم، سواری اور گھر کا سامان موجود ہے کیا اُس کا قرض بھی بیت

المال سے ادا کیا جائے گا؟ فرمایا: ہر مسلمان کے پاس مکان کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ سر چھپا سکے اور ایک خادِم کا جو اُس کا ہاتھ بٹا سکے اور ایک گھوڑا جس پر سوار ہو کر وہ جہاد کر سکے اور گھر کے سامان کا جو اس کے کام آ سکے اور اگر ان سب چیزوں کے باوجود کوئی مقروض ہے تو اس کا قرض بیت المال سے ہی ادا کیا جائے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ١٤٠)

فوت شدگان کے قرض کی بیت المال سے ادائی

گورنر ابوبکر بن حزم کو یہاں تک لکھا کہ جس شخص کا اِنتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو، اس کا قرض بیت المال سے ادا کر دو بشرطیکہ وہ قرض کسی حماقت کی بنا پر نہ ہو۔ (سیرت ابن عبدالحکم، ص ١٥٧)

عوام کی خوشحالی

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز تقریباً اڑھائی سال یعنی 30 مہینے خلیفہ رہے مگر ناجائز آمدنیوں کی روک تھام، ظُلم کے سدباب اور مال کی دیانتدارانہ تقسیم کے نتیجے میں ایک سال میں ہی لوگوں کے مالی حالات اتنے بہتر ہو گئے تھے کہ کوئی شخص بھاری رقم لاتا اور کسی اہم شخصیت سے کہتا کہ آپ کی نظر میں جو ضَرورت مند ہوں، ان کو یہ مال دے دیجئے تو بڑی دوڑ دُھوپ اور پوچھ گچھ کے بعد بھی کوئی ایسا آدمی نہ ملتا جسے یہ مال دے دیا جائے، بالآخر اسے وہ مال واپس لے جانا پڑتا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ١٠٦ و سیرت ابن جوزی ص ٩٤) **اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ**

الامین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

خوشحالی کی چند جھلکیاں

امیرُ المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے دور میں خوشحالی کا کس طرح دَور دَورہ ہوگیا تھا، اس کی چند مزید جھلکیاں ملاحظہ ہوں: چُنانچِہ

صَدَقہ لینے والے صدقہ دینے والے بن گئے

طبقاتِ ابنِ سعد میں محمد بن قَیس سے روایت ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے حُکم دیا کہ مستحقین پر صَدَقہ تقسیم کیا جائے لیکن میں نے دوسرے ہی سال دیکھا کہ جو لوگ صَدَقہ لیا کرتے تھے وہ خود صَدَقہ دینے کے قابل ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۶۸)

صدقہ دینے کے لئے فقیر نہیں ملا

یحیٰی بن سعید کا بیان ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے مجھے افریقہ میں صَدَقہ وُصول کرنے کے لئے بھیجا میں نے صَدَقہ وُصول کر کے فقراء کو تلاشا کہ ان پر تقسیم کردوں لیکن مجھ کو کوئی فقیر نہیں ملا کیونکہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے لوگوں کو دولت مند بنا دیا تھا، لہٰذا میں نے صَدَقہ کی رقم سے غلام خرید کر آزاد کردیئے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۹)

اب ہم چارہ نہیں بیچتے

ایک بار مدینۂ منوّرہ زادہَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعظِیمًا سے کوئی شخص آیا اور حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اس سے اہلِ مدینہ کے حالات پوچھے پھر دریافت کیا کہ اُن مسکینوں کا کیا حال ہے جو فُلاں فُلاں جگہ بیٹھتے تھے؟ اس شخص نے بتایا: ''اب وہ وہاں سے اٹھ گئے ہیں۔'' یہ وہ غریب لوگ تھے جو اپنی گزر بسر کے لئے مسافروں کو جانوروں کا چارہ بیچا کرتے تھے لیکن جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے زمانے میں اُن سے چارہ مانگا گیا تو کہنے لگے: حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی عطاؤں نے ہمیں اس قسم کی تجارت سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۹۴)

مال میں برکت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے گورنر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ بیت المال سے لوگوں کو وظائف ادا کر دو۔ انہوں نے لکھا: میں نے وظائف دے دیئے ہیں لیکن بیت المال میں ابھی بھی مال باقی ہے تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے لکھا: ہر اُس مقروض کا قرض ادا کرو جس کا قرض کسی حماقت کی بنا پر نہ ہو۔ انہوں نے جواب میں لکھا: میں نے قرضے ادا کر دیئے ہیں لیکن مال ابھی بھی باقی ہے۔ فرمایا: اُن کنواروں کو تلاش کرو جو مُفلِس ہوں اور ان کو شادی کے لئے اخراجات

مہیا کردو، عرض کی: میں نے شادیاں کروادی ہیں مگر مال ابھی بھی باقی ہے۔

(تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۲۱۳)

رِعایا کی خوشحالی پر مسرت

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی عادت تھی کہ سوار ہو کر شہر سے باہَر نکل جاتے اور آنے جانے والے قافلوں سے مل کر ان سے مختلف علاقوں کے حالات دریافت فرماتے۔ایک بار اسی مقصد کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے خادِم ومُشیرِ خاص مُزاحم کی معیت میں سوار ہو کر نکلے، انہیں ایک مسافر ملا جو مدینۂ منوّرہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً سے آرہا تھا، اس سے دریافت فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کی کیا حالت ہے؟ مسافر بولا: آپ فرمائیں تو اجمالاً مختصر سی بات کہہ دوں اور فرمائیں تو ہر چیز الگ الگ تفصیل سے بیان کروں؟ فرمایا: بس مختصر ہی کہو۔ اس نے کہا: ”میں مدینۂ پاک کو اس حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہاں ظالم بے بس اور مغلوب ہیں، مظلوم کی داد رسی ہوتی ہے، مالدار کے پاس دولت کی کمی نہیں اور تنگدست بھی خوشحال ہے اور اس کی ضروریات اب خوب پوری ہو رہی ہیں۔“ یہ سُن کر حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: واللہ! اگر تمام شہروں کی حالت یہی ہو تو یہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۱)

نعمتوں کا شکر ادا کریں

عدی بن اَرطاۃ نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی خدمت میں خط لکھا کہ لوگوں کی خوش حالی اور مال کی فَراوانی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان میں جھگڑے اور تکبر نہ پیدا ہو جائے۔ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے جواب میں لکھا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب جنتیوں کو جنت اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل فرمائے گا تو اہلِ جنت کے اِس قول پر راضی ہو جائے گا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بے حد شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔

لہٰذا اپنے یہاں کے لوگوں کو کہو کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر کیا کریں (یعنی شکر کی برکت سے تکبر سے حفاظت رہے گی، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ۔)

(سیرت ابن عبدالحکم ص ٥٨)

نعمت کی حفاظت کا طریقہ

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اَیُّھَا النَّاسُ قَیِّدُوا النِّعَمَ بِالشُّکْرِ یعنی نعمت کی حفاظت شکر سے کرو۔ (سیرت ابن جوزی ص ٢٧٦)

نعمت کا ذکر بھی شکر ہے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: ذِکْرُ النِّعَمِ شُکْرٌ یعنی نعمت کا ذِکر بھی شکر ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ٢٧٦)

شکر کی توفیق ملنا بھی سعادت ہے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک مکتوب میں لکھا: اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یُنْعِمْ عَلٰی عَبْدٍ نِعْمَۃً فَحَمِدَ اللّٰہَ عَلَیْھَا اِلَّا کَانَ حَمْدُہٗ اَفْضَلَ مِنْ نِعْمَتِہٖ یعنی جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو نعمت عطا فرمائے اور وہ بندہ اُس کی حَمد کرے تو یہ حَمد کرنا اس نعمت سے افضل ہے۔ (درمنثور ج٦ ص ٣٤٤)

شکر کیسے کریں؟

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: شُکْرُ اللّٰہِ تَرْکُ الْمَعْصِیَۃِ یعنی اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اس کی نافرمانی چھوڑ دے۔ (درمنثور ج١ ص ٣٧١)

نیکی کرنے پر اللّٰہ کا شکر ادا کرو

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: مَنْ اَحْسَنَ مِنْکُمْ فَلْیَحْمِدِ اللّٰہَ وَمَنْ اَسَاءَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یعنی نیکی پر اللّٰہ کا شکر اور گناہ ہو جانے پر اس سے مغفرت طلب کرو۔ (سیرت ابن جوزی ص ٢٣٣)

شکر سے نعمتوں میں اِضافہ ہوتا ہے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک خط میں لکھا: میں تمہیں شُکر کی ترغیب دیتا ہوں کیونکہ شُکر سے نعمتوں میں اِضافہ اور ناشکری سے ان کا خاتمہ ہوتا ہے، تم عِلْم کو اس وَقت تک حاصل نہیں کرسکتے جب تک اسے جہالت پر

ترجیح نہ دو، اِسی طرح حق کو نہیں پاسکتے جب تک باطِل کو نہ چھوڑ دو۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۰۲)

بہن کے جنازے میں شرکت کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا

حضرتِ سیّدُنا عبداللہ بن نافع رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی بہن فوت ہوگئی، اُس کی تدفین کے بعد لوگ آپ کے ساتھ گھر تک گئے، دروازے پر پہنچ کر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: آپ لوگوں نے اپنا حق ادا کردیا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو اس کا ثواب عطا فرمائے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۴)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حضرت عمر بن عبدالعزیز بطورِ مُجَدِّد

حضرتِ سیّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور سراپا نور، فیض گنجور، شاہِ غیور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اِنَّ اللہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا ترجمہ: بے شک اللہ تعالٰی اس اُمت کے لیے ہر صدی (سو سال) کے سرے پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس دین کی تجدید کرے گا۔ (سنن ابو داوٗد، الحدیث ۴۲۹۱ ج ۴ ص ۱۴۸)

شیخ الاسلام بدرُ الدین اَبدال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں، ''عُموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ صدی کے ختم ہوتے ہوتے علمائے امّت بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں، بدمذہبی اور بِدْعت ظاہر ہوتی ہے، **اس واسطے دین کی تجدید کی ضَرورت پڑتی ہے**۔ اس وَقت **اللہ** تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو اِن خرابیوں کو دُور کر دیتا ہے اور ان برائیوں کو سب کے سامنے علی الاعلان بیان کر کے دین کو اَز سرِ نَو نیا کر دیتا ہے۔ وہ سَلَف صالحین کا بہتر عِوَض، خیر الخلف (یعنی اچھا جانشین) اورنعم البدل ہوتا ہے۔'' (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۱۲۶ بحوالہ رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذھب الاشعریۃ) **تجدیدِ** دین کا معنی بیان کرتے ہوئے خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مَلِکُ الْعُلَماء، حضرت علامہ **محمد ظفر الدین بہاری** علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں: ''تجدید کے معنٰی یہ ہیں کہ ان میں ایک صفت یا صفتیں ایسی پائی جائیں، جن سے امّت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتسلیم کو دینی فائدہ ہو۔ جیسے تعلیم وتدریس، وَعْظ، اٰمر بِالمعروف، نَہی عَنِ الْمنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہلِ حق کی اِمداد۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۳، ص ۱۲۴)

سلیمان بن عبدُ الملک کے زمانہ خِلافت تک تاریخِ اسلام پر پوری ایک صدی گزر چکی تھی، اس طویل عرصے میں اسلام کا نظامِ حکومت، نظامِ سیاست، نظامِ اَخلاق اور نظامِ معاشرت تجدید چاہتا تھا جس کے لئے ایک مُجدِّد کی ضَرورت تھی، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ہم نے پہلی صدی میں غور وفکر کیا تو وہ مُجدِّد عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) ہیں اور دوسری صدی میں غور وفکر

کیا تو وہ امام شافعی (رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۷۴) یوں تو اِحیائے سنّت وبقائے اسلام کے لیے اِنقلابی جد وجہد کرنے والی شخصیات ہر صدی میں اپنا فیضان عام کرتی ہیں لیکن حضرتِ عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ القدیر کو یہ اِمتیاز حاصل تھا کہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسلام کے کل نظام یعنی مذہب، اَخلاق، سیاست اور تمدُّن پر پورا اِقتدار حاصل تھا، اس لیے انہوں نے ہر چیز کی تجدید واصلاح کی۔

تدوینِ احادیث کا اِہتمام

قرآنِ مجید کے بعد شرعی اَحکام کا ماخذ وہ مُقدَّس کلمات ہیں جو تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کی زبانِ مُبارک سے نکلے۔ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کا سب سے بڑا تعلیمی کارنامہ اَحادیثِ نبوی کی حفاظت واِشاعت ہے۔ اگر آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرف توجُّہ نہ کی ہوتی تو شاید کُتُبِ حدیث کا یہ ذخیرہ وجود میں نہ آتا جو آج بخاری شریف، مسلم شریف، مؤطا امام مالک وغیرہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ جب آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا کہ وَقْت گزرنے کے ساتھ ساتھ عِلْمِ حدیث جاننے والے علماء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلام بھی کم ہوتے جارہے ہیں جس کی وجہ سے عُلُوم ِشرعیہ کے مٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے تو انہوں نے قاضی ابوبکر بن حزم کو جو اُن کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے لکھا: اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلَا تَقْبَلْ إِلَّا حَدِيْثَ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یعنی احادیثِ نبویہ کی تلاش کر کے ان کو لکھ لو کیونکہ مجھے عِلْم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے اور صِرْف رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی حدیث قبول کی جائے۔" (فتح الباری، باب کیف یقبض العلم، ج ۲، ص ۱۷٦)

تمام گورنروں کو احادیث جمع کرنے کا کام سونپا

یہ حُکْم صِرْف مدینہ منوّرہ زادھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً اور اس کے گورنر کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے تمام صوبوں کے گورنروں کے پاس اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔ بہر حال اس حُکْم کی تعمیل کی گئی اور جمع شدہ احادیث کے متعلق مجموعے تیار کرا کے تمام ماتحت ممالک میں تقسیم کئے گئے۔

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اَمَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بِجَمْعِ السُّنَنِ فَکَتَبْنَاھَا دَفْتَراً دَفْتَراً فَبَعَثَ اِلٰی کُلِّ اَرْضٍ لَہٗ عَلَیْھَا سُلْطَانٌ دَفْتَراً ہم کو عمر بن عبد العزیز رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے جمع حدیث کا حُکْم دیا ہے اور ہم نے بہت ساری حدیثیں لکھیں اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذکر الرخص فی کتاب العلم، ص ۱۰۷)

اِتباعِ سنّت کی تاکید

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: "نبی پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم اور آپ کے خلفائے راشدین کی بہت سے سنّتیں ہیں، ان پر عمل کرنا گویا کتابُ اللّٰہ کو مضبوطی سے پکڑنا ہے، ان میں تبدیلی کرنے کا کسی کو کوئی

حق نہیں، جو شخص ان سنتوں سے ہدایت حاصل کرے وہ ہدایت پر ہوگا جوان سے مدد لے اس کی مدد ہوگی اور جو ان کو چھوڑ دے اور اہلِ ایمان کے راستے سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اپنائے تو وہ جدھر جاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اُسی طرف پھیر دے گا اور اسے جہنم میں ڈالے گا۔'' امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرمایا کرتے تھے: احیائے سنّت کے بارے میں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کا عزم مجھے بے حد پسند ہے۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۵)

سنّت کی اہمیت

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سنتوں پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیوں کے حُصُول کا ذریعہ ہے۔ حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

(جامع الترمذی، کتاب العلم، الحدیث: ۲۶۸۷، ج ۴، ص ۳۰۹)

سو شہیدوں کا ثواب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأَۃِ

شَہِیۡدٍ یعنی فسادِ امت کے وَقت جو شخص میری سنت پر عمل کرے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہو گا۔'' (کتاب الزھد الکبیر للبیھقی، الحدیث ۲۰۷، ج۱،ص ۱۱۸)

دیتا ہوں تجھے وَاسِطہ میں پیارے نبی کا — اُمّت کو خدایا رہِ سنّت پہ چلا دے

عطاؔر سے محبوب کی سُنَّت کی لے خدمت — ڈنکا یہ ترے دین کا دُنیا میں بجا دے

(وسائلِ بخشش ص ۱۰۰)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ایسے نازُک حالات میں کہ جب دنیا بھر میں گناہوں کی یلغار، ذرائع اِبلاغ میں فحاشی کی بھرمار اور فیشن پرستی کی پھٹکار مسلمانوں کی اکثریت کو بے عمل بنا چکی ہے، نیز عِلمِ دین سے بے رغبتی اور ہر خاص و عام کا رُجحان صِرف اور صِرف دُنیاوی تعلیم کی طرف ہونے کی وجہ سے اور دینی مسائل سے عدمِ واقفیت کی بنا پر جہالت کے بادَل منڈلا رہے ہیں، ہمیں اپنی زندگی سنّتوں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے تبلیغِ قراٰن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہونا بے حد مُفید ہے۔ آپ کی ترغیب کے لئے ایک مَدَنی بہار پیش کی جاتی ہے، چُنانچہ

شرابی کی توبہ

بابُ المدینہ (کراچی) کے علاقہ کھارادر کے مقیم اسلامی بھائی کا کچھ اس طرح بیان ہے: ہمارے علاقے میں ایک انتہائی بدکردار **شخص** رہائش پذیر تھا۔ وہ اپنی حرکتوں کی وجہ سے بہت بدنام تھا، لوگ اسے بہت **سمجھاتے** مگر اس کے کانوں پر

جُوں تک نہ رینگتی۔ دیگر برائیوں کے ساتھ ساتھ دن رات **شراب** کے نشے میں بَدمَست رہا کرتا۔ اس کے شب وروز بحرِ گناہ میں غوطہ زنی کرتے گزر رہے تھے کہ ایک دن کسی اسلامی بھائی نے اُسے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار **سنتوں بھرے اجتماع** میں شرکت کی دعوت دی۔ اس کی خوش نصیبی کہ وہ اجتماع میں شریک ہوگیا۔ جونہی اجتماع میں شیخ طریقت، **امیر اہلسنت** حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا **سنتوں بھرا بیان** شروع ہوا وہ سراپا اِشتیاق بن گیا۔ جب رِقّت انگیز بیان کی تاثیر کانوں کے راستے اس کے دل میں اُتری تو وہاں سے **ندامت** کے **چشمے** پھوٹ نکلے جو آنکھوں کے راستے آنسوؤں کی صورت میں بہنے لگے۔ **خوفِ خدا** عَزَّوَجَلَّ کے عبب اس پر اتنی رِقّت طاری ہوئی کہ بیان کے ختم ہوجانے کے بعد بھی وہ بہت دیر تک سر جھکائے زار وقطار روتا رہا۔ پھر اس نے شیخ طریقت، **امیر اہلسنّت** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے ہاتھ بیعت ہوکر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی غلامی کا پٹا اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اس نے اپنے سابقہ **گناہوں** سے **توبہ** کرکے شراب کو ہمیشہ کے لیے تَرک کرنے کا اِرادہ کرلیا۔ اچانک شراب چھوڑنے کی وجہ سے اس کی **طبیعت** شدید خراب ہوگئی، کسی نے مشورہ بھی دیا کہ شراب یک دَم نہیں چھوڑی جاسکتی لہٰذا فی الحال تھوڑی بہت پی لیا کرو، تھوڑا سکون مل جائے گا پھر کم کرتے کرتے چھوڑ دینا، لیکن اس نے شراب پینے سے **صاف اِنکار** کردیا اور تکلیفیں اٹھا کر شراب سے **چھٹکارا** پا ہی لیا۔ پانچوں نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کو

اپنا معمول بنالیا اور چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی شریف بھی سجالی۔ دعوتِ اسلامی کے سنتوں بھرے مدنی ماحول نے اس اسلامی بھائی کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ دن بھر سنت کے مطابق سفید لباس میں ملبوس نظر آتے، ہفتے میں ایک دن علاقائی دورہ برائے نیکی کی دعوت میں شریک ہوتے۔ دعوتِ اسلامی کا مَدَنی کام کرنے کی برکت سے انہیں ایسی مِلنساری نصیب ہوئی کہ جو کوئی ان سے ملتا، ان کا گرویدہ ہو جاتا۔

ایک دن اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی انہیں ہسپتال میں داخل کروادیا گیا، کثرتِ قے واِسہال (دست) کی وجہ سے نڈھال ہوگئے۔ ان کی حالت دیکھ کر یہی محسوس ہوتا تھا کہ شاید اب صحت یاب نہ ہوسکیں۔ شام کے وَقت اچانک بلند آواز سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھا اور اُن کی رُوح قفسِ عُنصری سے پرواز کرگئی۔ جب اِنتقال کی خبر علاقے میں پہنچی تو ان سے محبت رکھنے والا ہر اسلامی بھائی اُداس اور مغموم دکھائی دینے لگا۔ اس مبلغِ دعوت اسلامی کے جنازے میں کثیر اسلامی بھائی شریک ہوئے۔ اُن کی نَماز جنازہ ان کے پیرومُرشد، شیخ طریقت امیر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھائی۔ اسلامی بھائی مُرید کے جنازے پر مُرشِد کی آمد پر فرطِ رَشک سے اَشکبار ہوگئے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

علم دین کی اشاعت

اَحادیث کی تدوین وترتیب کے بعد دوسرا کام یہ تھا کہ ان کی تَرْوِیج و اِشاعت کا اِہتمام کیا جائے، حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے اپنے دَور میں عِلْم کی اِشاعت پر خُصوصی توجہ دی۔ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے ایک پیغام میں قاضی ابوبکر بن حزم کو اس طرف بھی توجہ دلائی اور لکھا: وَلْتُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْتَجْلِسُوا حَتّٰی یَعْلَمَ مَنْ لَا یَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا یَهْلِكُ حَتّٰی یَكُوْنَ سِرًّا یعنی لوگوں کو چاہیے کہ عِلْم کی اِشاعت کریں اور تعلیم کے لیے حلقۂ دَرْس میں بیٹھیں تاکہ جولوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ عِلْم اس وَقْت تک نہیں برباد ہوتا جب تک کہ وہ مَخْفی نہ رکھا جائے۔ (فتح الباری، باب کیف یقبض العلم، ج۲، ص۱۷۶)

خلیفہ کا پیغام علماء کے نام

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے جعفر بن بُرقان کو خط کے ذریعے حُکم فرمایا: اپنے علاقے کے فقہاء وعلماء کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عَرْض کرو کہ اللّٰہ تعالٰی نے آپ کو جو عِلْم عطا کیا اسے اپنے اِجتماعات اور مساجد میں پھیلائیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر، ج۱، ص۱۶۸، رقم۵۵۶)

عِلْم کے بغیر عمل کرنا خطرناک ہے

امیرُ المُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز فرماتے ہیں: "مَنْ عَمِلَ عَلٰی غَیْرِ عِلْمٍ كَانَ مَا یُفْسِدُ اَكْثَرَ مِمَّا یُصْلِحُ یعنی جو کوئی عِلْم کے

بغیر عمل کرتا ہے، وہ سنوارتا کم بگاڑتا زیادہ ہے۔" (مُصَنَّف ابن ابی شَیبہ ج ۸ ص ۲۴۲ رقم ۱۹)

عِلْم سیکھنے کے لئے سوال کرنے سے نہ شرماؤ

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز فرمایا کرتے تھے: "بہت کچھ عِلْم مجھے حاصِل ہے، لیکن جن باتوں کے بارے میں سوال کرنے سے میں شرمایا تھا ان سے آج بھی لاعِلْم ہوں۔" (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج ا ص ۱۲۱ رقم ۳۱۴) یعنی پوچھنے سے عِلْم بڑھتا ہے لہٰذا عِلْم کے بارے میں سوال کرنے سے شرمانا نہیں چاہئے۔

مُحدِّثین کی خدمت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے تدریس و اشاعتِ عِلْم میں مشغول علمائے کرام کے لئے بیتُ المال سے بھاری وظیفے مقرر کر کے ان کو فکرِ مَعاش سے آزاد کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا قاسم بن مُخَیمِرہ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ ایک مُحَدِّث تھے، جو نہایت تنگ دستی کی زندگی بسر کرتے تھے، جب وہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کے پاس آئے تو ان کی جانب سے 90 دینار قَرض ادا کیا، رہنے کا مکان اور ایک خادِم دیا اور 60 دینار وظیفہ مقرر کر دیا تا کہ وہ یکسُوئی کے ساتھ خدمتِ دین کر سکیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۶۹ ملخصًا)

30 دِرْہم پیش کئے

ایک بار حضرت سیِّدُنا مجاہد علیہ رَحمَۃُ اللّٰہ الواجِد حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی خدمت میں حاضِر ہوئے، تو ان کو تیس دِرْہم پیش کئے اور

کہا کہ یہ رقم میں نے اپنی جیب سے دی ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۱۲)

ہر ایک کو سو دینار پیش کیجئے

امیر المؤمنین حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے حِمص کے گورنر کو خط لکھا کہ ''آپ عوام میں ان لوگوں کو تلاش کیجئے جنہوں نے خود کو فقہ کی تعلیم حاصِل کرنے کے لئے وَقْف کر رکھا ہے اور طَلَبِ دنیا سے منہ موڑ کر مسجدوں کی زینت بنے ہوئے ہیں، جیسے ہی میرا یہ خط ملے تو ان میں سے ہر ایک کو بیت المال سے سو سو دینار دے دیجئے تا کہ فقہ کی تعلیم حاصِل کرنے میں انہیں کوئی مشکل نہ ہو۔''

(تاریخ دمشق ج ۴۶ ص ۳۲۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

علمی مراکز قائم کئے

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے بہت سے ممالک کے لوگوں کی تعلیم کے لئے خود متعدِّد علماء کرام کو روانہ کیا، چنانچہ ❁ حضرتِ سیّدنا نافع رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ جو حضرتِ سیّدنا عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما کے غلام اور مدینہ کے فقیہ تھے، ان کو مِصر بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دیں، چنانچہ حضرتِ سیّدنا نافع رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے وہاں مدتوں قیام کیا۔ (حسن المحاضرہ، ج ۱، ص ۲۵۸) ❁ حضرتِ سیّدنا جُعْثُل بن ہاعان رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ جو قُرّاء میں سے تھے، ان کو مِصر سے مغرب (یعنی یورپ) بھیجا کہ وہاں جا کر لوگوں کو قراءت کی تعلیم دیں۔ (حسن المحاضرۃ، ج ۱، ص ۲۵۸)

❁ بدّوؤں کی تعلیم وتربیت کے لیے حضرتِ سیّدنا یزید بن ابی مالک دِمشقی رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ اور حضرتِ سیّدنا حارث بن مجید اَشعری رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو متعین کیا، اور ان کے وظیفے مقرر کئے (سیرت ابن جوزی ص ۹۲) ❁ تعلیم کے علاوہ لوگوں کی اِصلاح کے لیے تمام ممالک محروسہ میں واعظ اور مفتی مقرر کئے چنانچہ حضرت حلاج ابوکثیر اموی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی کو جواُن کے باپ کے مولیٰ (یعنی آزاد کردہ غلام) تھے، اِسکندریہ کا واعظ مقرر کیا۔ (حسن المحاضرۃ ج ۱ ص ۲۲۲) ❁ حجاز میں جو واعظ اس خدمت پر مامور تھے ان کو ہدایت تھی کہ تیسرے دن لوگوں کو وعظ ونصیحت کیا کریں۔ (سیرت ابن جوزی، ص ۹۰)

❁ اِفتاء کی خدمت پر متعدد لوگ مامور تھے جو یکتائے روزگار تھے، مثلاً مِصر میں یہ ذمہ داری حضرتِ سیّدنا یزید بن ابی حبیب رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی تھی، اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اہلِ مِصر کو فقہ وحدیث سے آشنا کیا چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی حسن المحاضرہ میں لکھتے ہیں: ھُوَاَوَّلُ مَنْ اَظْھَرَ الْعِلْمَ بِمِصْرِوَالْمَسَائِلَ فِی الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَقَبْلَ ذٰلِکَ کَانُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ فِی التَّرْغِیْبِ وَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ وَھُوَ اَحَدُ ثَلَاثَۃٍ جَعَلَ اِلَیْھِمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ الْفُتْیَا یعنی حضرتِ سیّدنا یزید بن ابی حبیب (رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ) وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مِصر میں عِلم کو شائع کیا اور حلال وحرام کے مسائل عام کئے، اس سے پہلے وہاں کے لوگ صِرف ترغیب اور جنگ وغیرہ کے متعلق بیانات کرتے تھے اور یہ اُن تین اشخاص میں سے ہیں جن کو حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے اِفتاء کی خدمت

کے لئے بھیجا تھا۔ (حسن المحاضرہ، ج۱، ص۲۵۹)

علما کا اثر و رسوخ

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے دورِ حکومت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کے زمانے میں علماء کا رُسوخ واِقتدار بہت زیادہ ترقی کر گیا، وہ ہمیشہ علماء سے مشورہ لیتے تھے، علماء سے صحبت رکھتے تھے اور علماء کو مقرب بارگاہ بناتے تھے، متعدد علماء ان کے خواص میں تھے، چنانچہ عدی بن اَرطاۃ کو جو ہمیشہ شرعی اُمور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، لکھا: ''گرمی اور سردی میں تم ہمیشہ ایک مسلمان کو تکلیف دیتے ہو کہ مجھ سے سنت کے متعلق اِستفسار کرے، تم اس طریقے سے میری تعظیم کرتے ہو، خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! حضرتِ حَسن بصری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) تمہارے لیے کافی ہیں، جب یہ خط پہنچے تو میرے لیے، اپنے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے اُنہی سے اِستفسار کیا کرو، خداوند تعالٰی حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) پر رحم کرے کہ وہ اسلام میں ایک بڑے درجہ کے شخص ہیں، لیکن اُن کو میرا یہ خط نہ دکھانا۔

(سیرتِ ابن جوزی ص۱۲۱)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

فنِ مَغازی اور مَناقبِ صحابہ کی تعلیم واشاعت

بیان مَغازِی (یعنی غزوات کے بیان) اور مَناقبِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرف اب تک علمی حیثیت سے کسی نے توجہ نہیں دی تھی، حضرتِ سیدنا عمر بن

عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے خاص طور پر ان کی طرف توجہ کی اور حضرتِ سیدنا عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کو جو مَغازی اور سیرت میں کمال رکھتے تھے، ان کو درخواست کی کہ مسجدِ دِمشق میں بیٹھ کر مغازی اور مناقب کا دَرْس دیں۔

(تاریخ دمشق، ج ۲۵ ص ۲۷۷)

یُونانی تصنیفات کی اِشاعت

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کا مقصودِ اصلی اگرچہ کتاب وسنت کی اِشاعت کرنا تھا اور انہوں نے ہر ممکن تدبیر سے اس کی اشاعت بھی کی، تاہم غیر قوموں کے مُفید علوم وفنون سے بھی انہوں نے مسلمانوں کو بالکل بیگانہ نہیں رکھا۔ طِب میں ایک یونانی حکیم ''اَہرن لاقس'' کی ایک مشہور کتاب تھی جس کا ترجمہ ''ماسرجیس'' نے مَروان بن حکم کے زمانہ میں عَرَبی زبان میں کیا تھا۔ یہ کتاب شاہی کُتب خانہ میں محفوظ تھی، حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اس کو دیکھا تو چالیس روز تک اِستخارہ کیا پھر اس کو ملک میں شائع کیا۔

(عیون الانباء فی طبقات الاطباء، ج۱ ص ۱۴۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نَماز کی تاکید

عقائد کے بعد اَعمال کا درجہ ہے، جن میں سب سے مُقَدَّم نَماز ہے، پہلے کے حکامِ بالا نے نَماز کے ساتھ جو غفلت برتی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوقات نَماز کی

پابندی جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے میں نہایت ضروری چیز خیال کی جاتی تھی بالکل جاتی رہی لیکن حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے تمام عُمّال کے نام ایک فرمان بھیجا: اِجْتَنِبُوا الْاَشْغَالَ عِنْدَ حُضُوْرِ الصَّلٰوۃِ فَمَنْ اَضَاعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا مِنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ اَشَدُّ تَضْیِیْعاً نماز کے وقت تمام کام چھوڑ دو کیونکہ جس شخص نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اِس کے علاوہ دیگر فرائضِ اسلام کا بھی بہت زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۴۹)

قرآن میں 90 سے زیادہ بار نماز کا تذکِرہ ھے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نماز اِسلام کی تمام عبادات کی جامع ہے کیونکہ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے، قِبلہ کی طرف مُنہ کرنا ہے، دورانِ نماز کھانے پینے کو تَرک کرنا اور نفسانی خواہشوں سے باز رہنا ہے اور ان اُمور میں حج اور روزے کی طرف اِشارہ ہے، قرآنِ کریم کی تِلاوت ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و تسبیح اور اس کی تعظیم ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم پر صلوٰۃ و سلام اور آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی تعظیم و تکریم ہے، آخر میں سلام کے ذَرِیعے مسلمانوں کی خَیر خواہی ہے، اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دُعا ہے، اِخلاص ہے، خوفِ خدا ہے، تمام بُرے کاموں سے بچنا ہے، شیطان سے، نَفس کی خواہشوں سے اور اپنے بدن سے جہاد ہے، اِعتِکاف ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا بیان ہے، اپنے گناہوں کا اِعتراف اور توبہ

واِستِغفار ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہونا ہے، مُراقبہ ہے، مُجاہدہ ہے، مُشاہدہ ہے اور مومِن کی معراج ہے۔ قرانِ کریم میں نوے (90) سے زیادہ مرتبہ نَماز کا ذِکر کیا گیا ہے، اسلام میں سب سے پہلی عِبادت نَماز ہے، یہ صِرف نَماز کی خُصوصیّت ہے کہ وہ امیر و غریب، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت، صحّت منداور بیمار ہر ایک پر یکساں فَرض ہے، یہی وہ عِبادت ہے جو کسی حال میں ساقِط نہیں ہوتی، اگر کھڑے ہوکر نَماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر، اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھنا ہوگی، حالتِ جنگ یا سفر میں اگر سُواری سے اُتر نہیں سکتے تو سُواری پر پڑھنے کا حُکم ہے۔

نَماز سینکڑوں بیماریوں کا علاج ہے

نَماز انسان کی ہر حالت دُرُست کرتی ہے، بُرے کاموں سے بچاتی ہے یہ تو آزمائی ہوئی بات ہے کہ بڑے بڑے فاسِق و بدکار لوگوں نے جب صِدق دل سے نَماز پڑھنی شُروع کردی تو ربّ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے سارے گناہوں سے بچ گئے۔ نَماز صدہا بیماریوں کا علاج ہے اس وَقت کے اَطِبّاء بھی کہتے ہیں کہ وُضو کرنے والا آدمی دِماغی بیماریوں میں بہُت کم مبتلا ہوتا ہے۔ نَمازی آدمی اکثر تِلّی کی بیماریوں اور جُنون (یعنی پاگل پن) وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے نیز پنج وقتہ نَمازی کے اَعضاء دُھلتے رہتے ہیں، کپڑے پاک رہتے ہیں، گھر بھی اس کا پاک رہتا ہے، اس لئے وہ گندگی سے بچا رہتا ہے اور گندگی بہُت سی بیماریوں کی جڑ ہے۔ نَماز ہر مصیبت کا عِلاج ہے اِسی لئے اسلام نے ہر مصیبت کے وَقت نَماز پڑھنے کا حُکم دیا، بارِش نہ ہو تو نَمازِ اِستِسقاء پڑھو،

سورج یا چاند کو گرہن لگے تو نمازِ کُسُوف (یا نمازِ خُسوف) پڑھو، کوئی حاجت درپیش ہو تو نمازِ حاجت پڑھو۔ غرضیکہ نماز ہر مصیبت میں کام آنے والی چیز ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ا ص ۱۲۷)

عمل کا ہو جذبہ عطا یاالٰہی گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی

پڑھوں سنّتِ قَبْلِیَہ وقت ہی پر

ہوں سارے نوافل ادا یا الٰہی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نمازِ جمعہ پڑھ کر جانا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے اِنفرادی طور پر لوگوں کو نماز کی پابندی کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ ایک شخص کو کوئی ذمہ داری دے کر مِصر روانہ کرنا چاہا، اس نے جانے میں دیر کی تو آدمی بھیج کر بلوایا وہ آیا تو اِنفرادی کوشش کرتے ہوئے فرمایا: گھبراؤ نہیں، آج جمعہ کا دن ہے، جمعہ پڑھے بغیر یہاں سے نہ جانا، ہم نے تمہیں ایک فوری کام کے لیے بھیجا تھا، لیکن یہ عُجلت تم کو اس پر نہ آمادہ کرے کہ نماز کو وقت گزار کر پڑھو، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس قوم کے بارے میں جس نے نماز کو برباد کر دیا اور شہوت پرستی کی، فرمایا:

فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عنقریب وہ دوزخ میں غَیّ کا جنگل پائیں گے۔ (پ ۱۶، مریم: ۵۹)

ان لوگوں نے نماز کو بالکل ترک نہیں کر دیا تھا بلکہ اس کے وَقت کی پابندی چھوڑ دی تھی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰۶)

موذنین کے وظائف مقرر کئے

ان ہدایات کے علاوہ ملک میں ہر جگہ عملی طور پر نماز کا اہتمام کیا اور موذنین کی تنخواہیں مقرر کیں، تاریخِ دِمشق میں کثیر بن زید سے روایت ہے: قَدِمْتُ خُنَاصِرَةَ فِیْ خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ فَرَاَیْتُہٗ یَرْزُقُ الْمُؤَذِّنِیْنَ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ میں حضرتِ عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے دورِ خلافت میں خُناصِرہ آیا تو دیکھا کہ وہ موذنین کو بیت المال سے وظیفہ دیتے ہیں۔ (تاریخ دمشق ج ۵۰ ص ۲۱)

زکوٰۃ وصدقہ

اگرچہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی خِلافت کی یہ برکت تھی کہ جب لوگوں کو ان کے خلیفہ ہونے کی خبر ہوئی تو نہایت سُرعت و دیانت سے صَدَقہ فِطر ادا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کے ایک عامل نے لکھا کہ اب بہت سا صَدَقہ فِطر جمع ہوگیا ہے اپنی رائے سے اطلاع دیجئے کہ اس کو کیا کیا جائے (سیرت ابن جوزی، ص ۱۰۵)، تاہم آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالیٰ علیہ خود بھی نہایت شِدّت کے ساتھ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہتے تھے، ایک بار خُناصِرہ میں عید سے ایک دن پہلے جمعہ کے روز خطبہ دیا جس میں لوگوں کو نمازِ عید سے پہلے ہی صَدَقہ فطر دینے کی ترغیب دی تو لوگ صَدَقہ فِطر کے طور پر ستو لاتے اور حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ

العزیز قبول کرتے جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۸۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

لہوولعب اور نوحہ کی ممانعت

شریعت نے جن چیزوں کی ممانعت کی ہے، حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز نے ان کی سختی سے روک تھام کی۔ ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان لَہْو ولَعِب میں مصروف ہو گئے ہیں اور عورتیں جنازے کے ساتھ بال کھولے ہوئے نَوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں تو عُمّال کے نام ایک فرمان بھیجا، جس کا خُلاصہ یہ ہے: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ سُفَہاء (یعنی بے وقوفوں) کی عورتیں مُردے کی وفات کے وَقت بال کھولے ہوئے اہلِ جاہلیت کی طرح نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں، حالانکہ جب سے عورتوں کو آنچل ڈالنے کا حُکم دیا گیا ان کو دوپٹہ اتارنے کی اِجازت نہیں دی گئی، پس اس نوحہ و ماتم کی روک تھام کرو اور مسلمانوں کو لہوولعب اور راگ باجے وغیرہ سے روکو، پھر بھی جو باز نہ آئے اس کو اِعتدال کے ساتھ سزا دو۔'' (سیرت ابن عبد الحکم ص ۸۹)

اِنسدادِ شراب نوشی

شراب کو حضورِ اکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے اُمُّ الْخَبائِث یعنی تمام گناہوں کی جڑ فرمایا ہے اور اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں اِس کو حرام فرمایا اور حدیثوں میں بھی کثرت سے اِس کی حُرمت اور مخالفت کا ذِکر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۹۰ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝۹۱

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

(پ۷، المائدۃ: ۹۰، ۹۱)

حضرتِ سیدنا اَنس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی۔ {۱} شراب نچوڑنے والے پر {۲} شراب نچڑوانے والے پر {۳} شراب پینے والے پر {۴} شراب اُٹھانے والے پر {۵} اُس پر جس کی طرف شراب اٹھا کر لے جائی گئی۔ {۶} شراب پلانے والے پر {۷} شراب کی قیمت کھانے والے پر {۸} شراب بیچنے والے پر {۹} شراب خریدنے والے پر {۱۰} اس پر جس کیلئے شراب خریدی گئی ہو۔ (سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب النھی ان یتخذ الخمر خلا، الحدیث ۱۲۹۹، ج۳، ص۴۷۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربۃ، باب

لعنت الخمر علی عشرة اوجه، الحدیث ۱ ۸ ۳ ۳ ،ج ۴، ص ۶۵)

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے شراب نوشی کے انسداد کے لیے مختلف تدبیریں اِختیار کیں مثلاً شرابیوں کو سزائیں دیں، ذِمّیوں کو شہروں میں شراب لانے سے روک دیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۸۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

عورتوں کو حمام میں جانے سے روک دیا

مذہب اور اخلاق کے متعلق اور بھی بہت سے اَحکام تھے جن کی خِلاف ورزی غَلَط نتائج پیدا کرسکتی تھی، حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ان تمام جزئیات کی طرف توجہ کی اوران سے مسلمانوں کو روکا مثلاً: عجمیوں کی آمیزش واختلاط سے ممالک اسلامیہ میں حماموں کا رواج ہوگیا تھا اوراس میں مرد وعورت بیباکانہ جاتے اور غسل کرتے تھے لیکن اس میں سترِ عورت کا انتظام نہیں کیا جاتا تھا۔ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے عورتوں کو حمام میں جانے سے بالکل روک دیا اور مردوں کی نسبت عام حُکم دیا کہ بغیر تہبند کے حمام میں غسل نہ کریں، چنانچہ اس حُکم پر اس شِدّت کے ساتھ عمل ہوا کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حمام کے مالک اور حمام میں جانے والی دونوں کو دیکھا کہ ان کو سزا دی جارہی ہے۔ اسی طرح حماموں کی دیواروں پر تصویریں بنائی جاتی تھیں جو اصولِ شریعت کے خِلاف تھیں، ایک بار حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے ایک حمام میں اس قسم کی

تصویر دیکھی تو مٹانے کا حُکم دیا اور فرمایا: لَوْعَلِمْتُ مَنْ عَمِلَ هٰذَا لَاَوْجَعْتُهٗ ضَرْبًا یعنی اگر مجھے پتا ہوتا کہ یہ کس نے بنائی ہے تو میں اس کو سزا دیتا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۹۸)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین اور دعوتِ اسلام

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اپنی زندگی کا ایک اہم مقصد دعوتِ اسلام کو قرار دیا اور اس پر ہر قسم کی مادی اور اخلاقی طاقت صَرْف کی جو افسر کفار کے ساتھ معرکہ آراء تھے اُن کو ہدایت کی: لَا تُقَاتِلَنَّ حِصْنًا مِّنْ حُصُوْنِ الرُّوْمِ وَلَا جَمَاعَةً مِّنْ جَمَاعَاتِهِمْ حَتّٰى تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ رومیوں کے کسی قلعہ اور کسی جماعت سے اُس وَقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لو۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۴) لوگوں کو تالیفِ قلبی کے لیے بڑی بڑی رقمیں دے کر اسلام کی طرف مائل کیا، چنانچہ ایک بار کسی شخص کو اس غرض سے ہزار اشرفیاں دیں۔

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۰)

دیگر بادشاہوں کو دعوتِ اسلام

شاہانِ ماوَرَاءُ النّہر کو اسلام کی دعوت دی اور اُن میں بعض نے اسلام قبول کیا، چنانچہ فتوح البلدان میں ہے: كَتَبَ اِلٰى مُلُوْكِ مَاوَرَاءَ النَّهْرِ يَدْعُوْهُمْ اِلَى

اَلْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ بَعْضُهُمْ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے ماوَراءُالنہر کے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دی اور ان میں بعض اسلام لائے۔

(فتوح البلدان، ج ٣ ص ٥٣٤)

سندھی حکمرانوں کو اسلام کی دعوت پیش کی

سندھ کے حکمرانوں کے نام بھی دعوت نامہ روانہ کیا، چونکہ وہ لوگ ان کے حُسنِ اخلاق کی شہرت پہلے سے سُن چکے تھے اس لئے بہت سے بادشاہوں نے اسلام قبول کرلیا، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: انہوں نے بادشاہوں کو اسلام کی اس شرط پر دعوت دی کہ ان کی بادشاہی میں کوئی خَلَل نہ آئے گا اور جو حُقُوق مسلمانوں کے ہیں ان کو ملیں گے اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں وہ ان پر عائد ہوں گی۔ چونکہ تمام بادشاہوں کو ان کے کردار کا حال معلوم ہو چکا تھا، اس لیے جیشبہ اور دوسرے بادشاہ اسلام لائے اور اپنا نام عَرَبی رکھا۔ (الکامل فی التاریخ، ج ٤، ص ٣٢٣)

چار ہزار ذِمّیوں نے اسلام قبول کرلیا

جراح بن عبد اللہ حکمی کو جو خراسان کے عامل تھے، لکھا کہ ذِمّیوں کو اسلام کی دعوت دیں اور وہ اسلام لائیں تو ان کا جِزْیہ معاف کردیں۔ انہوں نے اس حُکْم کی تعمیل کی اور ان کے ہاتھ پر چار ہزار ذِمّی اسلام لائے، جراح کے حُسنِ اخلاق کی شہرت پھیلی، تو ان کے پاس تبت سے وفد آئے کہ ان کے یہاں مبلغین روانہ کریں، چنانچہ اس غرض سے انہوں نے سلیط ابن عبد اللہ الحنفی کو روانہ کیا۔

مغرب والوں کو دعوتِ اسلام

اسمٰعیل بن عبد اللّٰہ بن ابی المہاجر جو مغرب (یورپ) کے عامل تھے، اگر چہ وہ خود بھی اس خدمت میں مصروف تھے اور مسلسل غیر مسلموں کو اِسلام کی دعوت دیتے تھے، لیکن جب حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کا دعوت نامہ پہنچا اور اسمٰعیل نے پڑھ کر سنایا تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ اسلام تمام مغرب کے افق پر چھا گیا، علامہ بلاذری لکھتے ہیں: پھر جب حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کا دور آیا تو انہوں نے اسماعیل بن عبداللّٰہ بن ابی المہاجر کو مغرب کا گورنر مقرر کیا، انہوں نے نہایت عمدہ روش اِختیار کی اور بَربَر کو اسلام کی دعوت دی، اس کے بعد خود حضرتِ عمر بن عبدالعزیز نے ان کے نام دعوت نامہ روانہ کیا، اسمٰعیل نے یہ دعوت نامہ اُن کو پڑھ کر سنایا تو اسلام مغرب پر غالب ہوگیا۔ (فتوح البلدان، ج ۱ ص ۲۷۳) اُن کے زمانہ میں اشاعتِ اسلام کا سب سے زیادہ موثر سبب یہ ہوا کہ حجاج کی ظالمانہ روش کے مطابق نومسلموں سے اب تک جو جِزیہ وُصول کیا جاتا تھا، انہوں نے اس سے ان کو بالکل بَری کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ بکثرت اسلام لائے۔

ہماری حیثیت کاشتکار کی سی رہ جائے

ایک بار عدی بن اَرطاۃ نے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کو لکھا کہ اس کثرت سے لوگ اسلام لا رہے ہیں کہ مجھے خَراج میں کمی واقع ہونے کا اندیشہ ہے، انہوں نے ان کو جواب دیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تمام لوگ

مسلمان ہو جائیں اور ہماری اور تمہاری حیثیت صِرف ایک کاشتکار کی سی رہ جائے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائیں۔ (سیرتِ ابن جوزی ص ۱۲۰)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حُسنِ ظن رکھو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز فرمایا کرتے: اَحْسِنْ بِصَاحِبِكَ الظَّنَّ مَالَمْ یَغْلِبْكَ یعنی اپنے بھائی کے بارے میں اس وَقت تک حُسنِ ظن رکھو جب تک تمہیں ظنِ غالب نہ ہو جائے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۵)

شریعت پر عمل کی ترغیب

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک مکتوب میں لکھا: بے شک اسلام کی کچھ حُدود ہیں اور کچھ اَحکام اور سنّتیں، تو جس نے ان سب پر عمل کر لیا اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا اور جس نے عمل نہیں کیا اس کا ایمان نامکمل رہا، پس اگر میں زندہ رہا تو یہ سب چیزیں تمہیں سکھاؤں گا بھی اور عمل کی ترغیب بھی دوں گا لیکن اگر اس سے پہلے میرا وقتِ رخصت آ پہنچا تو میں تمہاری صحبت کا حَرِیص نہیں ہوں۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۴)

اِصلاح کا انداز

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے شہزادے حضرت سیِّدنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمۃُاللّٰہِ الْخالِق نے ایک مرتبہ عَرْض کی: حضور! میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے کئی ایسے کام مُؤخَّر کردیئے ہیں جن کے بارے میں میرا خیال تھا کہ اگر آپ کو ایک گھڑی کے لئے بھی حکومت ملی تو انہیں کر ڈالیں گے، میرا مشورہ ہے کہ چاہے نتائج کچھ بھی نکلیں آپ ان کاموں کو ہاتھوں ہاتھ کر ڈالئے۔ اِس مخلصانہ مشورے پر حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اپنے شہزادے کی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا: دراصل بات یہ ہے کہ لوگوں کو دین کی بات پر آمادہ کرنا میرے بس میں نہیں جب تک میں اس کے ساتھ تھوڑی سی دُنیا نہ ملا دوں، میں ان کے دلوں کو نَرْم کرکے اِصلاح کرنا چاہتا ہوں ورنہ مجھے ڈر ہے کہ ایسے فتنے کھڑے ہوجائیں گے جنہیں دُور کرنا میرے لئے ممکن نہ ہوگا۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۵۱)

دوسروں کی اِصلاح کے لئے اپنی آخرت برباد نہ کرو

یونہی ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: مَنْ لَّمْ یُصْلِحْہُ اِلَّا الْغَشْمُ فَلَا یُصْلَحُ، وَاللّٰہِ لَاُصْلِحُ النَّاسَ بِھَلَاکِ دِیْنِیْ یعنی جس شخص کی اِصلاح ظُلم کئے بغیر نہیں ہوسکتی، چاہے اس کی اِصلاح نہ ہو مگر میں اپنا دین برباد کرکے لوگوں کی اِصلاح کے دَرپے نہیں ہوں گا۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۱۲)

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے اس اِرشادِ پاک میں

نیکی کی دعوت عام کرنے کا جذبہ رکھنے والے مبلغین کے لئے زبردست مَدَنی پھول ہے کہ کسی کی اِصلاح کی کوشش کے دوران خود کو گناہ میں پڑنے سے بچانا چاہئے جیسا کہ اگر کوئی اس کے بار بار ترغیب دلانے پر بھی نماز نہیں پڑھتا تو اب وہ دوسروں کے سامنے اس کی غیبتیں کر کے گناہ گار اور نارِ جہنم کا حقدار نہ بنے مثلاً یوں نہ کہے کہ ''فلاں بہت ڈھیٹ ہے ہزار بار سمجھایا کہ نماز پڑھا کرو مانتا ہی نہیں''، وغیرہ۔

اِصلاح میں رُکاوٹیں

حضرتِ سیدنا سلیمان بن داوٗد خولانی عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الغنی کا بیان ہے کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز فرمایا کرتے تھے: کاش! میں تمہارے معاملہ میں کتابُ اللّٰہ پر مکمل طور پر عمل کرسکتا اور تم لوگ بھی اس پر عمل کرتے، ابھی تو یہ حال ہے کہ میں تمہارے درمیان ایک سنّت کو نافذ کرتا ہوں تو گویا میرے جسم کا ایک عُضو جُھڑ جاتا ہے، بالآخر اسی میں میری جان نکل جائے گی۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۵)

چُغل خور کی اِصلاح

امیرُالمؤمنین حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی خدمتِ بابَرَکت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے کسی کے بارے میں کوئی منفی (NEGATIVE) بات کی۔ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ہم تمہارے مُعاملے کی تحقیق کریں! اگر تم جھوٹے نکلے تو اس آیتِ مبارکہ کے مِصداق

قرار پاؤ گے:

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (پ ۲۶، الحُجرات ۶)

ترجَمۂ کنزالایمان: اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔

اور اگر تم سچے ہوئے تو یہ آیتِ کریمہ تم پر صادِق آئے گی:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍۙ (۱۱) (پ ۲۹، القلم ۱۱)

ترجَمۂ کنزالایمان: بہُت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔

اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں مُعاف کردیں! اُس نے عَرض کی: یاامیرَالْمُؤمِنِین! مُعاف کر دیجئے آیندہ میں ایسا (یعنی غیبتیں اور چغلخوریاں) نہیں کروں گا۔ (اِحیاءُ العُلوم ج ۳ ص ۱۹۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

محبتوں کے چور

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! لوگوں میں فساد کروانے کے لئے اُن کی باتیں ایک دوسرے تک پہنچانا چُغلی ہے۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱، ص ۱۱۳) چُغل خور محبتوں کا چور ہے، بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ المُبِین فرماتے ہیں: عقلوں کے دشمنوں اور مَحَبَّتوں کے چوروں سے بچو، یہ چور بدگوئی کرنے والے اور چُغلی کھانے والے ہیں اور چور تو مال چُراتے ہیں جبکہ یہ (غیبتیں اور چغلیاں کرنے والے) لوگ محبتیں چُراتے ہیں۔ (اَلْمُستَطْرَف ج ۱ ص ۱۵۱) آج ہمارے معاشرے میں محبتوں

کی فضا آلودہ ہونے کا ایک بڑا سبب چغل خوری بھی ہے، لوگوں کے درمیان چغلیاں کھا کر فساد برپا کر کے اپنے کلیجے میں ٹھنڈک محسوس کرنے والے کو کل جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلنا پڑے گا، جیسا کہ نبیِّ آخر الزّمان شہنشاہِ کون و مکان صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: چار طرح کے جہنَّمی جو کہ حَمِیْم اور جَحِیْم (یعنی کھولتے پانی اور آگ) کے درمیان بھاگتے پھرتے وَیل وثُبُور (یعنی ہلاکت) مانگتے ہونگے۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا کہ جو اپنا گوشت کھاتا ہوگا۔ جہنَّمی کہیں گے: اس بد بخت کو کیا ہوا ہماری تکلیف میں اِضافہ کئے دیتا ہے؟ کہا جائے گا: یہ "بدبخت" لوگوں کا گوشت کھاتا (یعنی غیبت کرتا) اور چغلی کرتا تھا۔ (ذَمُّ الْغِیبۃِ لِابْنِ اَبِی الدُّنیا ص۸۹ رقم ۴۹) میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر کبھی زندگی میں یہ گناہ ہوا ہو تو توبہ کر کے یہ نیت کر لیجئے کہ ہم چغلی کھائیں گے نہ سُنیں گے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔

سنوں نہ فُحش کلامی نہ غیبت و چغلی

تری پسند کی باتیں فقط سنا یارب

(وسائلِ بخشش، ص ۹۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دیوار پر قرآن لکھنا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولُ اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کسی جگہ سے گزرے تو زمین پر کچھ لکھا

ہوا دیکھا تو ایک نوجوان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے عَرض کی: ''یہ کتابُ اللہ ہے، ایک یہودی نے یہاں لکھا ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: ایسا کرنے والے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو، کتابُ اللہ کو اس کے مقام و مرتبے پر ہی رکھو۔ محمد بن زبیر کا بیان ہے کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے اپنے ایک بیٹے کو دیوار پر قرآن لکھتے ہوئے دیکھا تو اس کی پٹائی لگائی۔

(تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۰)

مَدَنی پھول: فقیہِ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''مسجد کی دیواروں پر قرآنِ مجید کی آیتیں لکھنا جائز ہے لیکن نہ لکھنا بہتر ہے اس لئے کہ ان آیاتِ قرآنیہ پر نَجس جگہ سے اُڑتی ہوئی دُھول وغیرہ آئے گی نیز مٹی، چونا جو اس کے اوپر لگا ہوا ہے زمین پر گرے گا اور پاؤں کے نیچے گرے گا جس سے بےاَدَبی ہوگی۔ (فتاوی فقیہ ملت ج ۱ ص ۱۹۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

اپنے اہل وعیال کو رِزقِ حلال ہی کھلاؤ

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے جعونہ بن حارث سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے گھر والے تم سے کیا چاہتے ہیں؟ عَرض کی: وہ میرا بھلا چاہتے ہیں۔ اِرشاد فرمایا: نہیں! وہ تمہارے مال سے محبت کرتے ہیں، جسے وہ کھاتے ہیں مگر اس کا بوجھ تمہارے سر آئے گا، لٰہذا ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور انہیں

صِرْف حلال وپاکیزہ روزی کھلاؤ۔ (سیرت ابن جوزی ص ٢٤٦ ملتقطاً)

کیوں روتے ہو؟

ایک شخص شدید بیمار تھا، ایسا لگتا تھا کہ دنیا میں کچھ ہی دیر کا مہمان ہے۔ اس کے بچے، زوجہ اور ماں باپ اِرد گرد کھڑے آنسو بہا رہے تھے۔ اس نے اپنے والد سے پوچھا: ''ابا جان! آپ کو کس چیز نے رُلایا؟'' کہنے لگے: ''میرے جگر کے ٹکڑے! جُدائی کا غم رُلا رہا ہے، تمہارے مرنے کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟'' اس شخص نے اپنی والدہ سے پوچھا: ''پیاری امّی جان! آپ کیوں رو رہی ہیں؟'' ماں نے جواب دیا: ''میرے لال! دنیا سے تیری رُخصتی کا سوچ کر رو رہی ہوں، میں تیرے بغیر کیسے رہ پاؤں گی۔'' پھر اپنی بیوی سے پوچھا: ''تمہیں کس چیز نے رونے پر مجبور کیا؟'' اس نے بھی کہا: ''میرے سرتاج! آپ کے بغیر ہماری زندگی اجیرن ہو جائے گی، جُدائی کا غم میرے دل کو گھائل کر رہا ہے، آپ کے بعد میرا کیا بنے گا؟'' پھر اپنے روتے ہوئے بچوں کو قریب بلایا اور پوچھا: ''میرے بچو! تمہیں کس چیز نے رُلایا ہے؟'' بچے کہنے لگے: ''آپ کے وِصال کے بعد ہم یتیم ہو جائیں گے، ہمارے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جائے گا، آپ کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟'' ان سب کی یہ باتیں سن کر وہ شخص کہنے لگا: ''تم سب اپنی دنیا کے لئے رو رہے ہو، تم میں سے ہر شخص میرے لئے نہیں بلکہ اپنا نفع ختم ہو جانے کے خوف سے رو رہا ہے، کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جسے اس بات نے رُلایا ہو کہ مرنے کے بعد قبر میں میرا کیا حال ہوگا،

عنقریب مجھے وحشت ناک تنگ و تاریک قبر میں چھوڑ دیا جائے گا، کیا تم میں سے کوئی اس بات پر بھی رویا کہ مجھے مرنے کے بعد منکر نکیر (یعنی قبر میں سوالات کرنے والے فرشتوں) سے واسطہ پڑے گا! کیا تم میں سے کوئی اس خوف سے بھی رویا کہ مجھے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے سامنے حساب و کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا! آہ! تم میں سے کوئی بھی میری اُخروی پریشانیوں کی وجہ سے نہیں رویا بلکہ ہر ایک اپنی دنیا کی وجہ سے رو رہا ہے۔" اس گفتگو کے کچھ ہی دیر بعد اس کی رُوح قفسِ عُنْصُری سے پرواز کرگئی۔

(عیون الحکایات ص ۹۸ ملخصا)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حکایت میں ہمارے لئے عبرت ہی عبرت ہے کہ وہ اہل و عیال جن کے عیش و آرام کے لئے ہم اپنی نیندیں قربان کر دیتے ہیں، جنہیں آسائشیں دینے کے لئے ہم بڑی خوشی سے مَشَقَّتیں برداشت کرتے ہیں، جن کی راحتوں کے لئے ہم خود کو غموں کے حوالے کر دیتے ہیں، جواباً یہ بھی دنیا میں ہمارا بڑا خیال رکھتے ہیں مگر جونہی ہمارا سفرِ زندگی ختم ہوتا ہے انہیں ہماری نہیں اپنی فِکْر ستانے لگتی ہے کہ اِس کے جانے کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟ کاش وہ یہ بھی سوچتے کہ مرنے کے بعد اِس کا کیا بنے گا؟ اور ہمارے لئے دُعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کی کثرت کرتے۔

جبکہ پیکِ اَجَل رُوح لے جائیگا　　جسمِ بے جاں تڑپ کر ٹھہر جائیگا
لحد میں کوئی تیری نہیں آئے گا　　تجھ کو دفنا کے ہر اِک پلٹ جائے گا

(وسائلِ بخشش، ص ۶۲۹)

عمل نے کام آنا ھے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دوسروں کی دُنیا روشن کرنے کے لئے اپنی قبر میں اندھیرا مت کیجئے، دَولت ومال اور اہلِ وعِیال کی مَحبَّت میں نیکیاں چھوڑیئے نہ گناہوں میں پڑیئے کہ ان سب کا ساتھ تو آنکھ بند ہوتے ہی چھوٹ جائے گا جبکہ نیکیاں اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قبر وآخرت بلکہ دنیا میں بھی کام آئیں گی، اس لئے جلدی کیجئے اور خوفِ خدا وعشقِ مصطفٰی عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم پانے، دل میں صَحابۂ کرام واولیاءِ عُظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی محبت جگانے، نیک صحبتوں سے فیض اُٹھانے، نمازوں اور سنّتوں کی عادت بنانے کیلئے **دعوتِ اسلامی** کے مَدَنی ماحول سے ہردم وابستہ رہئے، **عاشقانِ رسول** کے **مَدَنی قافِلوں** میں سنّتوں کی تربیت کیلئے سفر اختیار کیجئے اور کامیاب زندگی گزارنے اور اپنی آخرت سنوارنے کیلئے روزانہ "فکرِ مدینہ" کے ذریعے **مَدَنی انعامات** کا رسالہ پُر کیجئے اور ہر مَدَنی ماہ کے ابتدائی 10 دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔ ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں شرکت کیجئے اور **دعوتِ اسلامی** کے ہردلعزیز **مَدَنی چینل** کے سلسلے دیکھئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنے دل میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے **مُقرَّبین** وصالِحین کی مَحبَّت کو دن بدن بڑھتا ہوا محسوس فرمائیں گے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے اِن نُفوسِ قُدسیّہ کا فیضان اور ان کی نظرِ شفقت شاملِ حال ہوگی۔ ترغیب کیلئے ایک مَدَنی بہار پیش کی جاتی ہے چُنانچہ امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

آقا نے اپنے مشتاق کو سینے سے لگا لیا

ثناخوانِ رسولِ مقبول، بُلبلِ روضۂ رسول، مدّاحِ صحابہ وآلِ بتول، گلزارِ عطّار کے مُشکبار پھول، مبلّغِ دعوتِ اسلامی الحاج قاری حاجی ابوعُبید مشتاق احمد عطّاری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی کی وفات سے چند ماہ قبل مجھے (سگِ مدینہ عُفِیَ عَنہٗ کو) کسی اسلامی بھائی نے ایک مکتوب اِرسال کیا تھا، اُس میں انہوں نے بقسم اپنا واقِعہ کچھ یوں تحریر کیا تھا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو سُنہری جالیوں کے رُوبرو پایا، جالی مُبارَک میں بنے ہوئے تین سوراخ میں سے ایک سوراخ میں جب جھانکا تو ایک دلربا منظر نظر آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحِبِ مُعطّر پسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم تشریف فرما ہیں اور ساتھ ہی شیخینِ کریمین یعنی حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق اور حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی حاضِرِ خدمت ہیں۔ اتنے میں حاجی مُشتاق عطّاری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی بارگاہِ محبوبِ باری صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں حاضِر ہوئے سرکارِ عالی وقار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حاجی مُشتاق عطّاری کو سینے سے لگا لیا اور پھر کچھ اِرشاد فرمایا مگر وہ مجھے یاد نہیں پھر آنکھ کُھل گئی۔

آپ کے قدموں سے لگ کر موت کی یا مصطفٰے
آرزو کب آئے گی بر بیکس و مجبور کی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بُہتان تراشنے والوں کا انجام

حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز علیہِ رَحمۃُ اللہِ العزیز نے ولید بن ہشام مُعیطی کو قِنَّسْرِین کا امیرِ لشکر اور فُرات بن مسلم کو وہاں کا امیرِ خراج مقرر کیا۔ اِن دونوں کے درمیان کچھ اَن بَن ہوگئی۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ولید نے علاقے کے چار معمر افراد کو اس بات پر تیار کرلیا کہ وہ آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ کے پاس فُرات کے خِلاف یہ جھوٹی گواہی دیں کہ (۱) وہ نماز نہیں پڑھتا (۲) صحت واِقامت کی حالت میں بھی رمضان کے روزے نہیں رکھتا (۳) غسلِ جنابت تک نہیں کرتا (۴) ماہواری کی حالت میں بیوی کے پاس جاتا ہے۔ وہ لوگ حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے پاس آئے اور اِن چاروں باتوں کی گواہی دی۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: یہ تو تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا کہ فُرات نے نماز نہیں پڑھی اب یہ خدا جانے کہ جان بوجھ کر ہوا یا سہو و نسیان کی وجہ سے، اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ بظاہر کوئی مَرَض نہ ہونے کے باوجود اس نے روزہ نہیں رکھا مگر یہ بتاؤ کہ تمہیں یہ کیسے پتا چلا کہ وہ غُسْلِ جَنابت نہیں کرتا یا بیوی کے پاس ماہواری کی حالت میں جاتا ہے؟ یہ سوال سن کر ان لوگوں کو سانپ سونگھ گیا، پھر آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: ''واللہ! فُرات جیسے پاک دامن اور امانت دار شخص سے ان باتوں کا تصوُّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔'' اور اُن بدکردار بڈھوں کو پولیس افسر کے حوالے کردیا، ہر ایک کو بیس کوڑے لگوائے، پھر ان کی ضمانتیں اس شرط پر لیں کہ فُرات خود ان سے اپنا حق وُصول کریں

یامعاف کردیں۔اس واقعے کے بعد آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھرپور کوشش کرکے ولید اور فُرات کے درمیان صلح کروادی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۳۰)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے بُہتان تراشنے والوں کی کیسی گرفت فرمائی، **کسی شخص** کی موجودگی یا غیر موجودگی میں اُس پر جھوٹ باندھنا **بہتان** کہلاتا ہے۔ (اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃ ج۲ ص ۲۰۰) اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ بُرائی نہ ہونے کے باوُجود اگر پیٹھ پیچھے یا رُوبَرو وہ برائی اُس کی طرف منسوب کردی تو یہ بُہتان ہوا مثلاً پیچھے یا منہ کے سامنے **ریاکار** کہہ دیا اور وہ ریاکار نہ ہو یا اگر ہو بھی تو آپ کے پاس کوئی ثُبوت نہ ہو کیوں کہ **ریاکاری** کا تعلُّق باطِنی امراض سے ہے لہٰذا اس طرح کسی کو ریاکار کہنا **بہتان** ہوا۔تہمت دھرنے اور بہتان تراشنے والے کو دنیا وآخرت میں رسوائی کا سامنا ہوگا، چنانچہ

دوزخیوں کی پیپ میں رہنا پڑے گا

نبیِ رَحمت، شفیعِ امت، شہنشاہِ نُبُوَّت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: مَنْ قَالَ فِی مُؤْمِنٍ مَا لَیْسَ فِیْہِ أَسْکَنَہُ اللّٰہُ رَدْغَۃَ الْخَبَالِ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ یعنی جو کسی مسلمان کی بُرائی بیان کرے جو اس میں نہیں پائی جاتی تو اس کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس وَقت تک دوزخیوں کے کیچڑ، پیپ اور خون میں رکھے گا جب تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نہ نکل آئے۔ (سُنَنِ ابوداوٗد ج۳ ص۴۲۷ حدیث ۳۵۹۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر خدانخواستہ کبھی بُہتان تراشی کا گناہ سَرزَد ہو ہوتو فوراً سے پیشتر توبہ کرلیجئے، **بہتان** سے توبہ کے لئے تین باتوں کا پایا جانا ضَروری ہے: {1} آیندہ بہتان کو ترک کرنے کا پکّا اِرادہ کرنا {2} جس کا حق ضائع کیا، ممکن ہوتو اس سے مُعافی چاہنا مثلاً صاحبِ حق زندہ اور موجود ہے نیز مُعافی مانگنے سے کوئی جھگڑا یا عداوت پیدا نہیں ہوگی {3} (جن) لوگوں (کے سامنے بہتان لگایا ان) کے سامنے اپنے **جھوٹ** (یعنی بہتان) کا اقرار کرنا یعنی یہ کہنا کہ جو میں نے **بہتان** لگایا تھا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ (اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃ وَ الطَّرِیْقَۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃ ج ۲ ص ۲۰۹)

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 312 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''**بہارِ شریعت**'' حِصّہ 16 صَفحہ 181 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللّٰہِ القوی فرماتے ہیں: **بُہتان** کی صورت میں توبہ کرنا اور مُعافی مانگنا ضَروری ہے بلکہ جن کے سامنے **بہتان** باندھا ہے ان کے پاس جا کر یہ کہنا ضَروری ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فُلاں پر میں نے **بہتان** باندھا تھا۔ (بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۱۸۱) نفس کے لئے یقیناً یہ سخت گِراں ہے مگر دنیا کی تھوڑی سی ذلّت اٹھانی آسان مگر آخرت کا مُعامَلہ انتہائی سنگین ہے، خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! دوزخ کا عذاب برداشت نہیں ہو سکے گا۔

(ماخوذ از غیبت کی تباہ کاریاں، ص ۲۹۵)

جہنّم کا ہلکا ترین عذاب

حضرت سیّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: "دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب جس کو ہوگا اسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔"

(صحیح البخاری، باب صفۃ الجنۃ والنار، الحدیث ۶۵۶۱، ج ۴، ص ۲۶۲)

ہمارا نازُک وجود

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ذرا تصوُّر تو کیجئے کہ اگر ہمیں سزا کے طور پر جہنم کا صِرف یہی عذاب دیا جائے تو بھی ہم سے برداشت نہ ہوسکے گا کیونکہ ہمارے پاؤں اتنے نازُک ہیں کہ کسی گرم انگارے پر جا پڑیں تو پورے وُجود کو اُچھال کر رکھ دیں، معمولی سا سَر دَرْد ہمارے ہوش گُم کردیتا ہے تو پھر وہ عذاب جس سے دماغ کھولنے لگے، برداشت کرنے کی کس میں ہمت ہے؟ ہم جہنم کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مجھے نارِ دوزخ سے ڈر لگ رہا ہے
ہو مجھ ناتواں پر کرم یاالٰہی (وسائل بخشش، ص ۸۲)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

قطع رحمی کرنے والے سے دور رہو

حضرت میمون بن مہران علیہ رحمۃُ الحنّان کا بیان ہے کہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے مجھ سے فرمایا: لَا تُواخِيَنَّ قَاطِعَ رِحِمٍ فَاِنِّی

سَمِعْتُ اللّٰہَ لَعَنَھُمْ فِیْ سُوْرَتَیْنِ فِیْ سُوْرَۃِ الرَّعْدِ وَسُوْرَۃِ مُحَمَّدٍ یعنی قطع رحمی کرنے والے سے کبھی بھائی چارہ قائم نہ کیجئے گا کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے سورۂ رعد اور سورۂ محمد میں قطع رحمی کرنے والے پر لعنت کی ہے۔ (درمنثور ج ۴ ص ۶۴۱)

افضل عمل کونسا ہے؟

حضرتِ سیّدنا ابوربیعہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا بیان ہے کہ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اُکْرِھَتْ عَلَیْہِ النُّفُوْسُ یعنی افضل ترین عمل وہ ہے جو نفس پر بھاری ہو۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۷)

داڑھی کے بال اکھیڑنے والے کی گواہی مسترد کردی

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے پاس ایک ایسا شخص گواہی دینے کے لئے حاضر ہوا جس نے اپنی بچّی (یعنی ٹھوڑی اور نچلے ہونٹ کی درمیانی جگہ) کے بال اُکھاڑے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر آپ نے اس کی گواہی رَد کردی۔

(احیاء العلوم، ج ۱ ص ۱۹۷)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ بلا حاجتِ شرعی بچّی کے مقام سے داڑھی کے تھوڑے سے بال اکھاڑنے والے کی گواہی مسترد کردی گئی، اس سے زیب وزینت کے ان متوالوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو مَعَاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پوری داڑھی ہی مونڈ ڈالتے ہیں۔

داڑھیاں بڑھاؤ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان بار بار پڑھئے: ''اَحفُوا الشَّوَارِبَ، وَاَعفُوا اللِّحٰی وَلَا تَشَبَّهُوا بِالیَهُودِ یعنی مونچھیں خوب پست (یعنی چھوٹی) کرو اور داڑھیوں کو مُعافی دو (یعنی بڑھاؤ) یہودیوں کی سی صورت نہ بناؤ۔'' (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۴ ص ۲۸)

شیخ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالے ''کالے بچھو'' میں یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرنے کے بعد کی ہوش رُبا منظر کشی

اے غافل اسلامی بھائی! ذرا ہوش کر!! مرنے کے بعد تیری ایک نہ چلے گی، تیرے ناز اٹھانے والے تیرے کپڑے بھی اتارلیں گے۔ تو کتنا ہی بڑا سرمایہ دار سہی، تجھے وُہی کورے لٹھے کا کفن پہنائیں گے جو فُٹ پاتھ پر دم توڑ دینے والے لاوارث کو پہنایا جاتا ہے۔ تیری کار ہے تو وہ بھی گیرج میں کھڑی رہ جائے گی۔ تیرے بیش قیمت لباس صندوق میں دھرے رہ جائیں گے۔ تیرے مال و متاع اور خون پسینے کی کمائی پر وُرثاء قابض ہوجائیں گے۔ ''اپنے'' اشک بہا رہے ہوں گے ''بیگانے'' خوشیاں منا رہے ہوں گے۔ تیرے ناز اٹھانے والے تجھے اپنے کندھوں پر لاد کر چل دیں گے اور ایک ایسے ویرانے میں لے آئیں گے کہ تو

کبھی اس ہولناک سنّاٹے میں خُصُوصاً رات کے وَقت ایک گھڑی بھی تنہا نہ آیا تھا، نہ آسکتا تھا بلکہ اس کے تصوُّر سے ہی کانپ جایا کرتا تھا۔ اب گڑھا کھود کر تجھے منوں مٹّی تلے دَفْن کر کے تیرے سارے عزیز چلے جائیں گے۔ تیرے پاس ایک رات کُجا ایک گھنٹہ بھی ٹھہرنے کے لئے کوئی راضی نہ ہوگا۔ خواہ تیرا چہیتا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی بھاگ کھڑا ہوگا۔ اب اس تنگ وتاریک **قَبْر** میں نہ جانے کتنے ہزار سال تیرا قیام ہوگا۔ تو حیران وپریشان ہوگا، افسردگی چھائی ہوگی، **قَبْر** بھینچ رہی ہوگی، تو چلّا رہا ہوگا، حسرت بھری نگاہوں سے عزیزوں کو نگاہوں سے اُوجھل ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوگا، دل ڈوبتا جارہا ہوگا۔ اتنے میں **قَبْر** کی دیواریں ہلنا شروع ہوں گی اور دیکھتے ہی دیکھتے دوخوف ناک شکلوں والے فِرِشتے (منکر ونکیر) اپنے لمبے لمبے دانتوں سے **قَبْر** کی دیوار کو چیرتے ہوئے تیرے سامنے آموجود ہوں گے، ان کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے، کالے کالے مُہیب (یعنی ہیبت ناک) بال سر سے پاؤں تک لٹک رہے ہوں گے، تجھے جِھڑک کر بٹھائیں گے۔ کَرخت (یعنی نہایت ہی سخت) لہجے میں اس طرح سُوالات کریں گے: "مَــــنْ رَّبُّكَ؟" (یعنی تیرا رب عَزَّوَجَلَّ کون ہے؟) "مَا دِیْنُكَ؟" (یعنی تیرا دین کیا ہے؟) اِتنے میں تیرے اور مدینے کے درمیان جتنے پردے حائل ہوں گے، سب اُٹھادیئے جائیں گے کسی کی موہنی، دلرُبا اور پیاری پیاری صورت سامنے آجائے گی۔ یا وہ عظیم اور پیاری ہستی خود تشریف لے آئے گی۔ کیا عجب! تیری آنکھیں شَرْم سے جُھک جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ تُو سوچ

میں پڑ جائے کہ نگاہیں اُٹھاؤں تو کیسے اُٹھاؤں! اپنی بگڑی ہوئی صورت دِکھاؤں تو کیسے دکھاؤں! یہ وُہی تو میرے آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم ہیں جن کا میں کلمہ پڑھا کرتا تھا۔ اپنے آپ کو ان صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کا غلام بھی کہتا تھا۔ لیکن میں نے یہ کیا کیا! میٹھے میٹھے آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے تو یہ فرمایا:

"مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو مُعافی دو یہودیوں جیسی صورت مت بناؤ۔" لیکن ہائے میری بدبختی! میں چندروزہ دنیا کی زینت میں کھو گیا۔ **فیشن** نے میرا ستیاناس (سَت۔ تِیا۔ ناس) کردیا۔ آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے سختی سے منع کرنے کے باوجود میں نے چہرہ یہودیوں یعنی مدنی آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے دشمنوں جیسا ہی بنایا۔ ہائے! اب کیا ہوگا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر سرکارِ عالی وقار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم منہ پھیر لیں اور یہ فرمادیں کہ "یہ تو میرے **دشمنوں والا چہرہ ہے میرے غلاموں والا نہیں!!**" اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو سوچ اُس وقت تجھ پر کیا گزرے گی۔

نہ اُٹھ سکے گا قیامت تلک خدا کی قسم
اگر نبی نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا

ایسا نہیں ہوگا، اِن شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہرگز نہیں ہوگا۔ ابھی تو زندہ ہے، مان جا! اپنے کمزور بدن پر ترس کھا! جھٹ ہمّت کر! انگریزی فیشن، فرنگی تہذیب کو تین طلاقیں دے ڈال اور اپنا چہرہ میٹھے میٹھے آقا مکّی مَدَنی مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ

وسلَّم کی پاکیزہ سنّت سے آراستہ کرلے اور **ایک مٹھی داڑھی** سجالے۔ ہرگز ہرگز شیطان کے اِس فریب میں نہ آ اور ان وساوس کی طرف توجہ مت لا، کہ ”ابھی تو میں اس قابل نہیں ہوا، میری تو عمر ہی کیا ہے؟ میرا علم بھی اتنا کہاں ہے؟ اگر کسی نے دین کے بارے میں سوال کردیا تو مجھے جواب نہیں آئے گا میں تو جب قابل ہوجاؤں گا اُس وقت داڑھی رکھوں گا۔“ یاد رکھ! یہ شیطان کا کامیاب ترین وار ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ سمجھ بیٹھے کہ ”ہاں، اب میں قابل ہوگیا ہوں۔“ یاد رکھئے! اپنے آپ کو قابل سمجھنا ہی ناقابلیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ عاجزی اختیار کر! بڑے بڑے علمائے کرام بھی ہر سوال کا جواب نہیں دیتے۔ تو کیا ہر سوال کا جواب دینے کی تُونے ذمہ داری لی ہوئی ہے؟ نفس کی حیلہ بازیوں میں مت آ! اور مان جا۔ خواہ ماں روکے، باپ منع کرے، معاشرہ آڑے آئے، شادی میں رکاوٹ کھڑی ہو، کچھ ہی ہوجائے **اللہ** عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا حکم ماننا ہی پڑے گا۔ تسلّی رکھ! اگر جوڑا لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہے تو تیری شادی ضرور ہوجائے گی اور اگر نہیں لکھا تو دُنیا کی کوئی طاقت تیری شادی نہیں کرواسکتی۔ زندگی کا کیا بھروسہ؟

داڑھی منڈواتے ہی موت

کسی نے سگِ مدینہ (راقم الحروف) کو کچھ اس طرح کا ملتوب لکھا تھا کہ بنگلہ دیش میں ایک نوجوان نے داڑھی رکھی تھی لیکن جب اس کی شادی کا وقت قریب

آیا تو والِدین نے داڑھی مُنڈوانے پر مجبور کیا۔ بادلِ نخواستہ نائی کے پاس جا کر داڑھی منڈوا کر گھر کی طرف آتے ہوئے سڑک عبور کر رہا تھا کہ کسی تیز رفتار گاڑی نے کچل کر رکھ دیا، اُس کا دم نکل گیا اور اُس کی شادی کے ارمان خاک میں مل گئے۔ ماں باپ کیا کام آئے؟ نہ شادی ہوئی نہ داڑھی رہی۔ تو پیارے **اسلامی بھائی!** ہوش میں آ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کر کے آج ہی عہد کر لے کہ اب تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی مَحبَّت میں گردن تو کٹ سکتی ہے مگر میری داڑھی اب دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے جُدا نہیں کر سکتی۔

شاباش.........مبارَک.........مبارَک.........مبارَک

(کالے بچھو ص ۴ تا ۱۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

سردار کون ہوتا ہے؟

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے ایک شخص سے پوچھا: مَنْ سَیِّدُ قَوْمِكَ یعنی تمہاری قوم کا سردار کون ہے؟ اُس نے کہا: انا یعنی میں۔ تو ارشاد فرمایا: لو کُنْتَ سَیِّدَهُمْ مَاقُلْتَ یعنی اگر تم واقعی ان کے سردار ہوتے تو ہاں نہ کہتے (یعنی عاجزی کرتے ہوئے خاموش رہتے)۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۷۸)

اس حکایت میں ان اسلامی بھائیوں کے لئے درسِ عظیم ہے جنہیں کوئی بھی ذمہ داری یا عہدہ حاصل ہو جائے تو کوئی پوچھے نہ پوچھے وہ اپنے تعارُف میں

بلاضرورت ومصلحت اپنے عہدے کو ضرور ذکر کرتے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے کہ اگر کوئی نگران بھی ہو تو عند الضرورت خود کو خادِم کہہ کر تعارف کروائے، امیر اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کی عاجزی مرحبا! کہ لوگ آپ کو امیرِ اہلسنّت کہتے ہیں لیکن آپ دامت برکاتہم العالیہ خود کو حسبِ موقع فقیرِ اہلسنّت کہتے ہیں اور اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: "میں اہلسنّت میں سے نیکیوں کے معاملے میں سب سے غریب ہوں اس لئے فقیرِ اہلسنّت ہوں۔" اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حقیقی عاجزی نصیب فرمائے۔ **اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔** اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

رزق پہنچ کر رہے گا

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے فرمایا: اَیُّھَا النَّاسُ! اِتَّقُوا اللہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّہٗ اِنْ کَانَ لِاَحَدِکُمْ رِزْقٌ فِیْ رَاْسِ جَبَلٍ اَوْحَضِیْضِ اَرْضٍ یَاْتِیْہِ یعنی لوگو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور حلال ذریعے سے رِزق تلاش کرو کیونکہ اگر تمہارا رِزق کسی پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہے یا زمین کی تہ میں، تمہیں مل کر رہے گا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس فرمانِ عظیم میں ہمارے لئے توکُّل کا درس پوشیدہ ہے، اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ **امام اَحمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن

فرماتے ہیں: توکُّل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اِعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۹) یعنی اسباب ہی کو چھوڑ دینا توکُّل نہیں ہے، توکُّل تو یہ ہے کہ اسباب پر بھروسہ نہ کرے۔ مثلاً مریض دوائی کھانا نہ چھوڑے بلکہ دوائی کھائے اور نظر خالقِ اسباب کی طرف رکھے کہ میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ چاہے گا تو ہی اِس دوائی سے شِفا ملے گی۔

توکل کیسا ہونا چاہئے؟

حُضُور نبیِّ کریم، رءوفٌ رَّحیم، محبوبِ ربِّ عظیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے: لَوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا یعنی اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایسا توکُّل کرو جیسا کہ اُس پر توکُّل کرنے کا حق ہے تو تم کو ایسے رِزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ (پرندے) صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔

(سُنَنُ التِّرمِذِیّ ج ۴ ص ۱۵۴ حدیث ۲۳۵۱)

اس فرمانِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے ان نادانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں جو روزی کمانے کے لئے حرام ذریعہ اپنانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے، اے کاش ہمیں حقیقی توکل نصیب ہو جائے۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

بد مذھبوں کی صحبت سے بچو

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے فرمایا: لَا تُجَالِسْ

ذَاھَوًی فَیُلْقِیَ فِیْ نَفْسِكَ شَیْئاً یَسْخَطُ اللهُ بِهٖ عَلَیْكَ یعنی بدمذہبوں کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ تمہیں بھی ایسے کاموں میں لگادے گا جن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ ناراض ہوتا ہے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۴۶)

اچھے اور بُرے مصاحِب کی مثال

پیارے آقا، مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے اِرشاد فرمایا: ''اچھے اور برے مصاحِب کی مِثال، مشک اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے، کستوری اٹھانے والا تمہیں تحفہ دے گا یا تم اس سے خرید و گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی، جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بو آئے گی۔'' (مسلم، ص ۱۱۱۶، رقم الحدیث ۲۶۲۸)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی! ہر صحبت اپنا اثر رکھتی ہے، مثال کے طور پر اگر آپ کو کبھی کسی مَیِّت والے گھر جانے کا اتفاق ہوا ہو تو وہاں کا اُداس ماحول کچھ دیر کے لئے آپ کو بھی غمگین کردے گا اور اگر کسی شادی پر جانے کا اتفاق ہوا ہو تو خوشیوں بھرا ماحول آپ کو بھی کچھ دیر کے لئے مسرور کردے گا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص غفلت کا شکار ہو کر گناہوں پر دلیر ہوجانے والے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے گا، تو غالب گمان ہے کہ وہ بھی بہت جلد انہی کی مانند ہوجائے گا اور اگر کوئی شخص ایسے خوش عقیدہ لوگوں کی صحبت اِختیار کرے گا جن کے دل خوفِ خدا سے معمور ہوں، ان کی آنکھیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ڈر سے روئیں تو یقینی طور پر یہی کیفیات اس شخص کے دل میں بھی

سرایت کر جائیں گی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

صُحْبَتِ صَالِح تُرَا صَالِح کُنَدْ

صُحْبَتِ طَالِح تُرَا طَالِح کُنَدْ

(یعنی اچھوں کی صحبت تجھے اچھا اور بروں کی صحبت تجھے برا بنا دے گی)

ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

ہمیں چاہئے کہ دینی مشغلوں اور دُنیا کے ضَروری کاموں سے فَراغت کے بعد خَلْوَت یعنی تنہائی اِختیار کریں یا صِرْف ایسے سنجیدہ اور سنّتوں کے پابند اسلامی بھائیوں کی صُحبت حاصِل کریں جن کی باتیں خوفِ خدا و عشقِ مصطفٰے عَزَّوَجَلَّ وَ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم میں اضافے کا باعِث بنیں اور وہ وقتاً فوقتاً ظاہری برائیوں اور باطِنی بیماریوں کی نشاندہی کرتے اور ان کا علاج تجویز فرماتے ہوں۔ اچّھی صحبت کے مُتَعلِّق **دو فرامینِ مصطفٰے** صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم مُلاحظہ ہوں: (1) اچّھا رفیق وہ ہے کہ جب تو خدا عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرے تو وہ تیری مدد کرے اور جب تو بُھولے تو وہ یاد دلائے۔ (موسوعۃ الامام لِابْنِ اَبِی الدُّنیاج ۸،ص ۱۶۱ رقم ۴۲)

(2) اچّھا رفیق وہ ہے کہ اُس کے دیکھنے سے تمہیں خدا عَزَّوَجَلَّ یاد آئے اور اُس کی گفتگو سے تمہارے عمل میں زیادتی ہو اور اس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

(شُعَبُ الْاِیمان ج ۷ ص ۵۷ حدیث ۹۴۴۶) (ماخوذ از غیبت کی تباہ کاریاں ص ۲۵۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ محمَّد

زلزلہ، صدقہ اور دُعائیں

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے تمام علاقوں میں تحریری پیغام بھیجا کہ زلزلہ ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندوں پر عتاب فرماتا ہے، آپ لوگ فلاں دن باہر نکلیں اور توبہ استغفار کریں، جو شخص صدقہ کرسکتا ہو وہ صدقہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ (بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا (پ ۳۰، الاعلیٰ: ۱۴) اور اپنے باپ حضرتِ سیِّدُنا آدم علٰی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دُعا پڑھا کرو:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَاٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ (پ ۸، الاعراف: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ بُرا کیا تو اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے

اور حضرتِ سیِّدُنا نوح علٰی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا پڑھا کرو:

وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾ (پ ۱۲، ھود: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں۔

اور حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا پڑھا کرو:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ (پ ۲۰، قصص: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۸)

زلزلہ کیسے آتا ہے؟

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے 80 صفحات پر مشتمل رسالے "زَلْزَلہ اور اس کے اَسباب" کے صفحہ 13 پر ہے: میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیٔ نِعمت، عظیمُ البَرَکت، عظیمُ المَرْتَبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام زمین کو مُحیط (یعنی گھیرے میں لیا ہوا) ایک پہاڑ پیدا کیا، جس کا نام **کوہِ قاف** ہے، زمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں **کوہِ قاف** کے رَیشے پھیلے ہوئے نہ ہوں۔ جس طرح دَرَخت کی جڑیں زمین کے اندر پھیل جاتی ہیں اور ان جڑوں کے سبب دَرخت کھڑا رہتا ہے اور آندھی، یا ہوا آئے تو یہ نہیں گرتا۔ اب اُصول یہ ہے کہ دَرخت جتنا بڑا ہوگا اُتنی ہی دُور تک اس کی جڑوں کے رَیشے پھیلتے ہیں چُونکہ **کوہِ قاف** بہُت بڑا ہے، اتنا بڑا ہے، اتنا بڑا ہے، اتنا بڑا ہے کہ ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے لہٰذا اس کو کھڑے رہنے کیلئے جگہ بھی بہُت ہی بڑی درکار ہے، چُنانچہ اسکے رَیشے حُکْمِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے ساری زمین میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کہیں یہ رَیشے زمین کی اُوپری سَطْح پر ظاہِر ہیں جیسا کہ بَرگد کے دَرَخت کی جڑیں کہیں کہیں زمین پر اُبھری ہوئی ہوتی ہیں۔ جہاں جہاں اس **کوہِ قاف** کے رَیشے اُبھرے وہاں پہاڑیاں اور پہاڑ کھڑے ہوگئے، کہیں

کہیں زمین کی سطح تک آکر رُک رہے تو اس کو سنگلاخ (یعنی پتھریلی) زمین کہتے ہیں۔ بہر حال یہ ریشے کہیں زمین کے اوپر تو کہیں زمین کے نیچے یہاں تک کہ سمندر کے اندر بھی ہیں۔ سمندر میں بھی زلزلہ آسکتا ہے، پہلے ہم نے کبھی نہیں سنا تھا مگر اب **سونامی یعنی سمندری زلزلہ** بھی سن لیا، جو 26.12.04 کو برپا ہوا تھا، اس نے سب سے زیادہ تباہی انڈونیشیا کے صوبے "آچے" کے دارالحکومت "باندا آچے" میں مچائی، غالباً صرف اُسی ایک شہر میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد موت کے گھاٹ اتر گئے! سنا یہی ہے کہ خصوصاً وہ علاقے اس کی زد میں آئے تھے جہاں گناہوں کی حد ہو گئی تھی، سمندر کی چنگھاڑتی ہوئی لہروں نے ان بستیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ بہر حال **کوہِ قاف** کے ریشے زمین کی نچلی سطح میں بھی دُور دُور تک پھیلے ہوئے ہیں، جہاں جہاں وہ ریشے ہوتے ہیں اس کی اوپری زمین بہت نرم ہوتی ہے۔ جس جگہ **زلزلہ** بھیجنے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ ہوتا ہے، (**اللہ** اور اُس کے رسول کی پناہ) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **کوہِ قاف** کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دے، صرف وہیں **زلزلہ** آئیگا جس جگہ کے ریشے کو حرکت دی گئی پھر جہاں خفیف یعنی ہلکے **زلزلے** کا حکم ہے تو یہ وہاں کے ریشے کو ہلکا سا ہلاتا ہے اور جہاں حکم ہے کہ شدید جھٹکا دے تو وہاں **کوہِ قاف** بہت زور سے اپنا ریشہ ہلاتا ہے۔ بعض جگہ صرف ہلکا سا جھٹکا آتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے اس میں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّتیں (مَشِی۔یَتیں) کار فرما ہیں کہ کہیں ہلکا سا جھٹکا آتا ہے تو کہیں زوردار، کہیں مکانات صرف ہل جاتے

ہیں تو کہیں اس کی کھڑکیاں اور کانچ وغیرہ بھی ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں، کہیں **مَعَاذَ اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ زمین پھٹ جاتی ہے اور اس سے پانی نکل آتا ہے تو کہیں **مَعَاذَ اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ شُعلے نکل پڑتے اور چیخنے کی آوازیں بُلند ہوتی ہیں۔ کہیں سے بخارات و دھوئیں بر آمد ہوتے ہیں۔ (ازافادات: فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۹۶ تا ۹۷)

زَلزَلہ گناہوں کے سبب آتا ہے

میرے آقائے نعمت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتَبت، پروانۂ شمعِ رسالت، مجدِّدِ دین وملت، **مولانا شاہ امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کی بارگاہ میں سُوال کیا گیا کہ زَلزَلے کا سبب کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا: ''سببِ حقیقی'' تو وہی اِرادۃُ اللّٰہ (یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا اِرادہ فرمانا) ہے اور عالَم اسباب میں ''باعثِ اصلی'' بندوں کے مَعاصی (یعنی گناہ)۔[1]
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۹۶)

نیم جاں کردیا گناہوں نے
مرضِ عِصیاں سے دے شفا یارب (وسائلِ بخشش ص ۸۷)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

فرائض کی ادائیگی کی اہمیت

حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے فرمایا: تقویٰ محض دن

---

[1]: زلزلے کے بارے میں مزید تفصیلات پڑھنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کے 80 صفحات پر مشتمل رسالے ''زلزلہ اور اس کے اسباب'' کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

کو روزہ رکھنے اور راتوں کو قیام کرنے کا نام نہیں بلکہ فرائض کو ادا کرنے اور حرام کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۹)

تقویٰ سے عقل بڑھتی ہے

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے فرمایا: تقویٰ سے عقل میں اِضافہ ہوتا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۹)

افضل عبادت

ایک مرتبہ فرمایا: اِنَّ اَفْضَلَ الْعِبَادَةِ اَدَاءُ الْفَرَائِضِ وَاجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ یعنی فرائض کو ادا کرنا اور حرام سے بچنا افضل عبادت ہے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۳۶)

گناہ کی تین جڑیں

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃُ الحنّان فرماتے ہیں: عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلام فرماتے ہیں کہ گناہوں کی اَصل (یعنی جڑ) تین چیزیں ہیں: (۱) حِرص (۲) حَسَد اور (۳) تَکَبُّر۔ غفلت پیدا کرنے والی 6 چیزیں ہیں: (۱) زیادہ کھانا (۲) زیادہ سونا (۳) ہر طرح آرام سے رہنے کی خواہش کرنا (۴) مال کی مَحَبَّت (۵) عزّت (پانے) کی رَغبت (۶) حکومت کی خواہش، بسا اوقات مال وحکومت کی طَلَب میں انسان کافر (بھی) بن جاتا ہے اور وہ

(یعنی علمائے کرام) یہ بھی فرماتے ہیں کہ گناہ دل میں سیاہی پیدا کرتا ہے اور قرآنِ پاک کی تِلاوت، دُرُود شریف، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر، موت کا یاد کرنا۔ یہ سب چیزیں دل کی صَیقل (یعنی دل کی صفائی کرنے والی) ہیں، جن سے وہ سیاہی دُور ہوتی ہے۔ اسی طرح زیادہ ہنسنا دل کو بیمار کر دیتا ہے اور خوفِ الٰہی سے رونا اس کا علاج ہے۔ جو شخص گناہوں کے ساتھ نیکیاں بھی کرتا رہے تو اس کا قلب مَیلا ہو کر دُھلتا رہے گا (جبکہ اِس نیت سے گناہ نہ کرتا ہو کہ بعد میں نیکی کر کے گناہ دھوڈالا کروں گا) لیکن جو گناہوں میں مشغول رہے، نیکی کی طرف مُتَوَجِّہ نہ ہو اُس کے قلب کی سیاہی بڑھتے بڑھتے ایک دن سارے قلب کو سیاہ کر دے گی، جس کے مُتَعَلِّق حدیث شریف میں آتا ہے کہ "ان دلوں پر لوہے کی طرح زنگ آتا رہتا ہے اور اس کی صَفائی تِلاوتِ قرآن ہے۔" اِس سیاہ قلب کو صاف کرنے کے لئے ایک عرصہ اور کافی مِحنَت چاہئے، ہاں اگر کسی اللہ والے کی اِس پر نگاہِ کرم پڑ جائے تو وہ آناً فاناً اس قلب کو صاف کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ گناہوں سے آہستگی سے دل مَیلا ہوتا ہے اور مَیلا دل عبادات کے ذَرِیعے آہستہ آہستہ صاف ہوتا ہے مگر نبیِ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی عداوت سے کبھی ایک دم مُہر لگ جاتی ہے۔ شیطان کے دل پر حضرتِ سیِّدُنا آدم صفیُّ اللہ علٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے بُغض سے اچانک مُہر لگ گئی اور حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ علٰی نَبِیِّناوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے جادوگروں کا مَیلا دل نگاہِ کلیمی سے اچانک اُجلا ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ عداوتِ نبی بدترین کُفر ہے اور نگاہِ ولی بہترین نعمت ہے۔

(تفسیر نعیمی ج ا ص ۱۵۱)

گناہوں کی عادت بڑھی جا رہی ہے
کرم یاالٰہی کرم یاالٰہی (وسائل بخشش، ص ۸۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دنیا فائدہ کم نقصان زیادہ دیتی ہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے ایک خُطبے میں اِرشاد فرمایا: اِنَّ الدُّنْیَا لَاتُسِرُّ بِقَدْرِ مَاتَضُرُّ اِنَّھَا تُسِرُّ قَلِیْلاً وَتَجُرُّ حُزْناً طَوِیْلاً یعنی بلاشبہ دُنیا اتنی خوشی نہیں دیتی جتنا نقصان پہنچاتی ہے، یہ مختصر خوشی دیتی ہے اور طویل غم میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۳)

دس طرح کے افراد دھوکے میں ہیں

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المُبِین فرماتے ہیں: دس طرح کے افراد بہُت دھوکے میں ہیں: (۱) ایک وہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خالق جان کر (یعنی پیدا کرنے والا جاننے کے باوُجود بھی) اس کی عِبادت نہیں کرتا (۲) وہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو رَزّاق ماننے کے باوُجود اُس پر بھروسا نہیں رکھتا (۳) وہ جو دنیا کو فانی جاننے کے باوُجود اس پر بھروسا کرتا ہے (۴) وہ جو جانتا ہے کہ میرے وارِث میرے دشمن (یعنی وِرثے کی حِرص میں میری موت کے مُنتَظِر) ہیں پھر بھی ان کے لئے مال جَمع کرتا ہے (۵) وہ جو

موت کو اٹل مان کر بھی اس کی تیاری نہیں کرتا (۶) وہ جو جانتا ہے کہ قبر میری منزل ہے اور پھر بھی اس کو آباد (کرنے والے اعمال) نہیں کرتا (۷) وہ جو جانتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حساب لے گا مگر پھر بھی اپنا حساب صاف نہیں رکھتا (۸) وہ جو جانتا ہے کہ پُل صراط پر چلنا پڑے گا مگر اپنا (گناہوں کا) بوجھ ہلکا نہیں کرتا (۹) وہ جو جانتا ہے کہ جہنّم بدکاروں کی جگہ ہے مگر اس سے (یعنی بدکاریوں اور گناہوں سے) نہیں بھاگتا (۱۰) اور وہ جو جانتا ہے کہ جنّت اَبرار (یعنی نیکوکاروں) کی جگہ ہے مگر اِس کی طرف نہیں آتا۔ حق تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ **اٰمین بِجاہِ النَّبیِّ الْاَمین** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(رُوح البیان ج۱ ص۴۲ ملخصاً)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی اِختیار کرنے سے بچو

حضرتِ سیدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی: **اِیَّاکَ اَنْ تَخْلُوَ بِاِمْرَاَۃٍ غَیْرِ ذَاتِ مَحْرَمٍ وَاِنْ حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ اَنْ تُعَلِّمَهَا الْقُرْاٰنَ** یعنی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی اِختیار کرنے سے بچنا اگرچہ تمہارا نفس تمہیں یہ پٹّی پڑھائے کہ تم تو اُس عورت کو قرآن پاک کی تعلیم دے رہے ہو۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۲۰)

تیسرا شیطان ہوتا ہے

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ

عبرت نشان ہے: ''لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّیْطٰنُ یعنی کوئی شخص کسی عورت (اجنبیہ) کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوتا مگر اُن کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔'' (سُنَنُ التِّرمِذِی ج ۴ ص ۶۷ حدیث ۲۱۷۲) مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اِس حدیثِ پاک کے تحت مراۃ جلد 5 صَفْحہ 21 پر فرماتے ہیں: یعنی جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے خواہ وہ دونوں کیسے ہی پاکباز ہوں اور کسی (نیک) مقصد کے لیے (ہی) جمع ہوں (مگر) شیطان دونوں کو برائی پر ضرور اُبھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں ضرور ہیجان پیدا کرتا ہے، خطرہ ہے کہ زِنا واقع کرا دے! اس لیے ایسی خَلوت (یعنی تنہائی میں جمع ہونے) سے بہُت ہی احتیاط چاہئے گُناہ کے اَسباب سے بھی بچنا لازِم ہے، بخار روکنے کیلئے نزلہ وزُکام (کو) روکو۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۲۱)

حضرت علامہ عبد الرَّءُوف مُناوی علیہ رحمۃ القوی اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: '' جب کوئی عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں اِکٹھی ہوتی ہے تو شیطان کے لئے یہ ایک نفیس موقع ہوتا ہے، وہ ان دونوں کے دلوں میں گندے وَسْوَسے ڈالتا ہے، ان کی شہوت کو بھڑکاتا ہے، حیاء ترک کرنے اور گناہوں میں مُلَوَّث ہوجانے کی ترغیب دیتا ہے۔''

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۱۰۲ تحت الحدیث ۲۷۹۵)

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ''بہارِ شریعت''

جلد3 حصہ 16 صفحہ 449 پر ہے: اجنبیہ عورت کے ساتھ خَلْوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے، ہاں! اگر وہ بالکل بوڑھی ہے کہ شہوت کے قابل نہ ہو تو خَلْوت ہوسکتی ہے۔ عورت کو طلاقِ بائن دے دی تو اس کے ساتھ تنہا مکان میں رہنا ناجائز ہے اور اگر دوسرا مکان نہ ہو تو دونوں کے مابین پردہ لگا دیا جائے، تاکہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں رہیں یہ اس وَقت ہے کہ شوہر فاسق نہ ہو اور اگر فاسق ہو تو ضروری ہے کہ وہاں کوئی ایسی عورت بھی رہے جو شوہر کو عورت سے روکنے پر قادِر ہو۔ جبکہ محارِم کے ساتھ خَلْوت جائز ہے یعنی دونوں ایک مکان میں تنہا ہوسکتے ہیں مگر رَضاعی بہن اور ساس کے ساتھ تنہائی جائز نہیں جبکہ یہ جوان ہوں۔ یہی حُکم عورت کی جوان لڑکی کا ہے جو دوسرے شوہر سے ہے۔ (بہارِ شریعت، ج ۳، حصہ ۱۶، ص ۴۴۹)

جہالت سے بڑھ کر کوئی درد اور گناہوں سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز ایک دن منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! جہالت سے بڑھ کر کوئی درد، گناہوں سے بڑی کوئی بیماری نہیں اور خوفِ موت سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں ہے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۴۴)

گناہوں پر اِصرار ہلاکت ہے

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز نے ایک خطبے میں فرمایا: لوگو! جس نے کسی گناہ کا اِرتکاب کیا ہو وہ اللہ عزّوجلّ سے معافی مانگے اور توبہ کرے،

دوبارہ گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کرے، پھر گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کرے مگر یاد رکھو کہ گناہ پر اِصرار بدترین ہلاکت ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۳۳)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! گناہوں کا اَنجام ہلاکت ورُسوائی کے سوا کچھ نہیں، لہٰذا! اس سے پہلے کہ پیامِ اَجَل آن پہنچے اور ہم اپنے عزیز واَقرِباء کو روتا چھوڑ کر اور دنیا کی رونقوں سے منہ موڑ کر، قَبر کے ہولناک اور تاریک گڑھے میں تنہا جا سوئیں، ہمیں چاہئے کہ اِن گناہوں سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو ہر قسم کے گناہ کو انسان کے نامۂ اعمال سے دھو ڈالتی ہے، سَرْوَرِ عالَم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''**اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَہٗ** یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

(السنن الکبریٰ، کتاب الشہادات، باب شہادۃ القاذف، رقم ۲۰۵۶۱، ج ۱۰، ص ۲۵۹)

توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا

کسی نے حضرتِ سیِّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ ایک آدمی نے گناہ کیا کیا اس کی توبہ کی کوئی صورت ہے؟ حضرتِ سیِّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ پھر دوبارہ اِدھر توجُّہ کی تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ فرمایا، ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سب کھلتے اور بند ہوتے ہیں، سوائے توبہ کے اس لیے کہ توبہ کے دروازے پر ایک فرِشتہ مقرر ہے اس لیے نیک عمل کرو

اور مایوس نہ ہو۔"[1] (مکاشفۃ القلوب، الباب السابع عشر فی بیان الامانۃ والتوبۃ، ص۶۱، ۶۲)

گناہوں سے بھرپور نامہ ہے میرا

مجھے بخش دے کر کرم یاالٰہی (وسائلِ بخشش، ص۸۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

نعمتوں میں غور عُمدہ عِبادت ہے

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے حضرتِ سیِّدُنا عبدالعزیز بن ابورواد رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ سے فرمایا: اَلْفِکْرَۃُ فِیْ نِعَمِ اللّٰہِ اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں غور و تفکر عُمدہ عِبادت ہے۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۳۷)

غُربت کا رونا رونے والے کو عُمدہ نصیحت

ایک شخص نے کسی بُزُرگ کی خدمت میں اپنی غُربت کی شکایت کی تو اُنہوں نے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت کردہ نعمتوں کا اِحساس دلانے کے لئے اِرشاد فرمایا: "کیا تُو اِس بات کے لئے تیار ہے کہ اپنی آنکھ دے دے اور دس ہزار دِرہم لے لے؟" اُس نے عَرْض کی: "ہرگز نہیں۔" فرمایا: "اچھا عَقْل دے دے

---

[1]: توبہ کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے "نہر کی صدائیں" اور 132 صفحات پر مشتمل کتاب "توبہ کی روایات و حکایات" کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

اور دس ہزار دِرْہم لے لے۔" عرض کی: "کبھی نہیں۔" فرمایا: "اچھا اپنے ہاتھ دے دے اور دس ہزار دِرْہم لے لے۔" عرض کی: "کسی صورت میں نہیں۔" فرمایا: "اچھا اپنے **کان** دے دے اور دس ہزار دِرْہم لے لے۔" اُس نے عرض کی: "یہ بھی گوارا نہیں۔" فرمایا: "اچھا اپنے **پاؤں** دے دے اور دس ہزار دِرْہم لے لے۔" اُس نے عرض کی: "یہ بھی قبول نہیں۔" اِس پر اُنہوں نے اِرشاد فرمایا: "50 ہزار دِرْہم کا مال تیرے پاس موجود ہے اور تو پھر بھی مفلسی (یعنی غُربت) کا شکوہ کر رہا ہے؟"

(کیمیائے سعادت ج ۲ ص ۸۰۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی اگر ہم اپنے وجود اور اِرد گرد کے ماحول پر غور و فکر کریں تو ہمیں اِحساس ہوگا کہ ہمیں رب تعالیٰ نے کتنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔

کون کس کو دیکھے؟

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ شاکر صابر لکھتا ہے جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا **شکر** کرے اس پر کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اس شخص پر بزرگی دی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے نہ شاکر لکھے نہ صابر۔ (ترمذی ج ۴ ص ۲۲۹ حدیث ۲۵۲۰)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو نیکیوں میں کمزور ہیں وہ نیکیوں میں آگے بڑھے ہوؤں پر رَشک کرکے اُن کی طرح نیکیاں بڑھانے کی جُستجُو کریں اور مریض وغیرہ اپنے سے بڑے مریض کی طرف نظر رکھتے ہوئے شکر ادا کریں کہ مجھے فُلاں کے مقابلہ میں تکلیف کم ہے۔ مَثَلاً جوڑوں کے دَرد والا پیٹ کے درد والے کو دیکھے کہ یہ مجھ سے زیادہ اَذِیَّت میں ہے، T.B. والا کینسر والے کی طرف دیکھے کہ وہ بے چارہ زیادہ تکلیف میں ہے۔ جس کا ایک ہاتھ کٹ گیا وہ اُس کی طرف دیکھے جس کے دونوں ہاتھ کٹ چکے ہیں، جس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی ہو وہ نابینا کی طرف نظر کرے۔ کم تنخواہ والا بے رُوزگار کی طرف، فلیٹ میں رہنے والا کوٹھی والے کو دیکھنے کے بجائے بے گھر کو دیکھے۔ شاید کوئی سوچے کہ نابینا اور کینسر والا کس کی طرف دیکھیں؟ وہ بھی اپنے سے زیادہ تکلیف والوں کی طرف دیکھیں مَثَلاً نابینا اُس پر غور کرے جو نابینا ہونے کے ساتھ ہاتھ پاؤں سے بھی معذور ہو، اِسی طرح کینسر والا غور کرے کہ فُلاں کو کینسر کے ساتھ ساتھ دل کا مرض یا فالج بھی ہے۔ بَہَر حال دنیا میں ہر آفت سے بڑی آفت مل جائیگی۔ خدا کی قسم! سب سے بڑی مصیبت کُفر ہے ہر وہ مسلمان جو کتنا ہی بڑا مریض و غمزدہ ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے ایمان کی نعمت سے نوازا اور کُفر کی مصیبت سے محفوظ رکھا ہے۔

اصل برباد کُن اَمراض گناہوں کے ہیں
بھائی کیوں اِس کو فراموش کیا جاتا ہے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

اپنے بزرگوں کا دامن تھامے رکھو

امام اَوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے فرمایا: اپنے بزرگوں کی رائے کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کے خِلاف چلنے سے بچو کیونکہ وہ تم سے بہتر اور زیادہ عِلْم والے تھے۔

(سیرت ابن جوزی ص ٢٧٥)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً بزرگانِ دین کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنے میں دنیا وآخرت کی بھلائیاں پوشیدہ ہیں، **اللہ** کے پیارے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ بَرَکت نشان ہے: **اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ** یعنی برکت تمہارے بُزُرگوں کے ساتھ ہے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج ا ص ٢٣٨، الحدیث ٢١٨)

تین نصیحتیں

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے شام میں مٹی کے بنے ہوئے منبر پر خطبہ دیا جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کے بعد اِرشاد فرمایا: (ا) اے لوگو! تم اپنے باطن کی اِصلاح کرلو تو تمہارے ظاہر کی اِصلاح خود بخود ہو جائے گی (٢) تم اپنی آخرت کے لئے کام کرو تمہاری دنیا کے لئے بھی یہی کفایت کرے گا اور (٣) یہ بات جان لو کہ ہر وہ شخص جس کے باپ اور حضرت سیّدُنا آدم صَفِیُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام تک کوئی زندہ نہیں رہا اُسے موت ضرور آئے گی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ٣٠٠)

دِل کی اِصلاح کی ضَرورت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''آگاہ رہو کہ جسم میں ایک لوتھڑا گوشت کا ہے جب وہ سنورے تو پورا جسم سنور جاتا ہے، اگر وہ بگڑے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سُنو! وہ دِل ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبراء لدینہ، الحدیث ۵۲، ج ۱، ص ۳۳)

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی دل بادشاہ ہے جسم اِس کی رِعایا، جیسے بادشاہ کے دُرُست ہو جانے سے تمام مُلک ٹھیک ہو جاتا ہے، ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے، دل اِرادہ کرتا ہے جسم اس پر عَمَل کی کوشش، اس لیے صوفیاء کرام دل کی اِصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح ج ۴، ص ۲۳۱)

حُجَّۃُ الْاِسْلام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہِ الوالی لکھتے ہیں: تم پر دل کی حفاظت، اس کی اِصلاح اور اسے دُرُست رکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ دل کا معاملہ باقی اَعضاء سے زیادہ خطرناک ہے، اور اس کا اثر باقی اعضاء سے زیادہ ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) ظاہری اَعمال کا باطنی اَوصاف کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ اگر باطن خراب ہو تو ظاہری اَعمال بھی خراب ہوں گے اور اگر باطن حَسَد، رِیا اور تکبُّر وغیرہ عیوب سے پاک ہو تو ظاہری اعمال بھی دُرُست ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر

کوئی اپنے اَعمالِ صالحہ کو ربّ تعالیٰ کا فَضل و کَرَم سمجھے تو ٹھیک ہے اور اگر انہیں اپنا ذاتی کمال تَصَوُّر کرے تو خُود سِتائی (خُد۔سِتا۔ای) کے باعث وہ اَعمال برباد ہوجاتے ہیں، اس لیے جب تک باطنی اُمُور کا ظاہری اعمال سے تعلق، باطنی اَوصاف کی ظاہری اعمال میں تاثیر اور اوصافِ باطنی کے ذریعہ ظاہری اعمال کی حفاظت کی کیفیت وغیرہ کا پتہ نہ چلے، ظاہری اَعمال بھی دُرُست نہیں ہوسکتے۔ (منہاج العابدین، ص ۶۷، ۱۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

معذرت کرنے والے کاموں سے بچو

حضرتِ سیِّدُنا میمون بن مِہران رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے مجھ سے فرمایا: اِیَّاکَ وَمَا یُعْتَذَرُ مِنْہُ یعنی اس کام سے بچو جس پر معذرت کرنی پڑے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۴۶)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی ہر کام سے پہلے اس کے نتائج پر غور و فِکر کرنا ہمیں بہت سی ناکامیوں اور شرمندگیوں سے بچا سکتا ہے۔

نصیحت کا شکریہ ادا کیا

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کو کسی شخص نے کوئی ناصحانہ خط لکھا تھا، اس کے جواب میں تحریر فرمایا: "اَمَّا بَعْد! آپ کا گرامی نامہ مجھے ملا، جس میں آپ نے نصیحتیں فرمائی تھیں اور اس چیز کا ذِکر کیا تھا جو میرا حصہ ہے (یعنی نصیحت کو توجہ سے سننا) اور جو آپ کے ذمہ حق ہے (یعنی نصیحت کرنا) آپ نے اس نصیحت

نامہ کے ذریعہ سب سے افضل اَجر پالیا، بلاشبہ نصیحت صَدَقہ کی مثل ہے بلکہ اَجر وثواب میں اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کا نفع زیادہ پائیدار ہے اور یہ اس سے بہتر ذخیرہ بھی ہے اور مردِ مومن کے ذمہ اس سے بڑا حق بھی۔ ایک مومن کا اپنے بھائی سے بطور نصیحت ایک بات کہہ دینا جس سے اس کی ہدایت طلبی میں اِضافہ ہو، اس مال سے یقیناً بہتر ہے جس کا اپنے بھائی پر صَدَقہ کرے، خواہ وہ اس صَدَقے کا ضَرورت مند بھی ہو اور تمہارے بھائی کو وعظ ونصیحت سے جو ہدایت ملے گی وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جو تمہارے مال سے اسے حاصِل ہوگی اور تمہارا بھائی تمہارے وعظ ونصیحت کے ذریعہ ہلاکت سے نجات پائے یہ اس کے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ تمہارے صَدَقے کے ذریعے اپنی غربت کا مُداوا کرے۔ لہٰذا جس کو نصیحت کیجئے اپنے اوپر حق سمجھتے ہوئے کیجئے، مگر جب آپ کسی دوسرے کو نصیحت کریں تو اس پر خود بھی عمل کیجئے، آپ کی مثال اس طبیب حاذِق کی سی ہونی چاہیے جو خوب جانتا ہے کہ اگر دوا کا بے موقع اِستِعمال کرے گا تو مریض کو بھی پریشان کرے گا اور خود بھی پریشان ہوگا اور اگر مناسب جگہ پر دوا لگانے میں کوتاہی کرے گا تو جہالت وحماقت کا مرتکب ہوگا اور جب وہ کسی مجنون کا علاج کرے گا تو یونہی کُھلے بندوں علاج شروع نہیں کردے گا، بلکہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر اطمینان کرے گا کیونکہ اسے خطرہ ہوگا کہ کہیں اس ''کارِ خیر'' کے ذریعہ اس سے بڑا شر پیدا نہ ہوجائے گویا اس کا عِلْم وتجربہ اس کے عمل کی کُنجی ہے، یاد رہے کہ دروازے پر تالا اس لئے نہیں لگایا جاتا کہ وہ ہمیشہ بند رہے، کبھی نہ کُھلے، نہ اس کے لئے کہ ہمیشہ کھلا رہے، کبھی بند نہ ہو! بلکہ اس

لیے لگایا جاتا ہے کہ اسے اپنے وَقت پر بند کیا جائے اور اپنے وَقت پر کھولا بھی جائے۔'' والسلام۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۴)

عمل کا ہو جذبہ عطا یاالٰہی
گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی (وسائلِ بخشش ص ۸۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دل ہلا دینے والی نصیحت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو کسی کے اِنتقال کی خبر ملی پھر اطلاع ملی کہ پہلی خبر غَلَط تھی (یعنی وہ شخص زندہ ہے) اس پر آپ نے انہیں خط لکھا: اَمّا بَعد: ہمیں ایک خبر پہنچی تھی جس پر تمہارے تمام بھائی گھبرا گئے تھے بعد ازاں خبر ملی کہ پہلی اِطلاع غَلَط ہے، اس خبر سے ہمیں خوشی ہوئی! اگرچہ یہ خوشی بہت جلد ہی خَتم ہونے والی ہے اور کچھ ہی دن بعد وہ خبر بھی آئے گی جس سے پہلی خبر کی تصدیق ہو جائے گی (یعنی جلد یا بدیر موت تو آ کر ہی رہے گی) میرے بھائی! تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے موت کا مزہ چکھ لیا ہو پھر (دنیا میں) واپسی کی درخواست کی ہو اور اسے (زندہ رہنے کی) اِجازت مل گئی ہو، ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہاتھوں ہاتھ (آخرت کی) تیاری میں لگ جائے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا اپنے کم سے کم خوش کُن مال سے بھی دارِ قرار (یعنی آخرت) کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس کے مال میں سے اس کی چیزیں صِرف وہی ہیں جو اس نے آگے بھیج دیں کیونکہ ایسے شخص کے پلّے تو دنیا و آخرت کا خسارہ ہی خسارہ پڑتا ہے جس کے

پاس تھوڑا بہت مال ہو مگر اس کے باوجود اسکی اپنی کوئی چیز نہ ہو (یعنی آخرت کے لیے کچھ نہ بھیجا ہو)، رات اور دن ہمیشہ سے زندگی ختم کرتے (انسانوں کی) بساط حیات کو لپیٹتے اور شیرازۂ عمر کو بکھیرتے ہوئے دوڑے چلے جا رہے ہیں اور یہ دونوں (یعنی رات اور دن) اسی طرح دوڑتے رہیں گے اور انسان کو بوسیدہ اور فنا کر کے چھوڑیں گے، یہ دن اور رات بہت سی اُمتوں کے مصاحب رہے مگر یہ سب لوگ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جا ملے اور اپنے اچھے یا بُرے کو پالیا مگر رات اور دن اسی طرح تَر و تازہ ہیں جن کو انہوں نے فنا کیا ان میں سے کوئی بھی ان کو بوسیدہ نہ کر سکا اور جن پر سے یہ گزرے ان میں سے کوئی بھی ان کو فنا نہ کر سکا، یہ بدستور گزشتہ لوگوں کی طرح باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ وہی کرنے کے لیے پوری طرح چُست اور تیار ہیں جو پہلے لوگوں کے ساتھ کر چکے ہیں۔ تم آج اپنے بہت سے ہم عصر اور ہمسر لوگوں میں شریف انسان ہو مگر تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کا ایک ایک جوڑ بند کاٹ دیا گیا ہو اور اس میں صِرف زندگی کی رَمَق رہ گئی ہو اور وہ صبح شام بُلاوے کا منتظر ہو، اس لئے ہم (سب) اپنی بداعمالیوں پر توبہ واِستِغفار کرتے ہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔ کاش! ہمارے نفسوں کو عبرت ہو۔ والسلام (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۰۷)

تُو اپنی موت کو مت بھول کر سامان چلنے کا ‏ زمیں کی خاک پر سونا ہے اِینٹوں کا سِرہانا ہے

نہ بیلی ہو سکے بھائی نہ بیٹا باپ تے مائی ‏ تُو کیوں پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کی بیٹے کو نصیحت

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے شہزادے حضرت سیّدنا عبدُ الملک علیہ رحمۃُ اللہِ الخالق کو ایک خط میں لکھا: ''اپنے بعد میں اپنی وَصِیَّت اور نصیحت کا سب سے زیادہ مُستحق تم کو سمجھتا ہوں اور تم ہی ان کو محفوظ رکھنے کے سب سے زیادہ اہل ہو، خدا عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر بہت بڑا اِحسان کیا ہے اور جو نعمتیں رہ گئی ہیں وہ بھی عطا کرے گا، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وہ اِحسانات یاد کرو جو تم پر اور تمہارے باپ پر ہیں اور اپنے باپ کو ہر اُس معاملہ میں جس پر وہ قادِر ہے اور جس سے تمہارے خیال میں وہ عاجز ہے مدد دو۔'' (سیرت ابن جوزی ۲۹۸ ملخصاً) حضرت سیّدنا عبدُ الملک علیہ رحمۃُ اللہِ الخالق نے اِس نصیحت پر شدت کے ساتھ عمل کیا اور حضرتِ عمر بن عبد العزیز کو خِلافت کے اہم معاملات میں ہمیشہ مدد دی مثلاً حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز اَموالِ مغصوبہ کو بنو اُمَیَّہ کے فتنہ وفساد کے خوف سے بتدریج ان کے اصلی مالکوں کو واپس کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت سیّدنا عبدُ الملک علیہ رحمۃُ اللہِ الخالق ہی کے مشورہ سے انہوں نے اس کام کو سب سے پہلے اَنجام دیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۲۶ ملتقطاً)

صاحبزادے کی وفات سے عبرت

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کو اپنی اولاد میں سے زیادہ محبت حضرت سیّدنا عبدُ الملک علیہ رحمۃُ اللہِ الخالق سے تھی، بلکہ شام کے بعض

مشائخ کا کہنا ہے کہ ہمارے خیال میں حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کا ذوقِ عِبادت اپنے بیٹے عبدالملک رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی عِبادت ورِیاضت سے متأثر ہوکر بڑھا تھا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۹۷) حضرتِ سیِّدُنا عبدالملک رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ طاعون کے مَرَض میں مبتلا ہوئے اور مرض نازُک صورت اِختیار کرگیا تو حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو اِطلاع دی گئی۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ تشریف لائے اور ان سے دریافت فرمایا: ''بیٹا! کیسے ہو۔'' انہوں نے سَرسَری طور پر عَرض کی: ''اچھا ہوں۔'' مگر اپنی حالت کا اظہار نہیں کیا تاکہ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ پریشان نہ ہوں۔ فرمایا: ''بیٹا! اپنی حالت ٹھیک سے بتاؤ تم جانتے ہی ہو کہ میں تمہارے معاملے میں رِضائے الٰہی پر راضی ہوں۔'' عَرض کی: ''ابا جان! سچی بات تو یہ ہے کہ میں خود کو دُنیا سے رُخصت ہوتا ہوا محسوس کررہا ہوں۔'' مِزاج پُرسی کر کے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز اپنی جائے نَماز میں تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ ابھی نَماز میں تھے کہ حضرت سیِّدنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمۃُ اللّٰہِ الْخالِق کا اِنتقال ہوگیا۔ مُزاحم نے آپ رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کو اطلاع دی تو غَش کھا کر گر پڑے۔ حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے مزاحم کو تاکید کررکھی تھی کہ مجھ سے کوئی بات خِلافِ معمول صادِر ہوتی ہوئی دیکھو تو ٹوک دیا کرو۔ حضرتِ سیِّدُنا عبدالملک رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے کَفَن دَفن سے فَراغت ہوئی تو

مزاحم نے کہا: ''امیرُ المُؤمنین! آج میں نے آپ سے ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ آپ عبدُ الملک کے پاس آئے اور انکی مِزاج پُرسی کی تو انہوں نے اپنی حالت کو چھپانا چاہا مگر آپ نے اِصرار کیا کہ وہ اپنی حالت آپ کو ٹھیک بتائیں کیونکہ ان کے حق میں تقدیر کا جو فیصلہ ہوگا آپ اس پر دل وجان سے راضی رہیں گے، پھر جب ان کا اِنتقال ہوا اور میں نے آپ کو اس کی اِطلاع کی تو آپ غش کھا کر گر گئے، اگر آپ تقدیر کے فیصلے پر راضی تھے تو یہ غشی کیوں طاری ہوئی؟'' امیرُ المُؤمنین رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: بات تو یہی تھی کہ میں تقدیرِ الٰہی کے فیصلہ پر راضی ہوں مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلام میرے گھر آکر میرے جگر کے ٹکڑے کو لے کر گئے ہیں تو میں ڈر گیا جس کی وجہ سے وہ حالت پیش آئی جو تم نے دیکھی، لہٰذا یہ غم کی نہیں خوفِ موت کی غشی تھی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ٩٦)

ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی یہ سمجھنا نادانی ہے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کے جنازے ہی دیکھتے رہیں گے، یاد رکھئے! ایک دن وہ بھی آئے گا کہ ہمارا بھی جنازہ اٹھایا جائے گا۔ حضرتِ سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہ کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے: ''رُوْحُوْا فَاِنَّا غَادُوْنَ یعنی چلو ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔'' (البدایة والنهایة، سنة ستين من الهجرة، ج٥، ص٦١٦) واقعی آئے دن اُٹھنے والے جنازے ہمارے لئے

خاموش مبلغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جنازہ آگے آگے کہہ رہا ہے اے جہاں والو

مرے پیچھے چلے آؤ تمہارا رہنما میں ہوں

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد

دھوکے میں نہ رہئے

جوں جوں دن، مہینے اور سال گزرتے جارہے ہیں دُنیا ہم سے دُور بھاگ رہی ہے اور آخرت قریب آرہی ہے مگر ہم ہیں کہ دُور بھاگنے والی کی آؤ بھگت میں لگے ہیں اور آنے والی کے اِستقبال کی کوئی تیاری نہیں کرتے، اپنی سانسوں کو غنیمت جانئے اور گناہوں سے توبہ کرکے نیکیاں کمانے میں مصروف ہوجایئے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو آنے والے کل کے منتظر ہوتے ہیں کہ یہ کریں گے وہ کریں گے، پھر وہ ''کل'' تو آتا ہے مگر اس کا اِنتظار کرنے والے اپنی قبر میں اُتر چکے ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرتِ سیدُنا منصور بن عمار علیہ رحمۃ اللہ الغفار نے ایک نوجوان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''اے نوجوان! تجھے تیری جوانی دھوکے میں نہ ڈالے، کتنے ہی جوان ایسے تھے جنہوں نے توبہ میں تاخیر کی اور لمبی لمبی اُمیدیں باندھ لیں، موت کو بھلا کر یہ کہتے رہے کہ کل توبہ کرلیں گے، پرسوں توبہ کرلیں گے یہاں تک کہ اسی غفلت کی حالت میں انہیں موت آگئی اور وہ اندھیری قبر میں جا سوئے، انہیں ان کے مال، غلاموں، اولاد اور ماں باپ نے کوئی فائدہ نہ دیا، فرمانِ الٰہی ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ (پ ۱۹، الشعراء، آیت: ۸۸،۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ (عزوجل) کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

(مکاشفۃ القلوب، باب فی العشق، ص ۳۴)

آہ! ہر لحظہ گنہ کی کثرت و بھرمار ہے غلبۂ شیطان ہے اور نفسِ بد اطوار ہے
زندگی کی شام ڈھلتی جا رہی ہے ہائے نفس! گرم روز و شب گناہوں کا ہی بس بازار ہے

(وسائلِ بخشش، ص ۱۲۸)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰهُ تعالٰی علٰی محمَّد

صَبر کا مثالی مظاہرہ

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے بیٹے کے اِنتقال پر بھی صَبر کا ایسا مثالی مظاہرہ کیا کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کی وفات کے بعد جو خطبہ دیا اس میں فرمایا: ''عبدالملک بچپن سے لے کر وفات تک وہ میرے دل کا چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھے لیکن آج سے بڑھ کر انہوں نے میری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈک نہیں پہنچائی۔'' اس کے بعد تمام سلطنت میں پیغام بھیجا کہ کسی قسم کا نوحہ نہ کیا جائے۔ پھر جب حضرت سیِّدُنا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمۃُ اللّٰہِ الْخَالِق کو دفن کیا جا رہا تھا تو ایک شخص نے بائیں ہاتھ کا اِشارہ کر کے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیرُ المؤمنین کو اِس صَبر پر اجر دے۔ فرمایا: گفتگو میں بائیں ہاتھ

سے اِشارہ نہ کرو، داہنے سے کرو۔ وہ شخص بے اِختیار بول اٹھا: میں نے آج تک اس سے حیرت انگیز واقعہ نہیں دیکھا کہ ایک شخص اپنے عزیز ترین بیٹے کو دفن کر رہا ہے، اس رَنج وغم کی حالت میں بھی اسے دائیں بائیں ہاتھ کا خیال ہے!

(سیرت ابن عبد الحکم، ص ۳۰۳، ۳۰۴ ملخصًا)

بیٹے کے دفن کے بعد بیان

جب حضرتِ سیِّدُ نا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کے شہزادے کو دَفن کیا جا چکا تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ ان کی قَبر کے پاس قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے، لوگوں نے آپ کے گرد حلقہ بنا لیا آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: بیٹا! اللّٰہ تعالٰی تم پر رحم کرے بیشک تم اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے تھے، اللّٰہ کی قسم! جب سے تم اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے مجھے عطا ہوئے میں تم سے خوش رہا اور اس سے زیادہ خوش اور اللّٰہ تعالٰی سے اپنا حصہ پانے کا اُمیدوار آج اِس وقت ہوں جب میں نے تمہیں اس منزِل وگھر میں رکھا ہے جسے اللّٰہ تعالٰی نے تمہارے لئے بنایا ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم کرے، تمہیں بخشے اور تمہیں تمہارے عمل کا اچھا بدلہ عنایت کرے، ہم اللّٰہ تعالٰی کے فیصلہ پر راضی اور اس کے حُکم کو تسلیم کرتے ہیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، پھر آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ قبرِستان سے لوٹ آئے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۹۱)

تعزِیَت پر ردِعمل

لوگ حضرت سیِّدُ نا عبدُ الملک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْخالِق کی وفات پر تعزِیت کے

کیسے ہی رِقّت خیز جملے اِستعمال کرتے **امیرُ الْمُؤمنین** حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ان کے جواب میں صَبر وشکر کا ہی اظہار فرماتے۔ ربیع بن سمرہ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے پاس آئے اور کہا: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو اَجرِ عظیم دے، آپ کے سِوا مجھے ایسا کوئی شخص نہیں نظر آیا کہ چند روز کے وقفہ میں اتنی بڑی آزمائش کا شکار ہوا ہو کہ اس کے بیٹے، بھائی اور عزیز ترین غلام نے یکے بعد دیگرے وفات پائی ہو، خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے آپ کے بیٹے کا سا بیٹا، بھائی جیسا بھائی اور غلام جیسا غلام نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز علَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے سر جُھکا لیا لوگوں نے ربیع سے کہا: تم نے **امیرُ الْمُؤمنین** کو بے قرار کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے سر اُٹھایا اور فرمایا: ربیع! پھر سے کہنا تم نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے دوبارہ وہی جملے بول دیئے تو فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ اَموات نہ ہوتیں (یعنی میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا پر راضی ہوں)۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۳۰۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حکایت سے ہمیں یہ مَدَنی پھول ملا کہ ہمیں بھی تعزِیت کے جواب میں صَبر، صَبر اور صِرف صَبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ **شیخِ طریقت** امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ ہمیں سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں: **یقیناً** انسان کی موت اُس کے پسماندگان کیلئے زبردست اِمتحان کا باعِث ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر صَبْر کرنا اور بالخصوص زبان کو قابو میں رکھنا ضَروری ہے، بے صبری سے صَبر کا اَجر تو ضائع ہو سکتا ہے مگر مرنے والا پلٹ کر نہیں آسکتا۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ

امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن ''حدائقِ بخشش شریف'' میں فرماتے ہیں:

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے
جانے والے نہیں آنیوالے

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب ص ۴۹۲)

مگر کیا کیجئے ایسے نادان بھی اس جہان میں موجود ہیں جو اپنے کسی قریبی عزیز مثلاً باپ، بیٹے، بھائی یا والدہ وغیرہ کی وفات پر دامنِ صَبر ہاتھوں سے چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ یا اس کے محترم فِرِشتوں کے لئے ایسے توہین آمیز کلمات بک دیتے ہیں جن کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے ایمان بھی جاتا رہتا ہے، ایسی ہی چند مثالیں ملاحظہ ہوں: چنانچہ مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 692 صفحات پر مشتمل کتاب ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب'' کے صفحہ 489 پر ہے:

فوتگی میں بکے جانے والے کفریات کے بارے میں سُوال جواب

''اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے'' کہنا کیسا؟

سُوال: چھوٹے بھائی کی فوتگی پر بڑے بھائی نے صدمے کی وجہ سے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔'' بڑے بھائی کیلئے کیا حُکم ہے؟

جواب: یہ کہنا کفر ہے۔ کیونکہ کہنے والے نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اعتِراض کیا۔

”نیک لوگوں کی اللہ کو بھی ضرورت پڑتی ہے“ کہنا کیسا؟

سُــوال: ایک نیک نمازی آدمی فوت ہوگیا، اس پر پڑوسی نے کہا: ”نیک لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ جلدی اٹھالیتا ہے کیوں کہ ایسوں کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھی ضرورت پڑتی ہے۔“ پڑوسی کا یہ قول کیسا ہے؟

جواب: پڑوسی کا قول کُفریہ ہے۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کا بھی محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہے۔ چُنانچِہ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السّلام فرماتے ہیں: کسی نے مُردے کے بارے میں کہا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ اس کا حاجتمند ہے“ یہ کہنا کفر ہے۔“ (مِنَحُ الرَّوض ص ۳۱۸)

”یہ اللہ کو چاہئے ہوگا“ کہنا کیسا ہے؟

سُوال: ایک ننھا مُنّا بچّہ چھت سے گر کر فوت ہوگیا، تعزِیَت کرنے والی ایک عورت بولی: ”آپ کا پھول جیسا بچّہ اللہ پاک کو چاہئے ہوگا اِسی واسطے اُس نے لے لیا ہو گا۔“ اُس عورت کا یہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: اُس عورت نے کُفر بک دیا۔ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السلام فرماتے ہیں: کسی کا بیٹا فوت ہوگیا، اُس نے کہا: ”اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت ہوگی“ یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ کہنے والے نے اللہ تعالیٰ کو محتاج قرار دیا۔

(اَلبزّازِیَۃ علی ھامِش الفَتاوَی الھِندِیۃ ج ٦ ص ٣٤٩)

یا اللہ! تجھے بچّوں پر بھی ترس نہیں آیا! کہنا کیسا؟

سُــــوال: ایک آدمی کا انتِقال ہوگیا۔اس کی بیوہ نے خوب واویلا مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگی: ''یا اللہ! تجھے میرے چھوٹے بچّوں پر بھی تَرس نہیں آیا!'' بیوہ کیلئے کیا حُکمِ شَرعی ہے؟

جواب: بیوہ پر حُکمِ کفر ہے، کیوں کہ اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ظالم قرار دیا۔

''یا اللہ تجھے بھری جوانی پر بھی رحم نہ آیا'' کہنا

سُوال: ایک نوجوان کا اِنتِقال ہوگیا۔اِس کی سوگوار ماں نے غم سے نڈھال ہو کر رو کر پکارا! ''یا اللہ! اِس کی بھری جوانی پر بھی تجھے رحم نہ آیا! اگر تجھے لینا ہی تھا تو اِس کی بوڑھی دادی یا بڈھے نانا کو لے لیتا!'' سوگوار ماں کے یہ کلمات کیسے ہیں؟

جواب: یہ کلمات، کفریات سے بھر پور ہیں۔

''یا اللہ! ہم نے تیرا کیا بگاڑا ہے'' کہنے کا حکمِ شرعی

سُوال: ایک گھر میں تھوڑے وَقفے سے دو اَموات ہوگئیں۔اِس پر گھر کی بڑی بی روتے ہوئے بَڑبَڑانے لگی: ''یا اللہ! ہم نے تیرا کیا بِگاڑا ہے! آخر ملکُ الموت کو ہمارے ہی گھر والوں کے پیچھے کیوں لگا دیا ہے!'' بڑی بی کے یہ الفاظ کیا حُکم رکھتے ہیں؟

جواب: مذکورہ بڑھیا کی بکواس ربِّ کائنات کی توہین اور اس پر اعتِراضات سے بھر پور ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توہین اور اس پر اعتِراض کرنا کفر ہے۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص ۴۸۹)

محبت کا معیار

جب حضرت سیدنا عبدُ الملک علیہ رحمۃ اللہ الخالق کے اِنتقال کے بعد ایک مرتبہ امیرُ المؤمنین کی زَبان سے ان کے متعلق تحسین آمیز کلمات نکلے تو مَسلَمہ نے کہا :یاامیرَ المؤمنین اگر وہ زندہ رہتے تو آپ انہی کو ولی عہد مقرر کرتے ؟ فرمایا: ''نہیں۔'' انہوں نے کہا: وہ کیوں! ان کی تعریف تو آپ بہت کرتے ہیں! فرمایا: مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ محض محبتِ پدری کی وجہ سے محبوب نہ نظر آتے ہوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ١٩١)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صِرف خونی رشتے کے جوش کے سبب ماں باپ، اولاد یا کسی رِشتے دار سے مَحَبَّت کرنا بھی کارِثواب نہیں، جب تک رِضائے الٰہی عزوجل پانے کی نیّت نہ ہو۔ مُفسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: کسی بندے سے صِرف اس لیے مَحَبَّت کرے کہ رب تعالیٰ اِس سے راضی ہوجائے، اِس (مَحَبَّت) میں دُنیاوی غَرَض (اور) رِیا (یعنی دکھاوا) نہ ہو۔ اِس مَحَبَّت میں ماں باپ، اولاد (اور) اہلِ قَرابت (یعنی رشتے دار) مسلمانوں سے مَحَبَّت سب داخِل ہیں جب کہ رِضائے الٰہی (عزوجل) کے لیے (یہ مَحَبَّتیں) ہوں۔

(مراۃ المناجیح، ج٦، ص ٥٨٤)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مَدَنی آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کا پیغام

ابوہمّام نامی شخص کا بیان ہے کہ میں حج کے اِرادے سے گھر سے چلا، حرم

شریف پہنچ کر مناسکِ حج ادا کئے۔ حرمین طیبین سے جُدائی کا وقت قریب آیا تو میں نوافل ادا کرنے ''اَبْطَح'' کی جانب گیا۔ نوافل پڑھنے کے بعد وہاں کچھ دیر آرام کے لئے بیٹھا تو اُونگھ آ گئی، سر کی آنکھیں بند ہوئیں تو دل کی آنکھیں کھل رہی تھیں اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنا نورانی چہرہ چمکاتے مسکراتے ہوئے میرے خواب میں تشریف لائے اور اِرشاد فرمایا: ''اے خوش بخت! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیری سعی (یعنی کوشش) کو قبول فرما لیا ہے، تم عمر بن عبد العزیز کے پاس جانا اور اس سے کہنا: ''ہمارے ہاں تمہارے تین نام ہیں: (۱) عمر بن عبد العزیز (۲) امیر المؤمنین (۳) اَبُو الْیَتَامٰی (یعنی یتیموں کا والی)۔ اے عمر بن عبد العزیز! قوم کے سرداروں اور ٹیکس وصول کرنے والوں پر اپنا ہاتھ سخت رکھنا۔'' اتنا فرما کر سیّدُ الْمُبَلِّغِیْن رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم واپس تشریف لے گئے۔ میں بیدار ہوا اور اپنے رفقاء کے پاس پہنچ کر کہا: ''جاؤ! اللہ تبارک وتعالٰی کی بَرَکت کے ساتھ اپنے وطن لوٹ جاؤ! میں کسی وجہ سے تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔'' پھر میں ''شام'' جانے والے قافلے میں شامل ہو گیا۔ دِمشق پہنچ کر امیرُ الْمُؤْمنین کا گھر معلوم کیا اور زوال سے کچھ دیر پہلے وہاں پہنچ گیا۔ باہری دروازے کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے کہا: ''امیرُ الْمُؤْمنین سے میرے لئے حاضِری کی اِجازت طَلَب کرو۔'' وہ بولا: ''ان کے پاس جانے سے تمہیں کوئی نہیں روکے گا، لیکن ابھی وہ لوگوں کے مسائل حل فرما رہے ہیں۔

بہتر یہی ہے کہ تم کچھ دیر اِنتظار کرلو جیسے ہی وہ فارِغ ہوں گے میں تمہیں بتادوں گا اور اگر ابھی حاضِر ہونا چاہو تو تمہاری مرضی۔'' میں اِنتظار کرنے لگا، کچھ دیر بعد بتایا گیا: ''امیرُ المُؤمنین لوگوں کے مسائل سے فارِغ ہوچکے ہیں۔'' چنانچہ، میں نے حاضِرِ خدمت ہوکر سلام پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' میں نے عَرض کی: ''میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کا قاصِد ہوں اور آپ کی طرف پیغام لے کر آیا ہوں۔'' یہ سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے میری طرف دیکھا اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پانی پی رہے تھے۔ فوراً پیالہ ایک طرف رکھا، مجھے سلامتی کی دُعا دی پھر اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا: ''تم کہاں سے آئے ہو؟'' میں نے کہا: ''بصرہ کا رہنے والا ہوں۔'' پوچھا: ''کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔'' میں نے کہا: ''فلاں قبیلے سے۔'' فرمایا: ''وہاں اس سال گندم کیسی ہوئی ہے؟ تمہاری جَو کی فصلیں کیسی ہوئی ہیں؟ وہاں کے انگور کیسے ہیں؟ وہاں کی کھجوریں کیسی ہیں؟ گھی کیسا ہے؟ وہاں کے ہتھیار اور بیج کی کیا حالت ہے؟'' اَلْغَرَض! آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے خرید وفروخت سے متعلقہ تمام چیزوں کے بارے میں سوال کیا۔ جب ان تمام چیزوں کے متعلِّق پوچھ چکے تو پہلی بات کی طرف آئے اور کہا: ''تمہارا بھلا ہو کہ تم بہت عظیم معاملہ لے کر آئے ہو۔'' میں نے عَرض کی: ''حضور! مجھے خواب میں جو پیغام ملا میں وہی لے کر حاضِر ہوا ہوں۔'' پھر میں نے حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کی زِیارت سے یہاں پہنچنے تک تمام واقعات آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو کہہ سنائے، مجھے ایسا محسوس

ہوا جیسے انہیں مجھ پر اِعْتماد ہوگیا ہے اور ان کے نزدیک میری تمام باتیں ثابت ہوچکی ہیں۔ فرمایا: "تم ہمارے پاس ٹھہرو، ہم تمہاری خیر خواہی کریں گے۔" میں نے کہا: "حضور! میں پیغام لے کر حاضر ہوا تھا، اب میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکا ہوں، مجھے اِجازت عطا فرمایئے۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے وہیں چھوڑ کر اندر تشریف لے گئے۔ واپسی پر چالیس دیناروں سے بھری ایک تھیلی میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: "اس وقت میرے پاس ان دیناروں کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تم بطورِ تحفہ یہ قبول کرلو۔"

میں نے کہا: "خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں کبھی بھی حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کا پیغام پہنچانے کے عوض کوئی چیز نہیں لوں گا۔ بے حد اِصرار کے باوجود میں نے ان دیناروں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ میں نے واپسی کی اِجازت چاہی اور اَلوداعی سلام لے کر اُٹھنے لگا تو حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز نے مجھے سینے سے لگالیا اور دروازے تک چھوڑنے آئے اور اَشک بار آنکھوں سے مجھے رخصت کیا۔ اس ولیِ کامل سے ملاقات کے بعد دل میں ان کی محبت و تعظیم مزید بڑھ گئی تھی۔ بصرہ پہنچنے کے کچھ ہی دن بعد مجھے یہ رُوح فَرسا خبر ملی کہ ولیِ کامل، امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العَزِیز ہزاروں آنکھوں کو سوگوار چھوڑ کر اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں۔" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. آپ کی جُدائی پر ہر آنکھ اشک بار تھی۔

عرش پر دُھومیں مچیں، وہ مومنِ صالح ملا

فرش سے ماتم اٹھے، وہ طیب و طاہر گیا

پھر میں مجاہدین کے ہمراہ جہاد کے لئے رُوم چلا گیا۔ وہاں مجھے وہی شخص ملا جو حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اور جس کے ذریعے میں نے اِجازت طَلَب کی تھی۔ میں اسے پہچان نہ سکا لیکن اس نے مجھے پہچان لیا میرے قریب آکر سلام کیا اور کہا: اے بندۂ خدا! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کا خواب سچا کر دیا ہے۔ امیر المؤمنین کے بیٹے عبدالمَلِک بیمار ہو گئے تھے۔ میں رات کے وقت ان کی خدمت پر مامور تھا۔ جب میں ان کے پاس ہوتا تو امیر المؤمنین چلے جاتے اور نَماز پڑھتے رہتے۔ جب وہ اپنے بیٹے کے پاس آجاتے تو میں جا کر سو جاتا۔ میرے جاتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ دروازہ بند کر لیتے اور نَماز میں مشغول ہو جاتے۔ خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ایک رات میں نے اچانک امیر المؤمنین کے رونے کی آواز سنی، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ بڑے درد بھرے انداز میں بلند آواز سے رو رہے تھے۔ میں گھبرا کر دروازے کی طرف لپکا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! کیا عبدالمَلِک کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ مسلسل روتے رہے اور میری بات کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو کچھ افاقہ ہوا تو دروازہ کھول کر فرمایا: ''اے بندۂ خدا! جان لے! بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بصری کا خواب سچا کر دکھایا۔ ابھی ابھی مجھے خواب میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجْوَر، مَحْبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلَّم کی زِیارت نصیب ہوئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلَّم نے مجھ سے وہی

اِرشاد فرمایا جو اس بصری نے پیغام دیا تھا۔'' (عیون الحکایات، ص ۳۲۶)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

امیر المؤمنین کی فکرِ موت

حضرتِ سیِّدُنا سالم علیہ رحمۃ اللہ الحاکم فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ مُلکِ روم سے کچھ قاصِد حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کے پاس آئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ''جب تم لوگ کسی کو اپنا بادشاہ بناتے ہو تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟'' کہا: ''جب ہم کسی کو اپنا بادشاہ بناتے ہیں تو اس کے پاس ایک گورکن (یعنی قبر کھودنے والا) آکر کہتا ہے: اے بادشاہ! جب تجھ سے پہلا بادشاہ تخت نشین ہوا تو اس نے مجھے حُکم دیا: میری قبر اس اس طرح بنانا اور مجھے اس طرح دفن کرنا۔ چنانچہ قبر تیار کر لی گئی۔ پھر اس کے پاس کفن فروش آکر کہتا ہے: اے بادشاہ! جب تجھ سے پہلا بادشاہ تخت نشین ہوا تو اس نے مرنے سے قبل ہی اپنا کفن، خوشبو اور کافور وغیرہ خرید لیا پھر کفن کو ایسی جگہ لٹکا دیا گیا جہاں ہر وقت نظر پڑتی رہے اور موت کی یاد آتی رہے۔ اے مسلمانوں کے امیر! ہمارے بادشاہ تو اس طرح موت کو یاد کرتے ہیں۔'' رُومی قاصد کی یہ بات سن کر حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز نے فرمایا: ''دیکھو! جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کی امید بھی نہیں رکھتا وہ موت کو کس طرح یاد کرتا ہے، اسے بھی موت کی کتنی فکر ہے؟'' اس واقعہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ

تعالٰی علیہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔ (عیون الحکایات، ص ۴۲۷)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

موت کی دُعا کروائی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے شامی بزرگ حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابی زکریا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اپنے ہاں تشریف آوری کی دعوت دی۔ جب وہ آئے تو کہنے لگے: ''آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو کیوں زحمت دی ہے؟ جواب دیا: جی نہیں۔ فرمایا: ایک ضروری کام ہے، مگر میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک آپ قسم نہ اٹھالیں کہ وہ کام ضرور کریں گے۔'' انہوں نے بہتیرا کہا: ''یاامیرَ المُؤمنین! جو حکم ہو بجالاؤں گا۔'' مگر فرمایا: ''نہیں! پہلے قسم اٹھائیے۔'' جب انہوں نے قسم اٹھالی تو فرمایا: ''دُعا کیجئے کہ اللہ تعالٰی مجھے موت دے دے۔'' حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابی زکریا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تڑپ کر فرمایا: تب میں مسلمانوں کا بدترین نمائندہ ہوا اور امتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کا بدترین دشمن! فرمایا: بہت خوب! حضرت! آپ حلف اٹھا چکے ہیں۔ ناچار انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے لیے موت کی دُعا کی لیکن اس کے فوراً بعد کہا: ''اے اللہ ان کے بعد مجھے بھی نہ رکھنا۔''

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کا ایک چھوٹا بچہ وہاں آنکلا، فرمایا:

''اور اس کو بھی، کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے۔'' انہوں نے بچے کے لیے بھی دُعا کردی، چنانچہ کچھ ہی عرصے میں ان تینوں کا اِنتقال ہوگیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۵)

موت کی رغبت

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر کی وفات سے کچھ پہلے آپ کے بھائی سہل، صاحبزادے عبدالملک اور خادِم مُزاحم کا اِنتقال ہوگیا تھا۔ یہ حضرات اُمورِ خلافت میں آپ کے معین ومددگار تھے۔ ایک جمعہ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ خطبہ کے لئے تشریف لائے اور لوگوں کو ان کی صلاح وفلاح کا حُکم فرمایا، مگر لوگوں نے اس سے گرانی محسوس کی، آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کو اس کا بڑا رنج ہوا، آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ گھر تشریف لے گئے، معمول تھا کہ جمعہ کے بعد آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے صاحبزادگان آپ سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حسبِ معمول وہ قرآن مجید پڑھنے کے لئے آئے، سب سے پہلے جس نے تلاوت شروع کی اس نے یہ آیتیں پڑھیں:

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ﴿۴﴾

(پ۱۹، الشعرا: ۱ تا ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی، کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے، اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کے اونچے اونچے اس کے حضور جھکے رہ جائیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کی زبانی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے تسلی دی ہے۔ اس سے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا غم کسی قدر ہلکا ہوگیا، آپ نے دُعا کی: **یا اللہ** عَزَّوَجَلَّ یہ لوگ مجھ سے اُکتا گئے ہیں اور میں ان سے اُکتا گیا ہوں، بس مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے راحت دلا دے۔ اس واقعہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو دوبارہ منبر پر جانا نصیب نہیں ہوا یہاں تک کہ دارِ آخرت کو روانہ ہوگئے۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مُزاحم بہترین وزیر

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز اپنے صاحبزادے، عبدالملک، بھائی سہل اور اپنے خادِم مزاحم کو تھوڑے ہی عرصے میں سپُردِ خاک کر چکے تو ایک شامی نے آپ سے کہا: امیر المومنین کو صاحبزادے کی وفات کا صدمہ پہنچا، **واللہ**! میں نے کوئی بیٹا نہیں دیکھا جو باپ کا اتنا فرمانبردار اور خدمت گزار ہو پھر امیر المومنین کو بھائی کی وفات کا حادثہ پیش آیا، **واللہ**! میں نے کوئی بھائی ایسا نہیں دیکھا جو اس سے بڑھ کر اپنے بھائی کا خیر خواہ اور نفع رَساں ہو۔'' مگر ان صاحب نے ''مُزاحم'' کا ذِکر نہیں کیا۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز نے فرمایا: کیا بات ہے آپ نے ''مُزاحم'' کا ذِکر نہیں کیا؟ حالانکہ وہ میرے نزدیک اُن دونوں سے کچھ کم رُتبہ نہیں رکھتا تھا۔ پھر رو دیا تین مرتبہ یہ فرمایا: ''مُزاحم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم

کرے، تم نے میری بہت سی دنیوی فکروں سے کفایت کی اور آخرت کے معاملہ میں تم میرے بہترین وزیر تھے۔" (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۰۲)

عافیت کی موت کی دُعا

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز مرض الوفات میں مُبتلا ہوئے تو رِینگتے ہوئے پانی کے مشکیزے تک پہنچے، خوب اچھی طرح وضو کیا پھر اپنی جائے نماز میں پہنچے، دو نَفل ادا کئے پھر یہ دُعا کی: "یااللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے میرے مددگاروں "سہل، عبدالملک اور مُزاحم" کو اُٹھالیا، مگر اس سے میری تجھ سے محبت بڑھی ہے کم نہیں ہوئی، اور میں تیری نعمتوں کو پانے کا مشتاق ہوگیا ہوں، اب مجھے بھی عافیت کے ساتھ موت دے کہ میں نہ تو حُقوق وفرائض کو ضائع کرنے والا ہوں نہ ان میں کوتاہی کرنے والا۔" چنانچہ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالی علیہ اس مرض سے جانبر نہ ہوسکے یہاں تک کہ آپ کا وِصال ہوگیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۷)

موت کی دُعا کرنا کیسا؟

حدیثِ پاک میں ہے کوئی دُنیوی مصیبت سے پریشان ہوکر موت کی تمنا نہ کرے۔ (بخاری، ج ۴، ص ۱۳، الحدیث ۵۶۷۱) اور درحقیقت دنیاوی پریشانیوں سے تنگ آکر موت کی دُعا کرنا صبر ورِضا وتسلیم وتوکُّل کے خِلاف ہے اور ناجائز ہے جبکہ دینی نقصان کے خوف سے جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللّٰہ تعالی علیہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: موت کا خوشی کے ساتھ اِنتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ

ہو، اُس وقت کی ناگواری مَعَاذَاللّٰہ بہت سخت ہے، عِیاذاً بِاللّٰہ اس میں سُوءِ خاتمہ (یعنی بُرے خاتمے) کا خوف ہے، نبیِّ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ لِقَاءَہٗ یعنی جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس کا ملنا پسند فرمائیگا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ (یعنی ناپسند) رکھے گا اللہ اسکا ملنا مکروہ (یعنی ناپسند) رکھے گا۔ حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم! ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے! فرمایا: یہ مُراد نہیں بلکہ جس وقت دَم سینہ پر آئے اُس وقت کا اعتبار ہے اُس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا اللہ تعالٰی اُس سے ملنے کو دوست رکھے گا، اور ناپسند تو ناپسند۔ (ترمذی، ج ۲ ص ۳۳۹ ، الحدیث ۱۰۶۹) (فتاوٰی رضویہ ج۹ ص ۸۱) حدیث میں ہے: ''کوئی تم سے موت کی آرزو نہ کرے مگر جب کہ اِعتماد نیکی کرنے پر نہ رکھتا ہو۔'' (مسند احمد، ج ۳، ص ۲۶۳، الحدیث ۸۶۱۵) اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ دُنیوی مُضَرَّتوں (نقصانات و پریشانیوں) سے بچنے کے لئے موت کی تمنا ناجائز ہے اور دینی مُضَرَّت (دینی نقصان) کے خوف سے جائز۔ (درمختار ج ۹، ص ۶۹۱) (فضائل دُعا، ص ۱۸۳)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

کیا آپ پر جادو کیا گیا تھا؟

ابتدائے مرض میں عام خیال یہی تھا کہ حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزیز پر جادو کیا گیا ہے لیکن خود آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اپنی بیماری کا اصلی راز

معلوم ہو چکا تھا، چنانچہ ایک بار حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ میری نسبت لوگوں کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔'' حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے اس کی تردید کی: نہیں! میں مَسْحُور نہیں ہوں (یعنی مجھ پر جادو نہیں کیا گیا)، مجھے وہ وقت یاد ہے جب مجھے زہر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک غلام کو بلا کر پوچھا تو اس نے زہر دینے کا اِقرار کرلیا۔ فرمایا: تم مجھے زہر دینے پر کیونکر آمادہ ہوئے؟ اُس نے کہا: ''مجھے ہزار دینار دے کر آزاد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔'' حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے وہ دینار منگوا کر بیت المال میں جمع کروادیئے اور اپنے قاتل سے کہہ دیا: ''تم ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں کوئی تم تک پہنچ نہ سکے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۷) جب طبیب آیا تو اس نے بھی مرض کی یہی وجہ بتائی اور علاج کی طرف توجہ دلائی لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علاج کروانے سے اِنکار کردیا۔ (سیرت ابن جوزی ۱۷۱ ملخصاً)

آپ کو زہر کیوں دیا گیا؟

طاقتور افراد نے غاصبانہ طور پر مسلمانوں کی جو جائیدادیں اپنے قبضہ میں کرلی تھیں، ان کو حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے خلیفہ بنتے ہی نہایت سختی کے ساتھ واپس کردیا، جس نے ان لوگوں میں عام برہمی پھیلادی، لیکن یہ ناراضی صِرف زبان وقلم تک محدود نہیں رہی، بلکہ اس نے ایک خطرناک سازِش کی صورت اِختیار کرلی اور حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی وفات اسی

سازش کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ایک خادم کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر آپ کو زہر دلوایا گیا۔

لوگوں کی ہمدردی

عبدالحمید بن سہیل کا بیان ہے کہ میری حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے طبیب سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا: کیا آج تم نے ان کا پیشاب ٹیسٹ کیا ہے؟ تو کہنے لگا: ہاں! مگر مجھے اس میں لوگوں کے دُکھ درد کے علاوہ کوئی بیماری دکھائی نہیں دیتی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۱۶)

بغیر قمیص کے رہنا ہوگا

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز بیمار تھے۔ مسلمہ بن عبدُ الملک عیادت کے لیے آئے دیکھا کہ کرتا بہت میلا ہو رہا ہے اپنی ہمشیرہ اور آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زوجہ فاطمہ بنت عبدُ الملک سے کہا: ''انکی قمیص دھو دو۔'' اگلے دن انہوں نے دیکھا تو قمیص اسی طرح تھی تو اپنی بہن سے ناراض ہوئے اور کہا: ''فاطمہ! کیا میں نے تمہیں امیر المومنین کی قمیص دھونے کا نہیں کہا تھا؟ لوگ عِیادت کرنے آتے ہیں۔'' بہن نے جواب دیا: ''وَاللّٰہِ! مَالَہٗ قَمِیْصٌ غَیْرُہٗ یعنی اللہ تعالی کی قسم! اِن کے پاس بس یہی ایک قمیص ہے۔'' یعنی اگر اسے اتار کر دھوئیں تو اتنی دیر اِن کو بغیر قمیص کے رہنا ہوگا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۸۲)

اولاد کو وصیت

حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز بیمار ہوئے تو آپ کے برادرِ نسبتی حضرتِ سیّدنا مَسْلَمَہ بن عبدُ الملک علیہ رحمۃ اللہ الملک آئے اور عرض کی: امیرُ المؤمنین! آپ نے اس مال سے اپنی زندگی میں تو اپنی اولاد کا منہ بند ہی رکھا، کم از کم ان کے بارے میں مجھے اور دیگر لوگوں کو وصیت ہی کر جاتے تا کہ ہم لوگ آپ کے بعد ان کی گزر بسر کا انتظام کر سکتے، یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو۔ آپ کو بٹھا دیا گیا تو فرمایا: ''مَسْلَمَہ! میں نے تمہاری بات سنی، تم نے جو یہ کہا کہ میں نے اس مال سے انکے منہ بند کئے رکھے، خدا گواہ ہے کہ میں نے اپنی اولاد کا حق کبھی نہیں روکا مگر میں یہ نہیں کر سکتا تھا کہ دوسروں کا حق چھین چھین کر انہیں دیتا رہتا، رہی یہ بات کہ میں ان کی نگہداشت کے لیے کسی کو وصی بناؤں تو عمر کی اولاد میں دو ہی قسم کے آدمی ہو سکتے ہیں: نیک یا بد، اگر وہ نیک ہے تو مجھے اس کی فکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی خود ہی اسے مستغنی کر دے گا، اور اگر وہ بد ہے تو میں کیوں اسے مال دے کر اللہ کی نافرمانی پر اس کی مدد کروں۔

پھر فرمایا: ''میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔'' وہ آئے تو انہیں دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور فرمایا: میں قربان جاؤں، یہ بے چارے نو عمر ہیں جنہیں کنگال چھوڑ کر جا رہا ہوں ان کے پاس کچھ بھی تو نہیں۔'' پھر روتے ہوئے فرمایا: ''میرے بیٹو! میں دو راہے پر کھڑا تھا، یا تم مالدار ہو جاتے اور میں جہنم کا

ایندھن بن جاتا، یاتم ہمیشہ کے لیے فقر وقلاش ہوجاتے اور میں جنت میں چلا جاتا میرے خیال میں میرے لیے یہی دوسرا راستہ بہتر تھا، جاؤ! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا حافظ و نگہبان ہو، جاؤ! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا حافظ ونگہبان ہو، جاؤ! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں رِزق دے گا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۸ وسیرت ابن جوزی ص ۳۲۱)

امیر المؤمنین کی مَدَنی سوچ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے اَولاد کے بارے میں ہمارے بزرگانِ دین علیھم رحمۃ المُبین کا کیسامَدَنی ذِہن تھا! مگر افسوس کہ آج ہمارے مُعاشَرے میں اَکثر لوگوں کے ذِہنوں پر دولتوں اور خزانوں کے اَنبار جمع کرنے کی دُھن سُوار ہے اور اِس راہِ پُرخار میں خواہ کتنی ہی تکالیف سے دوچار ہونا پڑے، پرواہ نہیں، بس! ہر وَقت دولتِ دُنیا جمع کرنے کی حِرص ہے، اگر کبھی آخرت کی بھلائی کے لئے نیکیوں کی دولت اکٹھی کرنے کی طرف توَجُّہ دلائی بھی جائے تو مُلازَمت یا کاروباری مصروفیّت وغیرہ کے بہانے آڑے آجاتے ہیں، بال بچوں کا دُنیوی مستقبل سنوارنے کی کوشِشوں میں اپنا اُخروی مستقبل بھول جاتے ہیں، اَولاد کی دُنیوی پڑھائی پھر اُن کی شادی کی فِکر کسی اور طرف ذِہن جانے ہی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اِصلاح فرمائے۔ امین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ والٰہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

برکت کے نظارے

خلیفہ منصور نے حضرت سیّدنا عبد الرحمٰن بن قاسم بن ابی بکر رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے تو فرمایا: اس چیز کی نصیحت کروں جو میں نے دیکھی ہے یا اس چیز کی جو میں نے سنی ہے؟ اس نے کہا: جو آپ نے دیکھی ہے۔ فرمایا: حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نے گیارہ بیٹے چھوڑ کر وفات پائی اور ان کا کل تَرْکہ 17 دینار تھا جس میں سے کچھ دینار ان کے کفن دفن میں صَرْف ہوئے اور بقیہ بیٹوں پر تقسیم ہوا اور ہر بیٹے کو 19 دِرْہم ملے، ہشام بن عبد الملک بھی 11 بیٹے چھوڑ کر مرا اور جب اس کا تَرْکہ تقسیم ہوا تو سب نے دس دس لاکھ پایا لیکن میں نے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ ایک دن میں سو گھوڑے جہاد کے لئے پیش کیے اور ہشام کی اولاد میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس بے چارے کو صَدَقہ دے رہے ہیں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۳۸)

وہیں لوٹا دو

مَسْلَمَہ بن عبد الملک مرضِ وفات میں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ان کو وَصِیَّت فرمائی: "میری وفات کے وقت میرے پاس موجود رہنا، تجہیز و تکفین کا اِنتظام خود کرنا، قَبْر تک میرے ساتھ جانا اور لحد میں خود اُتارنا۔" پھر مَسْلَمَہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: "ذرا غور کرو مَسْلَمَہ! تم مجھے کہاں چھوڑ کر آؤ گے اور دنیا مجھے کن حالات میں قَبْر کے

حوالے کرے گی؟'' مُسلمہ نے عَرض کی: ''امیرُ المُؤمنین! کوئی (مالی) وَصِیَّت فرمایئے۔'' فرمایا: ''میرے پاس مال ہی نہیں جس کی وَصِیَّت کروں۔'' عَرض کی: ''میرے پاس ایک لاکھ دینار ہیں آپ جو چاہیں وَصِیَّت فرمایئے۔'' فرمایا: ''یہ جہاں سے لئے ہیں، وہیں لوٹا دو۔'' مُسلمہ نے اَشک بار آنکھوں سے کہا: یا امیرَ المُؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، واللہ! آپ نے ہمارے سخت دلوں کو نَرم کر دیا۔ (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۰۵ و سیرت ابن جوزی ص ۳۲۰)

بعد کے خلیفہ کو وَصِیَّت

کسی نے عَرض کی: یا امیرَ المُؤمنین! اپنے بعد کے خلیفہ ''یزید بن عبدُ الملک'' کے لیے وَصِیَّت و نصیحت کی کوئی تحریر لکھوا دیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے کاتب کو حُکم فرمایا لکھو: اما بعد! اے یزید! غفلت کے وَقت کی لَغزِش سے بچ کر رہنا کیونکہ اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا، نہ رُجوع ہی کی توفیق ہوتی ہے، دیکھو! تم ان ساری چیزوں کو ان لوگوں کے لیے چھوڑ جاؤ گے جو تمہیں کلمۂ خیر سے بھی یاد نہیں کریں گے اور اس ذات (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس کے یہاں تمہارے عذر و معذرت کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ والسلام (سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۰۳) یہ بھی لکھا: ''تم جانتے ہو کہ اُمورِ خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا، اور خدا عَزَّوَجَلَّ مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا، اگر خدا عَزَّوَجَلَّ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب رہوں گا اور ایک طویل عذاب سے بچوں گا اور اگر

مجھ سے ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر، میں خدائے وحدہ لاشریک لہ سے یہ دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمت کے طُفَیل آگ سے نجات دے اور اپنی رِضامندی سے جنت عطا کرے۔ تمہیں چاہیئے کہ تقویٰ اِختیار کرو اور رِعایا کا خیال رکھو کیونکہ تم بھی کچھ عرصے بعد قبر میں اُتر جاؤ گے لہٰذا تمہیں غفلت میں ڈوب کر ایسی غلطی نہیں کرنی چاہیئے جس کی تم کوئی تلافی نہ کر سکو۔ سلیمان بن عبد الملک خدا عَزَّوَجَلَّ کا ایک بندہ تھا جس نے اِنتقال سے پہلے مجھے خلیفہ بنایا اور میرے لیے خود بَیعت لی اور میرے بعد تم کو ولی عہد مقرر کیا، مجھے امیر المؤمنین کا مَنصب اس لئے نہیں ملا تھا کہ میں بہت سی بیبیوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں کیونکہ خدا عَزَّوَجَلَّ نے (خِلافت سے پہلے ہی) مجھ کو اس سے بہتر سامان دیئے تھے لیکن میں سخت حساب اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں۔ (سیرت ابن جوزی ۲۱۷ ملخصًا)

ایک دن تمہیں بھی اسی طرح ہونا ہے

امیرُ المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کا وقتِ وِصال قریب آیا تو حاضرین کو وَصِیَّت فرمائی: ''میں تمہیں اپنے اِس (وقتِ نزع کے) حال سے ڈراتا ہوں کہ ایک دن تمہیں بھی اِسی طرح ہونا ہے۔''

(اِحیاءُ العُلوم ج ۴ ص ۵۸۲)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرتِ سیِّدُنا عُمَر بن عبدالعزیز عَلَیہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ العَزِیز نے اپنی اس وصِیَّت میں کئی فوائد و فضائل کے حُصول کا نُسخہ بتایا کہ موت کی یاد

گناہوں سے بچاتی، دلوں کو چمکاتی، حُبِّ دنیا سے بچاتی، عقلمندی دلاتی اور لذّاتِ دنیا کو مٹاتی ہے۔ کاش! ہم ہر دَم موت کو یاد رکھنے اور اُس کے لئے تیاری کرنے والے بن جائیں۔ موت کی آمد کا یقین تو ہر ایک کو ہے لیکن اِس کے لئے تیاری کوئی کوئی کرتا ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا شقیق بن اِبراہیم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَظِیْم فرماتے ہیں: لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ موت آکر ہی رہے گی لیکن اُن کے اَعمال ایسے ہیں جیسے اُنہوں نے کبھی مرنا ہی نہ ہو۔ (تنبیهُ الغَافِلِین ص۱۷)

میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا

مرض الموت میں لوگوں نے حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کو مشورہ دیا کہ اگر آپ مدینہ میں جاکر وفات پاتے تو رسولُ اللّٰہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم، حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ دَفن ہوتے، اس مَدفَن پاک میں ایک قَبر کی جگہ اور ہے۔ فرمایا: میں اپنے آپ کو رسولُ اللّٰہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے پہلو میں دَفن ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔

(سیرت ابن جوزی ص ۲۰۵)

قَبر میں تبرُّکات رکھنے کی وَصِیّت

نُور والے آقا صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے چند موئے مُبارک اور ناخن منگوا کر کفن میں رکھنے کی وَصِیَّت بھی فرمائی۔ (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۳۱۸)

قبر کی جگہ خریدی

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القدیر نے اپنی قبر کی جگہ بیس دینار میں اور بعضوں کے بقول دس دینار میں خریدی تھی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۲۳ و سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۵) چُنانچِہ ابوامیہ کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین علیہ رَحمۃُ اللّٰہِ المُبین نے اِنتقال سے پہلے کچھ دینار دیئے مجھے فرمایا: جاؤ! گاؤں کے لوگوں سے میری قبر کی زمین خرید لو اور اگر وہ اَنکار کریں تو واپَس آجانا۔ میں لوگوں کے پاس پہنچا اور زمین خریدنا چاہی تو انہوں نے کہا: واللّٰہ! اگر ہمیں تمہارے واپَس لوٹ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم یہ دینار قبول نہ کرتے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۸)

سادہ کفن

جب حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی بیماری بڑھ گئی تو آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے مَسْلَمَہ بن عبدالملک کو حُکم فرمایا: ''میرے مال میں سے دو دینار لے کر میرے لئے کفن خرید لاؤ۔'' اُس نے عَرض کی: ''اے امیر المؤمنین! آپ جیسی شخصیت کو دو دینار کا کفن دیا جائے گا!'' تو اِرشاد فرمایا: ''اے مَسْلَمَہ! اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے راضی ہوا تو اس کم قیمت کفن کو اس سے بہتر سے بدل دے گا اور اگر ناراض ہوا تو یہ آگ کا ایندھن بن جائے گا۔'' منقول ہے کہ آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کو کچے دھاگے سے بُنے ہوئے کپڑے کا کفن پہنایا گیا۔ ایک قول کے مطابق وہ یَمَنی چادر کا تھا۔ (الروض الفائق ص ۲۰۵)

دُنیا سے کیا لے کر جا رہا ہوں؟

عمرو بن قیس کا بیان ہے کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ القدیر نے وصال سے قبل وہاں پر موجود لوگوں سے فرمایا: میری حالت سے عبرت پکڑو کیونکہ ایک دن تمہیں بھی موت کا سامنا کرنا ہے اور جب تم مجھے قبر میں اُتار چکو تو دیکھ لینا کہ میں تمہاری دُنیا سے کیا لے کر جا رہا ہوں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۲۲)

موت کی سختیوں کا فائدہ

حضرت سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللّٰہِ العزیز نے اِرشاد فرمایا: ''میں پسند نہیں کرتا کہ مجھ پر موت کی سختیوں کو آسان کر دیا جائے کیونکہ یہی تو وہ آخری چیز ہے جو بندۂ مؤمن کو اجر و ثواب عطا کرتی ہے۔'' (سیرت ابن جوزی ص ۳۲۴)

وقتِ وفات رونے لگے

مرض الموت میں آپ رحمۃ اللّٰہ تعالی علیہ رونے لگے تو عرض کی گئی: یا امیر المؤمنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بہت سی سنتوں کو زندہ فرمایا ہے اور اِنصاف کا بول بالا کیا ہے، یہ سن کر آپ خوفِ خدا کی وجہ سے اور زیادہ روئے اور فرمایا: کیا مجھے اس مخلوق کے معاملے کی جواب دہی کے لئے کھڑا نہیں کیا جائے گا؟ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر مجھ پر عدل کیا

گیا تو میں ڈرتا ہوں کہ پھنس جاؤں گا اور ان کے دلائل کے سامنے کچھ نہیں کہہ پاؤں گا۔ (تاریخِ دِمشق، ج ۴۵، ص ۲۵۴)

کلمہ شریف پڑھا

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز روزانہ یہ دُعا مانگا کرتے تھے: یااللہ عَزَّوَجَلَّ میری موت کو مجھ پر آسان کردے۔ چنانچہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت سیدتنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہا کا بیان ہے کہ ان کی وفات کے وقت میں ان کے خیمہ سے نکل کر مکان میں بیٹھ گئی تو میں نے ان کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۸۳ (پ ۲۰، القصص: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور آخرت کی بھلائی پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

اس کے بعد وہ بالکل ہی پرسکون ہوگئے، نہ کچھ بولے، نہ کوئی حرکت کی۔ تو میں نے کنیز سے کہا کہ ذرا دیکھنا! امیرُ المؤمنین کا کیا حال ہے؟ وہ دوڑ کر گئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وفات پاچکے تھے (سیرت ابن جوزی ص ۳۲۵) اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ عین وفات کے وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے بٹھادو جب لوگوں نے انہیں بٹھایا تو بیٹھ کر انہوں نے یہ کہا: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے مجھے کچھ باتوں کا حُکم فرمایا تو میں نے کوتاہی کی اور تو نے مجھے کچھ باتوں سے منع فرمایا تو میں نے نافرمانی کی۔

تین مرتبہ یہی کہا پھر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور نظر جما کر دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کیا دیکھ رہے ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ میں کچھ سبز پوش لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن، یہ کہا اور ان کی رُوح پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۸۰۴ و ۹۰۴)

مرتے وقت کلمۂ طیبہ پڑھنے کی فضیلت

خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! خوش قسمت ہے وہ مسلمان جس کو مرتے وَقت کَلِمَہ نصیب ہو جائے اُس کا آخرت میں بیڑا پار ہے۔ چُنانچہ نبیِّ رَحْمت شفیعِ اُمّت مالکِ جنّت محبوبِ ربُّ العزّت صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے، جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ داخلِ جنّت ہوگا۔

(ابوداؤد شریف، الحدیث ۳۱۱۶، ج ۳ ص ۱۳۲)

فضل و کرم جس پر بھی ہُوا
لب پر مرتے دَم کَلِمَہ
جاری ہوا جنّت میں گیا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!
صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی محمّد

دمِ رخصت تلاوتِ قرآن کی

عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الْعزیز کی وفات کا وقت بالکل ہی قریب آ پہنچا تو انہوں نے ہر شخص کو گھر میں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ان کی زوجہ محترمہ حضرت سیدتنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی

علیہا اور برادرِ نسبتی مَسْلَمہ دروازے پر بیٹھ گئے، انہوں نے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بلند آواز سے کہہ رہے ہیں: مرحبا! خوش آمدید ہے ان چہروں کے لیے جو نہ آدمی ہیں نہ جن پھر یہ آیت پڑھی: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًاؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۝ پھر لوگوں نے گھر میں داخل ہو کر دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وفات پا چکے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶)

وفات کے وقت عمرِ مبارک

تقریباً 20 دن بیمار رہنے کے بعد 25 رجب 101ھ بدھ کے دن حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنا سفرِ حیات مکمل کر لیا اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اس وقت آپ کی عمر صِرْف 39 سال تھی اور آپ تقریباً اڑھائی سال خلیفہ رہے۔ آپ کو حلب کے قریب دَیرِ سمعان میں سپُردِ خاک کیا گیا جو شام میں ہے۔ (بعض روایتوں میں تاریخ وفات ۲۰ رجب اور عمر ۴۰ سال بھی بیان کی گئی ہے)

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۱۹)

خیرُ النّاس کا اِنتقال ہو گیا

جب حضرتِ سیدنا حَسَن بصری علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی کو حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی وفات کی خبر ملی تو فرمایا: مَاتَ خَیْرُ النَّاس یعنی بہترین آدمی کا اِنتقال ہو گیا ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۵)

خوبیاں بیان کرنے والے کے لئے امام احمد بن حنبل کی بشارت

حضرتِ سیِّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: اِذَا رَأَیْتَ الرَّجُلَ یُحِبُّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَیَذْکُرُ مَحَاسِنَہٗ وَیَنْشُرُھَا فَاعْلَمْ اَنَّ مِنْ وَّرَاءِ ذٰلِکَ خَیْرًا اِنْ شَاءَ اللہُ یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص حضرتِ عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز سے محبت رکھتا ہے اور ان کی خوبیوں کو بیان کرنے اور انہیں عام کرنے کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا نتیجہ خیر ہی خیر ہے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔

(سیرت ابن جوزی ص ۷۴)

اخلاقی خُوبیاں

عبدالملک بن عمیر نے ایک موقع پر حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کی اَخلاقی خوبیاں اس طرح گنوائیں: امیرالمؤمنین! خدا عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم کرے، آپ نگاہوں کو جُھکائے رہتے تھے، پاک دامن تھے، فیّاض تھے، ٹھٹھا مذاق نہیں کرتے تھے، کسی پر عیب لگاتے تھے نہ کسی کی غیبت کرتے تھے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۳۰)

نجیب قوم

محمد بن علی بن حسین سے حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ ہر قوم میں ایک نجیب[1]

مدینہ

[1] : ولایت کا ایک منصب

ہوتا ہے اور بنی امیہ کے نجیب شخص عمر بن عبدالعزیز (عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز) ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۸۸)

بعدِ وصال چہرہ جگمگا اٹھا

حضرت سیّدنا رجاء بن حَیْوَۃ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اپنے مرضِ وصال میں مجھ سے فرمایا: ''آپ مجھے غُسل دینے، کفن پہنانے اور لحد میں اتارنے والوں میں رہیے گا۔ جب لوگ مجھے لحد میں اُتار دیں تو کفن کی گِرہ کھول کر میرا چہرہ دیکھ لیجئے گا۔ جب آپ عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز نے اِنتقال فرمایا تو آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کو غُسل دینے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ آپ کو قبر میں اتارے جانے کے بعد جب میں نے گِرہ کھول کر آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کا چہرۂ اَنور دیکھا تو وہ قِبلہ رُخ تھا اور چودھویں کے چاند کی طرح چمک دَمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ (الروض الفائق ص ۲۰۴)

آسمانی رقعہ

حضرت سیّدنا یوسف بن ماھک رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ جب ہم حضرتِ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العَزِیز کی قبرِ مُبارک کی مٹی برابر کر رہے تھے تو ایک آسمانی رقعہ ہم پر گرا جس پر لکھا تھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَمَانٌ مِّنَ اللّٰہِ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ مِنَ النَّارِ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے لئے جہنم سے امان کا پروانہ ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۲۸)

عذاب سے چھٹکارے کا بشارت نامہ

معاذ مولیٰ زید بن تمیم کا بیان ہے کہ بنو تمیم کے ایک شخص نے خواب میں آسمان سے اُترنے والی ایک کھلی کتاب کو دیکھا جس میں واضح الفاظ میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ غالب حکمت والے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے لئے دردناک عذاب سے چھٹکارے کا پروانہ ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۷۰)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بوڑھے راہب کی عقیدت

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العزیز کے صاحبزادے عبداللہ ایک جزیرے میں ایک بوڑھے راہب کے صومعے کے پاس کسی جھونپڑی میں ٹھہرے تو وہ ان سے ملاقات کے لئے نیچے اُتر آیا، اس سے پہلے اسے کسی کے لئے اترتے ہوئے نہ دیکھا گیا تھا۔ بوڑھے راہب نے کہا: کیا تم جانتے ہو میں نیچے کیوں اترا ہوں؟ عبداللہ نے کہا: نہیں۔ راہب کہنے لگا: لِحَقِّ اَبِیْکَ اِنَّا نَجِدُہٗ مِنْ اَئِمَّۃِ الْعَدْلِ بِمَوْضِعِ رَجَبْ مِنَ الْاَشْھُرِ الْحُرُمِ یعنی تمہارے والد کے حق کی وجہ سے، بے شک ہم انہیں عادِل ائمہ میں سے اسی طرح پاتے ہیں جیسے رجب کے مہینے

کو حُرمت والے مہینوں میں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۵۷)

صِدِّیق کی قبر

حضرتِ سیدنا صالح بن علی علیہ رحمۃ اللہِ القوی کا بیان ہے کہ میں شام گیا تو حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے مَزار شریف پر حاضری کا اِرادہ کیا مگر مجھے کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جو ان کے مزار شریف کا پتا بتاتا، بالآخر ایک راہب سے ملاقات ہوئی، اس سے پوچھا تو کہنے لگا: تم "صِدِّیق" کی قبر تلاش کر رہے ہو، وہ فلاں جگہ پر ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۳۱)

سرزمین سمعان کی خوش نصیبی

حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ دیر سمعان کی سرزمین سے ایک ایسے مردِ قلندر (یعنی حضرت عمر بن العزیز) کا حَشر ہوگا جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے بہت زیادہ ڈرنے والا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲۰)

خِلافت سے وفات تک کا سفر

حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العَزیز نے خِلافت کے بعد نہ کوئی نئی سواری خریدی، نہ کسی عورت سے نکاح کیا، نہ نئی باندی رکھی، یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وِصال ہوگیا اور خِلافت سے وفات تک کبھی آپ کو کھل کر ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ خِلافت سے وفات تک آپ نے تین مرتبہ کے سوا کبھی غُسلِ جَنابت نہیں کیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۴)

خلافت سے پہلے اور خلافت کے بعد

حضرت سیدنا ابو حازِم علیہ رحمۃ اللہ المنعم فرماتے ہیں: ''جب حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز خلیفہ بن گئے تو ایک دن میں ان سے ملاقات کے لئے گیا۔ وہ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، اس لئے میں انہیں نہ پہچان سکا لیکن انہوں نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا: ''اے ابو حازِم! میرے قریب آؤ۔ میں ان کے قریب گیا اور حیرت سے پوچھا: ''کیا آپ ہی امیرُ المؤمنین عمر بن عبد العزیز (رحمۃُ اللہ تعالی علیہ) ہیں؟'' فرمایا: ''ہاں! میں ہی عمر بن عبد العزیز ہوں۔'' میں نے کہا: ''جس وقت آپ مدینہ منورہ زادھا اللہُ شرفاً و تعظیماً میں ہمارے امیر تھے اس وقت آپ کا حُسن و جَمال عُروج پر تھا، چہرہ انتہائی تاباں اور روشن تھا، آپ کے پاس بہترین لباس اور بہت ہی عمدہ سواریاں تھیں، آپ کے کثیر خدّام تھے اور آپ کی رہائش گاہ بہت ہی عمدہ تھی، اب آپ کو کس چیز نے اس حال میں پہنچا دیا؟ حالانکہ اب تو آپ امیرُ المؤمنین ہیں، اب تو آپ کے پاس زیادہ آسائشیں ہونی چاہئیں تھیں!'' یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا: ''ابو حازم! اس وقت میرا کیا حال ہوگا جب میں اندھیری قبر میں پہنچ جاؤں گا اور میری آنکھیں بہہ کر میرے رخساروں پر آجائیں گی، میرا پیٹ پھٹ جائے گا، زبان خشک ہو جائے گی اور کیڑے میرے جسم پر رینگ رہے ہوں گے!'' پھر روتے ہوئے فرمانے لگے: ''مجھے وہی حدیث سنایئے جو مدینہ منورہ

میں سنائی تھی۔'' تو میں نے کہا:'' **یا امیرُ المُؤمنین!** میں نے حضرتِ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اکرم صَلَّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا:'' **تمہارے سامنے دشوار گزار گھاٹی ہے جس سے صِرف کمزور اور نحیف لوگ ہی گزر سکیں گے۔**'' (حلیۃ الاولیاء، مسند عمر بن عبد العزیز، رقم:۷۹۲۷، ج۵، ص ۳۳۳) یہ حدیثِ پاک سن کر **امیرُ المُؤمنین** بہت دیر تک روتے رہے، پھر فرمایا:'' اے ابو حازِم! کیا میرے لئے یہ بہتر نہیں کہ میں اپنے جسم کو کمزور و نحیف بنالوں تا کہ اس ہولناک وادی سے گزر سکوں! لیکن مجھے اس خِلافت کی آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے، میں نہیں جانتا کہ مجھے نجات ملے گی یا نہیں؟''

اتنا کہنے کے بعد آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ پر غشی طاری ہوگئی، اس پر لوگوں نے اپنی اپنی رائے دینا شروع کر دی لیکن میں نے لوگوں سے کہا:'' تمہیں کیا معلوم! یہ کس آزمائش سے دوچار ہیں۔'' اچانک **امیرُ المُؤمنین** نے رونا شروع کر دیا اور اتنا زور سے روئے کہ ہم سب نے ان کی آواز سنی پھر یکدم آپ رحمۃُ اللہ تعالی علیہ مسکرانے لگے۔ میں نے پوچھا:'' **امیرُ المُؤمنین!** ہم نے آپ کو بڑی تعجب خیز حالت میں دیکھا، پہلے تو خوب روئے پھر مسکرانا شروع کر دیا، اس میں کیا راز ہے؟'' انہوں نے پوچھا:'' کیا تم نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا؟'' میں نے کہا:'' جی ہاں! ہم سب نے آپ کی یہ تعجب خیز حالت دیکھی ہے۔'' فرمانے لگے:'' بات دراصل یہ

ہے کہ جب مجھ پر غشی طاری ہوئی تو میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور مخلوق حساب و کتاب کے لئے میدان محشر میں جمع ہے، تمام اُمتوں کی 120 صفیں ہیں جن میں سے اَسّی (80) صفیں اُمتِ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ہیں، ندا دی گئی: ''عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کہاں ہیں؟'' چنانچہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرشتوں نے بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں حاضر کیا۔ ان سے مختصر حساب لیا گیا اور انہیں دائیں جانب جنت کی طرف جانے کا حُکم ہوا۔ پھر حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو آواز دی گئی؟ وہ بھی بارگاہِ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ میں حاضر کئے گئے اور مختصر حساب کے بعد انہیں بھی جنت کا مُژدہ سنا دیا گیا، پھر حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی مختصر حساب کے بعد جنت میں جانے کا حُکم سنایا گیا پھر حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو ندا دی گئی۔ چنانچہ وہ بھی بارگاہِ احکم الحٰکمین عَزَّوَجَلَّ میں حاضر ہو گئے اور انہیں بھی مختصر حساب کے بعد جنت کا پروانہ مل گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ جلد ہی میری بھی باری آنے والی ہے تو میں منہ کے بل گر پڑا، مجھے معلوم نہیں کہ خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے بعد والوں کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ پھر ندا دی گئی: عمر بن عبد العزیز کہاں ہے؟ میری حالت غیر ہو گئی اور میں پسینے میں شرابور ہو گیا، بہر حال مجھے بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں حاضر کیا گیا اور مجھ سے حساب کتاب شروع ہوا اور ہر اس

فیصلے کے بارے میں پوچھا گیا جو میں نے کیا حتّٰی کہ گٹھلی اور اس کے چھلکے تک کے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی، پھر مجھے بخش دیا گیا۔ (عیون الحکایات، ص۱۷)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگتے

حضرتِ سیِّدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کی وفات کے بعد کچھ فقہائے کرام تعزیت کی غرض سے آپ رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی زوجہ محترمہ حضرتِ سیِّدتُنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہا کے پاس آئے اور بعدِ دُعائے مغفرت ان کی گھریلو زندگی کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہا نے فرمایا: واللّٰہ! وہ آپ حضرات سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے یا روزے رکھنے والے تو نہیں تھے مگر میں نے ان سے بڑھ کر خوفِ خدا رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہم دونوں ایک لحاف میں ہوتے، اچانک ان کے دل پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایسا خوف طاری ہوتا کہ وہ اس پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگتے جو پانی میں گر گیا ہو، پھر وہ آہ و بکا کرنے لگتے اور مجھے چھوڑ کر لحاف سے نکل جاتے، میں گھبرا کر کہتی: کاش اس عہدے (یعنی خلافت) اور ہمارے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ ہوتا کیونکہ یہ جب سے ہمیں ملا ہے ہم نے سُرور کا ایک لمحہ نہیں دیکھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

غریب اسلامی بہن کی خیر خواہی

جو لوگ مدد کے محتاج ہوتے تھے حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز ہر ممکن طریقے سے اُن کی مدد فرماتے تھے چنانچہ ایک عراقی عورت حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کے گھر آئی، جب وہ آپ کے دروازے پر پہنچی تو حیران ہو کر پوچھنے لگی: کیا امیر المومنین کے دروازے پر دَرْبان نہیں ہوتا؟ اسے بتایا گیا: ''یہاں کوئی دربان نہیں، اندر جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو۔'' یہ عورت زنان خانہ میں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز کی زوجہ محترمہ حضرت سیدتنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہا کے پاس گئیں۔ وہ گھر میں رُوئی ٹھیک کر رہی تھیں، سلام دُعا کے بعد انہوں نے بیٹھنے کو کہا۔ تھوڑی دیر میں حضرتِ سیّدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز گھر آئے اور گھر کے کنویں سے پانی کے ڈول نکال نکال کر مٹی پر جو گھر میں پڑی تھی ڈالنے لگے اور آپ کی نظر بار بار اپنی زوجہ محترمہ پر پڑ رہی تھی، اسی عورت نے فاطمہ سے کہا: اس مزدور سے پردہ تو کر لو، یہ تمہاری طرف ہی دیکھے جا رہا ہے۔ فاطمہ نے بتایا: یہ مزدور نہیں امیر المومنین ہیں۔ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃُ اللہِ العزیز اس کام سے فارغ ہو کر حضرت سیدتنا فاطمہ بنت عبدُ الملک رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہا کی طرف آئے، سلام کیا اور ان سے اس عورت کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ فلاں عورت ہے۔ آپ نے توشہ دان اٹھایا، اس میں

کچھ انگور تھے، چن چن کر اس خاتون کو دیئے پھر دریافت فرمایا تم کس ضرورت سے آئیں؟ اس نے بتایا: میں عراق سے آئی ہوں، میری پانچ بے کس و بے سہارا لڑکیاں ہیں، میں آپ سے مدد مانگنے آئی ہوں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ بے کس و بے سہارا کا لفظ دوہرا دوہرا کر رونے لگے۔ پھر آپ نے کاغذ قلم لیا اور والی عراق کے نام خط لکھنا شروع کیا، عورت سے اس کی بڑی بیٹی کا نام پوچھا، اس نے بتایا تو آپ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا، عورت نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ، پھر دوسری، تیسری اور چوتھی کا نام دریافت کیا اور ایک ایک کا وظیفہ مقرر فرماتے گئے۔ عورت ہر ایک وظیفے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کہتی جاتی، جب چوتھی لڑکی کا وظیفہ مقرر ہوا تو عورت خوشی سے بے قرار ہو گئی اور آپ کو دُعائیں دینے لگی اور شکریہ کے طور پر جَزَاکَ اللّٰہ کہا۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا: جب تک تم مُستحق حمد یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر کرتی رہیں ہم وظیفہ لگاتے رہے مگر اب جب کہ تم نے میرا شکریہ ادا کیا تو اسکے بعد کا وظیفہ نفسانیت پر مبنی ہوگا پس ان چاروں لڑکیوں کو کہنا کہ اسی میں سے پانچویں کو بھی دے دیا کریں۔ عورت یہ تحریر لے کر عراق پہنچی اور اِسے والی عراق کے سامنے پیش کیا۔ اُس نے خط پڑھا تو روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی، کچھ سنبھلا تو بولا: اللہ عَزَّوَجَلَّ صاحب خط پر رحم فرمائے۔ عورت بولی: کیا ہوا؟ کیا ان کا اِنتقال ہو گیا؟ جواب ملا: جی ہاں! یہ سُنکر عورت چیخنے اور واویلا کرنے لگی اور واپسی کا اِرادہ کیا،

والیِ عراق نے کہا: ٹھہرو، فکر کی بات نہیں، میں کسی بھی معاملے میں انکی تحریر کو رد نہیں کرسکتا، پھر اس کی تعمیل کی اس کی لڑکیوں کا وظیفہ ادا کرنے کا حکم دے دیا۔

(سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۴۶)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

ایک مسلمان قیدی کا واقعہ

حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے شاہِ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ یہ قاصد ایک دن بادشاہ کے پاس سے اٹھا تو گھومتے پھرتے ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک شخص کے قرآن پڑھنے اور چکی پیسنے کی آواز آ رہی تھی۔ یہ اس کے پاس گیا اور سلام کرنے کے بعد اس کے حالات دریافت کیے تو اس نے بتایا کہ مجھے فلاں جگہ سے قید کیا گیا تھا اور شاہِ رُوم کے سامنے پیش کیا گیا، بادشاہ نے مجھے دعوت دی کہ میں نصرانی (کرسچین) ہو جاؤں مگر میں نے اِنکار کر دیا، بادشاہ نے دھمکی دی کہ اگر ایسا نہیں کرو گے تو آنکھیں نکال دی جائیں گی مگر میں نے دین کو آنکھوں پر ترجیح دی چنانچہ گرم سلائیوں سے میری آنکھیں ضائع کر دی گئیں اور یہاں قید خانے میں پہنچا دیا گیا، روزانہ کچھ گندم پیس لیتا ہوں جس کے عِوَض مجھے کھانا دیا جاتا ہے۔

جب قاصِد حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے پاس پہنچا تو اس قیدی

کا ماجرا بھی بیان کیا۔قاصد کا کہنا ہے کہ میں ابھی پورا قصہ بیان نہیں کر پایا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ اُبل پڑا، جس سے ان کے آگے کی جگہ تَر ہوگئی، اسی وقت شاہِ روم کے نام خط لکھا: ''اما بعد! مجھے فلاں قیدی کے بارے میں خبر ملی ہے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم نے اسے رہا کر کے میرے پاس نہیں بھیجا تو میں مقابلے کے لئے ایسا لشکر بھیجوں گا جس کا اگلا سِرا تمہارے پاس ہوگا اور پچھلا میرے پاس۔''

قاصِد پھر شاہِ روم کے یہاں گیا تو اس نے کہا: ''بڑی جلدی دوبارہ آئے!'' قاصد نے حضرتِ عمر کا خط پیش کیا، اس نے پڑھ کر کہا: ہم نیک آدمی کو لشکر کشی کی زحمت نہیں دیں گے اور اس قیدی کو واپس کر دیں گے۔قاصد کا بیان ہے کہ مجھے قیدی کی رہائی کے انتظار میں چند دن وہاں ٹھہرنا پڑا ایک دن بادشاہ کے دربار میں گیا تو عجیب منظر دیکھا کہ بادشاہ اپنے تخت سے نیچے بیٹھا ہے اور چہرے پر حُزن ومَلال کے آثار ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی کہا جانتے ہو میں اس طرح کیوں بیٹھا ہوا ہوں؟ میں نے کہا: مجھے پتا نہیں مگر میں بہت حیران ہوا ہوں۔ بادشاہ نے کہا مجھے بعض علاقوں سے خبر پہنچی ہے کہ اس نیک آدمی (یعنی حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز) کا اِنتقال ہوگیا، اس کے غم میں میری یہ حالت ہوئی ہے۔قاصد کہتا ہے: مجھے اس اطلاع سے اُس قیدی کی رہائی سے مایوسی ہوگئی، میں نے بادشاہ سے کہا: مجھے واپسی کی اِجازت ہو۔وہ کہنے لگا: یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم زندگی میں انکی بات مان لیں اور انکی

موت کے بعد اس سے پھر جائیں، چنانچہ اس قیدی کو رہا کر کے میرے ساتھ بھیج دیا۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۴۴)

جب خلیفہ کا قاصد موت کی خبر لے کر پہنچا

حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کا قاصد جب بصرہ آتا تو جونہی لوگوں کو اس کی آمد کی اطلاع ہوتی وہ جوق دَر جوق اِستقبال کے لیے نکل آتے، قاصد کی آمد عموماً وظیفے کی زیادتی، مال کی تقسیم، کسی بھلائی کے حُکم یا کسی برائی سے ممانعت کا پیغام لایا کرتی۔ لوگ قاصد کے ساتھ چل کر مسجد پہنچتے جہاں وہ خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سنا دیتا۔ جس دن قاصد حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کے اِنتقال کی خبر لایا لوگ حسبِ معمول اس کے اِستقبال کے لیے نکلے، مگر آج وہ کسی خوش خبری کے بجائے رو رو کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اِنتقال کے بارے میں بتا رہا تھا، لوگ اس عظیم حادثہ اور مصیبت پر روتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور قاصد نے وہاں آپ کی وفات کی خبر باقاعدہ پڑھ کر سنائی۔ (سیرت ابن عبدالحکم ص ۵۷)

شاہِ روم کا رنج وغم

محمد بن معبد کا بیان ہے کہ میں شاہِ روم کے پاس گیا تو اس کو زمین پر نہایت رنج وغم کی حالت میں بیٹھا ہوا پایا، میں نے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہنے لگا: جو کچھ ہوا تم کو خبر نہیں؟ میں نے کہا: کیا ہوا؟ بولا: مردِ صالح کا اِنتقال ہو گیا۔ میں نے کہا: وہ کون؟ بولا ''عمر بن عبدالعزیز'' پھر کہا: مجھے اس راہب کی حالت پر کوئی تعجب نہیں جس نے

اپنے دروازے کو بند کر کے دنیا کو چھوڑ دیا، اور عبادت میں مشغول ہو گیا مجھے اس شخص کی حالت پر تعجب ہے جس کے قدموں کے نیچے دنیا تھی اور اس نے اس کو پامال کر کے راہبانہ زندگی اختیار کی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۳۱)

نَبطی کے آنسو

حضرتِ سیدنا امام اَوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کے جنازے میں شرکت کے بعد جب واپس جا رہا تھا کہ ایک راہب نے مجھ سے پوچھا: کیا تم حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز کی وفات کے وقت موجود تھے؟ میں نے کہا: ''ہاں۔'' یہ سن کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ میں نے کہا: تم ان کے لئے کیوں رو رہے ہو؟ وہ تو تمہارے ہم مذہب نہ تھے! اس نے کہا: اِنِّیْ لَسْتُ اَبْکِیْ عَلَیْہِ وَلٰکِنْ اَبْکِیْ عَلٰی نُوْرٍ کَانَ فِی الْاَرْضِ فَطُفِیَٔ یعنی میں ان پر نہیں روتا اس نور پر روتا ہوں جو زمین پر تھا اور بجھا دیا گیا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۳۱)

وفات پر جنّات کا اظہارِ غم

ایک رات کوفہ میں ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ بالا خانے میں چرخا کات رہی تھی، اچانک اس کی بیٹی کی کوئی چیز نیچے گر گئی، اس نے باہر دیکھا تو نیچے چند عورتوں کا حلقۂ غم برپا تھا۔ درمیان میں کھڑی ایک عورت شعر پڑھ رہی تھی جن کا ترجمہ یہ ہے: ''ہاں جنات کی عورتوں سے کہو کہ اب وہ فرطِ غم سے رویا کریں، ریشمی لباس میں

نازوانداز سے چلنے کے بجائے ٹاٹ پہنا کریں اور برق رفتار گھوڑوں کی سواری کے بجائے سست رفتار جانوروں پر سوار ہوا کریں۔''

وہ عورت یہ شعر پڑھتی اور حاضرین مجلس ''ہائے امیر المومنین! ہائے امیر المومنین'' کہکر اس کی تائید کرتے، لڑکی نے گھبرا کر والدہ سے کہا: ''امی دیکھو تو نیچے کیا ہے؟'' بڑھیا نے نیچے جھانکا تو عجیب منظر دیکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات امیر المومنین حضرتِ سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہِ القدیر کا اِنتقال ہوا تھا۔''

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۹)

ایک جن کے اشعار

ایک جنّ نے ان الفاظ میں آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات پر اظہارِ غم کے لئے یہ اشعار کہے:

عَنَّا جَزَاكَ مَلِيْكُ النَّاسِ صَالِحَةً ... فِيْ جَنَّةِ الْخُلْدِ وَالْفِرْدَوْسِ يَا عُمَرُ

أَنْتَ الَّذِيْ لَا نَرٰى عَدْلاً نُسَرُّ بِهٖ ... مِنْ بَعْدِهٖ مَا جَرٰى شَمْسٌ وَلَا قَمَرُ

ترجمہ: (۱)......اے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ! لوگوں کا عظیم بادشاہ عَزَّوَجَلَّ آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہماری طرف سے جنت الخلد اور جنت الفردوس میں بہترین جزاء عطا فرمائے۔ (آمین)

(۲)......جب تک سورج چاند طلوع ہوتے رہیں گے، ہم آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد ایسا عادل خلیفہ کبھی نہ پائیں گے جس سے ہم خوش ہوسکیں۔

(اخبار مکۃ للفاکھی، ذکر السمر والحدیث فی المسجد الحرام، الحدیث ۱۳۳۹، ج ۲، ص ۱۵۱)

شہدا کی جنازے میں شرکت

کسی بُزُرگ کا لڑکا شہید ہوگیا، وہ اپنے باپ کو کبھی خواب میں نظر نہ آیا۔ صِرْف اس دن خواب میں باپ سے ملا جس دن حضرتِ سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے وِصال فرمایا۔ باپ نے دیکھ کر فرمایا: میرے بیٹے! کیا تم پر موت واقع نہیں ہوچکی؟ تو اس نے جواب دیا: میں مُردہ نہیں ہوں، بلکہ مجھے شہادت نصیب ہوئی ہے اور میں اللّٰہ تعالٰی کے قُرْب میں زندہ ہوں، اور مجھے اَنواع واقسام کی روزی ملتی ہے۔ باپ نے پوچھا: پھر آج تم اِدھر کیسے آگئے؟ تو اس نے کہا: آج تمام آسمان والوں کو آواز دی گئی کہ آج انبیاء وشہداء سب عمر بن عبد العزیز کے جنازہ میں شریک ہوں، تو میں بھی ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے اِدھر آیا تھا۔

(تاریخ دمشق، ج ۴۵، ص ۲۵۷ ملتقطًا)

آزادی کا پروانہ

اَمیرُ الْمُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز ایک مرتبہ شعبانُ المُعظم کی پندرہویں رات یعنی شبِ براءت عِبادت میں مصروف تھے۔ سر اُٹھایا تو ایک ''سبز پرچہ'' ملا جس کا نُور آسمان تک پھیلا ہوا تھا، اُس پر لکھا تھا، ''هٰذِهٖ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ مِنَ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ لِعَبْدِهٖ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ'' یعنی خدائے مالِک وغالِب کی طرف سے یہ ''جہنَّم کی آگ سے آزادی کا پروانہ'' ہے جو اُس کے بندے عمر بن عبد العزیز کو عطا ہوا ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۴۰۲)

جنت کے دروازے پر پروانۂ نجات

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے: بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ لِعُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِمِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ یعنی خدائے غالب ورحیم کی طرف سے اُس کے بندے عمر بن عبد العزیز کے لئے دردناک دن (یعنی یومِ قیامت) کے عذاب سے نجات ہے۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۹۰)

میں جنت عدن میں ہوں

حضرتِ سیّدُنا مَسلَمہ بن عبد الملک رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے حضرتِ سیّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ العزیز کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: کاش! مجھے پتا چل جائے کہ بعدِ وفات آپ کن حالات سے گزرے! فرمایا: واللّٰہ! میں بہت آرام میں ہوں۔ پوچھا: یا امیر المومنین! آپ کہاں پر ہیں؟ فرمایا: ائمہ ھُدیٰ کے ساتھ جنّاتِ عدن میں۔ (سیرت ابن جوزی ص ۲۸۷)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حضرت مکحول کے تأثرات

ایک بار حضرتِ سیّدُنا مکحول رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ مقامِ دابق سے پلٹ کر ایک منزل میں کُوچ کے وقت اترے اور ایک طرف دور نکل گئے، لوگوں نے پوچھا:

حضرت! کہاں تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا: پانچ میل کے فاصلہ پر حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کی قبر تھی میں وہیں گیا تھا، خدا کی قسم! اُن کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی خدا ترس نہ تھا، خدا کی قسم ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی زاہد نہ تھا۔ (سیرت ابن جوزی ص ۳۷)

تقویٰ و پرہیزگاری کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے

حضرتِ سیدنا مکحول رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ہی بیان ہے کہ اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں کہ حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز نہایت زاہد، پاکباز اور خوف خدا رکھنے والے تھے تو میری قسم جھوٹی نہیں ہوگی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام

حضرتِ سیدنا امام زہری علیہ رحمۃ اللہِ القوی فرماتے ہیں: فَلَمَّا كَانَ فِيْ رَأْسِ الْمِأَةِ مَنَّ اللّٰهُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ یعنی جب صدی اختتام پذیر ہوئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہِ العزیز کی صورت میں اس اُمّت پر احسان فرمایا۔ (درمنثور ج ا ص ۷۶۸)

مرنے کے بعد بھی احترام

ہشام بن عبد الملک جب خلیفہ بنا تو اس کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا: امیر المومنین! عبد الملک نے میرے دادا کو ایک جاگیر دی جسے ولید اور سلیمان نے

برقرار رکھا اور جب عمر بن عبد العزیز رَحمۃُ اللہ خلیفہ بنے تو انہوں نے واپس لے لی۔ ہشام نے اس سے کہا: اپنی بات دہراؤ، اس نے کہا: امیر المومنین! عبد الملک نے میرے دادا کو ایک جاگیر دی جسے ولید اور سلیمان نے برقرار رکھا، اور جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لے لی، ہشام نے کہا: تم بھی عجیب آدمی ہو؟ جنہوں نے تمہارے دادا کو جاگیر دی ان کا تذکرہ بغیر کسی تعظیم کے کرتے ہو اور جس نے چھینی ان کے لئے دُعائے رحمت کر رہے ہو، البتہ ہم نے وہی حُکم صادِر کیا جو عمر بن عبد العزیز رَحِمہُ اللہ نے کیا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۸۰ رقم ۷۴۷۶)

بارگاہِ مصطفٰے میں حاضری

حضرت ماجِشُون رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے (خواب میں) نبی پاک صاحب لولاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی زِیارت کا شربت پیا، ان کے دائیں بائیں شیخین کریمین یعنی حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور ایک نوجوان آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے سامنے تھا۔ میں نے کسی سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ عمر بن عبد العزیز (رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں۔ میں نے کہا: یہ حضورِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے اتنے قریب ہیں! جواب دیا: کیوں نہ ہوں! کیونکہ انہوں نے ظُلم وستم کے زمانے میں بھی حق واِنصاف کا بول بالا کیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۴)

نظامِ حکومت کی تبدیلی

حضرتِ سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے جو عادلانہ نظامِ حکومت قائم کیا تھا یزید بن عبدالملک نے جو اُن کا جانشین ہوا صِرف چالیس دن تک اس کو قائم رکھا اس کے بعد اس راہِ عدل سے الگ ہو گیا۔ غرضیکہ حضرتِ سیّدُ نا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللّٰہِ الْعَزِیز نے جو نظامِ سلطنت قائم کیا تھا وہ آپ کے وصال کے چند ہی روز میں درہم برہم ہو گیا اور دنیا نے کم وبیش اڑھائی برس ہی حضرتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرزِ حکومت سے فائدہ اٹھایا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفِرت ہو۔ اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ واٰلہٖ وسلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

غیبت کے خِلاف جنگ جاری رہے گی

نہ غیبت کریں گے نہ سُنیں گے اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف	مطبوعه
(1)کنز الایمان ترجمۂ قرآن	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بن نقی علی خان	برکات رضا ہند
(2)تفسیر الکبیر	امام محمد بن عمر فخر الدین رازی	دار احیاء التراث العربی بیروت
(3)تفسیر الدر المنثور	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	دار الفکر بیروت
(4)تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی	کوئٹہ
(5)تفسیر قرطبی	امام ابو عبد اللّٰہ محمد بن احمد القرطبی	دار الفکر بیروت
(6)تفسیر الحسن البصری	مرتبین	باب المدینہ کراچی
(7)تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(8)تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(9)صحیح البخاری	امام ابوعبد اللّٰہ محمد بن اسماعیل بخاری	دار الکتب العلمیة بیروت
(10)صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری	دار ابن حزم بیروت
(11)سنن الترمذی	امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی	دار الفکر بیروت
(12)سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی	دار احیاء التراث العربی بیروت
(13)سنن ابن ماجه	امام ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید ابن ماجه	دار المعرفة بیروت
(14)سنن النسائی	امام ابو عبد الرحمٰن بن احمد شعیب نسائی	دار الکتب العلمیة بیروت
(15)المسند	امام احمد بن حنبل	دار الفکر بیروت مؤسسة الرسالة
(16)الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علامه امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی	دار الکتب العلمیة بیروت
(17)المعجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	داراحیاء التراث العربی بیروت
(18)المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	دار الفکر بیروت
(19)المستدرک	امام محمد بن عبد اللّٰہ الحاکم النیشاپوری	دار المعرفة بیروت
(20)السنن الکبریٰ	امام ابو بکر احمد بن حسین البیهقی	دار الکتب العلمیة بیروت
(21)مصنف ابن ابی شیبة	امام ابو بکرعبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبة	دار الفکر بیروت
(22)المسند	امام ابو یعلی احمد بن علی الموصلی	دار الکتب العلمیة بیروت
(23)جمع الجوامع	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	دار الکتب العلمیة بیروت
(24)شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی	دار الکتب العلمیة بیروت
(25) الترغیب و الترهیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری	دار الکتب العلمیة بیروت
(26)الموسوعة لابن ابی الدنیا	حافظ امام ابوبکرعبد اللّٰہ بن محمد قرشی	مکتبة العصریة بیروت
(27)مجمع الزوائد	امام نور الدین علی بن ابی بکر	دار الفکر بیروت
(28) کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی	دارالکتب العلمیة بیروت
(29) کنز العمال	علی بن حسام الدین الهندی	دارالکتب العلمیة بیروت
(30)مشکاة المصابیح	امام محمد بن عبد اللّٰہ الخطیب التبریزی	دار الکتب العلمیة بیروت

(31)شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی	دار الکتب العلمیة بیروت
(32)شرح صحیح مسلم	امام یحی بن شرف النووی	دار الکتب العلمیة بیروت
(33)عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمدعینی	دارالفکر بیروت
(34)فتح الباری شرح صحیح البخاری	امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی	دارالکتب العلمیة بیروت
(35)فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	امام محمد عبد الرؤف مناوی	دارالکتب العلمیة بیروت
(36)مراۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(37) جامع العلوم والحکم	ابو الفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین	مکۃ المکرمة
(38)الدر المختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی	دار المعرفة بیروت
(39)رد المحتار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی	دار المعرفة بیروت
(40)البزازیة علی ہامش الفتاوی الھندیة	علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری	دار الفکر بیروت
(41)الفتاوی الھندیة	ملا نظام الدین وعلمائے ہند	دار الفکر بیروت
(42)الفتاوی الرضویة	اعلی حضرت امام احمد رضا بن نقی علی خان	رضا فاؤنڈیشن لاہور
(43)بہار شریعت	علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(44)فتاوی فقیہ ملت	مفتی جلال الدین احمد امجدی	شبیر برادرز لاہور
(45)حلیة الاولیاء	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی	دار الکتب العلمیة بیروت
(46)العقد الفرید	امام احمد بن محمد بن عبد ربہ	دار الکتب العلمیة بیروت
(47) المستطرف	امام محمد بن ابو احمد الابشیہی	دار الفکر بیروت
(48)تذکرۃ الحفاظ	امام محمد بن احمد الذہبی	دارالکتب العلمیة بیروت
(49)تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	دار الفکر بیروت
(50)الاصابة فی تمیز الصحابة	امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی	دارالکتب العلمیة بیروت
(51)الطبقات الکبری	امام محمد بن سعد البصری	دارالکتب العلمیة بیروت
(52)دلائل النبوۃ	امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی	دار الکتب العلمیة بیروت
(53)نصب الرایة فی تخریج احادیث الھدایة	امام ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی	پشاور
(54)مسالک الحنفاء	امام قسطلانی	دارالکتب العلمیة بیروت
(55)بدائع السلک فی طبائع الملک	ابن الازرق	المکتبة الشاملة
(56)جامع بیان العلم وفضلہ	امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی	دارالکتب العلمیة بیروت
(57)التبر المسبوک فی نصیحة الملوک	امام ابو حامد محمد بن محمد الشافعی الغزالی	المکتبة الشاملة
(58)سیرت ابن عبد الحکم	علامہ عبداللہ بن عبدالحکم	المکتبة الوھبة
(59)سیرت ابن جوزی	علامہ عبدالرحمٰن بن جوزی	دارالکتب العلمیة بیروت
(60)تاریخ دمشق	ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر	دار الفکر بیروت
(61)تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکر السیوطی	باب المدینہ کراچی
(62)تاریخ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری	دار ابن کثیر بیروت
(63)الکامل فی التاریخ	امام ابوالحسن علی بن محمد	دار الکتب العلمیة بیروت

(64)تاریخ یعقوبی	احمد بن اسحاق	المکتبة الشاملة
(65)المعرفة والتاریخ	ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی	دار الکتب العلمیة بیروت
(66)الاستیعاب فی معرفة الاصحاب	امام ابو عمر یوسف بن عبد اللّٰه	دار الکتب العلمیة بیروت
(67)اسد الغابة	امام ابو الحسن علی بن محمد الجزری	دار احیاء التراث العربی بیروت
(68)تذکرة الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری	انتشارات گنجینه تهران
(69)التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة	محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوی	المکتبة الشاملة
(70)اخبار مکة	امام ابو عبد اللّٰه محمد بن اسحاق الفاکهی	دار حضر بیروت
(71)البدایة والنهایة	امام ابو الفداء اسماعیل بن عمرابن کثیر	دار الفکر بیروت
(72)عیون الانباء فی طبقات الاطباء	احمد بن القاسم ابن ابی اصیبعة	المکتبة الشاملة
(73)الرسالة القشیریة	امام ابو القاسم عبد الکریم بن هوازن القشیری	دارالکتب العلمیة بیروت
(74)تنبیه المغترین	امام عبدالوهاب بن احمد شعرانی	دارالبشائر، دارالمعرفة بیروت
(75)تنبیه الغافلین	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	پشاور
(76)روض الریاحین	امام ابو السعادات عبد اللّٰه بن اسعد	دارالکتب العلمیة بیروت
(77)الروض الفائق	مبلغ اسلام شیخ شعیب حریفیش	دار احیاء التراث العربی بیروت
(78)منح الروض	علی بن سلطان(المعروف ملا علی قاری)	دار البشائر الاسلامیة بیروت
(79)عیون الحکایات	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن الجوزی	دارالکتب العلمیة بیروت
(80)حسن المحاظرة	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	دارالکتب العلمیة بیروت
(81)قوت القلوب	امام ابو طالب محمد بن علی المکی	مرکز اهل السنة الهند
(82)الحدیقة الندیة	عارف باللّٰه سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی	پشاور
(83)احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد الشافعی الغزالی	دار صادر بیروت
(84)مکاشفة القلوب	امام ابو حامد محمد بن محمد الشافعی الغزالی	دارالکتب العلمیة بیروت
(85) کیمیائے سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد الشافعی الغزالی	تهران ،ایران
(86)منهاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد الشافعی الغزالی	دارالکتب العلمیة بیروت
(87)منهاج القاصدین	علامه عبدالرحمٰن بن جوزی	
(88)شرح الصدور	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	مرکز اهلسنت برکاتِ رضاهند
(89)معدن اخلاق	علامه ڈاکٹر خلیل احمد قادری	ضیاء الدین پبلیکیشنز کراچی
(90)مغنی الواعظین		
(91)المواعظ والاعتبار	احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی	المکتبة الشاملة
(92)اتحاف السادة المتقین	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی	دارالکتب العلمیة بیروت
(93)ذم الغیبة (الموسوعة)	الحافظ ابی بکر عبد اللّٰه محمد المعروف ابن ابی الدنیا	دارالکتب العلمیة بیروت
(94) کتاب الزهد الکبیر	امام ابو بکر احمد بن حسین البیهقی	مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت
(95) کتاب الزهد	امام عبد اللّٰه بن مبارک	دارالکتب العلمیة بیروت
(96) آکام المرجان فی احکام الجان	علامه بدر الدین شبلی	دارالکتب العلمیة بیروت

(97)ملفوظاتِ اعلی حضرت	شہزادۂ اعلی حضرت محمد مصطفی رضا خان	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(98)تعلیم المتعلم	امام برہان الاسلام زرنوجی	باب المدینہ کراچی
(99)آداب الشرعیۃ	محمد بن مفلح حنبلی	
(100)معجم البلدان	امام ابوعبد اللّٰہ یاقوت بن عبد اللّٰہ	دار احیاء التراث العربی بیروت
(101)فتوح البلدان	احمد بن یحی بن جابر بن داود البلاذری	المکتبۃ الشاملۃ
(102)التعریفات	علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی	باب المدینہ کراچی
(103)فضائلِ دعا	مصنف:رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان شارح:اعلی حضرت امام احمد رضا بن نقی علی خان	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(104)حیاتِ اعلی حضرت	ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(105)فیضانِ سنت (جلد اول)	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(106)کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(107)غیبت کی تباہ کاریاں	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(108)پردے کے بارے میں سوال جواب	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(109)زلزلہ اور اس کے اسباب	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(110)ظلم کا انجام	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(111)پراسرار بھکاری	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(112) کراماتِ فاروقِ اعظم	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(113)پل صراط کی دہشت	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(114)101 مدنی پھول	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(115)قیامت کا امتحان	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(116)اشکوں کی برسات	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(117) کالے بچھو	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(118)جنتی محل کا سودا	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(119)تذکرۂ امیر اہلسنّت (حصہ 5)	المدینۃ العلمیۃ	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(120)حدائقِ بخشش	اعلی حضرت امام احمد رضا بن نقی علی خان	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ
(121)وسائلِ بخشش	امیر اہلسنت حضرت علامہ محمد الیاس عطارقادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ باب المدینہ

مجلس المدینۃ العلمیۃ شعبہ اِصلاحی کُتُب کی طرف سے پیش کردہ 33 کُتُب و رسائل

01......غوثِ پاک رَضِیَ اللہُ تعَالٰی عَنْہ کے حالات (کل صفحات:106)
02......تکبر (کل صفحات:97)
03......فرامینِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)
04......بدگمانی (کل صفحات:57)
05......تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)
06......نور کا کھلونا (کل صفحات:32)
07......اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوشش (کل صفحات:49)
08......فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)
09......امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
10......ریاکاری (کل صفحات:170)
11......قومِ جنات اور امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:262)
12......عشر کے احکام (کل صفحات:48)
13......توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
14......فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)
15......احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
16......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
17......کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)
18......ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32)
19......طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
20......مفتیٔ دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)
21......فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
22......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
23......نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)
24......خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)
25......تعارفِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:100)
26......انفرادی کوشش (کل صفحات:200)
27......آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
28......قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)
29......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
30......ضیائے صدقات (کل صفحات:408)
31......جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)
32......کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)
33......آدابِ مرشدِ کامل (مکمل 5 حصے) (کل صفحات:275)

زکوۃ، صدقہ فطر اور عشر کے فضائل و مسائل پر مشتمل گلدستہ

فیضانِ زکوٰۃ

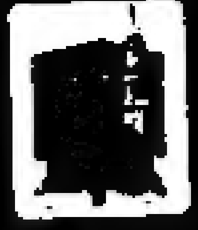


زکوۃ دینے کے فضائل	5	کرنسی نوٹ کی زکوۃ	46
زکوۃ کس پر فرض ہے؟	20	جانوروں کی زکوۃ	104
سونا چاندی کی زکوۃ	27	زکوۃ کس کو دیں؟	57
مالِ تجارت کی زکوۃ	39	صدقۂ فطر	111

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)



مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)



حج و عمرہ کا مختصر طریقہ



مکتبۃ المدینہ
(دعوتِ اسلامی)





اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ ...

سُنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر ...

ماحول میں بکثرت سُنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جُمعرات ...

والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے ...

ات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے۔ عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں ...

ور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذَرِیعے مَدَنی انعامات کا رِسالہ پُر کر کے ...

یہاں کے ذمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ ...

ناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کُڑھنے کا ...

اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ "مجھے اپنی اور ...

کرنی ہے۔" اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اِصلاح کے لئے ...

کی کوشش کے لئے ...